

فتاوی محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

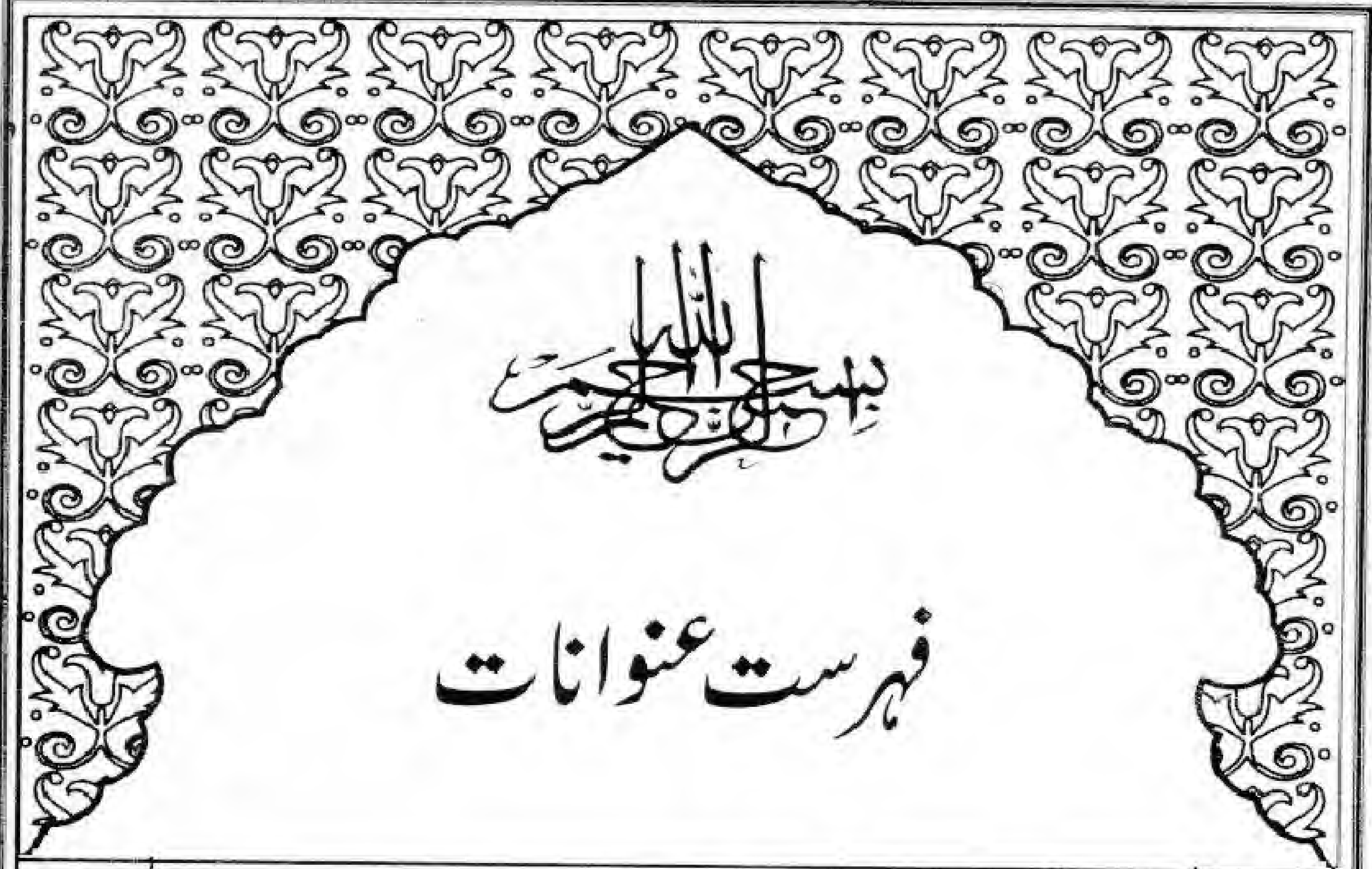
تبویب، تخریج اور تعلیق

زیرِ سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیرِ نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	بقية كتاب الحظر والإباحة	
	باب مايتعلق بالجنات	
	(جنات کا بیان)	

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۰	انسان افضل ہے یا جنات	۱
۲۱	کسی دیو کے نبی کی شکل وصورت اختیار کرنے کا عقیدہ	۲
۲۲	جن کا انسانی صورت میں ظاہر ہونا	۳
۲۲	دیو کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنانا	۴
۲۵	جنات اور شیاطین انسان کو ستا سکتے ہیں یا نہیں؟	۵
۲۶	جن کا مختلف صورتوں میں آنا	۶
۲۷	مزارات پر جنات کا آنا	۷

۸	جن اور پیر کا عورتوں پر آنا	۲۹
۹	جنات سے حمل	۳۰
۱۰	جماعِ جن سے استقرارِ حمل	۳۱
۱۱	کیا آسیبی اثر سے زبان گنگ ہوسکتی ہے؟	۳۱
۱۲	جنات کو جلانا	۳۲
۱۳	جنات کا عمل	۳۲
۱۴	جنات کی مالی اعانت	۳۳
۱۵	مرغ کیوں بولتا ہے؟	۳۳
۱۶	گدھا کیوں بولتا ہے؟	۳۴
۱۷	گدھا کیوں بولتا ہے	۳۵
۱۸	ستارہ ٹوٹنے کا سبب، مرغ بولنے کی وجہ	۳۵
۱۹	ہمزاد کیا ہے؟	۳۶
۲۰	طویل العمر جن صحابی کا ظہور	۳۷

باب مایتعلق بالسحر والعوذة

الفصل الأول فی السحر

(سحر کا بیان)

۲۱	سحر کا حکم	۴۸
۲۲	سحر کا اثر اور ساحر کا حکم	۴۹
۲۳	جادو کرنے والے کا حکم	۵۰
۲۴	دفعِ سحر کے لئے سحر سیکھنا	۵۱
۲۵	دفعِ سحر کے لئے سحر کرنا	۵۲
۲۶	دفعِ سحر کی ترکیب	۵۳

۲۷	مشرکانہ منتر سے علاج	۵۴
۲۸	منتر کے ذریعہ علاج کرنا	۵۵
۲۹	قرعہ کے ذریعے ساحر یا مجرم معلوم کرنا	۵۵
۳۰	جادو، گنڈہ وغیرہ غیر مسلم سے لینا	۶۱

الفصل الثانی فی العوذة

(تعویذ کا بیان)

۳۱	کیا تعویذ میں اثر ہے؟	۶۳
۳۲	تعویذ اور عملیات	۶۴
۳۳	خون سے تعویذ لکھنا	۶۵
۳۴	مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا	۶۶
۳۵	ڈاکوؤں کو تعویذ کے ذریعہ ہلاک کرنا	۶۷
۳۶	تعویذ، گنڈے کے لئے نامحرم سے میل جول	۶۸
۳۷	عورتوں کو عامل سے تعویذ لینا اور کاہنوں سے جھاڑ پھونک کرانا	۷۲

الفصل الثالث فی العملیات والوظائف والأوراد

(عملیات اور وظائف کا بیان)

۳۸	عملیات سے متعلق چند ضروری سوالات	۷۳
۳۹	قرآن شریف کے ذریعہ چور کا نام نکالنا	۷۵
۴۰	آیتِ قرآنی کے ذریعہ چور کا نام نکالنا	۷۶
۴۱	چور کا نام نکالنا	۷۷
۴۲	کافر سے جھاڑ پھونک	۷۷
۴۳	غیر مسلم سے آسیب کا علاج کرانا	۷۸

۴۴	غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا	۷۹
۴۵	حاضرات نکلوانا	۸۰
۴۶	نظرِ بد کے لئے مرچیں جلانا	۸۱
۴۷	نظرِ بد سے حفاظت کے لئے بچوں کے چہرہ پر سیاہ داغ لگانا	۸۲
۴۸	علم جفر کا حکم	۸۳
۴۹	جھاڑ پھونک سے سانپ کے کاٹنے کا علاج	۸۵
۵۰	غیر مسلم سے سانپ کے کاٹے کو جھڑوانا	۸۶
۵۱	سفلی عمل کے ذریعے سٹہ کا نمبر بتانا	۸۷
۵۲	عمل برائے امداد مظلومین و اجرتِ تعویذ	۸۸
۵۳	عمل برائے گمشدہ	۸۹
۵۴	کشفِ ارواح کا عمل	۸۹
۵۵	شادی ہونے کے لئے عمل	۸۹
۵۶	وسعتِ رزق کا عمل	۹۰
۵۷	وسعتِ معیشت کا علاج	۹۰
۵۸	دستِ غیب کا عمل	۹۰
۵۹	یا جبرائیل بحق یا وهاب کا وظیفہ	۹۱
۶۰	"قل هو الله أحد، يا جبرئيل" کا وظیفہ	۹۱
۶۱	''نادِ علی'' کا وظیفہ	۹۲
۶۲	عمل کو پلٹنے کا حکم	۹۳
۶۳	جوانی میں عملیات کرانا	۹۴
۶۴	لکھے ہوئے پانی کی مضرت اور اس کا علاج	۹۴
۶۵	عذابِ قبر سے حفاظت کا عمل	۹۵

باب الأشتات

(حظر واباحت کے مختلف مسائل کا بیان)

۶۶	سبز پتوں اور شاخوں کو کاٹنا	۹۷
۶۷	پھل دار درخت کو کاٹنا	۹۸
۶۸	پائنچے سے پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنا	۹۹
۶۹	نئی صدی کا استقبال	۱۰۰
۷۰	غلط پروپیگنڈہ کی مذمت	۱۰۱
۷۱	چراغ پھونک مارکر بجھانا	۱۰۲
۷۲	ردّی کاغذ کا گتا بنانا	۱۰۳
۷۳	تعلیم کی غرض سے بچوں سے نعت پڑھوانا	۱۰۴
۷۴	آلۂ مکبر الصوت	۱۰۵
۷۵	جس لاؤڈاسپیکر پر گانے گائے جائیں، اس سے سحری کے لئے جگانا	۱۰۶
۷۶	بجلی سے آدمی کیوں مرجاتا ہے؟	۱۰۶
۷۷	کمر کے دونوں جانب ہاتھ رکھنا	۱۰۷
۷۸	کیڑے مکوڑوں کی پیدائش	۱۰۸
۷۹	غلامی کو ناپسند کرنا	۱۰۸
۸۰	دوسرے کی دیوار پر اپنے مکان کی بنیاد رکھنا	۱۰۹
۸۱	خدا کے واسطے معافی مانگنے پر معاف نہ کرنا اور روپے لے کر معاف کرنا	۱۱۰
۸۲	"إنشاء اللّٰہ" کہنا	۱۱۰
۸۳	''خدا اور رسول کو منظور ہو تو'' کہنا کیسا ہے؟	۱۱۱
۸۴	جشنِ بخاری شریف	۱۱۱

۸۵	کھانا کھاتے وقت چارپائی کی پائنتی کی طرف بیٹھنا	۱۱۳
۸۶	کسی کی بات کاٹنا	۱۱۴
۸۷	اپنی بات کو اونچا رکھنا	۱۱۴
۸۸	آبِ حیات	۱۱۵
۸۹	کیا لڑکے والا افضل ہے لڑکی والے سے؟	۱۱۵
۹۰	شاگرد سے احتلام کے کپڑے دھلوانا	۱۱۶
۹۱	نابالغ شاگرد سے خدمت لینا	۱۱۶
۹۲	چھوٹے بچوں سے خدمت لینا	۱۱۷
۹۳	امرد کی تعریف	۱۱۸
۹۴	امرد سے خط وکتابت	۱۱۹
۹۵	امرد کو کن کن سے احتراز کرنا چاہیئے؟	۱۱۹
۹۶	خودداری کا مفہوم	۱۲۰

کتاب الرھن

(گروی رکھنے کا بیان)

۹۷	توسیعِ مدتِ رہن پر معاوضہ لینا	۱۲۱
۹۸	مکانِ مرہون میں رہنا	۱۲۲
۹۹	مرہون سے نفع اٹھانا	۱۲۳
۱۰۰	مالک کی اجازت سے رہن سے نفع اٹھانا	۱۲۵
۱۰۱	انتفاع از رہن	۱۲۶
۱۰۲	انتفاع بالمرہون	۱۲۸
۱۰۳	انتفاع بالمرہون	۱۳۰
۱۰۴	موروثی زمین کو رہن رکھنا	۱۳۰
۱۰۵	کھیت کا رہن	۱۳۳

۱۰۶	زمین رہن پر دینے کی صورت	۱۳۴
۱۰۷	رہن اور اجارہ	۱۳۶
۱۰۸	ضمانِ مرہون میں کونسی قیمت معتبر ہوگی اور امانت کو رہن رکھنا	۱۳۹
۱۰۹	بیع ورہن کی ایک صورت	۱۴۰
۱۱۰	رہن کی واپسی ورثائے راہن کے لئے	۱۴۵

کتاب الفرائض

الفصل الأول فی الترِکة وتصرف المیت فیها

(ترکہ اورمیت کے تصرف کا بیان)

۱۱۱	اپنی جائیداد کو اپنی زندگی میں ورثاء پر تقسیم کرنا	۱۴۷
۱۱۲	مملوکہ اور سرکاری زمینوں میں وراثت	۱۴۹
۱۱۳	مالِ شرکت کی وراثت	۱۵۰
۱۱۴	کیا بیوی کے مرنے پر مہر بھی ترکہ ہے؟	۱۵۲
۱۱۵	مرحومہ زوجہ کا مہر ترکہ میں داخل ہے یا نہیں؟	۱۵۲
۱۱۶	ایک بیٹے کو روپیہ دینے کے بعد دیگر ورثاء کا اس میں حق	۱۵۳
۱۱۷	اپنی جائیداد مدرسہ کو دینا	۱۵۴
۱۱۸	اپنا پیسہ وارث کو دے یا مدرسہ میں؟	۱۵۶
۱۱۹	غیر وارث کو کچھ جائیداد دینا	۱۵۶
۱۲۰	جائیداد دیکر واپسی	۱۵۸

الفصل الثانی فی مایتعلق بدَین المیت وأمانته

(میت کے قرض اور امانت کا بیان)

۱۲۱	میت کے ذمہ قرض ہوتو اس کا حکم	۱۶۰

۱۲۲	قرضۂ میت کون ادا کرے؟	۱۶۲
۱۲۳	باپ کا قرض ادا کر کے اس کو میراث سے وصول کرنا	۱۶۲
۱۲۴	مرحوم کا قرضہ مسجد میں دینا	۱۶۴
۱۲۵	میت پر دعوائے دَین	۱۶۵
۱۲۶	ورثاء اور غرماء کے درمیان مصالحت	۱۶۶
۱۲۷	ورثاء اور غرماء کی مصالحت پر اشکال	۱۷۲
۱۲۸	دینِ مہر مقدم ہے میراث کی تقسیم پر	۱۷۲
۱۲۹	ودیعت کا روپیہ وفاتِ مودع پر اس کی مرضی کے خلاف صرف کرنا	۱۷۳
۱۳۰	میت کی امانت ورثاء کو دی جائے	۱۷۷
۱۳۱	میت کا مہر بیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہو گیا	۱۷۸

الفصل الثالث فی وصية الميت وإقراره

(میت کی وصیت اور اقرار کا بیان)

۱۳۲	وصیت بحالتِ سکرات	۱۸۱
۱۳۳	وارث کے لئے وصیت	۱۸۳
۱۳۴	وصیت بحق وارث	۱۸۴
۱۳۵	وارث کے حق میں وصیت	۱۸۶
۱۳۶	چچازاد اور پھوپھی زاد میں تقسیم ترکہ اور وصیت	۱۸۸
۱۳۷	لڑکی کے حق میں وصیت	۱۹۰
۱۳۸	لڑکی کے لئے وصیت یا ہبہ	۱۹۲
۱۳۹	وارث اور اجنبی کے لئے وصیت	۱۹۵
۱۴۰	وارث کے حق میں وصیت	۲۰۲
۱۴۱	ایضاً	۲۰۴
۱۴۲	بھانجے، بھتیجے، پھوپھی، قربانی اور ایصالِ ثواب کے لئے وصیت کرنا	۲۰۸

۱۴۳	بیٹی کے حق میں وصیت اور بیٹی اور مرحوم کے بھائی کے درمیان تقسیم ترکہ	۲۱۰
۱۴۴	وصیت ایک تہائی ترکہ سے نافذ ہوتی ہے	۲۱۴
۱۴۵	وصیت ایک تہائی میں	۲۱۶
۱۴۶	وصیت اور تقسیم ترکہ	۲۱۷
۱۴۷	مال وصیت کے بارے میں اختلاف	۲۱۹
۱۴۸	میراث کی ایک صورت اور وصیت نامہ	۲۲۰
۱۴۹	وصیت پورا کرنے کی ایک صورت	۲۲۳
۱۵۰	قربانی کی وصیت پر عمل کب تک واجب ہے؟	۲۲۴
۱۵۱	وصی اور وارث میں اختلاف	۲۲۵
۱۵۲	بیوی کے لئے جائیداد کی وصیت	۲۲۹
۱۵۳	کنواں کھدوانے کے لئے سو روپے کی وصیت	۲۳۱
۱۵۴	والد کی وصیت کہ میرا فلاں بیٹا میرے کفن دفن میں شریک نہ ہو	۲۳۲
۱۵۵	مرض الموت کی حد اور تعریف اور مرض الموت میں وارث کے حق میں اقرار	۲۳۵
۱۵۶	عورت کا ارادہ تھا کہ اپنے کپڑے مدرسہ میں دیدے اس کے انتقال پر شوہر کیا کرے؟	۲۳۶

الفصل الرابع فی استحقاق الإرث وعدمه

(استحقاق اور عدمِ استحقاقِ وراثت کا بیان)

۱۵۷	حقِ وراثت موتِ مورث کے بعد ہوتا ہے	۲۳۷
۱۵۸	حقِ میراث نہ لینے سے باطل نہیں ہوتا	۲۳۸
۱۵۹	حصۂ میراث پر قبضہ نہ کرنے سے میراث باطل نہیں ہوتی	۲۳۹
۱۶۰	پراویڈنٹ فنڈ کا ورثہ میں سے مستحق کون ہوگا؟	۲۴۱
۱۶۱	پراویڈنٹ فنڈ کا مستحق انتقالِ ملازم کے بعد کون ہے؟	۲۴۶
۱۶۲	مدرس کے انتقال کے بعد اس کی بقایا تنخواہ کا مستحق اس کا بڑا لڑکا ہوگا یا سب اولاد؟	۲۴۸

۱۶۳	غیر شادی شدہ لڑکا شادی کا خرچ میراث سے لے سکتا ہے یا نہیں؟	۲۵۰
۱۶۴	رخصتی سے پہلے انتقال ہوجائے تو مہر اور وراثت پوری پوری ملے گی	۲۵۱
۱۶۵	دادا اور مربی کے مال میں حق	۲۵۲
۱۶۶	غائب غیر مفقود کا حصۂ وراثت	۲۵۵
۱۶۷	گناہ کی وجہ سے میراث ساقط نہیں ہوتی	۲۵۶
۱۶۸	کیا پاگل کی بیوی کو میراث ملے گی؟	۲۵۷
۱۶۹	ناراض بیوی کو میراث کا حصہ اور مہر دونوں ملیں گے	۲۵۹
۱۷۰	بحالتِ مرض طلاق سے بیوی کو وراثت ملے گی یا نہیں؟	۲۶۰
۱۷۱	کیا کوئی وارث ترکۂ میت کا کرایہ دار ہوسکتا ہے؟	۲۶۱
۱۷۲	سوال متعلق استفتاء بالا	۲۶۳
۱۷۳	دین مہر کی وراثت	۲۶۵
۱۷۴	جہیز، مہر، وراثت	۲۶۶
۱۷۵	متوفیہ بیوی کی اولاد کا مہر کا مطالبہ کرنا	۲۶۹
۱۷۶	بیوی کے انتقال کے بعد ادائیگی مہر کی صورت	۲۷۱
۱۷۷	وفاتِ شوہر پر مطالبۂ مہر اور حصۂ میراث	۲۷۲
۱۷۸	ایک بیوی کی اولاد کو دوسری بیوی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا	۲۷۴
۱۷۹	کیا بیوی کے ساتھ پہلے شوہر سے آئی ہوئی لڑکیوں کو وراثت میں حصہ ملے گا؟	۲۷۶
۱۸۰	کسی وارث کی ترکہ سے دستبرداری، زندگی میں لڑکے لڑکی کو ہبہ میں برابری اور ان کے حصے	۲۷۷
۱۸۱	عورت کا سوتیلا بیٹا وارث نہیں	۲۷۹
۱۸۲	داماد وارث نہیں	۲۷۹
۱۸۳	حق وراثت جبراً وصول کرنا	۲۸۰
۱۸۴	دوسرے وارث کے حصہ پر قبضہ کرنا	۲۸۱
۱۸۵	والد کے موروثی مکان کو تعمیر کر کے اس میں دوسرے ورثاء کا حق	۲۸۳

۱۸۶	مشترکہ زمین میں کسی وارث کا مکان تعمیر کر کے ملکیت کا دعویٰ کرنا	۲۸۴
۱۸۷	باپ کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کرنا	۲۸۵
۱۸۸	غیر کفو میں نکاح اور مکانِ مورث پر قبضہ	۲۸۶
۱۸۹	متوفی کی زمین کو صرف نام کر دینے سے ملکیت نہیں ہوتی، بلکہ وہ ورثاء کا حق ہے	۲۸۸

الفصل الخامس فی موانع الإرث

(موانعِ ارث کا بیان)

۱۹۰	کیا اختلافِ دارین مانعِ ارث ہے، وارث ہونے کا دعویٰ کیسے ثابت ہوگا؟	۲۹۱
۱۹۱	کیا مرتد وراثت کا حق دار ہے؟	۲۹۴
۱۹۲	جو عورت قادیانی ہو جائے کیا وہ مستحقِ میراث ہے؟	۲۹۶

الفصل السادس فی التصرف فی الترکة

(ترکہ میں تصرف کرنے کا بیان)

۱۹۳	میراث میں بعض ورثاء کا تصرف	۲۹۸
۱۹۴	ادائے قرض سے پہلے ترکۂ میت سے نفع اٹھانا	۳۰۷
۱۹۵	ترکۂ میت میں اگر بعض ورثاء تجارت کریں، کیا اس میں سب شریک ہوں گے؟	۳۰۹
۱۹۶	ترکۂ مشترکہ سے ایک وارث نے زمین خریدی، اس میں دوسرے وارث کا حصہ	۳۱۰
۱۹۷	میت کا زمین بیوی کے نام خریدنا، اور مالِ مشترک میں ورثاء کا تصرف	۳۱۱
۱۹۸	مشترکہ موروثہ جائیداد میں کسی شریک کا اپنے حصہ پر قبضہ نہ کرنا	۳۱۴
۱۹۹	مالِ موروث مشترک سے صدقہ دینا	۳۲۱
۲۰۰	مالِ مشترک سے اعزہ کی ضیافت	۳۲۲
۲۰۱	ترکۂ میت سے ضیافت وایصالِ ثواب	۳۲۴
۲۰۲	بھتیجوں کی پرورش کا صرفہ بھائی کے ترکہ سے وصول کرنا	۳۲۵
۲۰۳	موتِ زوجہ کے بعد زوج کا اس کے ترکہ میں خصوصی دعویٰ	۳۲۷

۲۰۴	دوسرے کی ملکِ وراثت کو وقف کرنا	۳۲۸
۲۰۵	بڑا بھائی اپنا حصہ فروخت کرسکتا ہے چھوٹے بھائی کا نہیں	۳۲۹
۲۰۶	اگر کسی وارث کے متعلق اندیشہ ہو کہ وہ اپنا حصہ فروخت کردے گا	۳۳۰
۲۰۷	مرحومہ بیوی کا مہر مسجد و مدرسہ میں دینا	۳۳۲
۲۰۸	شوہر کے ہوتے ہوئے بغیر طلاق کے نکاحِ ثانی، غیر مملوک مکان کی بیع اور وقف	۳۳۴

الفصل السابع فی الإرث فی المال الحرام

(مالِ حرام میں وراثت کا بیان)

۲۰۹	مالِ حرام میں وراثت	۳۳۸
۲۱۰	ترکۂ حرام کا حکم	۳۳۹
۲۱۱	مالِ حرام ورثاء کیلئے	۳۴۰
۲۱۲	منشیات کی آمدنی سے مکان کی تعمیر اور اس کی توریث	۳۴۰
۲۱۳	جس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ورثاء کے حق میں اس کا حکم	۳۴۲
۲۱۴	ناجائز میراث میں حصہ	۳۴۳
۲۱۵	مورث کا حرام مال وارث کے لئے	۳۴۴

الفصل الثامن فی ذوی الفروض

(ذوی الفروض کا بیان)

۲۱۶	لڑکی کا حصۂ میراث	۳۴۶
۲۱۷	لڑکی کا والد کی میراث میں حصہ	۳۴۷
۲۱۸	بیوی کا شوہر کی میراث میں حصہ	۳۴۷
۲۱۹	زوجہ اور ہمشیرہ کو میراث	۳۴۸
۲۲۰	بیوی اور بھانجہ میں تقسیم وراثت	۳۵۱

۲۲۱	ورثاء میں زوجہ، دو بیٹیاں، تین بھتیجے ہوں تو تقسیمِ میراث	۳۵۳
۲۲۲	ورثہ میں بہن اور بیوی کا چچا ہو تو ترکہ کس کو ملے گا؟	۳۵۴
۲۲۳	بہن اور چچا کا حصۂ میراث	۳۵۶
۲۲۴	بیوہ بھائی اور بہن میں تقسیم میراث	۳۵۷
۲۲۵	زوج، ام، حقیقی بہن اور چچا کے درمیان تقسیمِ میراث	۳۵۷
۲۲۶	ورثاء میں زوج، حقیقی بہن اور علاتی بہن ہو تو تقسیم میراث	۳۵۹
۲۲۷	تین بھتیجے، ایک بیٹی ہو تو تقسیم ترکہ	۳۶۱
۲۲۸	تین بیٹوں اور ایک بیٹی میں تقسیمِ میراث	۳۶۲
۲۲۹	ایک بیٹے اور تین بیٹیوں میں تقسیم میراث	۳۶۵
۲۳۰	دو بیویوں اور ان کی اولاد میں تقسیمِ میراث	۳۶۷
۲۳۱	ورثاء میں حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد ہو تو تقسیمِ ترکہ	۳۶۹
۲۳۲	نانی کو میراث	۳۷۱
۲۳۳	بعض ورثاء کو کچھ دیکر فارغ کر دینا	۳۷۲
۲۳۴	تقسیم میراث کی ایک صورت	۳۷۴
۲۳۵	سوتیلے بیٹے کی موہوبہ جائیداد میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟	۳۷۵
۲۳۶	مناسخہ کی ایک صورت کا حکم	۳۷۷
۲۳۷	مناسخہ کی ایک صورت	۳۷۹
۲۳۸	ذوی الفروض اور عصبات میں تقسیمِ وراثت	۳۸۲
۲۳۹	شوہر اور بھائیوں میں تقسیم ترکہ	۳۸۳
۲۴۰	باپ اور بیٹے کے میراث کی تقسیم	۳۸۴
۲۴۱	صورتِ عائلہ میں باپ کا حصہ	۳۸۸
۲۴۲	تقسیمِ میراث کی ایک صورت	۳۸۹
۲۴۳	بلا ضابطۂ شرعیہ تقسیم کی ہوئی جائیداد میں وراثت	۳۹۲

۲۴۴	بیٹے اور بیٹی میں تقسیمِ ترکہ	۳۹۴
۲۴۵	فرائض اور تعیین ترکہ	۳۹۵
۲۴۶	ردعلی الزوجین اور ابن وبنتِ معتق اور ابن وبنت رضاعی کی باہمی ترتیب	۳۹۷
۲۴۷	توریثِ اُخت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب	۴۰۰
۲۴۸	مہر معاف کرنے کے بعد مطالبہ کرنا	۴۰۲
۲۴۹	پنشن اور گریجویٹی فنڈ میں میراث کا حکم	۴۰۲
۲۵۰	بیمہ فنڈ میں میراث کا حکم	۴۰۲
۲۵۱	پنشن میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق	۴۰۲
۲۵۲	میڈیکل امداد میں ورثاء کا حق	۴۰۲
۲۵۳	بلڈنگ میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق	۴۰۲
۲۵۴	سامانِ آرائش میں وراثت	۴۰۳
۲۵۵	دوسرے لوگوں کے پاس پڑے ہوئے سامان پر میت کی طرف سے بخشش کا دعویٰ	۴۰۳
۲۵۶	فنڈ کی رقم کے متعلق بھائی کا نام لکھوا دینا	۴۰۷
۲۵۷	جائیداد میں شرکت اور اس کی تقسیم	۴۰۹
۲۵۸	جائیداد اور وراثت	۴۱۲
۲۵۹	بھائی اور بہن کی موجودگی میں بہن کی لڑکی کے لئے وصیت	۴۱۷
۲۶۰	ترکہ سے نفقۂ عدتِ وفات اور خرچۂ رضاعت کاٹنا اور تقسیمِ ترکہ	۴۱۸

الفصل التاسع فی العصبات وذوی الأرحام وتوریث الحمل

(عصبات، ذوی الارحام اور توریثِ حمل کا بیان)

۲۶۱	عصبات کی انتہا کیا دادا کے چچا تک ہے؟	۴۲۰
۲۶۲	عصوبت کہاں ختم ہوتی ہے؟	۴۲۱

۲۶۳	چوتھی پشت کا عصبہ بھی وارث ہے	۴۲۳
۲۶۴	عینی مقدم ہے علاتی پر	۴۲۴
۲۶۵	علاتی بھتیجا، عینی کی موجودگی میں وارث نہیں	۴۲۵
۲۶۶	عینی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی کو کچھ نہیں ملتا	۴۲۶
۲۶۷	علاتی بہن اور چچازاد بھائی کے درمیان تقسیمِ ترکہ	۴۲۸
۲۶۸	بھتیجوں اور بھانجیوں میں ترکہ کی تقسیم	۴۲۹
۲۶۹	دو بیویوں کی اولاد میں تقسیمِ میراث	۴۳۰
۲۷۰	دو بیویوں کی اولاد میں تقسیمِ ترکہ	۴۳۱
۲۷۱	سوال متعلق استفتاء بالا	۴۳۳
۲۷۲	عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کی وراثت	۴۳۴
۲۷۳	میراث ذوی الارحام	۴۳۸
۲۷۴	ذوی الارحام کا مسئلہ	۴۴۰
۲۷۵	ذوی الارحام کی حد بندی	۴۴۱
۲۷۶	بیوہ، علاتی بھتیجی اور حقیقی بھانجوں میں تقسیم ترکہ	۴۴۲
۲۷۷	بیوہ، حقیقی ممانی اور حقیقی ماموں زاد بھائی اور بہنوں میں تقسیمِ ترکہ	۴۴۴
۲۷۸	ذوی الارحام میں تقسیمِ میراث کی ایک صورت	۴۴۷
۲۷۹	چچا نے بھتیجا کی پرورش کی، کیا چچا کی خرید کردہ جائیداد میں بھتیجا کا حصہ ہے؟	۴۵۱
۲۸۰	توریثِ حمل کی ایک صورت	۴۵۳
۲۸۱	طلاق کے بعد حمل کب تک مستحق میراث ہے؟	۴۵۶
۲۸۲	توریثِ حمل کی متعدد صورتیں اور ان پر اشکالات	۴۵۷
۲۸۳	سوال متعلق استفتاء بالا	۴۵۸
۲۸۴	ایضاً	۴۶۱

۲۸۵	ایضاً	۴۶۳

الفصل العاشر فی الحجب والحرمان

(حجب اور حرمان کا بیان)

۲۸۶	ایک وارث دوسرے وارث کی موجودگی میں محروم کیوں ہے؟	۴۶۴
۲۸۷	شادی کی وجہ سے لڑکیاں محروم نہیں ہوتیں	۴۶۴
۲۸۸	کیا ترکہ میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جس سے بیٹی محروم ہے؟	۴۶۵
۲۸۹	بیوہ نکاحِ ثانی کی وجہ سے وراثت سے محروم نہیں	۴۶۸
۲۹۰	بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو وہ وراثت سے محروم نہیں	۴۷۰
۲۹۱	عقدِ ثانی کی وجہ سے بیوی کا حصہ کم نہیں ہوتا	۴۷۰
۲۹۲	دادا کی میراث سے پوتا کیوں محروم ہے؟	۴۷۱
۲۹۳	بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کا حقِ وراثت	۴۷۲
۲۹۴	بیٹے کی موجودگی میں پوتے کی میراث	۴۷۳
۲۹۵	پوتا وارث کیوں نہیں؟	۴۷۳
۲۹۶	بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو جائیداد دینا	۴۷۴
۲۹۷	لڑکیوں کے ہوتے ہوئے جائیداد نواسہ کو دینا	۴۷۵
۲۹۸	لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے بحالتِ مرض لڑکے کو جائیداد دینا	۴۷۶
۲۹۹	جائیداد بھتیجا کو دینا بیٹوں کو نہ دینا	۴۷۹
۳۰۰	باپ اور بیٹوں کی موجودگی میں بھتیجے وارث نہیں	۴۸۰
۳۰۱	لے پالک بنانا	۴۸۳
۳۰۲	حج بدل اور وقف کے ذریعہ ورثہ کو محروم کرنا	۴۸۴
۳۰۳	نافرمان بیٹے کو عاق کرنا	۴۸۶
۳۰۴	نافرمان بیٹے کو میراث سے محروم کرنا	۴۸۷
۳۰۵	نافرمان اولاد کو عاق کرنا	۴۸۹

۳۰۶	ترکہ کے مکان سے کسی وارث کو الگ کرنا	۴۹۱
۳۰۷	بیوہ کو محروم کرنے کے لئے ورثائے شوہر کا دعوائے طلاق	۴۹۲

الفصل الحادی عشر فی المتفرقات

۳۰۸	نابالغ کے مال کی ولایت کس کو ہے؟	۴۹۵
۳۰۹	سفیہ کا مال کب اس کے حوالے کیا جائے؟	۴۹۶
۳۱۰	کیا بھاتت میراث کا عوض ہے؟	۴۹۷
۳۱۱	ولی عہد بنانا	۴۹۸
۳۱۲	بھائی کے وعدے	۴۹۹
۳۱۳	اگر سوال شیعہ سنّی کے توارث کا ہو تو جواب کس طرح دیا جائے؟	۵۰۰
۳۱۴	شیعہ عورت بغیر وارث چھوڑے مرنے پر اس کے موروثہ زیور کا مصرف	۵۰۲
۳۱۵	کفن ترکہ سے دیا جائے گا یا شوہر کے ذمہ ہے؟	۵۰۳
۳۱۶	فرائض کے قواعد	۵۰۴

بابٌ

رسالہ آسان فرائض

۳۱۷	علم الفرائض کی فضیلت	۵۱۱
۳۱۸	اصطلاحاتِ فرائض کی وضاحت	۵۱۲
۳۱۹	ترکۂ میت میں حقوقِ واجبہ	۵۱۲
۳۲۰	ورثہ کی قسمیں	۵۱۳
۳۲۱	حصصِ معینہ کی قسمیں	۵۱۴

فصلٌ فی ذوی الفروض

۳۲۲	ذوی الفروض کی اقسام	۵۱۵

۳۲۳	ذکور کے حالات	۵۱۵
۳۲۴	اَب کے حالات	۵۱۵
۳۲۵	جد کے حالات	۵۱۶
۳۲۶	ابن الأم کے احوال	۵۱۶
۳۲۷	زوج کے احوال	۵۱۷
۳۲۸	اناث کے حالات	۵۱۷
۳۲۹	زوجہ کے احوال	۵۱۷
۳۳۰	بنت کے احوال	۵۱۷
۳۳۱	بنت الابن کے حالات	۵۱۸
۳۳۲	اخت عینی کے حالات	۵۱۸
۳۳۳	اُخت علاتی کے احوال	۵۱۸
۳۳۴	اخت اخیافی کے احوال	۵۱۹
۳۳۵	ام کے حالات	۵۱۹
۳۳۶	جدہ کے حالات	۵۲۰

فصل فی االعَصَبة

۳۳۷	عصبات کی قسمیں	۵۲۰

فصلٌ فی الحجب والحرمان

۳۳۸	حجب	۵۲۲
۳۳۹	حرمان	۵۲۳

فصل فی مخارج ذوی الفروض

۳۴۰	مخارج فروض	۵۲۳

بابٌ فی العول

۳۴۱ چھ کا عول ۵۲۷

۳۴۲ بارہ کا عول ۵۲۸

۳۴۳ چوبیس کا عول ۵۲۹

باب الرد

۳۴۴ مسائل رد ۵۳۱

۳۴۵ رد کی قسم اول ۵۳۱

۳۴۶ رد کی قسمِ ثانی ۵۳۲

فصلٌ فی التماثل والتداخل والتوافق والتباین

۳۴۷ معرفتِ نسبت کا طریقہ ۵۳۸

فصلٌ فی التصحیح ۵۳۹

باب المناسخة ۵۵۲



بقية كتاب الحظر والإباحة

باب مايتعلق بالجنات

(جنات کا بیان)

انسان افضل ہے یا جنات

سوال[۹۵۲۹]: ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾(۱) کیا جن انسان سے افضل ہیں، کیونکہ جن کو اول ذکر کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

انسان کو اللہ پاک نے جنات سے اشرف واکرم بنایا ہے، جیسا کہ تفسیر کبیر (۲)، شرح عقائد وغیرہ میں ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۸۸ھ۔

---

(۱) (سورة الذّريٰت: ۵۶)

(۲) "أما المكلفون فهم أربعة أنواع: الملائكة والإنس والجن والشياطين. و لا شك أن الإنس أفضل من الجن والشياطين". (التفسير الكبير، [سورة البقرة: ۳۴]: ۲/۲۲۴، دارالكتب العلميه طهران)

(۳) شرح عقائد میں یہ بات صراحۃً مذکور نہیں ہے، البتہ "وعامة البشر أفضل من عامة الملائكة" سے دلالۃً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان جب ملائکہ سے افضل ہے تو جنات سے تو بطریق اولیٰ افضل ہوگا، راجع: (شرح العقائد، ص: ۱۷۷، قديمي)

"وجعل الطيبي "من" بيانيةً كما في قولك: بذلت له العريض من جاهي: أي فضّلناهم على الكثيرين الذين خلقناهم من ذوي العقول كما هو الظاهر من "من" وهم منحصرون في الملك والجن والبشر. فحيث خرج البشر؛ لأن الشيء لايفضّل على نفسه، بقي الملك والجن، فيكون المراد بيان تفضيل البشر عليهم جميعاً، و هو الذي يقتضيه مقام المدح". (روح المعاني، [سورة الإسراء: ۷۰]: ۱۵/۱۱۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

کسی دیو کے نبی کی شکل وصورت اختیار کرنے کا عقیدہ

سوال[۹۵۷۰]: جوانگشتری کے دیو کے پاس چلے جانے کا اور نبی اللہ کی شکل وصورت کو دیو وغیرہ کے اختیار کرنے کا قائل ہو، شرعاً اس کی سزا کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ عقیدہ لغو اور غلط ہے، اس کو اپنے اس عقیدہ سے توبہ لازم ہے۔علمائے اسلام نے تصریح کی ہے کہ کوئی شیطان کسی نبی کی شکل میں نہیں آسکتا(۱)، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق خود احادیث میں موجود ہے کہ شیطان آپ کی شکل نہیں بنا سکتا(۲)۔اور محققین اور مفسرین نے جمیع انبیائے علیہم السلام کے متعلق تحریر کیا

---

(۱) "يشير إلى أن الله تعالىٰ وإن أمكنه (أي الشيطان) من التصور في أيّ صورة أراد، فإنه لم يمكنه من التصور في صورة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، الخ". (فتح الباری، کتاب التعبیر، باب من رای النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى المنام: ۱۲/۳۸۶، ۳۸۷، دار المعرفة بيروت)

"ولا يتمثل الشيطان بي": أي، لا يحصل له مثال صورتي و لا يتشبه بي. قالوا: كما منع الله الشيطان أن يتصور بصورته فى اليقظة، كذلك منعه فى المنام لئلا يشتبه الحق بالباطل". (عمدة القاري، كتاب التعبير، باب من راى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى المنام: ۲۴/۲۱۰، دار الكتب العلمية بيروت)

"فإن الشيطان لا يتمثل بي": أي لا يستطيع أن يتصور بشكلي الصوري، و إلا فهو بعيد عن التمثل المعنوي". (جمع الوسائل فى شرح الشمائل للملا علي القاري، باب ما جاء في رؤية صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى المنام: ۲/۲۹۱، اداره تاليفات اشرفيه)

" قال القاضي رحمه الله تعالىٰ: قال بعض العلماء: خص الله تعالىٰ النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بأن رؤية الناس إياه صحيحةٌ وكلها صدق، و منع الشيطان أن يتصور فى خلقته لئلا يكذب على لسانه فى النوم كما خرق الله تعالىٰ العادة للأنبياء عليهم السلام بالمعجزة، وكما استحال أن يتصور الشيطان فى صورته فى اليقظة، ولو وقع، لاشتبه الحق بالباطل و لم يوثق بما جآء به مخافةً من هذا التصور، فحماها الله تعالىٰ من الشيطان و نزغه ووسوسته وإلقائه وكيده، قال: و كذا حمى رؤيتهم بأنفسهم". (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب الرؤيا: ۲/۲۴۳، قديمى)

(۲) "أن أبا هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: سمعت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "من رآني في =

ہے کہ شیطان کو قدرت نہیں دی گئی کہ کسی نبی کی صورت میں آسکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جن کا انسانی صورت میں ظاہر ہونا

سوال[۱ ۹۵۷]: کیا شیطان وجنات دوسری مخلوق بالخصوص انسانوں کی شکل میں ظاہر ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ظاہر ہو سکتے ہیں حدیث شریف سے ثابت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۶/۱۴۰۱ھ۔

دیو کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنانا

سوال[۲ ۹۵۷]: مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بوقت حاجت بیت الخلاء وغیرہ اپنی انگشتری خادم کو دے جایا کرتے تھے۔ ایک روز ایک دیو سلیمان علیہ السلام کی شکل بنا کر انگشتری خادم سے لے کر

= المنام فسيراني في اليقظة، ولا يتمثل الشيطان بي". (صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب: من راى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في المنام: ۲/۱۰۳۵، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "تسمّوا باسمي ولاتكتنوا بكنيتي، ومن رآني في المنام فقد رآني، فإن الشيطان لا يتمثل في صورتي". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۱، قديمي)

"عن عبدالله رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ومن رآني في المنام فقد رآني، فإن الشيطان لا يتمثل بي". (جامع الترمذي، أبواب الرؤيا، باب ما جاء في قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من رآني في المنام فقد رآني": ۲/۵۳، سعيد)

(والصحيح لمسلم، كتاب الرؤيا: ۲/۲۴۲، قديمي)

(۱) "عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: إن الشيطان يتمثل في صورة الرجل، فيأتي القوم فيحدثهم بالحديث من الكذب فيتفرقون، فيقول الرجل منهم: سمعت رجلاً أعرف وجهه ولا أدري ما اسمه يحدّث". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان، ص: ۴۱۴، قديمي)

(وكذا في آكام المرجان، ص: ۱۸، الباب السادس، مكتبه خير كثير كراچي)

تختِ شاہی پر جا بیٹھا۔ جب سلیمان علیہ السلام نے خادم سے انگوٹھی طلب کی تو جواب ملا کہ آپ حضرت سلیمان نہیں ہیں، وہ تو انگشتری لے گئے۔اس سے آگے کچھ اور بھی مشہور ہے۔ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے؟ نبی اللہ کی شکل وصورت کوئی جن وغیرہ بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر بنا سکتا ہے تو تبلیغ احکام کیسے ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قصہ بعض مفسرین نے کتب یہود سے نقل کیا ہے، تفسیر کشاف تفسیر مدارک، تفسیر معالم التنزیل، قاضی عیاض وغیرہ نے اس قصہ کی تردید کی ہے(۱)، امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت زور شور سے اس قصہ پر

---

(۱) "قوله تعالیٰ: ﴿ولقد فتنا سليمان﴾ وهذا ونحوه مما لابأس به، وأما ما يروى من حديث الخاتم والشياطين وعبادة الوثن في بيت سليمان .... فأخبر آصف سليمان بذلك، فكسر الصورة وعاقب المرأة، ثم خرج وحده إلى فلاة، وفرش له الرماد، فجلس عليه تائباً إلى الله متضرعاً. وكانت له أم ولد، يقال لها: أمينة، إذا دخل للطهارة أو لإصابة امرأة وضع خاتمه عندها، وكان ملكه في خاتمه، فوضعه عندها يوماً، وأتاها الشيطان صاحب البحر وهو الذي دلّ سليمان على المأس حين أمر ببناء بيت المقدس، واسمه صخر على صورة سليمان فقال: ياأمينة! خاتمي، فتختم به وجلس على كرسي سليمان، وعكفت عليه الطير والجن والإنس، وغير سليمان عن هيئته، فأتى أمينة لطلب الخاتم، فأنكرته وطردته، فعرف أن الخطيئة قد أدركته، فكان يدور على البيوت يتكفف، فإذا قال: أنا سليمان حثوا عليه التراب وسبوه. ثم عمد إلى السماكين ينقل لهم السمك، فيعطونه كل يوم سمكتين، فمكث على ذلك أربعين صباحاً عدد ماعبد الوثن في بيته، فأنكر آصف وعظماء بني إسرائيل حكم الشيطان".

وسأل آصف نساء سليمان، فقلن: مايدع امرأة منا في دمها ولا يغتسل من جنابة، وقيل: بل نفذ حكمه في كل شئ إلا فيهنّ، ثم طار الشيطان، وقذف الخاتم في البحر، فابتلعته سمكة ووقعت السمكة في يد سليمان، فبقر بطنها، فإذا هو بالخاتم، فتختم به ووقع ساجداً، ورجع إليه ملكه وجاب صخرة لصخر، فجعله فيها وسدّ عليه بأخرى، ثم أوثقهما بالحديد والرصاص، وقذفه في البحر.

وقيل: لما افتتن، كان يسقط الخاتم من يده لايتماسك فيها، فقال له آصف: إنك المفتون بذنبك، والخاتم لايقرّ في يدك، فتب إلى الله عزوجل. ولقد أبى العلماء المتقنون قبوله، وقالوا: هذا من أباطيل اليهود، والشياطين لايتمكنون من مثل هذه الأفاعيل، وتسليط الله إياهم على عباده حتى يقعوا في تغيير الأحكام وعلى نساء الأنبياء حتى يفجروا بهن". (تفسير الكشاف، (سورة صٓ: ۳۴): =

اشکالات کئے ہیں (۱)۔ اصولاً بھی یہ قصہ غلط ہے، کیونکہ اس صورت میں تبلیغی احکام میں بہت کچھ خلط ہوگا، نیز کچھ وثوق نہ ہوگا کہ اب تک جو انبیاء علیہم السلام ۔جن کی نبوت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ وہ واقعۃً نبی تھے، یا معاذ اللہ کوئی دیو اور شیطان ان کی صورت بنا کر آگیا وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= ۹۳/۴، ۹۴، دار الکتاب العربی بیروت)

(وکذا فی تفسیر المدارک (سورة ص: ۳۴): ۲/۴۳۷، قدیمی)

(وکذا فی تفسیر البغوی المسمی معالم التنزیل، (سورة ص: ۳۴): ۴/۶۲-۶۴، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

(۱) "واعلم أن أهل التحقيق استبعدوا هذا الكلام من وجوه: الأول أن الشيطان لو قدر علي أن يشتبه بالصورة والخلقة بالأنبياء، فحينئذ لايبقى اعتماد على شئ من الشرائع، فلعل هؤلاء الذين رآهم الناس في صورة محمد وعيسىٰ وموسىٰ عليهم السلام ماكانوا أولئک بل كانوا شياطين تشبهوا بهم في الصورة لأجل الإغواء والإضلال، ومعلوم أن ذلک يبطل الدين بالكلية.

الثاني: أن الشيطان لو قدر علي أن يعامل نبي الله سليمان بمثل هذه المعاملة، لوجب أن يقدر على مثلها مع جميع العلماء والزهاد، وحينئذ وجب أن يقتلهم، وأن يمزق تصانيفهم، وأن يخرب ديارهم، ولما بطل ذلک في حق آحاد العلماء، فلأن يبطل مثله في حق أكابر الأنبياء أولىٰ.

والثالث: كيف يليق بحكمة الله وإحسانه أن يسلط الشيطان على أزواج سليمان؟ ولاشک أنه قبيح.

الرابع: لو قلنا: إن سليمان أذن لتلک المرأة في عبادة تلک الصورة، فهذا كفر منه، وإن لم يأذن فيه ألبتة، فالذنب على تلک المرأة، فكيف يؤاخذ الله سليمان بفعل لم يصدر عنه؟ فأما الوجوه التي ذكرها أهل التحقيق في هذا الباب فأشياء: الأول: أن فتنة سليمان أنه ولدله ابن، فقالت الشياطين: إن عاش صار مسلطاً علينا مثل أبيه، فسبيلنا أن نقتله، فعلم سليمان ذلک، فكان يربيه في السحاب فبينما هو مشتغل بمهماته إذا ألقى ذلک الولد ميتاً على كرسيه، فتنبه على خطيئته في أنه لم يتوكل فيه على الله فاستغفر ربه وأناب .... الخ". (التفسير الكبير للإمام الفخر الرازي، (سورة ص: ۳۴): ۲۶/۲۰۸، دار الكتب العلمية طهران)

جنات اورشیاطین انسان کوستاسکتے ہیں یانہیں؟

سوال[۹۵۷۳]: زید کی بیوی بہت پریشان ہے، وہ اکثر کہا کرتی ہے کہ میں جنات میں سے ہوں۔ کیا دراصل جنات اور شیطان انسانوں کو لگتے ہیں؟ شریعتِ مطہرہ میں کہیں اس قسم کی کوئی چیز آئی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

انسان میں جن اور شیطان کا داخل ہوجانا ممکن ہے: "إن الشيطان يجري من الإنسان مجرى الدم". الحديث. بخاری شریف(۱)۔ آکام المرجان فی أحکام الجان میں اس کی تفصیل مروی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۷/ ۸۹ھ۔

---

(۱) الحديث بتمامه: "عن علي بن حسين عن صفيّة بنت حييّ رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم معتكفاً فأتيته أزوره ليلاً فحدثته ثم قمت، فانقلبت فقام معي ليقلبني، وكان مسكنها في دار أسامة بن زيد، فمرّ رجلان من الأنصار، فلما رأيا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أسرعا، فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "على رسلكما إنّها صفية بنت حييّ". فقالا: سبحان الله، يا رسول الله! فقال: "إن الشيطان يجري من الإنسان مجرى الدم، وإني خشيت أن يقذف في قلوبكما سوءً". أو قال: "شيئاً". (صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده: ۱/ ۴۶۴، قديمي)

قال الحافظ ابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالىٰ: "إن الله جعل للشيطان قوةً على التوصل إلى باطن الإنسان. وقيل: ورد على سبيل الاستعارة: أي أنّ وسوسته تصل في مسام البدن مثل جري الدم من البدن". (فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده: ۶/ ۴۲۱، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رأى خالياً بامرأة، الخ: ۲/ ۲۱۶، قديمي)

(۲) "و ذكر أبوالحسن الأشعري في مقالات أهل السنة والجماعة أنهم يقولون: إن الجن تدخل في بدن المصروع كما قال الله تعالىٰ: ﴿الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس﴾ الاية. قال عبد الله بن أحمد بن حنبل: قلت لأبي: إن قوماً يقولون: إن الجن لا تدخل في بدن الإنس. قال: يا بُنيّ! يكذبون، هوذا يتكلم على لسانه". (آكام المرجان في غرائب الأخبار وأحكام =

جن کا مختلف صورتوں میں آنا

سوال[۹۵۷۴]: جن عورت میں آ سکتا ہے یا نہیں اور بیل وغیرہ بن سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً مصلیاً :

آ سکتا ہے(۱) بیل وغیرہ بھی بن سکتا ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= الجان، بيان دخول الجن في بدن المصروع : ص:۱۰۷ مكتبه خير كثير كراچى)

''تصرفِ جن و شياطين در بدنِ آدمى يعنى در روح هوائى وتسميهٔ أو كه حامل قوى است، و آنرا بصرع الجن در عربى مى نامند، و بآسيب وخبط در عرف تعبير ميكنند، نزدِ اهلِ سنت بلكه اكثرِ فرقِ اسلام مسلّم است، چنانچه در تفسير نيشاپورى وغيره در آيت: ﴿يتخبطه الشيطان من المس﴾ مذكور است: "وأكثر المسلمين على أن الشيطان قادرٌ على الصرع والقتل والإيذاء بتقدير الله تعالىٰ''.

(فتاوى عزيزى : ۱۱۲، كتب خانه رحيميه ديوبند يوپى)

(وكذا فى مجموعة الفتاوى (اردو)، ص: ۱/ ۹۳، سعيد)

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة السابقة آنفاً)

(۲) ''لا شك أن الجن يتطورون و يتشكلون في صور الإنس والبهائم، فيتصوررون فى صور الحيّات والعقارب، وفى صورة الإبل والبقر والغنم والخيل والبغال والحمير، و فى صور الطير، وفى صور بنى آدم، كما أتى الشيطان قريشاً فى صورة سراقة بن مالك بن جعشم لمّا أرادوا الخروج إلى بدر''. (آكام المرجان فى غرائب الأخبار و أحكام الجان، الباب السادس فى بيان تطور الجن و تكلمهم فى صور شتى: ص:۱۸، مكتبه خير كثير كراچى)

''زعموا أن الجن جواهر مجرية، لها تصرفٌ وتأثيرٌ فى الأجسام العنصرية من غير تعلق بها تعلق النفوس البشرية بأبدانها''. (شرح المقاصد، الفصل الثانى فى العقل، المبحث الثالث فى الملائكة والجن والشياطين: ۲/ ۴۹۹ دارالكتب العلمية بيروت)

''وأما من ادّعى أنه يرى شيئاً منهم بعد أن يتطور على صورٍ شتى من الحيوان، فلا يقدح فيه، وقد تواردت الأخبار بتطورهم فى الصور''. (فتح البارى، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الجن و ثوابهم وعقابهم : ۶/ ۴۲۳، قديمى)

مزارات پر جنات کا آنا

سوال[۹۵۷۵]: ہمارے گاؤں میں غیر مسلم لوگوں کے دو تین منڈھ یعنی مزار ہیں، جن پر عقیدہ ہے کہ یہ سب کی سنتے ہیں۔ ہر سال میلہ بھی لگتا ہے، کافی دور سے لوگ آ کر منت مانگتے ہیں، چڑھاوا چڑھاتے ہیں، اکھاڑہ ہوتا ہے(۱)، بھگتوں پر ان کی روح آ جاتی ہے(۲)، باقاعدہ بیان ہوتے ہیں، فیصلے ہوتے ہیں، بیماریاں بھی دور کی جاتی ہیں اور کئی دن تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ وہ بھگت لوگ جو بے قابو ہو کر مدہوش شکل میں جب کہ آواز بھی بدل جاتی ہے اور طرح طرح کی باتیں غیبی بھی بتلاتے ہیں۔ کیا یہ شیطانی نصرت ہے یا کہ جنات کا فعل ہے، یا کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ کہ ان کی روح سوار ہوتی ہے جن کے اوپر یہ اثر ہوتا ہے۔

ہوش میں آنے کے بعد وہ پھر انسانیت پر آ جاتا ہے، جب وہ اکھاڑہ ہوتا ہے جب ہی ان پر یہ اثر ہوتا ہے، دیر ہو جانے پر وہ بھگت لوگ ان منڈھ میں جاتے ہیں، وہیں سے اثر شروع ہوتا ہے۔ آخر یہ کیا بات ہے، شریعتِ مطہرہ میں اس کی اصل کیا ہے؟

کافی تعجب بھی ہوتا ہے، کافی لوگوں کے عقیدے بھی خراب ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ان منڈھوں کی طرف منہ کر کے پائخانہ پیشاب بھی نہیں کرتے، یہ بھی عقیدہ ہے کہ منت ماننے پر پوری ہوتی ہے۔ ان کے خاص عام بھگتوں پر ہی یہ روح سوار ہوتی ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ اس کی کیا اصل ہے؟ عنایت ہوگی تا کہ یہ اشکال دور ہو۔

چند ساتھی کہتے ہیں کہ شیطانی نصرت ہے، اگر شیطانی ہے تو پھر استغفار، لاحول وغیرہ سے ایسا نہیں ہونا چاہیئے، اگر جنات کا معاملہ ہے تو پھر دوسری بات ہے، اس لئے براہ کرم مفصل مطلع فرماویں، عنایت ہوگی۔

---

(۱) ''اکھاڑہ: وہ جگہ جو کشتی لڑنے اور کسرت کرنے کے لئے بنائی گئی ہو، سادھوؤں کی منڈلی، تماشہ دکھانے والوں یا گانے بجانے والوں کی منڈلی، ناچ رنگ کی محفل، حسینوں کا جھمکٹ''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۸، فیروز سنز، لاهور)

(۲) ''بھگت: گنڈے تعویذ کرنے والا، بھوت پریت اتارنے والا، سازندہ''۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۳۶، فیروز سنز، لاهور)

الجواب حامداً و مصلیاً:

انسان کے جسم میں جنات گھس جاتے ہیں (۱) اور تماشے بناتے ہیں، ان کا مقصد تفریح ہے اور عقائد واعمال کو خراب کرنا ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے سامنے قرآن شریف پڑھتا ہے تو وہ بھی پڑھنے لگتے ہیں، ایسی جگہ سے دور رہنا چاہیے۔ غیر اللہ کی نذر ماننا معصیت بلکہ شرک ہے (۲)، کبھی ان کے

(۱) "و ذکر أبوالحسن الأشعری في مقالات أهل السنة والجماعة أنهم يقولون: إن الجن تدخل في بدن المصروع كماقال الله تعالىٰ: ﴿الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس﴾ الاية. (آكام المرجان في غرائب الأخبار وأحكام الجان، بيان دخول الجن في بدن المصروع، ص: ۱۰۷، مکتبه خیر کثیر، کراچی)

"زعموا أن الجن جواهر مجرية، لها تصرفٌ وتأثيرٌ فى الأجسام العنصرية من غير تعلق بها تعلق النفوس البشرية بأبدانها". (شرح المقاصد، الفصل الثانى فى العقل، المبحث الثالث فى الملائكة والجن والشياطين: ۲/۳۹۹ دارالكتب العلمية بيروت)

"وأما من ادّعى أنه يرى شيئاً منهم بعد أن يتطور على صورٍ شتى من الحيوان، فلا يقدح فيه، وقد تواردت الأخبار بتطورهم فى الصور". (فتح البارى، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الجن و ثوابهم وعقابهم: ۶/۴۲۳، قديمى)

(۲) "وأما النذر الذى ينذره أكثر العوام على ماهو مشاهد كأن يكون لإنسان غائب أومريض أوله حاجة ضرورية، فيأتى بعض الصلحاء، فيجعل ستره على رأسه فيقول: يا سيدى فلان! إن ردّ غائبى أوعوفى مريضي أو قضيت حاجتي، فلك من الذهب كذا، أو من الفضة كذا، أو من الطعام كذا، أو من الماء كذا، أو من الشمع كذا، أو من الزيت كذا، فهذا النذر باطل بالإجماع، لوجوه: منها: أنه نذر لمخلوق، والنذر للمخلوق لا يجوز؛ لأنه عبادة، والعبادة لا تكون للمخلوق .... ومنها: أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالىٰ، واعتقاده ذلك كفرٌ". (البحرالرائق، كتاب الصوم، فصل فى النذر: ۲/۵۲۰، رشيديه)

(وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، ص: ۶۹۳، قديمى)

(وكذا فى ردالمحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم و مالا يفسده، مطلب فى النذر الذى يقع للأموات من أكثر العوام من شمع أوزيت أونحوه: ۲/۴۳۹، سعيد)

کاموں میں شرکت نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۸۸ھ۔

جن اور پیر کا عورتوں پر آنا

سوال[۹۵۷۶]: ۱...... یہ جو سنا جاتا ہے کہ عورتوں کو جنات چمٹ جاتے ہیں اور ان سے برا فعل کرتے ہیں، یہ سچ ہے کہ نہیں؟

۲...... نیز پیر صاحب آکر بھی چمٹ جاتے ہیں، یہ بھی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... جنات عورتوں کو مردوں کو بچوں کو چمٹ سکتے ہیں (۱) اور بُرا فعل بھی کر سکتے ہیں (۲)۔

۲...... کوئی پیر صاحب یا بزرگ انتقال کے بعد کسی کو نہیں چمٹتے بلکہ جنات اور شیاطین آتے ہیں اور بزرگوں کے نام بتلاتے ہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۸۹ھ۔

---

(۱) "من حديث أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ما من بني آدم من مولود إلا نخسه الشيطان، فيستهل صارخاً من نخسه إياه، إلا مريم وابنها". (آكام المرجان، ص: ۱۷۸، الباب الثالث بعد المأة، في بيان حضور الشيطان المولود، مكتبه خير كثير، آرام باغ، كراچی)

(۲) "وعن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لو أن أحدكم إذا أراد أن يأتي أهله قال: بسم الله .... فإنه إن يقدر بينهما ولد في ذلك لم يضره الشيطان أبداً".

"إن الله عزوجل ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهيا أن يأتي الرجل امرأته وهي حائض، فإذا أتاها، سبقه إليها الشيطان، فحملت". (آكام المرجان، ص: ۷۷، الباب الرابع والثلاثون، مكتبه خير كثير كراچی)

(۳) "عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: إن الشيطان ليتمثل في صورة الرجل، فيأتي القوم =

جنات سے حمل

سوال[۹۵۷۷]: جنات کی صحبت سے عورت کو حمل قرار پاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جنات کی صحبت سے بھی استقرارِ حمل ہوکر بچہ پیدا ہوسکتا ہے۔حدیث شریف میں ہے:"هل رئی فیکم المغرّبون"؟ قلت: وماالمغربون؟ قال: "الذین یشترك فیهم الجن"(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۹۱ھ۔

= فيحدثهم بالحديث من الكذب فيتفرقون، فيقول الرجل منهم: سمعت رجلاً أعرف وجهه ولا أدرى ما اسمه يحدّث". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، ص: ۴۱۴، قديمى)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثانى، ص: ۳۹۰، قديمى)

قال العلامة الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: "وقوله: "المغربون" بتشديد الراء المكسورة: أى المبعدون، ولما كان للتعبيد معنى مجمل مبهم، احتاجت إلى بيانها، فقالت: "قلت: ومالمغربون" وقع السؤال عن الصفة أعنى التغريب، ولذلک لم تقل: ومن المغربون، فأجاب: بأن التغريب الحقيقى المعتد به اشتراک الجن "قال: الذين يشترک فيهم الجن": أى فى نطفهم، أو فى أولادهم لتركهم ذكر الله عند الوقاع، فيلوى الشيطان إحليله على إحليله، فيجامع معه. قال الله تعالىٰ: ﴿وشاركهم فى الأموال والأولاد﴾ فيجب على الإنسان فى الحديث: "إذا خالط امرأته أن يقول: بسم الله، اللهم! جنبنا الشيطان وجنب الشيطان مارزقتنا" فإذا ترک هذا الدعاء أو التسمية شاركه الشيطان فى الوقاع، ويسمى هذا الولد مغرباً؛ لأنه دخل فيه عرق غريب، أوجاء من نسب بعيد. وقيل: أراد بمشاركة الجن فيهم أمرهم إياهم بالزنا، وتحسينه، لهم، فجاء أولادهم من غير رشده، ويحتمل أن يراد به من كان له قرين من الجن يلقى إليه الأخبار وأصناف الكهانة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثانى، (رقم الحديث: ۴۵۲۵): ۸/۳۳۱، رشيديه)

(وكذا فى آكام المرجان فى غرائب الاخبار واحكام الجان، ص: مكتبه خير كثير كراچى)

جماعِ جن سے استقرارِ حمل

سوال[۹۵۷۸]: اگر جن لوگ کسی عورت سے صحبت کریں تو کیا اس سے حمل ٹھہر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حمل ٹھہر سکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمود غفرلہ۔

کیا آسیبی اثر سے زبان گنگ ہوسکتی ہے؟

سوال[۹۵۷۹]: کیا جنات قوم میں یہ قدرت اور طاقت ہے کہ کسی انسان کی زبان بند کردیں یا بہرا گونگا اندھا وغیرہ تصرفات کردیں۔ ہمارے یہاں ایک نوجوان تندرست اور صحیح سالم ہے، لیکن اس کی یہ حالت ہے کہ دن ورات میں کبھی ایک دو گھنٹہ اور کبھی تین چار گھنٹہ تک بولتا نہیں۔ اس کا بہت ہی زیادہ علاج کیا گیا لیکن فائدہ بالکل نظر نہیں آتا۔ یہاں پر بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ ایک جن عورت کا اثر ہے، تو ان کی یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں، جنات قوم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی انسان کی زبان بند کردے یا کسی کو نابینا یا بہرا بنادے۔ صحیح کیا ہے؟

---

(۱) "هذا الباب في بيان المناكحة بين الإنس والجن، والكلام هنا في مقامين: أحدهما في بيان إمكان ذلك ووقوعه، والثاني في بيان مشروعيته. أما الأول فنقول: نكاح الإنسي الجنية وعكسه ممكن، قال الثعالبي: زعموا أن التناكح والتلاقح قد يقعان بين الإنس والجن، قال الله تعالىٰ: ﴿وشاركهم في الأموال والأولاد﴾، وقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا جامع الرجل امرأته ولم يسم، انطوى الشيطان إلى إحليله فجامع معه". وقال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: إذا أتى الرجل امرأته وهي حائض، سبقه الشيطان إليها، فحملت، فجاءت بالمخنث". (آكام المرجان في غرائب الأخبار وأحكام الجان، الباب الموفي ثلاثين في بيان مناكحة الجن، ص: ۲۲، مكتبه خير خثير، آرام باغ كراچی)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال لي رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "هل رئي فيكم المغرّبون"؟ قلت: وما المغربون؟ قال: "الذين يشترك فيهم الجن". (مشكوة المصابيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني، ص: ۳۹۰، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جناتی تصرفات سے بھی اس قسم کے اثرات ہو سکتے ہیں(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۲ھ۔

جنات کو جلانا

سوال[۹۵۸۰]: جنات کو جلا سکتے ہیں یا نہیں، جب کہ وہ آگ سے پیدا ہوئے ہیں، پھر کیسے جل سکتے ہیں؟ اور شرعاً یہ فعل عاملین کا کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی اور تدبیر سے وہ پیچھا نہ چھوڑیں بلکہ ستاتے ہی رہیں تو جلانا بھی درست ہے(۲)، انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے مٹی کا ڈھیلا مارنے سے چوٹ لگتی ہے، سر پھٹ جاتا ہے مٹی کی چھت یا دیوار اوپر گرنے سے دب کر مر بھی جاتا ہے۔اسی طرح جنات کو آگ سے تکلیف پہنچ سکتی ہے اور آگ سے جل سکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جنات کا عمل

سوال[۹۵۸۱]: ا...... مسمی محمد قاسم پر ایک جن آتا ہے اور حالتِ نماز میں آکر پریشان کرتا ہے اس سے رہائی کی کیا شکل ہے؟

---

(۱) "یجوز إرادة الحقیقة، فإن الشیاطین أجسام لطیفة قادرة بأقدار الله تعالیٰ علی کَمَالِ التصرف ابتلاءً للبشر". (مرقاة المفاتیح، کتاب الإیمان، باب فی الوسوسة، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۶۸): ۱/۲۴۶، رشیدیه)

"إن الله جعل للشیطان قوةً علی التوصل إلی باطن الإنسان". (فتح الباری، کتاب بدء الخلق: ۶/۴۲۱، قدیمی)

(۲) قال الشیخ التھانوی رحمہ اللہ: "بہتر ہے کہ اس تعویذ میں یہ عبارت لکھ دیں کہ: گر نہ جائے تو جل جائے"۔(إمداد الفتاویٰ: ۴/۸۸، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

جنات کی مالی اعانت

سوال[۹۵۸۲]: ۲..... وہ جن محمد قاسم کی مالی اعانت بھی کرنا چاہتا ہے تو اس کو قبول کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... کسی عامل سے اس کی ترکیب دریافت کی جائے، بندہ جنات کا عامل نہیں۔

۲..... مالی اعانت قبول نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۳/۱۴ھ۔

مرغ کیوں بولتا ہے؟

سوال[۹۵۸۳]: مرغ کی آواز سن کر کیا پڑھنا چاہیے اور اس کے بولنے کی کیا علامت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرغ اکثر جب بولتا ہے تب فرشتہ دیکھ کر بولتا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل کو طلب کرنا چاہیے، کذا

---

(۱) کیونکہ اس رقم کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا کہ جنات نے کہاں سے حاصل کی، اور کس ذریعے سے حاصل کی حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ عملیات حاصل شدہ رقم کو حرام قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

''دست غیب میں یہ ہوتا ہے کہ جنات اس کام پر مسلط ہو جاتے ہیں بعض عمل میں تو وہی روپیہ جس کو خرچ کر چکا ہے، وہ جہاں بھی ہو، وہاں سے اٹھا لاتے ہیں اور بعض عمل میں دوسرا روپیہ جس جگہ ان کے ہاتھ آئے نکال لاتے ہیں، سو اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص خاص اس کام کے لئے آدمیوں کو نوکر رکھے کہ چوری کر کے مجھ کو دیا کرو۔ اس نے یہی کام جناب سے لیا اور چوری کے ناجائز ہونے کا کسی کو انکار ہوسکتا ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ ممکن ہے کہ وہ جن اپنے پاس سے لے آتے ہوں تو چوری کہاں ہوئی؟

سو اول تو امکان سے دوسرے احتمالات کی نفی نہیں ہوسکتی۔ دوسرے اگر اپنے ہی پاس سے لائیں تو بھی ظاہر ہے کہ خوشی سے نہیں لاتے ورنہ اوروں کو لا کر کیوں نہیں دیتے؟ محض عمل کے جبر سے لاتے ہیں تو کسی کو مجبور کرنا کہ اپنا مال مجھ کو دے دے خود حرام ہے اور اس تقریر سے تسخیر جنات کا ناجائز ہونا بھی سمجھ میں آ گیا''۔ (عملیات وتعویذات اور اس کے شرعی احکام، دست غیب اور جنات سے پیسے یا کوئی چیز منگانے کا حکم، ص: ۱۲۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

فی المشکوٰۃ، ص: ۲۹۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

گدھا کیوں بولتا ہے؟

سوال [۹۵۸۴]: گدھے کا رینگنا اس کی کیا علت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ شیطانی اثر ہے، اس وقت "أعوذ" پڑھنی چاہیے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

---

(۱) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ وسلم: "إذا سمعتم صياح الديكة فسلوا الله من فضله، فإنها رأت ملكاً. وإذا سمعتم نهيق الحمار، فتعوذوا بالله من الشيطان، فإنها رأت شيطاناً". (صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق، باب خير مال المسلم غنم يتبع بها شغف الجبال: ۱/۴۶۲، قديمی)

(والصحيح لمسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب الدعاء عند صياح الديک: ۲/۳۵۱، قديمی)

قال العلامة الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمه الله تعالیٰ: "قوله: "فإنها رأت ملكاً" بفتح اللام، قال عياض: كان السبب فيه رجاء تأمين الملائكة على دُعائه واستغفارهم له، وشهادتهم له بالإخلاص، ويؤخذ منه استحباب الدعاء عند حضور الصالحين تبركاً بهم. وصح ابن حبان. وأخرجه أبوداؤد وأحمد من حديث زيد بن خالد رفعه: "لاتسبوا الديک، فإنه يدعو إلى الصلوة". وعند البزار من هذا الوجه سبب قوله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ذلک وأن ديک صرخ فلعنه رجل، فقال ذلک. قال الحليمی: يؤخذ منه أن كل من استفيد من الخير، لاينبغی أن يسبّ ولا أن يستهان به، بل يكرم ويحسن إليه. قال: وليس معنى قوله: "فإنه يدعو إلى الصلوة". أن يقول: بصوته حقيقةً صلوا أو حانت الصلوة، بل معناه: أن العادة جرت بأنه يصرخ عند طلوع الفجر، وعند الزوال فطرة فطره الله عليها". (فتح الباری شرح صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق، باب خير مال المسلم غنم يتبع بها شغف الجبال: ۶/۴۳۴، ۴۳۵، قديمی)

(۲) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم: "إذا سمعتم =

گدھا کیوں بولتا ہے

سوال [۹۵۸۵]: جب گدھا ڈھینچتا ہے تو اس کی کیا علامت ہے، اور کیا پڑھنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب گدھا بولتا ہے تو شیطان رجیم سے پناہ مانگنی چاہیے، کیونکہ وہ عامۃً شیطان کو دیکھ کر بولتا ہے، کذا في المشكوة، ص: ۲۱۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ستارہ ٹوٹنے کا سبب، مرغ بولنے کی وجہ

سوال [۹۵۸۶]: تارے کا ٹوٹنا اور مرغ کے بولنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شیطان کو دفع کرنے کے لئے انگارا مارا جاتا ہے، جس کو تارا ٹوٹنا کہتے ہیں (۲)، مرغ کبھی تو ویسے ہی بولتا ہے، کبھی کسی فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= صياح الديكة فسلوا الله من فضله، فإنها رأت ملكاً. وإذا سمعتهم نهيق الحمار، فتعوّذوا بالله من الشيطن الرجيم، فإنه رآى شيطاناً". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب أسماء الله تعالىٰ، باب الدعوات في الأوقات، الفصل الأول، ص: ۲۱۳، قديمي)

(۱) "إذا سمعتهم نهيق الحمار، فتعوّذوا بالله من الشيطن الرحيم، فإنه رآى شيطاناً". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، باب الدعوات في الأوقات، ص: ۲۱۳، قديمي)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿إلا من خطف الخطفة فأتبعه شهاب ثاقب﴾ (سورة الصافات: ۱۰)

قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالىٰ تحت قوله تعالىٰ: ﴿يجد له شهاباً رصداً﴾: أي يجد شهاباً راصداً له، ولأجله يصده عن الاستماع بالرجم، فـ "رصداً" صفة "شهاباً" .... قيل: يجدله ذوي شهاب راصدين بالرجم، وهم الملائكة عليهم السلام، الذين يرجمونهم بالشهب ويمنعونهم من الاستماع". (روح المعاني، (سورة الجن: ۹): ۲۹/۸۷، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ وسلم قال: "إذا سمعتم صياح الديكة =

ہمزاد کیا ہے؟

سوال[۹۵۸۷]: کیا یہ صحیح ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو ایک شیطان پیدا ہوتا ہے جس کو ’’ہمزاد‘‘ کہتے ہیں، واقع میں شیطان پیدا ہوتا ہے، یا صرف لوگوں کی کہاوت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

حدیث پاک میں موجود ہے، ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے (۱)، عوام اس کو ’’ہمزاد‘‘

= فسلوا الله من فضله، فإنها رأت ملكاً. وإذا سمعتم نهيق الحمار، فتعوذوا بالله من الشيطان، فإنها رأت شيطاناً". (صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق، باب خير مال المسلم غنم يتبع بها شغف الجبال: ۱/۴۶۶، قديمی)

(والصحيح لمسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب الدعاء عند صياح الديک: ۲/۳۵۱، قديمی)

قال العلامة الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمه الله تعالىٰ: "قوله: "فإنها رأت ملكاً" بفتح اللام، قال عياض: كان السبب فيه رجاء تأمين الملائكة على دُعائه واستغفارهم له، وشهادتهم له بالإخلاص، ويؤخذ منه استحباب الدعاء عند حضور الصالحين تبركاً بهم. وصح ابن حبان. وأخرجه أبوداؤد وأحمد من حديث زيد بن خالد رفعه: "لاتسبوا الديک، فإنه يدعو إلى الصلوة". وعند البزار من هذا الوجه سبب قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذلک وأن ديک صرخ فلعنه رجل، فقال ذلک. قال الحليمی: يؤخذ منه أن كل من استفيد من الخير، لاينبغی أن يسبّ ولا أن يستهان به، بل يكرم ويحسن إليه. قال: وليس معنى قوله: "فإنه يدعو إلى الصلوة". أن يقول بصوته حقيقةً: صلوا، أو حانت الصلوة. بل معناه أن العادة جرت بأنه يصرخ عند طلوع الفجر، وعند الزوال فطرة فطره الله عليها". (فتح الباری شرح صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق، باب خير مال المسلم غنم يتبع بها شغف الجبال: ۶/۴۳۴، ۴۳۵، قديمی)

(۱) "عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ وسلم: "ما منكم من أحد إلا وقد وكّل الله به قرينه من الجن". قالوا: وإياک يا رسول الله !؟ قال: "وإيای، إلا أن الله أعاننی عليه فأسلم، فلا يأمرنی إلا بخير". (الصحيح لمسلم، كتاب صفة المنافقين وأحكامهم، باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه: ۲/۳۷۶، قديمی)

کہتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

طویل العمر جن صحابی کا ظہور

سوال[۹۵۸۸]: ذیل میں درج کردہ بعنوان ''حدیث ظہور صحابی'' (جوفوٹو اسٹیٹ کاپی ہے) کو بنیاد بنا کر مولوی محمد حنیف اسلم قاضی کے شمارے میں اس کی پرزور اشاعت کی، اس شمارے کا نام روحانی عالم مظفر نگر تھا جو ماہ جنوری وفروری ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا تھا جس سے عوام میں انتشار رہا۔ اور مستفتی نے مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب مفتی مظاہر علوم سہارنپور سے مراجعت کی اور ان دونوں حضرات کے جوابات کے ساتھ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند سے رجوع کیا۔

حدیث ظهور صحابی

بسم الله الرحمن الرحيم

عن أمير المؤمنين خليفة المسلمين سلطان الأجنة سيدنا حضرت عمر بن خيام رضي الله تعالىٰ عنه، سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أصحابي كلهم كنجوم السماء المشرقة، وواحد منهم يعيش طويلاً، ويحمل خليفةً في الناس في أواخر أربع مأة سنة وألف من الهجرة النبوية، فهو يظهر بسنتي، وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقةً كلهم في النار إلا واحدةً". فقالوا: ومن ذاك يارسول الله!؟ قال: "هو من سن بسنتي وسنة خليفتي، أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم".

أجزت الحكيم إحسان إلهي أن يروى هذا الحديث عني.

دستخط عمر بن خيام، ۱۳۹۸ھ۔




''میں مکہ کا رہنے والا ہوں، مکان میرا میدان عرفات میں تھا اور آج بھی ہے، میرے والد عمر بن احسان نے مجھے بتایا کہ میں ۵۰۰ء میں پیدا ہوا، میرے والد اپنی قوم کے سردار تھے اور بہت بڑے جادوگران کے پاس رہتے تھے، خود بھی جادو کے ماہر تھے۔ میرے والد کی عمر چھ سو سال ہوئی تھی، ۷ھ میں ۹/ ذیقعدہ کو میرے والد کا انتقال ہوا۔ میں پندرہ دن کے بعد ۲۴/ ذیقعدہ/ ۷ھ کو صبح صادق کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچا، آپ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، کچھ دیر میں نے انتظار کیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور اسلام میں داخل ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہنا شروع کیا۔ جب ہجرت کی گئی، میں اور کچھ صحابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ پہونچے، میں ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا۔

۷ھ نبوی سے ۱۰ھ تک جس قدر جنگ ہوئیں، میں سبھی میں حضور کے ہمراہ رہا اور مدینہ میں رات کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سوتا تھا۔ اور اس کے بعد ۱۰ھ میں مجھے حکم ہوا کہ تم تبلیغِ اسلام کے لئے اپنی قوم میں جاؤ، میں نے یہاں آکر بہت کوشش کی اور تین ماہ کے اندر پھر میرے لئے حکم ہوا کہ ہندوستان میں جاؤ، میں نے یہاں آکر بہت کوشش کی اور تین ماہ کے اندر نو سو ۹۰۰/ جنات کو اسلام میں داخل کیا۔ اس کے بعد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے مدینہ پہونچا اور نو سو جنات کی تعداد میرے ساتھ گئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملنے کے بعد ہم سب ہی ہندوستان واپس آگئے۔ حضور مجھ سے بہت خوش ہوئے اور ہم سب کے لئے دعاء کی، جب سے ہندوستان ہی میں رہتا ہوں۔

جب یہاں آیا تھا، یہاں کا بادشاہ عدال مسیح ابن عرفان تھا، میں نے تبلیغ کا کام جاری رکھا اور ہم نے بڑی تعداد میں جنات کو مسلمان بنالیا۔ بہت کوشش کرنے پر میں نے ۷۹۳ھ میں عدال مسیح بن عرفان کو (مسلمان) اسلام میں داخل کیا اور اس کا نام محمد قاسم رکھا

اور لقب اس کا مولائی بن عرفان رہا۔ اور میں قاضی شریعت بنادیا گیا۔ ایک مرتبہ مولوی اہل اللہ مجرم بن کر ہمارے سامنے پیش کئے گئے، میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کردی، مولوی شاہ اہل اللہ نے مجھ سے کلام کیا کہ کیا تم صحابیِ رسول ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں! میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا، ان کو پھر واپس پہونچا دیا گیا۔

۱۲۴۱ھ میں شاہ محمد قاسم بن عرفان ہم سے رخصت ہوکر عالمِ بقاء کو پہنچ گئے، قوم جنات نے مل کر مجھے تختِ شاہی پر بٹھا دیا اور اپنا بادشاہ مان لیا۔ اس کے بعد بابا فرید گنج شکر سے میں لاہور میں ملا، پھر دوسری مرتبہ دہلی میں ملا۔ مولوی محمد یوسف صاحب سے ۴۰/ مرتبہ خود ہی میں نے مل کر گفتگو کی اور تب تبلیغ کا کام ترقی پر پہونچا۔ ایک مرتبہ خود ہی مولانا زکریا صاحب سے ملنے کے لئے بشکل انسان بن کر گیا، مگر ان سے گفتگو نہ کرسکا۔ اس کے بعد ۱۳۸۹ھ میں حکیم احسان الٰہی میرے پاس آپہونچے اور بالمشافہ مجھ سے گفتگو کی، تب سے آج تک ہر ماہ چار پانچ مرتبہ میں خود حکیم احسان الٰہی کو اپنے پاس بلاتا ہوں۔ اور ۹۷ھ میں میں نے حکیم احسان الٰہی کو اپنا خلیفہ مقرر کردیا ہے۔ انسانوں کی بیعت کے لئے، ابھی تک کوئی دنیا کا انسان اس طرح سے میرے پاس نہیں آیا۔ اب امت محمدیہ پر ظاہر ہونے کی اجازت دے دی ہے اور ساتھ ہی مولوی محمد حنیف کو بھی لگا دیا ہے تاکہ دونوں مل کر دین کی خدمت کرسکیں۔ میں دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو دین کی خدمت کے لئے قبول فرمانے کی توفیق عطا فرمائے''۔ عمر ابن خیام۔

ذیل کی معروضات کا جواب مرحمت فرمائیں:

کیا یہ مضمون صحیح اور صادق ہوسکتا ہے، اس کی صداقت اور اہل مضمون کی صداقت میں کوئی شبہ تو نہیں، ہے یعنی یہ صاحب جو قوم جن میں سے ہیں اور اب تک حیات ہیں اور صحابی ہونے کے دعویدار ہیں۔ سب کچھ صادق ہوسکتا ہے یا کہ حکیم احسان الٰہی اور مولوی محمد حنیف کی جعل سازی اور دوکانداری کا چکر ہے، کیونکہ یہ لوگ عملیات اور تعویذ گنڈے کرتے ہیں؟ اور معلوم ہوا کہ یہ مضمون صحابی جن کی طرف سے اپنے ماہنامہ رسالہ میں

اشاعت کے لئے دیا گیا ہے۔

نیز معلوم ہوا کہ کسی تبلیغی آدمی نے ہمارے حضرت شیخ سے ان صحابی جن سے ملاقات کے متعلق دریافت کیا تھا تو آپ نے اجازت دی تھی، لیکن ان صحابی نے ملاقات سے منع کر دیا ہے، یہاں بھی کچھ لوگ حکیم احسان الٰہی سے متعلق ہیں، ان کے ذریعہ سے ان صحابی سے کچھ دینی و دنیوی امور کے متعلق معلومات کرتے رہتے ہیں، ان کے تحریری جواب آئے ہیں۔ بعض تحریرات پر ان کے نام پر ''امیر المومنین'' کا لفظ بھی تھا، اس پر میں نے اعتراض کیا۔ کہ ''امیر الجنات'' کہنا چاہیئے، اس کے بعد سے ''امیر المومنین'' کا لفظ ختم کر دیا ہے۔

اب بات دریافت کرنی ہے کہ اگر ان سے بشکلِ انسانی کوئی آدمی ملاقات کرے تو وہ تابعین میں داخل ہوگا یا نہیں؟ اور ان سے دینی فیض بذریعہ بیعت وغیرہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور خیر القرون میں باہم جنات و انسان میں اس طرح بیعت اور رشد وہدایت اور فیض رسانی کا سلسلہ قائم ہوا ہے یا نہیں اور اب ہوسکتا ہے یا نہیں؟

شافی وکافی رائے عالی کے ذریعہ تسلی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- اس میں شک نہیں کہ بعض جنات نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرآن کریم پڑھنے کو سنا اور ایمان لائے، جیسا کہ سورۂ جن میں مذکور ہے(۱)۔

۲- یہ بھی صحیح ہے کہ عموماً جنات کی عمر طویل ہوتی ہے، جیسا کہ آکام المرجان فی احکام الجان میں ہے(۲)۔

۳- یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متعدد مرتبہ تبلیغِ احکام کے لئے جنات میں تشریف لے گئے، جیسا کہ بذل المجہود میں مذکور ہے(۳)۔

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿قل أوحي إلي أنه استمع نفر من الجن، فقالوا إنا سمعنا قرآناً عجباً، يهدي إلى الرشد فآمنا به، ولن نشرك بربنا أحداً﴾ (سورة الجن: ۱، ۲)

(۲) لم أجد

(۳) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه أن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، قال له ليلة الجن: =

۴- یہ بھی ثابت ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر واپسی میں ایک جگہ سانپ کی شکل میں ایک جن خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا جو حقِ ضیافت ادا کرنا چاہتا تھا، جیسا کہ کتاب المغازی میں ہے(۱)۔ ان مثبت امور کے ساتھ کچھ منفی امور بھی قابلِ لحاظ ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے کسی جن کو نبی یا نذیر بنا کر انسانوں کی ہدایت کے لئے نہیں بھیجا(۲)۔

= "ما في إداوتک"؟ قال: نبيذ، قال: "تمرة طيبة وماء طهور". (سنن أبي داؤد، کتاب الطهارة، باب الوضوء بالنبيذ: ۱/۱۳، مکتبه إمداديه ملتان)

قال العلامة خليل أحمد السهارنفوري رحمه الله تعالىٰ: "أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال له": أي لعبد الله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه "ليلة الجن": أي ليلة ذهب الجن بالنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى قومهم ليتعلموا منه الدين وكان معه عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه، وفي رواية زيد بن ثابت رضي الله تعالىٰ عنه، الخ". (بذل المجهود في حل أبي داؤد، کتاب الطهارة، باب الوضوء بالنبيذ: ۱/۵۵، مکتبه إمداديه ملتان)

(ومرقاة المفاتيح، کتاب الطهارة، باب أحكام المياه، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۸۰): ۲/۱۸۱، رشيديه)

(۱) "وروى ابن العربي بسنده إلى جابر بن عبدالله رضي الله تعالىٰ عنهما قال: بينا أنا مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يمشي إذ جاء ت حية، فقامت إلى جنبه، فأدنت فاها من أذنه، وكأنها تناجيه أو نحو هذا، فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "نعم". فانصرفت، الخ". (آكام المرجان في غرائب الأخبار وأحكام الجان، الباب الحادي عشر في بيان أن الجن يأكلون ويشربون، فصل في تأويل أحاديث واردة في هذا الباب، ص: ۳۰، مکتبه خير کثير کراچی)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وما أرسلنا من رسول إلا بلسان قومه ليبيّن لهم، فيضل الله من يشاء ويهدي من يشاء، وهو العزيز الحكيم﴾ (سورة إبراهيم: ۴)

وقال الله تعالىٰ: ﴿وإلى ثمود أخاهم صٰلحاً، قال يقوم اعبدوا الله مالكم من إله غيره﴾ (سورة هود: ۶۱)

"الجمهور على أنه لم يكن من الجن نبي .... قال البغوي في تفسير الأحقاف: وفيه دليل على أنه عليه السلام كان مبعوثاً إلى الإنس والجن جميعاً. قال مقاتل رحمه الله تعالىٰ: لم يبعث قبله نبي =

۲- حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی جن کو عہدۂ امامت سپرد نہیں کیا، جیسا کہ سفر میں تشریف لے جاتے وقت اپنی جگہ کسی کو امام مقرر کرکے جانے کا معمول تھا (۱)۔

۳- کسی جہاد میں کسی جن کو امیر بنا کرنہیں بھیجا جیسا کہ صحابہ میں سے کسی کو امیر بنا کر بھیجنے کا معمول تھا (۲)۔

۴- کسی جن کو کسی بستی میں حاکم اور قاضی بنا کرنہیں بھیجا، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا ہے (۳)۔

= إلى الإنسن والجن". (الأشباه والنظائر، أحكام الجان، ص: ۳۲۳، قديمى)

(۱) "عن مصعب بن سعد عن أبيه رضى الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خرج إلى تبوك، فاستخلف عليًّا، قال: أتخلّفنى فى الصبيان والنساء؟ قال: "ألا ترضى أن تكون منى بمنزلة هارون من موسىٰ إلا أنه ليس نبى بعدى". (صحيح البخارى، كتاب المغازى، باب غزوة تبوك وهى غزوة العسرة: ۲/۶۳۳، قديمى)

(۲) "قال: حدثنا سفيان، قال: الذى حفظناه من عمرو بن دينار قال: سمعت جابر بن عبدالله رضى الله تعالىٰ عنهما، يقول: بعثنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثلث مأة راكب أميرنا أبو عبيدة بن الجراح رضى الله تعالىٰ عنه نرصد عير قريش، فأقمنا بالساحل نصف شهر، فأصابنا جوع شديد حتى اكلنا الخبط، فسمّى ذلك الجيش جيش الخبط، الخ". (صحيح البخارى، كتاب المغازى، باب غزوة سيف البحر وهم يتلقون عيراً لقريش وأميرهم أبو عبيدة: ۲/۶۲۵، قديمى)

"عن عبدالله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعث بعثاً وأمر عليهم أسامة بن زيد، فطعن الناس فى إمارته، فقام رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: "إن تطعنوا فى إمارته، فقد كنتم تطعنون فى إمارة أبيه من قبل، وأيم الله! إن كان لخليقاً للإمارة، وإن كان لمن أحبّ الناس إلى، وإن هذا لمن أحب الناس إلى بعده". (صحيح البخارى، كتاب المغازى، باب بعث النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أسامة بن زيد رضى الله تعالىٰ عنهما فى مرضه الذى توفى فيه: ۲/۶۴۱، ۶۴۲، قديمى)

(۳) "عن معاذ بن جبل رضى الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لما بعثه إلى اليمن قال: "كيف تقضى إذا عرض لك قضاء"؟ قال: أقضى بكتاب الله، قال: "فإن لم تجد فى كتاب الله"؟ قال: =

۵- کسی جن کو قاضی بنا کر بھی کوئی تبلیغی دعوت نامہ دے کر نہیں بھیجا، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا(۱)۔

غرض جنات کی کوئی ولایت، امامت، حکومت انسانوں پر ثابت نہیں فرمائی، بلکہ اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے جنات کی قیادت سے آزاد رکھا ہے، یہاں تک کہ انسان عورت کا نکاح قوم جن کے مرد سے جائز نہیں قرار دیا گیا، جیسا کہ کتبِ فقہ شامی وغیرہ میں مذکور ہے(۲)۔ شوہر کی بیوی پر ولایت ہوتی ہے:

= فبسنة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قال: "فإن لم تجد في سنة رسول الله"؟ قال: أجتهد رأى، ولا آلو، قال: فضرب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على صدره، وقال: "الحمد لله الذى وفق رسول رسول الله لمايرضى به رسول الله". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب العمل في القضاء والخوف منه، الفصل الثاني، ص: ۳۲۴، قديمى)

"عن أبي بردة رضى الله تعالىٰ عنه قال: بعث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أبا موسىٰ ومعاذ بن جبل رضى الله تعالىٰ عنهما إلى اليمن، قال: بعث كل واحد منهما على مخلاف، قال: واليمن مخلافان. ثم قال: "يسّرا ولا تعسّرا وبشّرا ولا تنفّرا". فانطلق كل واحد منهما إلى عمله، الخ". (صحيح البخارى، كتاب المغازى، باب بعث أبي موسىٰ ومعاذ رضى الله تعالىٰ عنهما إلى اليمن قبل حجة الوداع: ۲/۶۲۲ قديمى)

(۱) "أن عبدالله بن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما، أخبره أن أبا سفيان بن حرب رضى الله تعالىٰ عنه أخبره أن هرقل أرسل إليه في ركب من قريش، وكانوا تجّاراً بالشام في المدة التي كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مادّ فيها أبا سفيان وكفار قريش، فأتوه وهم بإيلياء، فدعاهم في مجلسه .... ثم دعا بكتاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الذى بعث به مع دحية الكلبي إلى عظيم بُصرىٰ، فدفعه عظيم بُصرىٰ إلى هرقل، فقرأه، فإذا فيه: "بسم الله الرحمن الرحيم من محمد عبدالله ورسوله إلى هرقل عظيم الروم، سلام على من اتبع الهدى .... الخ". (صحيح البخارى، باب كيف كان بدؤ الوحى إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وقول الله عزوجل: ﴿إنا أوحينا إليك كما أوحينا إلى نوح والنبيين من بعده﴾: ۱/۴، ۵، قديمى)

(۲) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "وبقى من المحرمات الخنثى المشكل لجواز ذكورته والجنية وإنسان الماء لاختلاف الجنس .... وقد نظمت السبعة مع الخمسة المزيدة بقولى: =

﴿الرجال قوامون علی النساء﴾(۱)۔

واقعہ مسئولہ میں جس روایت کوظہور صحابی کے نام سے درج کیا گیا ہے اس کے سیاق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ: چودھویں صدی کے اخیر میں طویل العمر جن صحابی کا ظہور ہوگا اور امت کے ۷۳/ فرقے ہوں گے، ایک فرقہ جو اس طویل العمر کی اطاعت کرے گا، صرف وہی نجات پائے گا، باقی ۷۲/ فرقے جو اس کی اطاعت نہیں کریں گے اگرچہ وہ قرآن کریم اور سند سے صحیح ثابت شدہ احادیث پر عمل کریں گے وہ سب جہنم میں جائیں گے۔ حالانکہ ۷۳/ فرقوں کی تفصیل اکابر اسلاف کی کتابوں میں صدیوں پہلے سے مذکور ہے، جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں تفصیلاً تحریر فرمایا ہے (۲)۔ مولانا محمد یونس

=

أنواع تحريم النكاح سبع	قرابة ملك رضاع جمع
كذلك شرك نسبة المصاهرة	وأمة عن حرة مؤخرة
وزيد خمسة أتتك بالبيان	تطليقة لها ثلاثاً واللعان
تعلق بحق غير من نكاح	أو عدة خنوثة بلا اتضاح
واخر الكل اختلاف الجنس	كالجن والمائي لنوع الإنس

(ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲۸/۳، سعيد)

"ونهي النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن نكاح الجن، وقول الفقهاء: لاتجوز المناكحة بين الإنس والجن وكراهية من كرهه عن التابعين دليل على إمكانهم؛ لأن غير الممكن لايحكم عليه بجواز ولا بعدمه في الشرع". (آكام المرجان في غرائب الأخبار وأحكام الجان، الباب الموفي ثلاثين في باين مناكحة الجن، ص: ۲۶، مكتبه خير كثير، كراچى)

(۱) (سورة النساء: ۳۴)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: افترقت اليهود على إحدى أو ثنتين وسبعين فرقة، وتفرقت النصارى على إحدى أو ثنتين وسبعين فرقة، وتفترق أمتي على ثلث وسبعين فرقة".

"عن معاوية بن سفيان رضي الله تعالىٰ عنهما أنه قام، فقال: ألا إن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قام فينا، فقال: ألا إن من قبلكم من أهل الكتاب افترقوا على ثنتين وسبعين ملّة، وإن هذه الملة ستفترق على ثلث وسبعين، ثنتان وسبعون في النار، وواحد في الجنة، وهي الجماعة". زاد ابن =

صاحب دامت فیوضہم شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے خوب وضاحت سے کلام کیا ہے۔

مزید برآں غور طلب یہ بات تھی کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلیفۂ وقت کی درخواست پر اپنی کتاب موطاء تصنیف فرمائی جس پر خلیفہ نے چاہا کہ اس کتاب کو بیت اللہ میں آویزاں کیا جائے اور اعلان کردیا جائے کہ تمام لوگ اس کے موافق عمل کریں تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر شدید انکار کیا اور فرمایا کہ: صحابہ کرام مختلف اطراف میں احادیث کو لے کر گئے ہیں، جو حدیث جس کے پاس مستند ذرائع سے پہونچی ہے وہ تو اس پر ہی عمل کرے گا، سب کو موطاء پر عمل کرنے کے لئے مجبور کرنے کا حق نہیں ہے (۱)۔

اس کے برخلاف واقعہ مسئولہ میں صرف ایک شخص کی اتباع پر نجات کو منحصر کردیا گیا ہے اور وہ بھی ایسا کہ سب کی نظروں سے غائب، اس کو صرف ایک شخص اس کا خلیفہ دیکھتا ہے، بات کرتا ہے۔ تو یہ درحقیقت اس طویل العمر جن کی اتباع کی دعوت نہیں، بلکہ اس خلیفہ کے لئے مسلمانوں کی گردن کو جھکانا ہے، حالانکہ اس خلیفہ کو شرعاً کسی جن سے کسی حدیث کا روایت کرنا بھی جائز نہیں ہے:

= يحيى وعمرو في حديثهما وأنه سيخرج في أمتي أقوام تجاري بهم تلك الأهواء كما يتجارى الكلب لصاحبه". (سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب شرح السنة: ۲/ ۲۸۳، مكتبه إمدايه ملتان)

"عن عبدالله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ليأتينّ على أمتي ما أتى على بني إسرائيل حذو النعل بالنعل حتى إن كان منهم من أتى أمه علانية، لكان في أمتي من يصنع ذلك، وإن بني إسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملةً، وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملةً كلهم في النار إلا ملة واحدة". قالوا: ومن هي يارسول الله! قال: "ما أنا عليه وأصحابي".

(جامع الترمذي، كتاب الإيمان، باب ماجاء في افتراق هذه الأمة: ۲/ ۹۳، سعيد)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الفتن، باب افتراق الأمم، ص: ۲۸۷، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، ص: ۳۰، قديمي)

(۱) "قال أبو نعيم في الحيلة عن مالك: قال: شاورني هارون الرشيد في أن يعلق المؤطأ على الكعبة ويحمل الناس على مافيه، فقلت: لاتفعل، فإن أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اختلفوا في الفروع وتفرقوا في البلدان وكل مصيب". (مقدمة أوجز المسالك، الباب الثاني في الكتاب، الفصل الثاني في المؤلف، وفيه فوائد: ۱/ ۱۹، مكتبه إمداديه ملتان)

"ومنها قبول رواية الجني ذكره صاحب آكام المرجان، وذكر السيوطي أنه لاشك في جواز روايتهم عن الإنس ماسمعوه، سواءٌ علم الإنسي بهم أولا. وإذا أجاز الشيخ من حضر دخل الجن كما في نظيره من الإنس. أما رواية الإنس عنهم فالظاهر منعها لعدم حصول الثقة بعد التهم". الأشباه والنظائر (۱)۔

یعنی جنات کوتو انسانوں سے حدیث روایت کرنے کا حق ہے، مگر انسان کو جنات سے روایت کرنا ممنوع ہے، کیونکہ جنات کے عادل ہونے پر اعتماد حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں، وہ مختلف صورتیں بھی بنا سکتے ہیں اور اپنے نام بھی مختلف بتا سکتے ہیں۔ مجھے خود بھی واسطہ پڑا ہے، ایک جن نے اپنا نام بتایا حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ، ایک جن نے کہا کہ ہم ختم المرسلین ہیں۔

علاوہ ازیں دستخط اور مہر میں "سلطان الأجنة" لکھا ہے، حالانکہ "أجنة" تو "جنين" کی جمع ہے "جن" کی جمع نہیں۔ قال الله تعالى: ﴿إذ أنتم أجنة في بطون أمهاتكم﴾(۲)۔ اور جنین اس بچہ کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں ہو، ابھی پیدا نہ ہوا ہو۔

اگر کوئی شخص ان طویل العمر جن سے ملاقات کرنا چاہے، یا ان سے تعویذ یا حدیث کی سند لینا چاہے تو اس کو نزخنامہ دیکھ کر ہی حیرت ہوگی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو بہت بلند مرتبہ تھے، زہد وقناعت کا مجسمہ تھے، ان کے اتباع کرنے والے بھی اس طرز سے ہمیشہ دور اور متنفر رہے۔ بعض اکابر سے کسی حدیث کا کسی جن سے نقل کرنا بعض کتب میں مذکور ہے، مگر وہ بطورِ اُعجوبہ اور غریبہ اور نادرہ ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ "النوادر" میں نقل فرمایا ہے (۳)، اسی وجہ سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس

(۱) (الأشباه والنظائر في الفقه الحنفي، الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الجان، ص: ۳۲۲، قديمي)

(۲) (سورة النجم: ۳۲)

(۳) "ووقعت قصة كذلك لأخي المؤلف الشاه أهل الله رحمه الله تعالى كما ذكره صاحب تذكرة الرشيد في هامش كتابة (۱/ ۱۰۱) وهي أن الشاه أهل الله كان يتلو القرآن في المسجد فإذا بحية صغيرة، فقتلها، فجاء رجلان وقالا: إن الملك يطلبك (وظن الشيخ أنه يطلبه ملك الإنس وكانت دولة الغول تحكم على الهند حينئذ) فقام الشيخ معهما وذهابه إلى البرية، والشيخ يسير معهما وهو =

رسالہ کا نام ہی ''النوادر'' رکھا ہے۔ اس پر کسی عقیدہ یا عمل کی بنیاد رکھنا مقصود نہیں چہ جائیکہ نجات ہی اس پر منحصر کردی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب لاریب فیہ، سید احمد علی سعید، دار العلوم دیوبند، ۴/۴/۹۹ھ۔



= يحسب أن ملك الإنس خرج إلى الاصطياد وطلبه من الصحراء، ولم يزل يمشي معهما حتى رآى باباً في الأرض، فدخل فيه فإذا هناك ملك الجن يحكم في المخاصمات، فسلم الشيخ وجلس في ناحية المجلس، فلما فرغ الملك من القضايا، طلب الشيخ وبرز المدعي قائلاً: إن هذا قتل ابني، وأطلب القود منه. قال الشاه أهل الله: إني لم أقتل أحداً، ثم بان أن المراد بقتل ولده هو ماقتله في صورة الحية، فأقر الشيخ بقتله، وكاد أن يقتل قصاصاً بأمر الملك، لكن ظهر هناك في ذلك الجن صحابي جنّي وقرأ حديث: "من قتل في غير زيه فدمه هدر" فأبطل الملك دمه مما سمع من حديث النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبلغوا الشاه أهل الله مأمنه".

وطلب حكيم الأمة التهانوي قدس سره إجازة هذا الحديث من القطب الكنكوهي قدس سره، فكتب له الإجازة، وذكر سنده هكذا: حدثني شيخي الشاه أحمد سعيد المجددي قال: حدثني أبي الشاه أبو سعيد المجددي، قال: حدثني شيخ الشيوخ الشاه عبدالعزيز الدهلوي، قال: حدثني عمي الشاه أهل الله الدهلوي، عن القاضي الجني المعمر، قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "من قتل في غير زيه فدمه هدر". (الرسائل الثلاث الفضل المبين في المسلسل من حديث النبي الأمين صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. النوادر من أحاديث سيد الأوائل والأواخر صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ذكر مسند الجن، ص: ۱۷۹، ۱۸۰، المكتبة اليحيوية، بسهارنفور الهند)

باب مایتعلق بالسحر والعوذة

الفصل الأول فی السحر

(سحر کا بیان)

سحر کا حکم

سوال [۹۵۸۹]: ۱...... کیا مسلمان کو جادو کرنا جائز ہے، اور جو جادو کا عمل کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

۲...... کسی شخص کی چوری ہونے کی وجہ سے اگر کسی قسم کا عملی جادو ہو یا قرآن پاک سے ہو اپنی چیز کے ملنے کے لئے کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... سحر کرنا کبیرہ گناہ ہے، کذا فی شرح الفقه الأکبر (۱)۔

۲...... آیاتِ قرآنی پڑھ کر دعا کرنا یا دوسرے سے کرانا کہ یا اللہ میری چیز مل جائے، درست ہے۔ حدیث شریف میں بھی دعا ثابت ہے۔ لیکن سحر کرنا درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "الكاهن: الساحر، والمنجم إذا ادّعى العلم بالحوادث الآتية، فهو مثل الكاهن .... ومايعطى هؤلاء حرام بالإجماع، كما نقله البغوى والقاضي عياض وغيرهما". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۴۹، قديمي)

(۲) "في الفتح: السحر الحرام بلاخلاف بين أهل العلم". (ردالمحتار، مطلب في الساحر والزنديق: ۴/۲۴۰، سعيد)

(ومعارف القرآن: ۱/۲۷۹، ادارة المعارف كراچي)

سحر کا اثر اور ساحر کا حکم

سوال[۹۵۹۰]: زید وجع المفاصل کی بیماری میں چار ماہ سے بیمار رہا، علاج کرتا رہا مگر بے سود۔ بعض لوگوں نے خیال کیا کہ کسی نے جادو کیا ہے، مکان کی تلاشی لی گئی اور کچھ تعویذ نکل آئے جس کے بعد مریض کو افاقہ ہوا۔ ایک صاحب نے اپنے عمل (جادو) سے رکھنے والے کو معلوم کیا جو اس گھر کی رہنے والی ہندہ ہے، مگر وہ اس فعل سے انکار کررہی ہے۔ مریض اس کے بعد بھی سخت بیمار رہا۔

۱......کیا جادو کے ذریعہ بیمار ہونا شرعاً درست ہے؟

۲......بغیر دیکھے تعویذ رکھنے والے کو معلوم کرنا ممکن ہے؟

۳......اگر جواب اثبات میں ہو تو تعویذ رکھنے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

۴......اور نفی کی صورت میں اس قسم کے اعتقاد رکھنے والے کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......شرعاً یہ محال نہیں، بلکہ ممکن ہے(۱)۔

۲......عملیات کے ذریعہ یہ بھی ممکن ہے، لیکن بغیر حجتِ شرعیہ کے شرعاً مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

۳......جب تک وہ عورت اقرار نہ کرے یا شرعی شہادت سے ثبوت حاصل نہ ہو، اس کو سزا دینا درست نہیں۔

۴......جو لوگ سحر (جادو) کے منکر ہیں ان کا یہ انکار اہلِ سنت والجماعت کے خلاف ہے:

---

(۱) راجع: (معارف القرآن، سحر کی حقیقت: ۱/۲۷۴، ادارة المعارف کراچی)

"إنه قد يؤثر في موت المسحور ومرضه من غير وصول شئ ظاهر إليه". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۵۰، قديمي)

"السحر حق عندنا وجوده وتصوره وأثره". (ردالمحتار، مطلب في التنجيم والرمل: ۱/۴۴، سعيد)

"قال المحقق في الفتح: قال أصحابنا: للسحر حقيقة وتأثير في الأجسام، خلافاً لمن منع ذلك". (إعلاء السنن، كتاب السير، حكم السحر وحقيقة: ۱۲/۲۰۰، إدارة القرآن كراچی)

"اختلفوا: أله (أی للسحر) تأثیر فقط بحیث یغیر المزاج، فیکون نوعاً من الأمراض، أو ینتهی إلی الحالة بحیث یصیر الجماد حیوانا مثلاً وعکسه؟ فالذی علیه الجمهور هو الأول، وذهبت طائفة قلیلة إلی الثانی .... والحق أن لبعض أصناف السحر تأثیراً فی القلوب کالحب والبغض وإلقاء الخیر والشر، وفی الأبدان بالألم والسقم اھ". فتح الباری: ۱۰/۱۸۸(۱)۔

"والسحر فی نفسه حق أمر کائن، إلا أنه لایصلح إلا للشر والضرر بالخلق، والوسیلة إلی الشر شر فیصیر مذموماً، اھ"(۲)۔ "قال أبوحنیفة رحمه الله تعالیٰ: الساحر إذا أقر بسحره أو ثبت بالبینة، یقتل ولایستتاب منه". الدرالمختار: ۱/۳۵۶(۳)۔

"فلو فعل مافیه هلاك إنسان، أو مرضه، أو تفریق بینه وبین امرأته وهو غیر منکر لشیء من شرائط الإیمان، لایکفر، لکنه یکون فاسقاً ساعیاً فی الأرض بالفساد، فیقتل الساحر والساحرة؛ لأن علة القتل السعی فی الأرض بالفساد، وهذه العلة تشتمل الذکر والأنثی. وأما إذا کان سحراً هو کفر، فیقتل الساحر لا الساحرة؛ لأن علة القتل الردة والمرتده لاتقتل، کذا ذکره صاحب الإرشاد فی الإشراق". شرح الفقه الأکبر، ص: ۱۷۸(٤)۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ہندہ کوکوئی سزانہیں دی جاسکتی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جادوکرنے والے کا حکم

سوال[۱۹۵۹۱]: ہم پرڈیڑھ سال سے کسی نے جادوکرادیا ہے، جوخصوصاً قوتِ مردانہ پراثرانداز ہے جس کے باعث ہم بہت پریشان ہیں۔فتویٰ اس لئے لینا چاہتے ہیں کہ عامل کوچوٹ دی جائے یاکرانے

(۱) (فتح الباری، کتاب الطب، باب السحر: ۱۰/۲۸۳، ۲۸۴، قدیمی)

(۲) (ردالمحتار، باب المرتد، مطلب فی الساحر والزندیق: ۴/۲۴۱، سعید)

(۳) (ردالمحتار، باب المرتد، مطلب فی الساحر والزندیق: ۴/۲۴۰، سعید)

(۴) (شرح الفقه الأکبر، السحر والعین حق، ص: ۱۴۵، قدیمی)

والے کو؟ جب کہ شرعی ثبوت موجود ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں ہی مجرم اور مستحق سزا ہیں(۱) جادو پر سر جادوگر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۹۰ھ۔

دفعِ سحر کے لئے سحر سیکھنا

سوال[۹۵۹۲]: عمر نے سحر اور سفلیات کے ذریعہ زید کی جان اور مال کو ہلاکت اور مصیبت میں ڈال رکھا ہے، ایسی صورت میں زید اپنی جان ومال کی حفاظت میں سیکھ کر مدافعت کرے یا کوئی دوسرا شخص سحر کے ذریعہ مدافت کرے، مدافعت کے لئے سحر سیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس سحر میں ایسا کوئی عمل یا اعتقاد اختیار کرنا ہوتا ہے جس سے ایمان باقی نہیں رہتا، اس کا سیکھنا اور کرنا یا دوسرے سے کرانا کچھ بھی جائز نہیں:

"قال الشيخ أبو منصور الماتريدي: القول بأن السحر كفر على الإطلاق خطأ، بل يجب المبحث عنه، فإن كان في ذلك رد ما لزمه في شرط الإيمان فهو كفر، وإلا فلا، فلو فعل مافيه هلاك إنسان أو مرضه أو تفريق بينه وبين امرأته، وهو غير منكر لشي من شرائط الإيمان، لايكفر، لكنه يكون فاسقاً ساعياً في الأرض بالفساد، اه". شرح فقه أكبر، ص: ۱۷۸(۲)-

---

(۱) قال العلامة علاؤ الدين الطرابلسي: "قال في النوازل: الخناق والساحر يقتلان إذ أقرا؛ لأنهما ساعيان في الأرض بالفساد". (معين الحكام، الباب الحادي والخمسون في القضاء بما يظهر من قرائن الأحوال والأمارات وحكم الفراسة ....، فصل في عقوبة الساحر والخناق الزنديق، ص: ۱۹۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"قال أبو حنيفة: الساحر إذا أقر بسحره أو ثبت بالبينة، يقتل ولايستتاب منه". (ردالمحتار، مطلب في الساحر والزنديق، باب المرتد: ۲۴۰/۴، سعيد)

(۲) (شرح الفقه الأكبر، السحر والعين حق، ص: ۱۳۵، قديمي) .... =

"یکفر السّاحر بتعلمه وفعله، اعتقد تحریمه أو لا، اه". درمختار (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۳/۲۵ھ۔

دفعِ سحر کے لئے سحر کرنا

سوال [۹۵۹۳]: ہمارے علاقہ گجرات میں آج کل سحر کا بڑا زور ہے، ذرا سا اختلاف یا دشمنی ہوئی کہ فریق مخالف نے جان لینے یا پریشان کرنے کے لئے غیر مسلم ساحروں سے سحر کروایا جاتا ہے، اس کے دفعیہ کے لئے تعویذات وعملیات سب کچھ کیا گیا، مگر فائدہ نہیں ہوا، البتہ تخفیف ہوجاتی ہے۔ عاملوں کا کہنا ہے کہ چونکہ یہ سفلی اور ناپاک علم ہوتا ہے، اس لئے اس کا مکمل دفعیہ بھی اسی طرح سفلی اور ناپاک عملوں سے ہی ہوسکتا ہے۔ چند مشرک عالم بھی تعلق کی وجہ سے عمل کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر شریعت کا احترام اور گناہ کے ڈر کی وجہ سے نہ تو آج تک خود کیا اور نہ کسی کو اجازت دی۔ اب تک بہت سے لوگ پریشان ہوچکے ہیں اور متعدد اموات بھی ہوچکی ہیں۔

تو کیا ایسی صورتِ حال میں غیر مسلموں سے مشرکوں سے سحر ٹوٹکا وغیرہ تمام پلید چیزوں کے رد کے لئے کروانا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں ہمیں کچھ کھانا پینا، باندھنا، پڑھنا ہوتا ہے۔ وہ اپنے عمل کے ذریعے خود دفع کرتا ہو، یا ان میں سے کوئی بات کرنی ہوتی ہو تو کیا ان میں کوئی فرق ہوگا، یا دونوں صورتیں مساوی ہوں گی؟

مولانا ابراہیم صاحب، مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل، سورت، گجرات۔

= (وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الديات، باب قتل أهل الردة والسعاة: ۱۱۷/۷، رشيديه)

(۱) (ردالمحتار، مطلب في الساحر والزنديق: ۲۴۰/۴، سعيد)

"وأما تعليمه وتعلّمه، ففيه ثلاثة أوجه: الصحيح الذي قطع به الجمهور أنهما حرامان". (مرقاة المفاتيح، كتاب الديات، باب قتل اهل الردة والسعاة: ۱۱۷/۷، رشيديه)

"تعلمه وتعليمه حرام". (ردالمحتار، مطلب في التنجيم والرمل: ۴۴/۱، سعيد)

(ومعارف القرآن: ۲۷۹/۱، ادارة المعارف كراچی)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب السير، باب حد الساحر ضربة بالسيف وكذا في سب الله أو الرسول أو واحدا من الانبياء، حكم السحر وحقيقته: ۵۹۹/۱۲)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس ضرورت کی حالت میں اس سے علاج کرنا درست ہے (۱)، مگر اس طرح کہ جو کچھ کرتا ہو وہ خود کرے، کھانا، پینا، باندھنا، پڑھنا کوئی کام مسحور کو نہ کرنا پڑے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۲ھ۔

دفعِ سحر کی ترکیب

سوال [۹۵۹۴]: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، مگر ہندہ کے گھر والوں نے زید پر جادو کرادیا جس سے اپنے والدین سے بالکل بیزار ہوگیا، بہت عمل کیا مگر افاقہ نہیں ہوا۔ اب یہ بتلایا گیا کہ شیطانی عمل ہی سے دور ہوگا۔ تو اگر ایسا عمل (جادو) کرایا جائے تو گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کہنا کہ ''عملِ شیطانی ہی سے علاج ہوتا ہے'' یہ صحیح نہیں ہے، دفعِ سحر جائز اعمال سے بھی ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دفعِ سحر کے لئے معوذتین نازل ہوئی تھیں (۲)، مثلاً: اگر سحر کئے کو چالیس روز تک سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ الرحمن الرحیم چینی کے برتن پر زعفران کے پانی سے لکھ کر دھو کر پلایا جائے نہار منہ تو باذنہ تعالیٰ شفا ہوجاتی ہے۔ حدیث شریف میں موجود ہے کہ سورۂ

---

(۱) ''وفي ذخيرة الناظر: تعلمه فرض لرد ساحر أهل الحرب، وحرام ليفرق به بين المرأة وزوجها، وجائز ليوفق بينهما''. (ردالمحتار، مطلب في التنجيم والرمل: ۱/۴۴، سعيد)

(وكذا في رسائل ابن عابدين، ص: ۳۰۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) قال القرطبي رحمه الله تعالىٰ: ''ثبت في الصحيحن من حديث عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سحره يهودي من يهود بني زريق، يقال له: لبيد بن الأعصم، حتى يخيل إليه أنه كان يفعل الشئ ولايفعله .... فأنزل الله هاتين السورتين''. (تفسير القرطبي، سورة الفلق: ۱۰/۱۸۱، ۱۸۲، دارالكتب العلمية بيروت)

فاتحہ سورۂ شفاء ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ۷/ ۸۸ھ۔

مشرکانہ منتر سے علاج

الاستفتاء [۹۵۹۵]: زید جو کہ بے علم ہے، نماز بھی نہیں پڑھتا، دھوبی کا پیشہ کرتا ہے، ایک منتر کے ذریعہ کچھ امراض کی مثلاً اندرونی پھوڑا و کینسر کی جھاڑ پھونک کرتا ہے جس سے مریضوں کو صحت ہو جاتی ہے۔ جس منتر سے وہ جھاڑتا ہے، اس میں غیر اللہ سے اعانت لی جاتی ہے، خدا کا بالکل ذکر نہیں کرتا۔ البتہ ابتداء میں بسم اللہ وہ ضرور پڑھ لیتا ہے، مثلاً یوں کہتا ہے کہ فلاں دیوی یا دیوتا کے نام سے، یا ان کے حکم سے اچھا ہو جا، جل جا، پھنک جا۔ کیا اس سے علاج کرانا عام حالات میں جائز ہے یا نہیں؟

بکر کینسر کا مریض ہے اور دو مستند پابند شرع ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ اس کا علاج بے سود ہے۔ چونکہ یہ مرض معدہ اور جگر کے درمیان ہے اس لئے آپریشن یا بجلی کا علاج بھی خطرناک ہے۔ اندریں حالات ایسے مریض کو زید سے جھاڑ پھونک کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے شخص سے بذریعہ جھاڑ پھونک علاج کرانا جائز نہیں، اس میں دیوی دیوتا کو شافی اور متصرف مانا گیا ہے اور اس جھاڑنے والے کو اس دیوی دیوتا کا مقرب تسلیم کیا گیا ہے۔ ایسا عقیدہ بھی اسلام کے خلاف اور کفر ہے (۲) اور ایسے شخص سے جھاڑ پھونک کرانے میں اس عقیدہ کی تصدیق اور اس کا اعزاز ہے۔ شافی مطلق،

---

(۱) "أخبرنا قبيصة، أخبرنا سفيان عن عبدالملک بن عمير قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "فاتحة الكتاب شفاء من كل داء". (سنن الدارمي، باب فضل فاتحة الكتاب، (رقم الحديث: ۳۳۷۰): ۵۳۸/۲، قديمی)

(۲) "أجمع العلماء على جواز الرقى عند اجتماع ثلاثة شروط: أن يكون بكلام الله تعالىٰ أو بأسمائه وصفاته وباللسان العربي أو بما يعرف معناه من غيره، وأن يعتقد أن الرقية لاتؤثر بذاتها، بل بذات الله تعالىٰ". (تكملة فتح الملهم، كتاب الطب، باب الطب والمرض والرقى: ۲۹۵/۴، مكتبه دارالعلوم، كراچی) =

حاجت روا، متصرف صرف اللہ پاک ہے، اس کے حکم کے ماتحت زندگی بھی نعمت ہے اور موت بھی راحت ہے، اس سے بغاوت کرکے زندگی بھی وبال ہے اور موت بھی عذاب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

منتر کے ذریعہ علاج کرنا

سوال [۹۵۹۶]: ہمارے یہاں بچوں کو سر اور منہ وغیرہ میں گھاؤ پھوڑا پھنسی وغیرہ ہوتا ہے تو اس کا تعویذ بنا کر دیتے ہیں اور دم بھی کرتے ہیں، مسلمان ہوکر، وہ یہ ہے: سیتاستی کو سات بیٹا پھوک پھوان، لڑیوان میل پوان، دودھ پوان، لڑیوان پوان، دھان سیتاستی، ایک لاکھ، ۳۶ اولیاء کا یہ الفاظ ہوئے۔ آپ بتائیے کہ کیا ہے، نیز یہ بھی تحریر کیجئے کہ دہائی کا کیا معنی ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دہائی پڑھنا اور اس کا دم کرنا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرعہ کے ذریعے ساحر یا مجرم معلوم کرنا

سوال [۹۵۹۷]: ایک عورت بیمار ہے اور اس عورت کا علاج مختلف ڈاکٹر اور حکیموں سے کرایا گیا، لیکن کہیں بھی آرام نہیں ہوا۔ جب اس عورت کو کہیں بھی ان علاجوں سے فرق نہ پڑا تو برادری کے بڑے بڑے

= (وكذا في فتح الباري، كتاب الطب، باب الرقى بالقرآن والمعوذات: ١٠/٢٤٠، قديمي)

(١) "وإنما تكره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب، ولايدرى ماهو، ولعله يدخله سحراً وكفراً وغير ذلك. وأما ما كان من القرآن أو شئ من الدعوات، فلا بأس به". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ٦/٣٦٣، سعيد)

(ومرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ٤٥٣٥): ٨/٣٠٣، رشيديه)

(وكذا في شرح مسلم للنووي، كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى: ٢/٢١٩، قديمي)

لوگوں نے کمیٹی کی، اور ایک عامل سے کہا کہ تم اگر قرعہ ڈالنا چاہتے ہو تو قرعہ کے ذریعہ سے معلوم کرو، اس عورت کو جن کا اثر، یا کوئی جسمانی قدرتی مرض، یا جادو ہے۔

اس قرعہ ڈالنے والے شخص نے قرعہ کے ذریعہ معلوم کر کے بتلایا کہ اس عورت پر جادو کا اثر ہے، حالانکہ قرعہ ڈالنے والا شخص کوئی خاص ماہر عملیات کے فن میں نہیں ہے۔ قرعہ اس طریقہ سے ڈالا گیا کہ اس عامل شخص نے ایک کوری ہانڈی منگائی اور لوگوں کے نام الگ الگ پرچیوں پر لکھے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ، حسنین - رضی اللہ تعالیٰ عنہم - کا واسطہ دیا اور اس ہانڈی پر چار بڑے فرشتوں کے نام لکھے۔

اور اس ہانڈی کو ایک طرف سے اس عامل نے اور دوسری طرف سے ایک دوسرے شخص نے شہادت کی انگلی کے اگلے حصہ سے ہانڈی کے کناروں سے ہانڈی کو اٹھالیا، اور وہ پرچیاں ہانڈی میں ڈال دیں اور سورۂ یٰسین شریف کو پڑھا، اور جب سورۂ یٰسین کے پہلے مبین پر پہنچا تو ہانڈی گھوم گئی اور سورۂ یٰسین کو پڑھ کر سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس کو بھی پڑھا اور یہ الفاظ بھی پڑھے:

''الٰہی بحرمتِ سلیمان ابن داؤد علیہ السلام ساحر یا مجرم حاضر شود''۔

تو ہانڈی گھوم گئی۔ دوبارہ سب پرچیاں نکال لیں اور پھر الگ الگ پرچیاں ڈال دیں، دو پرچیوں پر ہانڈی گھوم گئی، جبکہ وہی عمل کیا جو پہلے تھا۔ جن کے نام پر ہانڈی پھری، انہی دو آدمیوں کو جادوگر قرار دیا گیا۔

اس مسئلہ کے اندر چند چیزیں ہیں، جن میں سے ہر ایک کا جواب مطلوب ہے:

۱...... قرعہ شریعتِ محمدی علیہ السلام میں گذری ہوئی بات پر، یا جادوگر کو معلوم کرنے کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ قرعہ کی اصل حقیقت قرآن وحدیث میں کیا ہے؟ اس ماسبق طریقہ سے قرعہ جائز ہے یا نہیں؟

۲...... جب یہ قرعہ جائز ہے تو اس قرعہ کی وجہ سے یہ دونوں آدمی جادوگر قرار دئے جائیں گے یا نہیں، جبکہ مدعی وکمیٹی کے لوگوں کے پاس کوئی شرعی گواہ موجود نہیں ہے، صرف قرعہ کی وجہ سے ان دونوں آدمیوں کو ساحر ومجرم قرار دیا جا رہا ہے؟

۳...... اگر اس ہانڈی کے پھرنے سے ان دو آدمیوں کا نام آجائے، لیکن علاوہ اس قرعہ کے کوئی ثبوت مدعیان یا پنچایت کے پاس ان کے جرم کا نہیں ہے، حالانکہ یہ دونوں فریق محفلِ عام میں قسم وحلف کے لئے تیار

ہیں، قسم اس طریقہ سے اٹھاتے ہیں کہ ''ہم خدائے تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں'' اور قسم دوبارہ اس طرح سے کھاتے ہیں کہ ''اگر ہم نے اس عورت پر جادو کیا ہو تو خدائے پاک ہم پر غضب نازل کرے''۔

ایسی صورت میں اس قرعہ کا اعتبار ہوگا یا اس حلف اور قسم کا؟ کیونکہ شرعی گواہ ان کے جادو کرنے کا کوئی کسی کے پاس موجود نہیں ہے۔

مجرم جو قرار دئے گئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیات ہانڈی پھیرتے ہوئے پڑھی گئی ہے، ان پر ہمارا یقین ہے، لیکن ہوسکتا ہے کہ اس قرعہ والے مولوی سے کچھ غلط ہانڈی پھر گئی ہو، ہم نے جادو نہیں کیا، ہم خدا کے مجرم ہوں گے اگر ہم نے جادو کیا۔

۴......اگر یہ عمل قرعہ اندازی کا گذری ہوئی بات پر ناجائز ہے، نصوصِ قطعیہ قرآن وحدیث سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اور قرعہ ڈالنے والا کہتا ہے: اگر مفتیانِ کرام حدیث وقرآن کریم سے ناجائز بتلادیں تو اس گناہ کی وجہ سے توبہ واستغفار کرنے کے لئے تیار ہوں، اور جو برادری کے لوگ میرے اس دھوکہ میں آگئے ان سے بھی معافی کا طلبگار رہوں۔ اب اس عامل پر کوئی خاص مقرر سزا شریعت کی ہے یا توبہ واستغفار کرے؟ بعد کو پنچایت سے معافی کے بعد بری قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس عامل نے بھی دوسرے عامل کی اجازت سے یہ عمل کیا تھا۔

۵......جن لوگوں کے سامنے یہ عمل کیا تھا انھوں نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر اس ہانڈی پر کسی کا نام آئے تو ہم اس کے مطابق مجرم کو سزا دیں گے، حالانکہ یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے کہ اس کے علاوہ شرعی طور سے حلف وقسم پر کوئی طریقہ بری ہونے کا ہے یا نہیں؟ قرعہ قرار نہ دیا جائے، تو قوم یعنی پنچایت نے فتویٰ کے جواب تک کوئی سزا نہیں دی، تو کیا یہ پنچایت اس عہد کی وجہ سے گنہگار رہوگی یا نہیں، جبکہ مسئلہ سے بے خبر ہے؟

۶......قرعہ یا استخارہ گذری ہوئی بات پر ڈالا جائے یا آئندہ والی بات پر قرعہ جائز ہے، یا استخارہ جائز ہے؟

۷......اگر اس طرح قرعہ ڈالنا شریعت میں جائز ہے تو مجرمان کو اس قرعہ پر مجرم ہی قرار دیا جائے گا، یا قسم پر بری کیا جائے گا ''القسم علی المدعی والیمین علی من أنکر'' پر عمل ہوگا؟

اگر اس طرح پرچیاں ڈال کر ہانڈی چلانا ناجائز ہے، عامل توبہ کرے تو وہ قابلِ معافی ہے یا نہیں؟

اور جو شخص جادو کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے اور کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرعہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک کام میں دو صورتیں ہیں اور دونوں شرعاً برابر ہیں، جس صورت کو چاہے اختیار کرلیا جاوے، محض اطمینان کے لئے قرعہ اندازی کر لی جاتی ہے، مثلاً: ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، اس کو سفر میں جانا ہے، شریعت کی طرف سے اس کو اجازت ہے جس بیوی کو چاہے سفر میں ساتھ لے جائے، دوسری کو اعتراض کا حق نہیں، وہ قرعہ اندازی کرتا ہے جس کے نام پر نکل آیا اس کو ساتھ لے جاتا ہے (۱)۔

یا مثلاً: ایک شخص کا انتقال ہوا، اس نے چار بیٹے چھوڑے اور ترکہ میں جائیداد (زمین، باغ، مکان) ہے، یہ چاروں تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو اس تمام جائیداد کو قیمت اور حیثیت کے اعتبار سے چار قطعہ قرار دیئے جائیں گے جو کہ حیثیت اور قیمت میں برابر ہیں۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کون سا قطعہ کس کو دیا جائے، تو قرعہ اندازی کر لی جاتی ہے، اس طرح کہ قطعوں کے نمبر مقرر کر دیئے جاتے ہیں، نمبر ۱: قطعہ فلاں کا ہے، نمبر ۲: فلاں، نمبر ۳: فلاں، نمبر ۴: فلاں، پھر چار کاغذوں پر نمبر: ۱، ۲، ۳، ۴/ لکھ کر گولی بنادی جائے، تاکہ یہ معلوم نہ ہو کہ اس گولی میں کس نمبر کا قطعہ لکھا ہوا ہے، پھر کسی ناسمجھ بچے کو بلا کر کہا جاوے کہ ان چاروں گولیوں کو ان چاروں پر تقسیم کردیں، یا یہ چاروں آنکھیں بند کرکے ایک ایک گولی اٹھالیں، جس کے حصہ میں جو گولی گرے، اس میں لکھا ہوا قطعہ اس کو مل جائے۔

۱......غرض قرعہ آئندہ کاموں کے لئے ہوتا ہے، گذشتہ کے لئے نہیں۔ قرعہ شرعی دلیل نہیں ہے، محض

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أراد سفراً، أقرع بين نسائه، فأيتهن خرج سهمها خرج بها معه". متفق عليه". (مشكوة المصابيح،، كتاب النكاح، باب القسم، الفصل الأول، ص: ۲۷۹، قديمي)

"وفي الهداية: لاحق لها في القسم حالة السفر، ويسافر الزوج بمن شاء منهن، والأولىٰ أن يقرع بينهن، فيسافر بمن خرجت قرعتها .... ولأنه قد يثق بإحداهما في السفر، وبالأخرى في الحضر، والقرار في المنزل لحفظ الأمتعة، أو لخوف الفتنة، أو تمنع من سفر إحداهما كثرة سمنها، فتعين من يخاف صحبتها في السفر للسفر لخروج قرعتها إلزام للضرر الشديد، وهو مندفع بالنافي للحرج". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب القسم، (رقم الحديث: ۳۲۳۲): ۶/ ۳۸۰، رشيديه)

اطمینان کے لئے ہے(۱)۔

۲...... عامل صاحب نے جوصورت اختیار کی ہے اس کی وجہ سے شرعاً ان دونوں شخصوں کو جادو کا مجرم قرار دینا جائز نہیں (۲)۔

۳...... جب وہ دونوں آدمی انکار کرتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کا اعتبار نہ کیا جائے۔

۴...... قرعہ شرعی حجت اور دلیل نہیں، عامل صاحب کو لازم ہے کہ بلاشرعی دلیل کے محض اپنے کسی عمل پر اعتماد کرتے ہوئے کسی کو مجرم قرار نہ دیں (۳)۔ اور توبہ واستغفار کریں، جب وہ توبہ واستغفار کرلیں اور جن دو

---

(۱)"القسمة .... شرعاً: جمع نصيب شائع له في مكان معين، وسببها طلب الشركاء أو بعضهم الانتفاع بملكه على وجه الخصوص". (ردالمحتار، كتاب القسمة ۶/۲۵۳، سعيد)

"كل واحد من الشركاء يصبح بعد القسمة مالكاً لصحته بالاستقلال، ولا يبقى لأحدهم علاقة في حصة الآخر". (شرح المجلة لسليم رستم باز اللبناني، الفصل الثاني من في أحكام القسمة، (رقم المادہ: ۱۱۶۲): ۱/۶۴۳، مکتبہ حنفیہ)

(۲)"وهذه الأضرب كلها تسمى كهانة، وقد أكذبهم كلهم الشرع، ونهى عن تصديقهم وإتيانهم. والله أعلم". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان: ۲/۲۳۳، قديمي)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين امنوا اجتنبوا كثيراً من الظن إن بعض الظن إثم﴾ (سورة الحجرات: ۱۲)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالىٰ تحت قوله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين امنوا اجتنبوا كثيراً من الظن﴾: أي تباعدوا منه، وأصل اجتنبه كان على جانب منه، ثم شاع في التباعد اللازم له، وتنكير ﴿كثيراً﴾ ليحتاط في كل ظن ويتأمل حتى يعلم أنه من أي القبيل، فإن من الظن مايباح اتباعه كالظن في الأمور المعاشية، ومنه مايجب كالظن حيث لاقاطع فيه من العمليات كالواجبات الثابتة بغير دليل قطعي، وحسن الظن بالله عزوجل، ومنه مايحرم كالظن في الإلهيات والنبوات، وحيث يخالفه قاطع وظن السوء بالمؤمنين، ففي الحديث: "ان الله تعالىٰ حرم من المسلم دمه وعرضه، وأن يظنّ به ظنّ السوء". وعن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها مرفوعاً: "من أساء بأخيه الظنّ، فقد أساء بربه الظنّ إن الله تعالىٰ يقول: ﴿اجتنبوا كثيراً من الظنّ﴾". (روح المعاني، (سورة الحجرات: ۱۲): ۲۶/۱۵۶، دارإحياء التراث العربي بيروت)

آدمیوں کو جادوگر قرار دیا ہے ان سے معافی مانگ لیں (۱) اور اطمینان ہوجائے کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے، تو اب تک جو کچھ کیا غلط فہمی کی وجہ سے کیا تو ان کو معاف کردیا جائے، ان کو سزا نہ دیجائے۔

۵...... یہ عہد بھی غلط فہمی اور نادانی کی وجہ سے کیا گیا، جب قرعہ حجت شرعی نہیں ہے تو اس سے ثابت ہوجانے کی بناء پر مجرم قرار دیکر سزا دینا جائز نہیں (۲)، اگر ان لوگوں نے قسم کھائی تھی تو اب سزا نہ دینے کی وجہ سے قسم کا کفارہ ادا کریں، جس جس نے قسم کھائی تھی کفارہ دیں، دس غریبوں کو شکم سیر دو وقت کھانا کھلائیں، یا کپڑا پہنائیں، یا تین روزے مسلسل رکھیں (۳)، توبہ استغفارہ کریں اور آئندہ کبھی ایسی قسم نہ کھائیں (۴)۔

---

(۱) "إن لها (أی التوبة) ثلاثة أركان: الإقلاع، والندم على فعل تلك المعصية، والعزم على أن لايعود إليها أبداً، فإن كانت المعصية لحق آدمي، فلها ركن رابع وهو التحلل من صاحب ذلك الحق". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قدیمی)

(۲) "صل من قطعک، وأحسن إلى من أساء إليک". (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر رقم الحدیث ۵۰۰۴: ۷/۳۷۱۹، مکتبہ نزار مصطفی الباز ریاض)

(۳) "قال الله تعالیٰ: ﴿فكفارته إطعام عشرة مسكين من أوسط ما تطعمون أهليكم، أو كسوتهم، أو تحرير رقبة، فمن لم يجد فصيام ثلثة أيام﴾ (سورة المائدة: ۸۹)

قال الآلوسی رحمه الله: "أی فكفارته ذلک، ويشترط الولاء عندنا". (روح المعانی: ۷/۱۴، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۴) "عن الحارث بن سويد قال: دخلت على عبدالله أعوده وهو مريض، فحدثنا بحديثين: حديثاً عن نفسه، وحديثاً عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "لَلّٰه أشدّ فرحاً بتوبة عبده المؤمن رجلٍ في أرض دويّةٍ مهلكةٍ معه راحلته عليها طعامه وشرابه، فنام فاستيقظ وقد ذهبت، فطلبها حتى أدركه العطش، ثم قال: أرجع إلى مكان الذي كنت فيه فأنام حتى أموت، فوضع رأسه على ساعده ليموت، فاستيقظ وعنده راحلته، عليها زاده وطعامه وشرابه، فالله أشد فرحاً بتوبة العبد المؤمن من هذا براحلته وزادِه". (الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قدیمی)

قال الإمام النووی رحمه الله تعالیٰ: "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، المصدر السابق)

٦......استخارہ بھی آئندہ بات کے لئے ہوتا ہے، قرعہ بھی آئندہ بات کے لئے ہوتا ہے، دونوں جائز ہیں، عامل صاحب نے جو عمل کیا ہے وہ نہ قرعہ ہے نہ استخارہ ہے، استخارہ کی ترغیب آئی ہے، ابوداؤد شریف وغیرہ میں مذکور ہے(۱)۔

۷......یہ قرعہ بھی نہیں ہے، نہ شرعی حجت ہے، اس سے کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، وہ دونوں شخص ایسی صورت میں بری ہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۳/۳ھ۔

جادو، گنڈہ وغیرہ غیر مسلم سے لینا

سوال[۹۵۹۸]: مسلمان مرد وعورت کا جادو کرنا کرانا، کافروں سے گنڈے، تعویذ منتر کرانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جادو کرنا اور کرانا حرام ہے، اگر اس میں کوئی شئ عقیدۂ اسلام کے خلاف ہوتو کفر ہے۔ اور ہنود سے منتر اور گنڈا اور تعویذ وغیرہ نہیں لینا چاہیئے کہ اس میں بسا اوقات شرک کی باتیں ہوتی ہیں، اس کی تعظیم اور اس پر اعتقاد کفر ہے:

"فإن كان في ذلك (أي السحر) ردّ ما لزمه في شرط الإيمان، فهو كفر، وإلا فلا.

---

(۱) "عن محمد بن المنكدر أنه سمع جابر بن عبد الله رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا الاستخارة كما يعلمنا السورة من القرآن، يقول لنا: "إذا همّ أحدكم بالأمر، فليركع ركعتين من غير الفريضة وليَقل: اللهم إني أستخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك وأسألك من فضلك العظيم، فإنك تقدر ولا أقدر وتعلم ولا أعلم وأنت علام الغيوب، الخ". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب الاستخارة: ۱/۲۱۵، دار الحديث ملتان)

(۲) "وهذه الأضرب كلها تسمى كهانةً، وقد أكذبهم كلهم الشرع، ونهى عن تصديقهم وإتيانهم. والله أعلم". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان: ۲/۲۳۲، قديمي)

فلو فعل مافيه هلاك إنسان أو مرضه أو تفريق بينه وبين امرأته وهو غير منكر لشيء من شرائط الإيمان، لايكفر، لكنه يكون فاسقاً ساعياً في الأرض بالفساد، فيقتل الساحر والساحرة؛ لأن علة القتل السعي في الأرض بالفساد، اه". شرح فقه أكبر، ص: ۱۸۷ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/صفر/۱۳۵۹ھ۔



(۱) (شرح الفقه الأكبر، السحر والعين حق، ص: ۱۴۵، قديمی)

الفصل الثانی فی العوذة

(تعویذ کا بیان)

کیا تعویذ میں اثر ہے؟

سوال[۹۵۹۹]: کیا عامل کے جائز عمل یعنی تعویذ وغیرہ کے استعمال سے اپنے مضر اور مفید مقاصد کی تکمیل ہو جائے، پھر اعتقاد رکھنا جائز ہے، یا مسنون طریقہ اور دعاء سے مقاصد کی تکمیل کا آرزومند رہنا شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حقیقی نفع وضرر تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہے، مگر جس طرح غذا اور دوا میں اللہ تعالیٰ نے اثر رکھا ہے، اسی طرح تعویذات میں بھی اثر رکھا ہے لیکن کسی چیز کو خداوند تعالیٰ کی طرح نفع وضرر کا مالک تصور کر لینا جائز نہیں (۱)۔ فقط دعاء پر اعتماد کر لینا اعلیٰ مقام ہے جس کو نصیب ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۸/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۸/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "عن عوف بن مالک الأشجعي رضي الله تعالیٰ عنه قال: كنا نرقي في الجاهلية، فقلنا: يا رسول الله! كيف ترى في ذلك، فقال: "اعرضوا عليّ رقاكم، لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرک". (مشكوة المصابيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الأول، قبيل الفصل الثاني، ص: ۳۸۸، قديمي)

"أن الرقى يكره منها ما كان بغير اللسان العربي، وبغير أسماء الله تعالىٰ وصفاته و كلامه في كتبه المنزلة. "لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرک": أي كفر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۵۲۸، ۴۵۳۰): ۸/ ۳۰۳، ۳۰۴، رشيديه)

"أجمع العلماء على جواز الرقيه عند اجتماع ثلاثة شروط: أن يكون بكلام الله تعالىٰ وبأسمائه وبصفاته، وباللسان العربي، أو بما يعرف معناه من غيره، وأن يعتقد أن الرقية لاتؤثر بذاتها بل بذات الله =

تعویذ اور عملیات

سوال[۹۶۰۰]: ۱...... ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو کہ تعویذ لکھ کر دیتا ہے، کوئی تعویذ زعفران سے لکھتا ہے، کوئی تعویذ سفید مرغ کے خون سے لکھتا ہے، اور کوئی تعویذ پیاز کے عرق سے لکھتا ہے، اور وہ عالم نہیں ہے۔ کیا اس کا ایسا کرنا درست ہے؟

۲...... ایک کتاب ''عملیات اور تعویذات'' ہے جس میں طرح طرح کے فائدے بتلائے گئے ہیں، مثلاً: محبت کرنے کا عمل، دشمن پر فتح یاب ہونے کا عمل، اسی قسم کے اور بہت سے عمل بتلائے گئے ہیں اور لکھے گئے ہیں۔ کیا ان پر عمل کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... اگر وہ اس فن کو جانتا ہے تو درست ہے، اگر دھوکہ دیتا ہے، یا شرکیہ چیزیں لکھتا ہے تو گنہگار ہے(۱)۔

۲...... جو عمل کرنا ہو، اس کو لکھ کر دریافت کرلیں، وہ کتاب میرے پاس نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۶/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۶/ ۹۰ھ۔

= تعالیٰ''. (فتح الباری، کتاب الطب: ۱۰/ ۱۹۵، دارالفکر بیروت)

(۱) ''عن عوف بن مالک الأشجعي رضي الله تعالیٰ عنه قال: كنا نرقي في الجاهلية، فقلنا: يا رسول الله! كيف ترى في ذلك، فقال: "اعرضوا عليّ رقاكم، لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك''. (مشكوة المصابيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الأول، قبيل الفصل الثاني، ص: ۳۸۸، قديمي)

''أن الرقى يكره منها ماكان بغير اللسان العربي، وبغير أسماء الله تعالىٰ وصفاته وكلامه في كتبه المنزلة. "لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك": أي كفر''. (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۵۲۸، ۴۵۳۰): ۸/ ۳۰۳، ۳۰۴، رشيديه)

''أجمع العلماء على جواز الرقيه عند اجتماع ثلاثة شروط: أن يكون بكلام الله تعالىٰ وبأسمائه وبصفاته، وباللسان العربي أو بما يعرف معناه من غيره، وأن يعتقد أن الرقية لاتؤثر بذاتها بل بذات الله تعالىٰ''. (فتح الباري، كتاب الطب: ۱۰/ ۱۹۵، دارالفكر بيروت)

خون سے تعویذ لکھنا

سوال[۹۶۰۱]: اگر پرندہ وغیرہ جیسے مرغ، بطخ کے خون سے شیطان کے نام لکھ کر فتیلہ بنا کر جلا دیا جائے (۱) جنات وغیرہ کے اثر کو دور کرنے کے لئے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح اگر ہنس کے خون سے آیتِ قرآنی لکھ کر تعویذ بنایا جائے (۲) تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حروف کا بھی شریعت میں احترام لازم ہے اگرچہ ان کے مجموعہ سے کوئی قابلِ اہانت نام حاصل ہوجائے:

"إذا كتب اسم فرعون أوكتب أبوجهل على غرض، يكره أن يرموا إليه؛ لأن لتلك الحروف الحرمة، كذا في السراجية، الخ". عالمگیری: ٤/٩٨(٣)۔

دمِ مفسوح نجس ہے(۴)، اس سے شیطان یا کسی اور ملعون کا نام لکھنے سے بھی احترامِ حرف کے خلاف ہونے کی بناء پر منع کیا جائے گا، پھر آیاتِ قرآنی کا تو بہرحال احترام فرض ہے، اس کے ساتھ اس معاملہ کی اجازت نہیں۔ بعض عامل خون سے آیات یا اسماء لکھتے ہیں اور علاجاً اس کو درست کہتے ہیں کہ اضطراراً ناجائز چیز بھی جائز ہوجاتی ہے جب کہ وہ جائز طریقہ پر دفع نہ ہوسکے اور اسی ناجائز پر رفعِ اضطرار منحصر ہے(۵)۔ مگر یہ

(۱) "فتیلہ: موٹی بتی، بٹی ہوئی چیز، تعویز کی بتی جس سے بیمار یا آسیب زدہ کو دھونی دیتے ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۳۵، فیروز سنز لاهور)

(۲) "ہنس: ایک قسم کی بطخ، ایک قسم کی آبی بط، روح، آتما، جان"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۴۵۱، فیروز سنز لاهور)

(۳) (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف وما كتب فيه شئ من القرآن: ۵/۳۲۳، رشيديه)

(وكذا في السراجية، كتاب الكراهية، باب المتفرقاتِ ص: ۷۶، قديمى)

(۴) "ودم مسفوح من سائر الحيوانات". (الدرالمختار، باب الأنجاس: ۱/۳۱۹، سعيد)

(۵) "يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوى إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاء ه فيه، ولم يجد من المباح مايقوم مقامه". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوى والمعالجات، وفيه=

بات کہ اضطرار کا دفعیہ اسی پر منحصر ہے بغیر حجت قاطعہ کے قابلِ تسلیم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا

سوال[۹۲۰۲]: مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت تھانوی (نوراللہ مرقدہ) نے بیاض یعقوبی، ص: ۱۹۴ پر اس کو ناجائز تحریر فرمایا ہے اور شامی جلد اول، مطبوعہ مصر، ص: ۱۹۴، پر نکسیر کے لئے پیشانی پر سورۃ فاتحہ یا اخلاص لکھنے کو جائز لکھا ہے اور یہی ان کے نزدیک مفتی بہ ہے۔ اس میں صحیح قول کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

فتاویٰ رشیدیہ: ۳/۹۵، کتاب الحظر والإباحة میں آیاتِ قرآنیہ واسمائے الٰہیہ کو نجاست سے لکھنا حرام قرار دیا ہے، مگر جس طرح حالت اضطرار میں کلمۂ کفر کا تلفظ مباح ہے(۱) اسی طرح اس کی بھی اجازت ہے، نہ کرنا اس عمل کا اور مر جانا افضل ہے(۲)، فقہاء کے جائز فرمانے کا یہی مطلب ہے اور ناجائز فرمانا علی الاصل ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ رجب/ ۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵/ رجب/ ۶۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ رجب/ ۶۶ھ۔

= العزل وإسقاط الولد: ۵/۳۵۵، رشيديه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿من كفر بالله من بعد إيمانه إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان﴾ (سورة النحل: ۱۰۶)

(۲) "وإن أكره على الكفر، وقلبه مطمئن بالإيمان .... ويؤجر لو صبر لتركه الإجراء المحرم، ومثله سائر حقوقه تعالىٰ". (الدرالمختار). "أي يؤجر أجر الشهداء، لماروى أن خبيباً وعماراً ابتليا بذلك، فصبر خبيب حتى قتل، فسماه النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سيد الشهداء". (ردالمحتار، كتاب الإكراه: ۶/۱۳۵، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الإكراه: ۴/۴۳۳، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الاكراه، الباب الثاني فيما يحل للمكره أن يفعل ومالايحل: ۵/۳۸، رشيديه)

(۳) یعنی اصلاً تو کام ناجائز ہے، البتہ صحت یابی کی اس کے علاوہ کوئی اور ممکنہ صورت نہ ہو تو خون سے تعویذ لکھنے کی رخصت ہے، =

ڈاکوؤں کوتعویذ کے ذریعہ ہلاک کرنا

سوال[۹۲۰۳]: ایک گاؤں کے چندآدمی ڈاکہ زنی کے عادی ہوگئے ہیں جن سے عام لوگ بہت پریشان ہیں۔ایسے لوگوں کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیا ایسے لوگ ہلاک کردینے کے قابل ہیں؟ اگرتعویذات اورعملیات سے ان کوہلاک کردیا جائے تو جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ڈاکوؤں کی اصل سزاقرآن پاک میں قتل،صلب،قطع بھی مذکور ہے(۱)،مگراس کوجاری کرنا ہرایک کے اختیار میں نہیں دیا گیا، بلکہ اس کے لئے ایک خاص قسم کا تسلط وغلبہ والا امیرالمومنین ہوناضروری ہے،اس کی زیرِ نگرانی یہ سزادی جاسکتی ہے(۲)۔لیکن جان، مال،اولاد،عزت کی حفاظت کی تدبیراختیارکرناضروری ہے،اور

= تاہم اس رخصت پرعمل کرنے کی بجائےعزیمت پرعمل کرکے وہ آدمی مرجائے تووہ مثاب ہوگا۔واللہ اعلم بالصواب۔

"اتفق العلماء على أن الدم حرام نجس لايؤكل ولاينتفع به". (أحكام القرآن لابن العربي: ۱/۵۳، بیروت)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۲/۱۴۹، قديمی)

"وقد أفتى ابن الصلاح بأنه لايجوز أن يكتب على الكفن "يس والكهف" ونحوهما خوفاً من صديد الميت .... فالأسماء المعظمة باقية على حالها، فلا يجوز تعريضها للنجاسة .... تكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالىٰ على الدراهم والمحاريب والجدران ومايفرش، وماذك إلا لاحترامه .... ونحوه مما فيه إهانة، فالمنع هنا بالأولى مالم يثبت عن المجتهد أو ينقل فيه حديث ثابت".

(ردالمحتار، كتاب الصلوة، قبيل: باب الشهيد: ۲/۲۴۶، ۲۴۷، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الأرض فساداً أن يقتلوا أو يصلبوا أو تقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف أو ينفوا من الأرض﴾ (سورة المائده: ۳۳)

(۲) "وأركانه ستة على مانظمه ابن الغرس بقوله:

أطراف كل قضية قضية حكمية   ست يلوح بعدها التحقيق

حكم، ومحكوم به وله، ومحكوم عليه، وحاكم". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وحاكم) هو إما الإمام أو القاضي أو المحكوم، أما الإمام، فقال علماؤنا: حكم السلطان =

اس سلسلہ میں حکومت سے تعاون کرنے کی ضرورت ہے۔ خود بھی ہوشیار رہیں، غافل نہ رہیں۔ جو شخص جان، مال، اولاد عزت کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے(۱)۔ جائز تعویذات کے ذریعہ سے اگر حفاظت ہوسکے تو شرعاً اجازت ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۶/۴/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۶/۴/۸۸ھ۔

تعویذ، گنڈے کے لئے نامحرم سے میل جول

سوال[۹۴۰۴]: اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو تعویذ، گنڈے کرنے کو اپنا پیشہ بنالے اور غیر مسلم کو

= العادل ينفذ". (ردالمحتار، كتاب القضاء: ۵/۳۵۳، سعيد)

"وأما شرائط جواز إقامتها، فمنها مايعم الحدود كلها، ومنها مايخص البعض دون البعض".

"أما الذي يعم الحدود كلها، فهو الإمامة، وهو أن يكون المقيم للحد هو الإمام أو من ولاه الإمام، وهذا عندنا". (بدائع الصنائع، كتاب الحدود، فصل في شرائط جواز إقامتها: ۹/۲۵۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "عن سعيد بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون أهله فهو شهيد". (سنن الترمذي، أبواب الديات، باب ماجاء فيمن قتل دون ماله فهو شهيد: ۱/۲۶۱، سعيد)

(وكذا في سنن النسائي، كتاب المحاربة وتحريم الدم، باب من قاتل دون دينه فهو شهيد: ۲/۱۷۲، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب في قتال اللصوص: ۲/۳۱۴، مكتبه رحمانيه)

(وسنن ابن ماجه، كتاب الحدود، باب من قتل دون ماله فهو شهيد: ۲/۱۸۵، قديمي)

"ودخل فيه المقتول مدافعاً عن نفسه أو ماله أو المسلمين أو أهل الذمه، فإنه شهيد".

(ردالمحتار، باب الشهيد: ۲/۲۴۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الشهيد: ۲/۳۴۵، رشيديه)

(۲) کیونکہ جائز امور کے لئے تعویذ کی شرعاً اجازت ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی کفریہ الفاظ نہ ہوں۔

بھی تعویذ قرآنی آیات سے لکھ کر دیوے، اور ان سے اجرت بھی لیوے، نیز نامحرم عورتوں سے بے پردگی سے ملے جلے، حتیٰ کہ نامحرم عورتوں کو مار پیٹ کرتا ہو؟ اور کہتا ہے کہ مجھے شیخ مدنیؒ نے تعویذ کرنے کی اجازت دی ہے، یا ان کے خلفاء کا نام لیتا ہے، کیا اس شخص کا یہ فعل شریعت کے خلاف نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعویذ میں قرآنی آیات یا احادیث کی دعائیں، یا ان کے اعداد لکھ کر شفا کے لئے دینا درست ہے(۱)۔ جس طرح نبض پر ہاتھ رکھ کر نامحرم کے مرض کی تشخیص کرنا درست ہے، اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو علاجاً بال پکڑنا بھی درست ہے(۲)۔ تعویذات پر اجرت لینا بھی درست ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ علاج

---

(۱) "وعن أنس رضي الله تعالیٰ عنه قال: "رخص رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم في الرقیة من العین، والحمة، والنملة".

"وکان صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قد نهی عن الرقی لما عسی أن یکون فیها من الألفاظ الجاهلیة، فانتهی الناس عن الرقی .... والمراد بالرقیة هنا مایقرأ من الدعاء وآیات القرآن لطلب الشفاء، منها ماورد من حدیث مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجة عن أبي سعید رضي الله تعالیٰ عنه مرفوعاً: "بسم الله أرقیک من کل شئ یؤذیک، ومن شر کل نفسٍ أو عینٍ حاسدٍ الله یشفیک، بسم الله أرقیک". (مرقاة المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۴۵۲۶): ۸/۳۰۱، رشیدیه)

"إنما تکره العوذة إذا کانت بغیر لسان العرب، ولا یدری ماهو، ولعله یدخله سحراً و کفراً وغیر ذلک. وأما ما کان من القرآن أوشئ من الدعوات، فلا بأس به". (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۳، سعید)

(۲) "والأصل أن لایجوز النظر إلی امرأة؛ لما فیه من خوف الفتنة، ولهذا قال علیه الصلوة والسلام: "المرأة مستورة، اهـ". وینظر الطبیب إلیٰ موضع مرضها، اهـ". "وفي نظر الطبیب إلیٰ موضع المرض ضرورة، فیرخص لهم أحیاناً لحقوق الناس ودفعاً لحاجتهم، فصار کنظر الختان والخافضة. وکذا ینظر إلیٰ موضع الاحتقان للمرض؛ لأنه مداواة. .... وینبغي للطبیب أن یعلّم امرأةً إن أمکن؛ لأن نظر الجنس أخف. وإن لم یمکن، ستر کل عضو منها سوی موضع المرض، ثم ینظر یغضّ بصره عن غیر ذلک الموضع ما استطاع؛ لأن ماثبت للضرورة یتقدر بقدر الضرورة". (تبیین الحقائق: ۷/۳۹، ۴۰، کتاب الکراهیة، فصل في النظر واللمس، دارالکتب العلمیة بیروت)

سے واقف اور ماہر ہو، فریب کرنا جائز نہیں (۱)۔ نامحرم کے ساتھ تنہائی بھی جائز نہیں ہے (۲)۔ نیز ایسا کوئی کام

---

(۱) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه، قال: بعث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى أبي بن كعب طبيباً، فقطع منه عرقاً، ثم كواه عليه".

"قوله: "طبيباً" قال القرطبي: يدل على أنه لايلي عمل الشيئ إلا من يعرفه". (تكملة فتح الملهم، كتاب الطب، باب: لكل داء دواء، واستحباب التداوي: ۳۳۹/۴، مكتبه دارالعلوم كراچي)

"ذكر مالك في "موطئه": عن زيد بن أسلم أن رجلاً في زمان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أصابه جرح، فاحتقن الجرح الدم، وأن الرجل دعا رجلين من بني أنمار، فنظرا إليه فزعما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: لهما: "أيكما أطب"؟ فقال: أوفي الطب خير يارسول الله! فقال: "انزل الداؤ الذي أنزل الداء".

ففي هذا الحديث أنه ينبغي الاستعانة في كل علم وصناعة بأحذق، فإنه إلى الإصابة أقرب". (زاد المعاد في هدى خير العباد، فصل في هديه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الإرشاد إلى معالجة أحذق الطبيبين، ص: ۷۸۱، دارالفكر بيروت)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لاتلجوا على المغيبات، فإن الشيطن يجري من أحدكم مجرى الدم". الحديث. (مشكوة المصابيح: ۲۶۹/۲، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي)

"إن الشيطن": أي كيده ووسواسه "يجري": أي يسري "من الإنسان": أي فيه، وقيل: عُدّي "يجري"، بـ"من" على تضمين معنى التمكن: أي يتمكن الإنسان في جريانه "مجرى الدم": أي في جميع عروقه .... شبّه سريان كيده وجريان وساوسه في الإنسان بجريان دمه في عروقه وجميع أعضائه، فهو كناية عن تمكنه من إغواء الإنسان وإضلاله تمكناً تاماً وتصرفه فيه تصرفاً كاملاً بواسطة نفسه الأمارة بالسوء الناشئ قواها من الدم .... وقيل: إرادة الحقيقة، فإن الشياطين أجسام لطيفة قادرة بأقدار الله تعالىٰ على كمال التصرف ابتلاءً للبشر". (مرقاة المفاتيح: ۲۴۵/۲، ۲۴۶، كتاب الإيمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشيديه)

"عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا! لايبيتن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح: ۲۶۸/۲، كتاب النكاح، باب بيان العورات، قديمي) .... =

بھی نہ کیا جائے جس سے مسلمانوں کو بدگمانی پیدا ہو اور تہمت کا موقعہ نکلے۔ غیر مسلم کو قرآنی آیات لکھ کر نہ دی جائے (۱)۔ ہاں! اگر غلاف کے ساتھ ہو اور بے ادبی کا مظنہ نہ ہو تو گنجائش ہے۔

غیر مسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھاڑ پھونک کی اجرت لی ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا ہے (۲)۔ فقط اللہ پاک اخلاص دے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۷/۱/۸۸ھ۔

= "عن عمر رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لايخلونّ رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطن". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح: ۲/۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني)

وقال الحصكفي رحمة الله تعالىٰ عليه: "الخلوة بالأجنبية حرام". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "وأجمعوا أن العجوز لاتسافر بغير محرم، فلا تخلو برجل، شاباً أو شيخاً". (ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۸، سعيد)

(۱) قال الفقيه رحمه الله تعالىٰ: لاينبغي للرجل أن يعرض نفسه للتهمة ولايجالس أهل التهمة ولايخالطهم، فإنه يصير منهما .... وروى عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقفن مواقف التهم". (بستان العارفين، الباب الرابع والستون في النهي عن التعرض للتهمة، ص: ۵۳، رشيديه)

"وذكر عن لقمان الحكيم أنه قال لابنه: يابني! من يصحب صاحب السوء لم يسلم، ومن يدخل مدخل السوء يتهم". (تنبيه الغافلين، باب حفظ اللسان، ص: ۱۱۵، رشيديه)

(۲) "عن أبي سعيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: انطلق نفر من أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في سفرة سافروها، حتى نزلوا على حيّ من أحياء العرب، فاستضافوهم، فأبوا أن يضيفوهم، فلدغ سيد ذلك الحي، فسعوا له بكل شئ لاينفعه شئ، فقال بعضهم: لو أتيتم هؤلاء الرهط الذين نزلوا لعله أن يكون عند بعضهم شئ، فأتوهم فقالوا: ياأيها الرهط! إن سيدنا لدغ وسعينا له بكل شئ لاينفعه، فهل عند أحد منكم من شئ؟ فقال بعضهم: نعم والله! إني لأرقي، ولكن والله! لقد استضفناكم فلم تضيّفونا، فما أنا براق لكم حتى تجعلوا لنا جعلاً، فصالحوهم على قطيع من الغنم، فانطلق يتفل عليه ويقرأ .... فقال بعضهم: اقسموا، فقال الذي رقي: لاتفعلوا حتى نأتي النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فنذكر له الذي =

عورتوں کو عامل سے تعویذ لینا اور کاہنوں سے جھاڑ پھونک کرانا

سوال[۹۶۰۵]: کیا عورتوں کو تعویذ والے، نیز کاہنوں کے پاس جا کر جھاڑ پھونک کرانا شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نامحرم سے دور رہنا چاہیئے (۱)، کاہن کے پاس جا کر اس سے مخفی باتیں پوچھنا تو زیادہ خطرناک ہے (۲)۔تعویذ وغیرہ کی ضرورت ہوتو عامل سے اپنے شوہر، یا کسی محرم والد بھائی وغیرہ کے ذریعہ منگالیں۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۱ھ۔

= كان، فننظر ما يأمرنا. فقدموا على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه و سلم فذكروا له، فقال: "ومايدريك أنها رقية"؟ ثم قال: "قد أصبتم، اقسموا واضربوا لي معكم سهماً". فضحك النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (صحيح البخاري، كتاب الإجارة، باب مايعطى في الرقية على أحياء العرب بفاتحة الكتاب: ۱/۳۰۴، قديمي)

(۱) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا! لايبيتن عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۲/۲۶۸، قديمي)

"في الأشباه: الخلوة بالأجنبية حرام". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۸، سعيد)

"والخلوة بالأجنبية يكره تحريماً". (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل السابع في المتفرقات: ۶/۳۷۱، رشيديه)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من أتى كاهناً فصدقه بما يقول، أو أتى امرأته حائضاً، أو أتى في دبرها، فقد برئ مما أنزل على محمد". (مشكوة المصابيح، كتاب الطب، باب الكهانة، الفصل الثاني: ۲/۳۹۳، قديمي)

الفصل الثالث فی العملیات والوظائف والأوراد

(عملیات اور وظائف کا بیان)

عملیات سے متعلق چند ضروری سوالات

سوال[۹۶۰۶]: ۱..... ایک متوسط آمدنی والا شخص جس کے کئی ذریعہ آمدنی ضروریات زندگی کے لئے کافی ہیں، کیا مزید آرام وآرائش کے لئے نقوش وتعویذات پر معاوضہ یا نذرانہ لے سکتا ہے؟

۲..... تعویذات ونقوش کو دنیاوی منافع کے حصول کی غرض سے استعمال کرنا کیسا ہے؟

۳..... کیا ضرورت مند اور مریض کو بطور تعویذ آیت تحریر کرکے دے سکتا ہے تاکہ مریض بازو پر یا گلے میں باندھے؟ اعداد کے ذریعہ نقوش پُر کرنے کی کیا حیثیت ہے؟ کیا عملیات میں عربی کے علاوہ دیگر زبان مثلاً عبرانی وغیرہ غیر نامانوس الفاظ کیا جاسکتا ہے؟

۴..... عملیات سے جن وشیاطین کو تابع کرنا، انہیں جلانا اور ہلاک کرنا یا عمل تسخیر سے لوگوں کو مسخر کرنا اوران کے دل ودماغ پر اثر انداز ہونا کیسا ہے؟

۵..... کیا عملیات سے ہلاکت اعداء اللہ اوران کو مختلف قسم کی مضرتیں پہونچانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... ایک قسم کا معالجہ ہے جو شخص واقف ہو اور صحیح طریقہ پر علاج کرے تو نذرانہ لے سکتا ہے(۱)۔

---

(۱) "عن أبی سعید الخدری أن رهطاً من أصحاب النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انطلقوا فی سفرة سافروها، فنزلوا بحیّ من العرب فاستضافوهم، فأبوا أن یضیفوهم. قال: فلدغ سید ذلک الحیّ، فشفوا له بکل شیئ لاینفعه شیئ، فقال بعضهم: لو اتیتم هؤلاء الرهط الذین نزلوا بکم لعل أن یکون عند بعضهم شیئ ینفع صاحبکم، فقال: بعضهم إن سیدنا لدغ، فهل عند أحدٍ منکم یعنی رقیة؟ فقال رجل من القوم: إنّی لأرقی، ولکن استضفناکم فأبیتم أن تضیفونا، ما أنا براق حتی تجعلوا لی جعلاً فجعلوا له قطیعاً من =

حسبۃً اللہ خلقت کو نفع پہونچانا اعلیٰ بات ہے۔

۲...... جائز منافعِ دنیویہ کے لئے جیسے دفعِ مرض کے لئے جائز تعویذات ونقوش کا استعمال کرنا جائز ہے(۱)۔

۳...... آیات دے سکتا ہے(۲)، مگر تعویذات کوموم جامہ کر کے ایسے طریقہ پر استعمال کرے کہ بے وضو اس کا مس نہ ہو(۳)۔ اعداد کے ذریعہ بھی نقوش دینا درست ہے۔ اعداد آیت کے یا اسمائے الٰہیہ کے ہوں۔ جس عبارت کا مفہوم معلوم نہیں اس کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے خواہ کسی زبان کے ہوں(۴)۔

۴...... جنات وشیاطین کے شر سے تحفظ کے لئے جائز عملیات کرنا درست ہے(۵)۔ ان کے ذریعہ

= الشاء، فأتاه فقرأ عليه بأم الكتاب، ويتفل، حتى برء كأنما أنشط من عقال، فأرفاهم جعلهم الذى صالحوه عليه، فقالوا: اقتسموا، فقال الذى رقا: لاتفعلوا حتى نأتى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فنستأمره، فغدوا على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فذكروا له، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أين علمتم أنها رقية؟ أحسنتم، واضربوا لى معكم بسهم". (سنن أبى داؤد، كتاب الإجارة، باب فى كسب الأطباء: ۲/۱۲۹، إمداديه ملتان)

(۱) "ان الأمور بمقاصدها". (الأشباه والنظائر، الفن الأول، القواعد الكلية، القاعدة الثانية، ص: ۳۱، قديمى)

(۲) "وأما ما كان من الآيات القرآنية والأسماء والصفات الربانية والدعوات المأثورة النبوية، فلابأس، بل يستحب، سواء كان تعويذاً أو رقيةً أو نشرةً". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثانى، (رقم الحديث: ۴۵۵۳): ۸/۳۲۱، رشيديه)

(۳) وقال الله تعالىٰ: ﴿لايمسه إلا المطهرون﴾ (سورة الواقعة: ۷۹)

"ولابأس بتعليق التعويذ، ولكن ينزعه عند الخلاء والقربان، كذا فى الغرائب". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فى التداوى: ۵/۳۵۶، رشيديه)

(۴) "وأما على لغة العبرانية ونحوها، فيمتنع، لاحتمال الشك فيها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى: ۵/۳۲۱، رشيديه)

(وكذا فى ردالمحتار: ۶/۳۶۳، سعيد)

(۵) (راجع رقم الحاشية: ۲)

دوسروں کوضرر پہونچانے کے لئے عملیات کرنا درست نہیں، اس میں خطرات بھی ہیں، عملیات سے کسی کو مسخر کرنا و ماؤف کرنا درست نہیں (۱)۔

۵..... اگر اعداء اللہ کے شر سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہوتو جائز عملیات کے ذریعہ بقصدِ تحفظ انتظام کرنا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۹۵ھ۔

قرآن شریف کے ذریعہ چور کا نام نکالنا

سوال [۷۰۹۶]: قرآن شریف کے ذریعے چیلنج دیکر کسی شخص کو مجرم اور یقینی طور پر چور بتلانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز ہے:"لا یأخذ الفال من المصحف". شرح فقہ أکبر: ص:۱۸۳ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ھذا، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۹۵ھ۔

---

(۱) البتہ دفع ظلم کے لئے ہوتو جائز ہے:

(إمداد الفتاوی، تعویذات واعمال: ۴/۸۹، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) جائز عملیات سے مراد یہ ہے کہ اس میں الفاظ کفریہ نہ ہوں اور شیاطین وغیرہ سے استمداد بھی نہ ہو۔

(۳) (شرح الفقه الأکبر، ص: ۱۴۹، مبحث: الیأس من رحمة الله کفرٌ، قدیمی)

(وکذا فی نفع المفتی والسائل: ۴/۱۷۲، من مجموعة رسائل اللکنوی، إدارة القرآن کراچی)

"قال الزرکشی رحمه الله تعالیٰ: ویحرم مدّ الرجل إلی شئ من القرآن أو کتب العلم، انتهی. وفی إطلاق الحرمة وقفة، بل الأوجه عدمها إذا لم یقصد بذلک ماینافی تعظیمه .... والأولیٰ أن لا یستدبره، ولا یتخطّاه، ولا یرمیه بالأرض بالوضع ولا حاجة تدعو لذلک، بل لو قیل: بکراهة الأخیر لم یبعد". (الفتاوی الحدیثیة لابن حجر المکی، مطلب فی أنه یکره أخذ الفال من المصحف، ص:۳۰۷، قدیمی)

آیتِ قرآنی کے ذریعہ چور کا نام نکالنا

سوال[۹۶۰۸]: ایک شخص برابر قرآن کے ذریعہ چوروں کا نام نکالنے اور نکل جانے کو صحیح ماننا ضروری قرار دیتا ہے۔ اور ان کے نام نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کو ایک تاگے یا رسی میں باندھ کر لوہے کی کیل کے بیچ میں لٹکا کر اس کیل کو دو شخص کیل کے دونوں سروں کو ایک ایک شہادت کی انگلی پر اٹھا لیتے ہیں اور اٹھانے کی حالت میں قرآن کیل کے بیچ میں لٹکا رہتا ہے۔ اب نام نکالنے والے کا کہنا ہوتا ہے کہ جب اصل چور کا نام پرچہ پر لکھا ہوا قرآن میں ڈالا جائے گا تو قرآن گھومنے و چکر لگانے لگے گا، بس سمجھ لیجئے کہ چور اصل یہی ہے جس کے نام پر گھوم گیا۔ جناب والا سے دریافت ہے کہ یہ اہانتِ قرآن ہے یا نہیں؟ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ حرکت قرآن کریم کے احترام کے خلاف ہے، بے ادبی ہے اور اہانت کو مستلزم ہے(۱)۔ اگر کسی کا نام نکل بھی آئے تو یہ شرعی حجت نہیں، اس کے ذریعہ اس کو چور قرار دینا جائز نہیں۔ اس پیشہ کو ترک کرنا اور توبہ کرنا لازم ہے، اس سے عقائد بھی فاسد ہوتے ہیں، بہتان کا بھی دروازہ کھلتا ہے، بدگمانی بھی پھیلتی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین۔

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) بدگمانی سے احادیث شریف میں ممانعت آئی ہے، لہٰذا ایسا کام کرنے سے بھی بچنا ضروری ہے جس سے لوگ بدگمانی کریں:

قال الفقيه رحمه الله تعالىٰ: لا ينبغي للرجل أن يعرض نفسه للتهمه ولا يجالس أهل التهمة ولايخالطهم، فإنه يصير متهما .... وروى عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقفن مواقف التهم". (بستان العارفين، الباب الرابع والستون في النهي عن التعرض التهمه، ص: ۵۳، رشيديه)

"وذكر عن لقمان الحكيم أنه قال لابنه: يابني! من يصحب صاحب السؤلم يسلم، ومن يدخل مدخل السرء يتهم". (تنبيه الغافلين، باب حفظ اللسان، ص: ۱۱۵، رشيديه)

چور کا نام نکالنا

سوال[۹۲۰۹]: فال نکالنا یعنی نام نکالنا جائز ہے کہ نہیں؟ جب کہ اکثر مشاہدہ میں یہ بات آ گئی ہے کہ اس میں غلط نام آتا ہے، دوسرے آدمی کو غلط رسوا اور بدنام کیا جاتا ہے اور اکثر چوری دستیاب بھی نہیں ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ فال نکالنا شرعی دلیل نہیں ہے، جس کا نام نکلے اس کو چور قرار دے کر زبردستی اس سے مال مسروقہ وصول کرنا، یا اس کو سزا دینا، گرفتار کرانا، یا اس کو ذلیل اور رسوا کرنا جائز نہیں ہے(۱)۔ البتہ اس مقصد کے لئے ہو کہ چور ہوگا تو وہ ڈر کر مال واپس کردے گا تو یہ تدبیر درست ہے، لیکن اگر وہ اس تدبیر سے نہ دے تو اس کو یقینی چور نہیں کہا جائے گا اور کسی قسم کی زیادتی کا حق نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۵/۹۹ھ۔

کافر سے جھاڑ پھونک

سوال[۹۲۱۰]: زید کہتا ہے کہ جھاڑ پھونک مریض پر کافر سے کرانا جائز ہے، بکر کہتا ہے جائز نہیں، بلکہ شرک ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کافر سے جھاڑ پھونک کرانے میں اس کا اعزاز اور اس کے ساتھ عقیدت کا اظہار ہو تو ناجائز ہے(۲)،

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "المسلم أخو المسلم لايظلمه ولايخذله ولايحقره، التقوىٰ ههنا" ويشير إلى صدره ثلث مرار "بحسب امرءٍ من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام، دمه وماله وعرضه". (مشكوة المصابيح، كتاب آداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الأول: ۲/۴۲۲، قديمي)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿لايتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين﴾ (آل عمران: ۲۸)

"أن كل ما عده العرف تعظيماً وحسبه المسلمون موالاةً، فهو منهي عنه ولو مع أهل الذمة، لاسيما إذا أوقع شيئاً في قلوب ضعفاء المؤمنين". (روح المعاني: ۳/۱۲۰، (سورة ال عمران: ۲۸) =

ورنہ جائز ہے جب کہ وہ جھاڑ پھونک میں شرک استعمال نہ کرے (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

غیر مسلم سے آسیب کا علاج کرانا

سوال [۹۶۱۱]: ایک شخص نے آسیب زدہ کا غیر مسلم سے علاج کرایا، بعدہ وہ اس کی تلافی کرنا چاہتا ہے۔آیا وہ استغفار کرنے سے عنداللہ مغفور ہوجائے گا، یا اس کی دوسری صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر غلطی سے علاج کرایا ہے تو توبہ واستغفار کرلے (۲)۔اگر وہ کلمات کفریہ وشرکیہ کے ذریعہ علاج

= دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "إن الرقى يكره منها ماكان بغير اللسان العربي، وبغير أسماء الله تعالىٰ وصفاته وكلامه في كتبه المنزلة .... ولايكره منها ماكان على خلاف ذلك كالتعوذ بالقرآن وأسماء الله تعالى .... لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك: أي كفر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۵۲۸): ۳۰۳/۸، ۳۰۴، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، فصل في اللبس: ۳۶۳/۶، سعيد)

"رقية فيها اسم صنم أو شيطان أو كلمة كفر أو غيرها ممالايجوز شرعاً، ومنها مالم يعرف معناها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى: ۳۱۸/۸، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸)

قال النووي: "واتفقوا أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً .... اهـ". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)

(وكذا في روح المعاني تحت آية ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾: ۱۵۹/۲۸، دارإحياء التراث العربي بيروت)

"لو تاب عن القبيح لكونه قبيحاً، وجب أن يتوب عن كل القبائح". (روح المعاني: ۳۶/۲۵، دارإحياء التراث العربي بيروت)

نہیں کرتا، بلکہ جائز طریقہ پر علاج کرتا ہے تو اس میں مضائقہ نہیں (۱)، جیسا کہ غیر مسلم ڈاکٹر یا طبیب سے جسمانی علاج درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۵/۸۹ھ۔

غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا

سوال[۲۱۹۶]: مسلمان ہندو سے منتر کرا لیتے ہیں، مسلمانوں کے لئے اس طرح کرانا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

غیر مسلم سے ایک تو علاج کرانے کے لئے یہ صورت ہے کہ وہ فنِ معالجہ کا ماہر ہے جیسے ڈاکٹر ہے، حکیم ہے، وید ہے (۲) کہ اس میں محض اس کی مہارتِ فن سے فائدہ حاصل کرتا ہے، جیسا کہ کسی وکیل غیر مسلم سے مقدمہ کی پیروی کرائی جائے، سو اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے (۳)۔ دوسری صورت معالجہ کی یہ ہے کہ اس کو مقبولِ بارگاہِ الٰہی تصور کیا جائے اور یہ عقیدہ ہو کہ اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بابرکت و مقبول ہیں، جب وہ دم کرے گا تو اللہ تعالیٰ مرض کو ختم فرمادیں گے، اس صورت میں غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا گویا کہ اس کو مقبولِ بارگاہِ الٰہی قرار دینا ہے، حالانکہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا مستحق نہیں اور اس میں اس کے باوجود کافر ہونے کے بڑا اکرام و اعزاز ہے (۴)۔ اس لئے اس کی اجازت نہیں ہے، اس سے عقائد فاسد ہوتے

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''غیر مسلم سے سانپ کا کاٹا جھڑوانا''۔)

(۲) ''وید: ہندی طریقے پر علاج کرنے والا طبیب''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۴۱۸، فیروز سنز لاهور)

(۳) "وفیه إشارة إلی أن المریض یجوز له أن یستطب بالکافر فیما عدا إبطال العبادة". (ردالمحتار: ۴۲۳/۲، کتاب الصوم، فصل في العوارض المبیحة لعدم الصوم، سعید)

(وکذا في البحر الرائق: ۴۹۳/۲، کتاب الصوم، فصل في العوارض، رشیدیه)

(وکذا في حاشیة الطحطاوي علی الدر المختار: ۴۶۳/۱، کتاب الصوم، فصل في العوارض، دارالمعرفة بیروت)

(۴) کافر کو کوئی ایسا منصب و مقام دینا جس سے مسلمان کی طرح اس کا اعزاز و اکرام لازم آرہا ہو، جائز نہیں: =

ہیں کہ آدمی بغیر ایمان لائے بھی کفر کی نجاستوں میں ملوث ہوکر بزرگ ومقبول بارگاہ الٰہی ہوسکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

حاضرات نکلوانا

سوال[۹۲۱۳]: ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ عامل لوگ بچوں کے ناخن میں سیاہی دے کر مؤکل یعنی جن سے جو چاہے سوال کرتے ہیں اور اس کا جواب مؤکل دیتا ہے۔تو شرعاً یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ جنات کو قبضہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حاضرات (۱) میں کلماتِ کفریہ وشرکیہ نہ ہوں نہ استمد اد من غیر اللہ ہو، تو درست ہے ورنہ نہیں (۲)۔لیکن حاضرات میں نظر آنے والی چیز یقینی نہیں ہوتی، بعض اکابر کا خیال ہے کہ وہ صرف دیکھنے والے اور عامل کے تخیل کا اثر ہوتا ہے، اس لئے اس کی وجہ سے کوئی قطعی حکم نافذ کرنا، یا کسی پر کوئی الزام عائد کرنا درست

= "عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قلت لعمر بن الخطاب رضي الله عنه: إن لي كاتباً نصرانياً فقال: ما لک؟ قاتلک الله! ألا اتخذت حنيفاً، أما سمعت هذه الآية؟ قلت: له دينه ولي كتابته، فقال: لا أكرمهم إذ أهانهم الله، و لا أعزّهم إذ أذلّهم الله، ولا أدنهم إذ أبعدهم الله". (تفسير غرائب القرآن ورغائب الفرقان على هامش تفسير الطبري: ۶/ ۱۶۰، دار المعرفة بيروت)

(۱) "حاضرات: بھوت پریت کو جمع کرکے ان سے پوشیدہ حال معلوم کرنا"۔(فیروز اللغات، ص: ۵۶۱، فیروز سنز لاهور)

(۲) "ولابأس بالرقى مالم يكن فيه شرک: أي الكفر"۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۵۳۰): ۸/ ۳۰۴، رشيديه)

"رقية فيها اسم صنم أو شيطان أو كلمة كفر أو غيرها ممالايجوز شرعاً، ومنها مالم يعرف معناها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني: ۸/ ۳۱۸، رشيديه)

نہیں۔ جنات کو قبضہ میں کرنے کے لئے کیا کرنا ہوتا ہے؟ اور اس سے کیا غرض ہوتی ہے؟ لکھ کر دریافت کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۶/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۶/ ۸۸ھ۔

نظرِ بد کے لئے مرچیں جلانا

سوال [۹۲۱۴]: بچہ کو یا کسی جانور مثلاً بھینس گائے کو نظرِ بد لگ جانے پر عورتیں عام طور پر مرچ یا سات کپڑے کی کتریں (۱)، یا صرف سلا ہوا کپڑا لے کر بچے یا جانور کی طرف سات مرتبہ یا کچھ کم وبیش اشارہ کر کے جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیتی ہیں۔ اس طریقہ سے نظر جھاڑنا کیسا ہے؟ پھٹکری وغیرہ سے بھی جھاڑتی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نظرِ بد اتارنے کے لئے مرچیں وغیرہ پڑھ کر آگ میں جلانا درست ہے (۲)، جب کہ کوئی خلافِ شرع چیز ان پر نہ پڑھی جائے، مثلاً: کسی دیوی دیوتا وغیرہ کی دہائی، یا کسی جن وشیطان سے استعانت وغیرہ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/ ۹۲ھ۔

---

(۱) ''کتریں: کتر کی جمع، کپڑے کی چھانٹن، دھجّی''۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۹۰، فیروز سنز لاهور)

(۲) "عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: أمرني رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أن استرقي من العين". (معاني الآثار للإمام الطحاوي، كتاب الكراهة، باب الكي هل هو مكروه ام لا؟، بحث الرقى: ۲/۲۲۷، سعيد)

"لابأس بوضع الجماجم في الزرع والمطبخة لدفع ضرر العين؛ لأن العين حق تصيب المال والآدمي والحيوان، ويظهر أثره في ذلك عرف بالآثار ...... روى أن امرأة جاءت إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وقالت: نحن من أهل الحرث وإنا نخاف عليه العين، فأمر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن يجعل فيه الجماجم". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۴، سعيد)

(۳) "ولابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك: أي الكفر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى: ۸/۳۰۴، رشيديه) =

نظر بد سے حفاظت کے لئے بچوں کے چہرہ پر سیاہ داغ لگانا

سوال[۹۶۱۵]: بچوں کے چہرہ پر سیاہ داغ نظر بد سے حفاظت کے لئے لگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کوئی شرعی چیز نہیں ہے(۱)، نظر کا لگ جانا حق اور ثابت ہے، حدیث پاک میں موجود ہے(۲)۔ اس سے حفاظت کے لئے جو علاج وتدبیر تجربہ سے ثابت ہو اس کا اختیار کرنا درست ہے جب کہ اس میں کسی ناجائز چیز کا ارتکاب نہ ہو(۳)۔ پس اگر یہ غیر مسلموں کا طریقہ وشعار ہو تو اس سے بچنا چاہئے (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۲/۲۶ھ۔

= "رقية فيها اسم صنم أو شيطان أو كلمة كفر أو غيرها ممالايجوز شرعاً، ومنها مالم يعرف معناها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني: ۸/۳۱۸، رشيديه)

(۱) البتہ اگر تجربہ سے اس کا مفید ہونا ثابت ہو تو اس کی اجازت ہے۔

وفي شرح السنة: "روى أن عثمان رضى الله تعالىٰ عنه رأى صبياً مليحا فقال: "دسّموا نونته كيلا تصيبه العين". ومعنى "دسّموا" سودوا و"النونة" النقرة التي تكون في ذقن الصبى الصغير". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الطب والرقى، آخر الفصل الأول: ۸/۳۰۵، رشيديه)

(وكذا في زاد المعاد، فصل في ستر محاسن من يخاف عليه العين، ص: ۸۰۰، دار الفكر بيروت)

(۲) "حدثنا عبدالرزاق، نا معمر عن همام بن منبه، قال: هذا ماحدثنا أبوهريرة رضى الله تعالىٰ عنه عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "العين حق". (سنن أبى داؤد، كتاب الطب، باب ماجاء فى العين: ۲/۱۸۵، امداديه ملتان)

(۳) "وأما ما كان من الآيات القرآنية والأسماء والصفات الربانية والدعوات المأثورة النبوية فلا بأس، بل يستحب، سواء كان تعويذاً أو رقيةً أو نشرةً". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۵۵۳): ۸/۳۲۱، رشيديه)

(۴) "عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمى)

علم جفر کا حکم

سوال[۹۶۱۲]: ایک شخص ہمارے گاؤں میں آیا ہے اور وہ ہمارے گاؤں اور شہر کے دَورے پر ہے۔ وہ بوہرہ جماعت سے تعلق رکھتا ہے اور مسلمانوں کی مسجدوں میں نماز پڑھ لیتا ہے۔ اس نے کویت دیش میں جاکر چند سال سیر کی ہے اور وہاں علم جفر کی تعلیم پائی ہے، جس کے ذریعہ یہ نئے نئے شعبدے عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔

یہ لوگوں کے ماضی کے حالات کسی حد تک بالکل صحیح بتاتا ہے اور کچھ مستقبل کے بھی حالات بتادیتا ہے، جس کی وجہ سے دیندار مسلمان بھی اس کے شیدا ہوگئے۔ اور یہ دھوکہ بڑی زور سے ہر طرف پھیل رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ علم (جفر) صاحبِ اکرام وبزرگانِ دین کو بھی تھا، اس علم سے ان لوگوں نے کام لئے ہیں۔ اس کے اس عمل سے بہت سے مسلمانوں کے ایمان پر اثر آرہا ہے، مگر صحیح معلومات نہ ہونے سے بہک رہے ہیں۔

نوٹ: اگر اس شخص کو کسی آدمی کا نام کہہ دو تو وہ اس کے ماضی کے حالات بیان کردیتا ہے، چاہے وہ سامنے حاضر ہو یا نہ ہو۔ بعض مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ یہ علم ناجائز ہے اور بعض اس کی تائید کرتے ہیں۔ آپس میں مسلمانوں میں اختلاف پڑ جانے کا اندیشہ ہے اور اس سے بھی زیادہ حالات بگڑنے کے امکان ہیں۔ اس لئے آپ جلد از جلد جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علم جفر کی نہ قرآن کریم نے تعلیم دی، نہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم دی، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو سیکھا، نہ محدثین نے اس کی طرف توجہ دی، نہ فقہاء اور اولیائے کرام نے اس کو قابلِ التفات سمجھا، بلکہ کتبِ فقہ: الأشباہ والنظائر (۱) ودرمختار (۲) وغیرہ میں اس کے سیکھنے کو منع کیا ہے۔

---

(۱) "تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر مايحتاج إليه لدينه. وفرض كفاية، وهو مازاد عليه لنفع غيره. ومندوباً وهو التبحر في الفقه وعلم القلب. وحراماً وهو علم الفلسفة والشعبذة والتنجيم والرمل وعلم الطبيعيين والسحر". (الأشباه والنظائر، الفن الثالث، الجمع والفرق، فائدة عن الإمام البخاری، فيما ينبغي لطلب العلم، ص: ۳۶۹، قديمی)

(۲) "واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين .... وحراماً وهو علم الفلسفة والشعبذة والتنجيم =

یہ شرعی حجت نہیں، نہ اس کے ذریعہ سے کسی کا جرم ثابت ہوتا ہے، نہ براءت۔

اگر کوئی شخص علم جفر کے ذریعہ کسی کو چور بتائے تو اس کو چوری کی سزا دینا جائز نہیں (۱)۔ اس علم کے ذریعہ بہت سی چیزیں سامنے آجاتی ہیں، جنات اور شیاطین سے بہت سی چیزیں معلوم کی جاسکتی ہیں، مگر یہ سب چیزیں بالکل لغو اور ہیچ ہیں۔ جوگی اور پنڈت بھی ہاتھ دیکھ کر بعض صرف صورت دیکھ کر بعض نام سن کر بہت کچھ بتانے والے آج بھی موجود ہیں، بعض مسلمان بھی یہ سب کچھ بتادیتے ہیں، مگر ان کی نسبت صحابہ کرام کی طرف

= والرمل". (الدرالمختار). قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: والرمل) هو علم بضروب أشكال من الخطوط النقط بقواعد معلومة تخرج حروفاً تجمع، ويستخرج جملةً دالةً علی عواقب الأمور، وقد علمت أنه حرام قطعاً، وأصله لإدريس عليه السلام: أی فهو شريعة منسوخة. وفی فتاویٰ ابن حجر أن تعلمه وتعليمه حرام شديد التحريم، لما فيه من إيهام العوام أن فاعله يشارک الله تعالیٰ فی غيبه".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، مطلب فی النجيم والرمل: ۱/۴۴، سعيد)

(۱) **سوال:** "شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دزد (چور) کے معلوم کرنے کی ترکیب لکھی ہے اور یہاں بعض بزرگ یہی ترکیب کرتے ہیں کہ دزد معلوم کرنے کے لئے ایک آیت بیضۂ مرغ پر لکھتے ہیں اور پھر سورہ یسین یا کوئی اور سورۃ پڑھتے ہیں اور ایک چھوٹے لڑکے سے بیضہ کو دکھلواتے ہیں، وہ لڑکا اس انڈے میں دیکھ کر بتاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں چیز لئے ہوئے ہے۔ اس ترکیب سے بعض چیزیں لوگوں کو مل گئی ہیں، دزد کا پتہ لگ گیا ہے، ایسی ترکیب کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس ترکیب پر یقین نہ کرے، قرائن کا اتباع کرے کہ یقین کرنا جائز نہیں، حالانکہ یقین یا ظن غالب پیدا کرنے کے لئے ایسا ہورہا ہے۔

الجواب: نہیں، بلکہ اس لئے ہے کہ جس کا اس طرح سے پتہ لگے اس کا تفحص بطریق شرعی کریں، لیکن عوام اس حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تتمہ سوال بالا

سوال: یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب: میرے نزدیک بالکل ناجائز، اس لئے کہ عوام حد تفحص سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم"۔

(إمداد الفتاویٰ، تعویذات واعمال، عنوان مسئلہ: چور برآمد کرنے کے لئے عملیات: ۴/۸۶، ۸۸، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

کرنا غلط ہے، ان اکابر نے نہ جفر سیکھا اور نہ سکھایا، نہ اس طرف توجہ کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جھاڑ پھونک سے سانپ کے کاٹنے کا علاج

سوال[۹۶۱۷]: ۱...... بنگال میں سانپ کثرت سے ہوتے ہیں، اکثر کاٹ بھی لیتے ہیں۔ وقت پر علاج کرنے والا کوئی مسلمان نہیں ملتا تو ہندوؤں سے علاج کراتے ہیں، وہ لوگ جھاڑ پھونک سے علاج کرتے ہیں۔ تو ان سے جھاڑ پھونک کرانا کیسا ہے؟

۲...... بعض دفعہ یہ لوگ ہاتھ چلاتے رہتے ہیں اور پتہ لگا لیتے ہیں کہ زہر اتر گیا یا باقی ہے۔ لہٰذا اس پر اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

۳...... اگر آپ کے پاس اس کا کوئی علاج ہے تو براہِ کرم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اگر یہ متعین ہے کہ وہ اس جھاڑ پھونک میں شرکیہ کلمات پڑھتے ہیں تو ان سے جھاڑ پھونک کرانا جائز نہیں (۱)۔ اگر محض احتمال ہو تو مکروہ ہے (۲)۔

۲...... یہ ایک تجربہ کی چیز ہے جس کو تجربہ ہوگا بتا سکے گا، کوئی شرعی اعتقادی چیز نہیں جس سے ایمان کا خطرہ ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ مقیاس الحرارۃ سے بخار دیکھ لیتے ہیں، یا اطباء نبض سے بخار اور اس کی قسم معلوم کر لیتے ہیں۔

---

(۱) "رقية فيها اسم صنم أو شيطان أو كلمة كفر أو غيرها ممالايجوز شرعاً، ومنها مالم يعرف معناها".
(مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۵۵۲): ۳۱۸/۸، رشيديه)

(۲) "وإنما تكره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب ولايدرى ماهو، ولعله يدخله سحراً أو كفراً وغير ذلك". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۳/۶، سعيد)
(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب الطب، باب الطب والمرضى والرقى: ۲۹۵/۴، مكتبه دارالعلوم، كراچى)

۳.....اکتالیس دفعہ الحمد شریف مع "بسم اللہ"، سات مرتبہ ﴿وإذا بطشتم بطشتم جبارین﴾، تین مرتبہ ﴿قل یأیھا الکافرون﴾ اول وآخر درود شریف سات سات دفعہ پڑھ کر دم کردیا کریں۔ نیز پانی پر دم کرکے پلادیں۔ اگر بے ہوش ہو تو پانی اس پر چھڑک دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

غیر مسلم سے سانپ کے کاٹے کو جھڑوانا

سوال[۹۶۱۸]: کافر سے سانپ کاٹے کا جھڑوانا کیسا ہے جب کہ ان میں کلماتِ کفر وشرک بھی ہوتے ہیں، دیوی دیوتاؤں کے نام ہوتے ہیں؟ اگر کوئی کافر صرف بھگوان، یا رام وغیرہ کا نام لے تو کیا یہ تاویل صحیح ہے کہ وہ خدا کا نام ہے، کسی بھی لغت وزبان میں ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس رقیہ میں کلماتِ کفر ہوں، یا ایسے کلمات ہوں جس کے معنی معلوم نہ ہوں وہ رقیہ جائز نہیں (۱)۔ ہندو جھاڑ پھونک میں اپنے منتر وغیرہ بھی استعمال کرتا ہے جس میں دیو دیوتاؤں سے استمداد مطلوب ہوتی ہے جس کا کفر ہونا ظاہر ہے۔ اور بھگوان اور رام خداوند قدوس کے نام نہیں ہیں اور ان کے مفہوم سے خدائے پاک کی ذات بالا ومنزہ ہے۔ شامی: ۵/۳۵۷ میں ہے:

"وإنما تكره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب، ولايدرى ماهو، ولعله يدخله سحراً وكفراً وغير ذلك. وأما ما كان من القرآن أو شئ من الدعوات، فلا بأس به"(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۶/۸۸ھ۔

---

(۱) "رقية فيها اسم صنم أو شيطان أو كلمة كفر أو غيرها ممالايجوز شرعاً، ومنها مالم يعرف معناها".

(مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۵۵۳): ۸/۳۱۸، رشيديه)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۳، سعيد)

"إن الرقى يكره منها ماكان بغير اللسان العربي، وبغير أسماء الله تعالىٰ وصفاته وكلامه في ="

سفلی عمل کے ذریعے سٹہ کا نمبر بتانا

سوال[۹۲۱۹]: ایک شخص عالم ہے اور بظاہر متقی پرہیزگار بھی ہے، امامِ مسجد بھی ہے، مگر وہ عالم سفلی عمل کے ذریعہ سے سٹے کا نمبر بتلاتا ہے۔ اس کے پاس اگر کوئی شخص اس کا خادم بن کر جاتا ہے اور خوشامد کرتا ہے تو عالم صاحب اس کو سٹہ کا عمل بتلا دیتے ہیں۔ اور عالم صاحب یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بالکل مجبور اور مفلس ہو تو سٹے کا عمل ایسے شخص کے لئے پڑھنا جائز ہے اور جو روپیہ نمبر لگانے کا ملے وہ جائز بتلاتے ہیں۔ تو آپ شرعی رو سے بتلایئے کہ ایسے عالم کا عقیدہ کیسا ہے؟ اور سٹے کا عمل کرنا اور بتلانا جائز ہے یا نہیں؟ آپ جو شریعت کا مسئلہ ہو اس کو صاف صاف تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس عالم کا یہ طریقہ غلط اور خلافِ شرع ہے، ایسی آمدنی بھی حرام ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= كتبه المنزلة .... ولا يكره منها ما كان على خلاف ذلك كالتعوذ بالقرآن وأسماء الله تعالیٰ .... لا بأس بالرقى مالم يكن فيه شرك: أي كفر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۵۲۸): ۸/۳۰۳، ۳۰۴، رشيديه)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم، باب الطب والمرض والرقى: ۲/۲۱۹، قديمی)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا لاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (سورة النساء: ۲۹)

"عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "ألا! لاتظلموا، ألا! لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب، والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمی)

"عن جابر رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "لايدخل الجنة لحم نبت من السحت، وكل لحم نبت من السحت كانت النار أولى به". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب، مطلب الحلال، الفصل الثاني، ص: ۲۴۲، قديمی)

عمل برائے امداد مظلومین واجرتِ تعویذ

سوال[۹۶۲۰]: زید کے دل میں خلوص ہے اور وہ خلوصِ نیت سے کوئی قرآنی عمل کر رہا ہے کہ اس سے وہ قوت حاصل کر کے دین وقوم کی خدمت کرے گا۔ مراد مظلومین کی امداد اور ظالمین کا خاتمہ ہے۔ زید کے لئے وہ عمل جائز ہے یا نہیں؟ تعویذ کے لکھنے والے تعویذ دینے کے بعد جو پیسہ لیتے ہیں، ان کا لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک عمل کی پوری کیفیت سامنے نہ آئے اس کے متعلق حکم کیا لکھا جائے، نیز قرآن کریم ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے(۱)، ظالموں کے ظلم سے روکنے اور عدل کو پھیلانے کے احکام بھی موجود ہیں (۲)، دعاء اور بددعاء بھی موجود ہے: ﴿ربنا اطمس علی أموالهم﴾ (۳)۔ جو شخص تعویذ جانتا ہے اور اس میں کوئی غلط چیز استعمال نہیں کرتا، غلط کام کے لئے تعویذ نہیں دیتا، اس کے لئے نذرانہ کی بھی گنجائش ہے (۴)، مگر اس کو

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یأیها الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور وهدی ورحمة للعالمین﴾ (سورة یونس: ۵۷)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿إن الله یأمر بالعدل والإحسان وإیتاء ذی القربی، وینهی عن الفحشاء والمنکر والبغی﴾ (سورة النحل: ۹۰)

(۳) (سورة یونس: ۸۸)

(۴) "أن الرقیة لیست بقربة محضة، فجاز أخذ الأجرة علیها". (تکملة فتح الملهم، کتاب الطب، باب جواز أخذ الأجرة علی الرقیة بالقرآن: ۴/۳۳۰، مکتبه دار العلوم کراچی)

"جوزوا الرقیة بالأجرة ولو بالقرآن کما ذکره الطحاوی؛ لأنها لیست عبادة محضة بل من التداوی". (ردالمحتار، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة والتهلیل ونحوه: ۶/۵۵، سعید)

"لا بأس بالاستیجار علی الرقی والعلاجات کلها وإن کنا نعلم أن المستأجر علی ذلک قد یدخل فیما یرقی به بعض القرآن؛ لأنه لیس علی الناس أن یرقی بعضهم بعضاً، فإذا استؤجروا فیه علی أن یعملوا مالیس علیهم أن یعملوا، جاز ذلک". (شرح معانی الآثار للامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ، کتاب الإجارت، باب الاستیجار علی تعلیم القرآن: ۲/۲۹۷، سعید)

پیشہ بنانا مناسب نہیں، حسبۃً للہ خدمتِ خلق کا مقام بلند ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۶ھ۔

عمل برائے گمشدہ

سوال[۹۶۲۱]: گم شدہ چیز کے لئے کوئی عمل براہِ کرم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو رکعت تنہائی میں صلوۃ الحاجۃ کی نیت سے پڑھ کر درود شریف سات دفعہ، سورۂ لقمان رکوع نمبر: ۲، کی آیت ﴿یا بنی إنها إن تك﴾ سے ﴿لطیف خبیر﴾ تک ۱۱۹/ دفعہ پھر "یاحفیظ" ۱۱۹/ دفعہ، پھر درود شریف ۷/ دفعہ پڑھ کر دعاء کی جائے کہ: اے خدائے پاک! میں گنہگار ہوں، تُو غفار ہے، میں عاجز ہوں تُو قادر ہے، میں نادان ہوں تُو دانا ہے، میں ضعیف ہوں تُو قوی ہے، میں محتاج ہوں تُو غنی ہے، فلاں چیز بلا استحقاق کے تُو نے ہی عطا فرمائی اور سب کچھ تیرا ہی دیا ہوا ہے، وہ چیز گم ہوگئی حالانکہ اس کی حاجت بھی تیری ہی پیدا کی ہوئی ہے، وہ چیز واپس عطا فرمادے، مجھے محروم نہ فرما۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۴/۹/۹۵ھ۔

کشفِ ارواح کا عمل

سوال[۹۶۲۲]: عمر کا بیان ہے کہ ایک عمل یا وظیفہ ایسا ہے کہ جس کے پڑھنے سے آسمان وزمین، جنت ودوزخ، لوح وقلم کا حال معلوم ہوجاتا ہے اور قبر کے حالات اور روحوں سے ملاقات ہوجاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے معلوم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

شادی ہونے کے لئے عمل

سوال[۹۶۲۳]: حنیف خان کا لڑکا معین خان ہے جو اس وقت بالغ ہے، لیکن ایک آنکھ خراب

ہونے کی وجہ سے اس کی شادی نہیں ہوتی ہے۔ آپ دعاء کیجئے اور ایک تعویذ لکھ دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

معین کو بتادیں کہ وہ بعد عشا تنہائی میں دو رکعت نماز حاجت پڑھ کر "یا بدیع العجائب بالخیر یا بدیع" ۱۰۱/ دفعہ، اول وآخر درود شریف ۷/ دفعہ پڑھ کر دعاء کیا کریں۔ حق تعالیٰ کامیاب فرمائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۵/ ۹۶ھ۔

وسعتِ رزق کا عمل

سوال[۹۶۲۴]: احقر کا ذریعۂ معاش کاشتکاری ہے اور کچھ مقروض بھی ہے، اس لئے دعاء کریں اور وسعتِ رزق کے لئے کوئی عمل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی سنت اور فجر کے درمیان "سبحان اللّٰہ وبحمدہ، وسبحان اللّٰہ العظیم وبحمدہ، أستغفر اللّٰہ" سوبار، اول اور آخر درود شریف گیارہ بار روزانہ پڑھا کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۸/ ۸۷ھ۔

وسعتِ معیشت کا علاج

سوال[۹۶۲۵]: معیشت کے لئے اگر کوئی تدبیر یا عمل ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورہ الحمد شریف مع بسم اللّٰہ ۴۱/ بار اول وآخر درود شریف ۱۱/ بار پابندی سے پڑھیں، حق تعالیٰ حلال روزی برکت والی دے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۷/ ۹۳ھ۔

دستِ غیب کا عمل

سوال[۹۶۲۶]: دستِ غیب کا عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دستِ غیب کا جو عمل آج کل رائج ہے، وہ جنات کے ذریعہ چوری ہے، لہذا ناجائز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

یا جبرائیل بحق یا وهاب کا وظیفہ

سوال[۹۶۲۷]: ۱...... "یاجبرائیل بحق یا وهاب" اس طریقہ سے پڑھنا کیسا ہے؟

"قل هو الله أحد، یا جبرئیل" کا وظیفہ

سوال[۹۶۲۸]: ۲...... "قل هو الله أحد یاجبرائیل" ہر آیت کے ساتھ مؤکل کا نام لے کر پڑھنا کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یأیها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارةً عن تراض منکم﴾ (سورة النساء: ۲۹)

"عن عمرو یثربی رضی الله تعالیٰ عنه قال: خطبنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال: "لایحل لامرئ من مال أخیه شئ إلا بطیب نفس منه". (شرح معانی الآثار للإمام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ، کتاب الکراهة، باب الرجل یمر بالحائط أله أن یأکل منه أم لا؟ : ۲/۳۷۵، قدیمی)

"دست غیب میں یہ ہوتا ہے کہ جنات اس کام پر مسلط ہو جاتے ہیں بعض عمل میں تو وہی روپیہ جس کو خرچ کر چکا ہے، وہ جہاں بھی ہو، وہاں سے اٹھا لاتے ہیں اور بعض عمل میں دوسرا روپیہ جس جگہ ان کے ہاتھ آئے، نکال لاتے ہیں، سو اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص خاص اس کام کے لئے آدمیوں کو نوکر رکھے کہ چوری کر کے مجھ کو دیا کرو۔ اس نے یہی کام جنات سے لیا اور چوری کے ناجائز ہونے کا کس کو انکار ہوسکتا ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ ممکن ہے کہ وہ جن اپنے پاس سے لے آتے ہوں تو چوری کہاں ہوئی؟

سوال تو امکان سے دوسرے احتمالات کی نفی نہیں ہوسکتی۔ دوسرے اگر اپنے ہی پاس سے لائیں تو بھی ظاہر ہے کہ خوشی سے نہیں لاتے ورنہ اوروں کو لا کر کیوں نہیں دیتے؟ محض عمل کے جبر سے لاتے ہیں تو کس کو مجبور کرنا کہ اپنا مال مجھ کو دے دے خود حرام ہے، اور اس تقریر سے تسخیر جنات کا ناجائز ہونا بھی سمجھ میں آ گیا"۔ (عملیات وتعویذات، اور اس کے شرعی احکام، دست غیب اور جنات سے پیسے یا کوئی اور چیز منگانے کا حکم، ص: ۱۲۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... ثابت نہیں۔

۲..... قرآن کریم جس طرح نازل ہوا اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح تلاوت فرما کر صحابہ کرام کو سنایا اور پڑھا، یا اسی طرح پڑھنا چاہیے، اس میں تغیر وتبدل کا کسی کو حق نہیں:

﴿وإذا تتلى عليهم اياتنا بينات، قال الذين لا يرجون لقاء نا ائت بقرآن غير هذا أو بدله، قل مايكون لي أن أبدله من تلقاء نفسي إن اتبع إلا ما يوحى إليّ، إني أخاف إن عصيت ربي عذاب يوم عظيم﴾ (سورة يونس، ركوع: ۲)(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۹۵ھ۔

''نادعلی'' کا وظیفہ

سوال [۹۶۲۹]: ''نادعلی'' کے نام سے مشہور ایک عمل عملیات کی کتابوں میں ہے، کیا اس کو بطور وظیفہ کے پڑھنا جائز ہے۔ نادعلی یہ ہے:

''نادعليًا مظهر العجائب، وتجده عوناً لك في النوائب كل هم وغم سينجلي يا محمد بولايتك ياعلي ياعلي ياعلي''۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نادعلی کا وظیفہ پڑھنا غلط ہے، خلافِ شرع ہے، اس کو ہرگز نہ پڑھا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۹۵ھ۔

---

(۱) **ترجمہ**: ''اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے آیتیں ہماری واضح، کہتے ہیں وہ لوگ جن کو امید نہیں ہم سے ملاقات کی، لے آ کوئی قرآن اس کے سوا، یا اس کو بدل ڈال، تو کہہ دے میرا کام نہیں کہ اس کو بدل ڈالوں اپنی طرف سے، میں تابعداری کرتا ہوں اسی کی جو حکم آئے میری طرف، میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی، بڑے دن کے عذاب سے''۔ (ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ سورہ یونس: ۱۵)

(۲) مذکورہ الفاظ ''ناد علياً العجائب الخ'' میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے ان سے مدد مانگی جارہی ہے، جب کہ مدد کرنے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے مدد مانگنا ناجائز وحرام ہے، لہٰذا مذکورہ الفاظ کو بطورِ دعا یا =

عمل کو پلٹنے کا حکم

سوال[۹۲۳۰]: میری بہن کے شوہر کی دوسری بیوی نے میری بہن اوران کے شوہر میں جدائی ڈالنے کا ایسا سخت کوئی عمل کرادیا کہ اگر اس کو پلٹا جائے تو عامل بتاتے ہیں کہ اس عمل کرانے والی کی جان کا خطرہ ہے۔ ایسی صورت میں شرعاً عمل پلٹنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسے عامل سے اس کو پلٹا یا جائے جو اس عمل کے اثر کو ختم کردے اور کفر وشرک یا کسی حرام چیز کا ارتکاب نہ کرے(۱) اور جان نہ لے لے، ہلاک نہ کردے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۶/۸ھ۔

= وظیفہ پڑھنا جائز نہیں، نیز اگر مذکورہ الفاظ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاضر وناظر ہونے کے عقیدے سے پڑھا جائے تو یہ شرک ہے، اور مشرک کی کبھی بھی معافی نہیں ہوگی۔

قال الله تعالىٰ: ﴿قل لا أملك لنفسي ضرًّا ولا نفعاً إلا ماشاء الله﴾ (سورة يونس: ۴۹)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالىٰ تحت قوله تعالىٰ: ﴿قل لا أملك﴾: أي لا أقدر على شئ منهما بوجه من الوجوه. وتقديم الضر لما أن مساق النظم الكريم لإظهار العجز عنه، وأما ذكر النفع فللتعميم إظهاراً لكمال العجز". (روح المعاني، (سورة يونس: ۴۹): ۱۳۰/۱۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "وقد روي عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في إباحة الرقى كلها مالم يكن شرك .... عن عوف بن مالك الأشجعي رضي الله تعالىٰ عنه قال: كنا نرقي في الجاهلية فقلنا: يارسول الله! كنا نرقي في الجاهلية فما ترى في ذلك؟ قال: "اعرضوا عليّ رقاكم، لابأس بالرقى مالم يكن شرك .... عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: لما نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الرقى أتاه خالي فقال: يارسول الله! إنك نهيت عن الرقى وإني أرقي من العقرب، قال: "من استطاع منكم أن ينفع أخاه، فليفعل". (شرح معاني الآثار للإمام الطحاوي رحمه الله تعالىٰ، كتاب الكراهة، باب الكي هل هو مكروه أم لا، مبحث الرقى: ۳۲۷/۲، ۳۲۸، سعيد)

"وإنما تكره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب ولايدرىٰ ماهو، ولعله يدخله سراً أو كفراً أو غير ذلك". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۳/۶، سعيد)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب الطب، باب الطب والمرضى والرقى: ۲۹۵/۴، مكتبه دارالعلوم كراچی)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق﴾ (سورة الأنعام: ۱۵۱) .... =

جوانی میں عملیات کرانا

سوال[۹۶۳۱]: سنا ہے کہ اپنے اوپر عملیات کا استعمال جوانی کی عمر میں نہ کیا جائے، کیونکہ بھٹکنے کا خوف ہے۔ یہ بات کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عملیات (تسخیر وغیرہ) سے پرہیز کیا جائے، جو اعمالِ صالحہ احادیث سے ثابت ہیں، ان کو اختیار کرنے میں خطرہ نہیں اور وہ باعثِ خیر وبرکت بھی ہیں اور موجبِ اجروثواب بھی ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۹ھ۔

لکھے ہوئے پانی کی مضرت اور اس کا علاج

سوال[۹۶۳۲]: اگر پانی پر کوئی شخص (جو برتن وغیرہ میں رکھا ہو) لکھ جاوے اور اس کے پینے سے گلا دکھنے لگے تو اور پانی لے کر اس کو چاقو سے تین بار کاٹ کر پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ایک ٹوٹکا ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، اگر اعتقاد ہو کہ چاقو سے کاٹ کر پانی پینے سے گلا ٹھیک ہو جائے گا تو چونکہ یہ شرعاً کوئی علاج ہے نہ طباً۔ لکھے ہوئے پانی کو نہ شریعت نے مضر بتایا، نہ طب نے، لہٰذا اس سے احتراز چاہیے۔ اگر یہ اعتقاد نہ ہو تو یہ ایک فعلِ عبث ہے اور دوسروں کے حق میں مفسدِ عقیدہ، اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے پانی کے احترام کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کہا ہوگا کہ پانی کو لکھنا نہیں چاہیے اور اس میں ایک مضرت بھی تجویز کر دی کہ گلا دکھے گا، کیونکہ بلا مضرت بتلائے

= وقال الله تعالى: ﴿ولا يقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق﴾ (سورة الفرقان: ٦٨)

(۱) مثلاً ہر نماز کے بعد آیت الکرسی اور معوذتین کا پڑھنا، اسی طرح ہر کام کی انجام دہی کے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو دعائے ماثورہ ثابت ہیں، ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شاید یہ مخصوص احترام نہ ہوگا، یا لکھنے سے پانی میں کچھ ذرات گرنے کی وجہ سے اس کو منع کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ۱۱/ ۵۴ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۴/ ذی قعدہ/ ۵۴ھ۔

عذابِ قبر سے حفاظت کا عمل

سوال [۹۲۳۳]: کوئی ایسا عمل تحریر فرمائیں جس سے قبر میں عذاب نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناپاکی سے بچنا، ہمیشہ پاک رہنا (۱)، قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرنا، سنت کا پورا اتباع کرنا، سونے سے پہلے سورہ ملک پابندی سے پڑھنا (۲)، ہر نماز میں درود شریف کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کی دعا پڑھنا جس میں "أعوذبك من عذاب القبر" بھی ہے (۳)۔ چغل خوری سے پرہیز کرنا (۴)۔ یہ چیزیں ایسی ہیں

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: مر النبي صلى الله عليه وسلم بقبرين يعذبان، فقال: "إنهما ليعذبان، ومايعذبان في كبير، أما أحدهما فكان لايستتر من البول". وفي رواية مسلم: "لايستنزه من البول، وأما الآخر فكان يمشي بالنميمة". ثم أخذ جريدةً رطبةً، فشقها بنصفين، ثم غرز في كل قبر واحدةً. قالوا: يارسول الله! لم صنعت هذا؟ فقال: "لعله أن يخفف عنهما مالم ييبسا". (مشكوة المصابيح، كتاب الطهارة، باب آداب الخلاء، الفصل الأول، ص: ۴۲، قديمي)

(وكذا في تنبيه الغافلين، باب النميمة، ص: ۹۰، رشيديه)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أنه قال لرجل: ألا اتحفك بحديث تفرح به؟ قال: بلى، قال: اقراء تبارك الذي بيده الملك، وعلمها أهلك وجميع ولدك وصبيان بيتك وجيرانك، فإنها المنجية والمجادلة تجادل أو تخاصم يوم القيامة عند ربها لقارئها، وتطلب له أن ينجيه من عذاب النار وينجي بها صاحبها من عذاب القبر. قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لوددت أنها في قلب كل إنسان من أمتي". (تفسير ابن كثير، سورة الملك: ۴/ ۵۰۸، مكتبه دارالسلام رياض)

(۳) "عن مسلم بن أبي بكرة، قال: كان أبي يقول في دبر كل صلاة: "اللهم إني أعوذبك من الكفر والفقر وعذاب القبر". فكنت أقولهن، فقال: أي بني! عمن أخذت هذا؟ قلت: عنك، قال: إن رسول الله=

کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کے اہتمام کے برکت سے عذابِ قبر سے حفاظت رہے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۹/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۹/۲۶ھ۔



= صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقولهن فی دبر کل صلوة". (عمل الیوم واللیل، باب مایقول فی دبر صلاة الصبح، (رقم الحدیث: ۱۱۱)، مکتبہ الشیخ کراتشی)

(وکذا فی سنن النسائی، کتاب الصلوة، باب التعوذ فی دبر الصلوة: ۱/۱۹۸، قدیمی)

(۳) (راجع رقم الحاشیة الأولیٰ أعنی من الصفحة المتقدمة)

باب الأشتات

(حظر واباحت کے مختلف مسائل کا بیان)

سبز پتوں اور شاخوں کو کاٹنا

سوال [۹۶۳۴]: سبز درختوں کو فروخت کرنا، ان کو کاٹنا، ان کے تختے نکالنا کیسا ہے، جبکہ درخت کی پتیاں تسبیح کرتی ہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

ضرورت کے لئے ایسے درختوں کو کاٹنا، فروخت کرنا، آرہ مشین چلا کر تختہ نکالنا سب درست ہے۔ سبز درختوں کی تسبیح کی وجہ سے ضروریات کو نہیں روکا جاتا، ورنہ جانوروں کو گھاس کھلانا ہی منع ہوجائے گا اور سبزی کھانا بھی ختم ہوجائے گا۔ سبز شاخ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی درخت سے جدا فرما کر اس سے کام لیا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/ ربیع الاول/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما قال: مر النبي صلى الله عليه وسلم بقبرين يعذبان، فقال: "إنهما ليعذبان، ومايعذبان في كبير، أما أحدهما فكان لايستتر من البول، وأما الآخر فكان يمشي بالنميمة". ثم أخذ جريدةً رطبةً، فشقّها بنصفين، ثم غرز في كل قبر واحدةً. فقالوا: يارسول الله! لِمَ صنعت هذا؟ فقال: "لعله أن يخفف عنهما مالم ييبسا". (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الجريد على القبر: ۱/ ۱۸۲، قديمي)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما: ۱/۳۷۳، (رقم الحديث: ۱۹۸۱)، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وسنن النسائي، كتاب الجنائز، باب وضع الجريد على القبر: ۱/ ۲۹۱، قديمي)

پھل دار درخت کو کاٹنا

سوال[۹۶۳۵]: پھل والے درخت کو یا بغیر پھل والے درخت کو سرسبز وشاداب ہونے کی حالت میں کٹوا کر تجارت کرنا، یا اپنے ضروری کاموں میں صرف کر لینے کا کیا حکم ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حسبِ ضرورت یہ تصرف جائز ہے، بلاضرورت نفعِ عام کی چیز کو کٹوانا سدِ منفعت اور اضاعتِ مال ہے۔ تیز سبز درخت تسبیح کرتا ہے(۱)، اس کو تسبیح سے روکتا ہے۔ اور بوقتِ ضرورت کٹوانے میں مضائقہ نہیں، کیونکہ درخت وغیرہ انسانوں کی ضرورت کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہیں:

فی أحکام القرآن لأبی بکر الرازی الجصاص تحت قوله تعالیٰ: ﴿ماقطعتم من لینة﴾ الآیة: "وروی عثمان بن عطاء عن أبیه قال: لمّا وجّه أبوبکر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه الجیش إلی الشام، کان فیما أوصاهم به: "ولاتقطعْ شجرةً مثمرةً". قال أبوبکر: "تأوله محمدبن الحسن علی أنهم قد علموا أن اللّٰه تعالی سیغنمهم إیاها وتصیر للمسلمین إذا غزوا أرض الحرب وأرادوا الخروج، فإن الأولی أن یحرقوا شجرهم وزروعهم ودیارهم، وکذلك قال أصحابنا فی مواشیهم إذا لم یمکنهم إخراجها ذُبحت ثم أحرقت. وأما ما رجوا أن یصیر فیئاً للمسلمین، فإنهم إن ترکوه لیصیر للمسلمین، جاز، وإن أحرقوه غیظاً للمشرکین، جاز استدلالاً بالآیة،

---

(۱) "عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالی عنهما قال: مر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بقبرین یعذبان، فقال: "إنهما لیعذبان، ومایعذبان فی کبیر، أما أحدهما فکان لایستتر من البول، وأما الآخر فکان یمشی بالنمیمة". ثم أخذ جریدةً رطبةً فشقها بنصفین، ثم غرز فی کل قبر واحد. فقالوا: یارسول اللّٰه! لِمَ صنعت هذا؟ فقال: "لعله أن یخفف عنها ما لم ییبسا". (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الجرید علی القبر: ۱/ ۱۸۲، قدیمی)

قال ابن حجر رحمه اللّٰه تعالیٰ "وقد قیل: إن المعنی فیه أن یسبّح مادام رطباً، فیحصل التخفیف ببرکة التسبیح. وعلی هذا فیطرد فی کل مافیه رطوبة من الأشجار وغیرها". (فتح الباری، کتاب الوضوء، باب: من الکبائر أن لایستتر من بوله: ۱/ ۴۲۵، قدیمی)

وبما فعله النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی أموال بنی النضیر". أحکام القرآن:۳/۵۲۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۱۸/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد،　　صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/ ذیقعدہ/ ۱۹۵۷ھ۔

پائنچے سے پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنا

سوال[۹۶۳۹]: آدمی یا عورت کلی دار پائجامہ پہنے ہوئے ہے، اس صورت میں عورت کو پیشاب، پاخانہ یا شوہر سے وطی کرنا، یعنی آدمی کا جانگیا یا ڈھیلا پائجامہ پہن کر بغیر ازار بند کھولے ہوئے دائیں یا بائیں پیر اٹھا کر پیشاب یا پاخانہ یا عورت سے وطی کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیشاب بھی ہوجائے گا، پاخانہ بھی ہوجائے گا، وطی بھی ہوجائے گی، شریعت کی طرف سے اس پر پابندی نہیں، لیکن اس طرح کرنے سے کپڑا خراب ہوجانے کا اندیشہ ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۹۰ھ۔

---

(۱) (أحکام القرآن، (سورۃ الحشر: ۵): ۳/۴۲۴، قدیمی)

(۲) "عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رآی أعرابیاً یبول فی المسجد فقال: "دعوہ" حتی إذا فرغ، دعا بماء فصبه علیه". (صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب ترک النبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس الأعرابیَّ حتی فرغ من بوله فی المسجد: ۱/۳۵، قدیمی)

قال الحافظ فی شرح الحدیث المذکور: "إنما ترکوہ یبول فی المسجد .... أما أن لایقطعه، فلا یأمن من تنجیس بدنه أوثوبه". (فتح الباری: ۱/۴۲۸، قدیمی)

"وفیه التحذیر من ملابسة البول". (فتح الباری، قبیل باب ماجاء فی غسل البول: ۱/۴۲۶، قدیمی)

(وکذا فی عمدۃ القاری، قبیل باب صب الماء علی البول فی المسجد: ۲/۱۲۷، إدارۃ الطباعۃ المنیریۃ)

نئی صدی کا استقبال

سوال [۹۲۳۷]: کیا پندرہویں صدی کے استقبال میں جلسے جلوس کرنا درست ہے، کیا قرآن وحدیث اور فقہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے، جو لوگ ایسا کریں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے اس کا ثبوت دلائل شرعیہ میں کہیں نہیں ملا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کے ہر کام کی بنیاد خوشنودیٔ خداوندی، وقار اور سنجیدگی پر ہو اور نئی صدی کے استقبال میں جلسے جلوس اور اس قسم کے دیگر امور میں نہ خوشنودی ہے، نہ وقار، نہ سنجیدگی:

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لأشجّ عبدالقيس: "إن فيك لخصلتين يحبهما الله: الحلمُ والأناة". رواه مسلم".

"عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه أن رجلاً قال للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أوصني فقال: "خذ الأمر بالتدبير، فإن رأيت في عاقبته خيراً، فأمضه. وإن خفتَ غيّاً، فأمسك". رواه في شرح السنة".

"وعن مصعب بن سعيد عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه -قال الأعمش: لا أعلمه إلا عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- قال: "التُّؤَدة في كل شيئ خيرٌ إلا في عمل الآخرة". رواه أبو داؤد".

"وعن عبدالله بن سرجس رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "السَّمتُ الحسَن والتُّؤَدة والاقتصاد جزءٌ من أربعٍ وعشرين جزءً من النبوة". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الحذَر والتأني في الأمور، الفصل الثاني، ص: ۴۳۰، قديمي)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ: "الحلم" .... مكافاة الظالم في الأصل، ثم يستعمل في العفو عن الذنب. قيل: والمراد به هنا عدمُ استعجاله وتراخيه حتى ينظر في مصالحه "والأناة" .... فقيل: معناه (أي معنى الأناة): الوقار والتثبت. وقيل: الثبات في الطاعات. وقيل: المراد جودة نظرة في العواقب .... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الحذَر والتأني في الأمور، الفصل الأول: ۸/۷۸۵، (رقم الحديث: ۵۰۵۳)، رشيديه)

وقال: "خذ الأمر بالتدبير" .... أي بالتفكر في دبره، والتأمل في مصالحه ومفاسده، =

غلط پروپیگنڈہ کی مذمت

سوال[۹۲۳۸]: مسلمان کے خلاف پروپیگنڈہ قائم کرنا اوران مسلمانوں کے جوکہ واقعی مسلمان ہیں یعنی نماز روزہ کے پابند، اور یہ پروپیگنڈہ کرنے والے اپنے کوشریعت کا پابند کہتے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ان سے نہ کوئی بولے نہ ان کی معیت وغیرہ میں شریک ہو۔ اور جب وہ لوگ سلام کرتے ہیں تو شریعت کے پابند اشخاص جوکہ اپنے کو سمجھتے ہیں تھوکتے ہیں اور سلام کا جواب نہیں دیتے۔ تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

بلاوجہ ایسا کرنا حرام ہے(۱)، جس وجہ سے ایسا کرتے ہیں اس کی وجہ معلوم ہونے پر زیادہ تفصیل

= والنظر فی عاقبة أمره". (مرقاة المفاتیح، المصدر السابق، الفصل الثانی: ۸/۷۸۷، (رقم الحدیث: ۵۰۵۲)، رشیدیه)

باوجود اس کے اگر کوئی صرف خوشی کے طور پر بھی کرتا ہے تب بھی درست نہیں، کیونکہ اس میں کفار سے تشبہ ہے اور فضول خرچی تو ہر حال میں ہے، لہذا اس عمل کو ترک کرنا چاہیئے:

قال الله تعالی: ﴿ولاتبذر تبذیراً، إن المبذرین کانوا إخوان الشیطان﴾ (سورة الإسراء: ۲۶، ۲۷)

"عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم"". (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "أی من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم والخیر". (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشیدیه)

(۱) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "حق المسلم علی المسلم خمس: رد السلام، وعیادة المریض، واتباع الجنائز، وإجابة الدعوة، وتشمیت العاطس". متفق علیه". (مشکوة المصابیح، کتاب الجنائز، باب عیادة المریض وثواب المریض، الفصل الأول، ص: ۱۳۳، قدیمی)

"عن أبی أیوب الأنصاری رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "لایحل للرجل أن یهجر أخاه فوق ثلاث لیال، یلتقیان، فیعرض هذا ویعرض هذا، وخیرهما الذی یبدأ =

اور توضیح کی جاسکتی ہے کہ اس وجہ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ۷/ ۵۷ھ۔

چونکہ سوال کو سائل نے مجمل رکھا اس لئے مفتی صاحب کا جواب بھی سائل کے سوال کے مطابق مجمل ہے، بہتر یہ تھا کہ سائل سوال کو تشریح وتعیین سے معلوم کرتا، پس سوال کے مطابق مفتی صاحب کا جواب صحیح ہے۔ فقط والسلام۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ ۷/ ۵۷ھ۔

چراغ پھونک مار کر بجھانا

سوال[۹۶۳۹]: چراغ منہ سے پھونک مار کر بجھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

اس طرح بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/ ۳/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/ ۳/ ۸۹ھ۔

= بالسلام". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر .... اهـ، الفصل الأول، ص: ۴۲۴، قديمى)

قال الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: "وقال أكمل الدين من أئمتنا: فى الحديث دلالةٌ على حرمة هجران الأخ المسلم فوق ثلاث أيام". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر .... اهـ، الفصل الأول: ۷۵۸/۸، (رقم الحديث: ۵۰۲۷)، رشيديه)

"وعن أبى بكر الصديق رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ملعون من ضارّ مؤمناً أومكربه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر .... اهـ، الفصل الثانى، ص: ۴۲۸، قديمى)

(۱) حدیث میں بجھانا مطلق آیا ہے، کسی معین طریقہ کا ذکر نہیں .... =

ردّی کاغذ کا گتا بنانا

سوال[۹۶۴۰]: موجودہ دَور میں کاغذ کی افراط کے ساتھ ردّی کی بھی بہت کثرت ہے، اس میں اردو اخبارات جس میں ترجمہ احادیث اور ترجمہ قرآن پاک بھی ہوتا ہے۔ نیز بہشتی زیور، اردو، فقہ یا عربی قواعد وغیرہ کے اوراق ہوتے ہیں۔ ان کا مصرف کیا ہے؟ آج کل گتا میل گتا بنانے کے واسطے یہ ردی خریدتا ہے اور وہ وہاں دُھل کر صاف ہوکر گتا بنانے کے کام میں آجاتی ہے، جو انسان کی ضرورت کے کام آتا ہے اور ردّی کی فروختگی میں مسلمان کو نفع بھی ہے۔ چونکہ اکثر اردو پریس اور اردو کتب خانہ مسلم آدمیوں کے ہیں اور اس میں ان کا کافی نقصان بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ ان اوراق کی بے ادبی نہیں کرتے، نجاست میں استعمال نہیں کرتے (۱)، ان کو دھوکر گتا بناتے ہیں تو ان کے ہاتھ فروخت کرنا شرعاً درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۵/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۵/۹۰ھ۔

= "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أطفئوا المصابيح عند الرقاد، فإن الفويسقة ربما اجترت الفتيلة، فأحرقت أهل البيت". (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، باب تغطية الأواني وغيرها، قبيل كتاب اللباس، ص: ۳۷۲، قديمي)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد الله رضي الله تعالىٰ عنه: ۳۷۸/۴، (رقم الحديث: ۱۴۲۷۴)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "وہ اوراق جو لکھنے کے کام آتے ہیں، وہ اگر چہ خالی اور صاف ہوں تب بھی ان کا احترام کرنا چاہیے:

"وكذا ورق الكتابة لصقالته وتقوّمه، وله احترام أيضاً، لكونه آلةً لكتابة العلم، ولذا علله في التاترخانية: بأن تعظيمه من آداب الدين. ومفاده الحرمة بالمكتوب مطلقاً. وإذا كانت العلة في الأبيض كونه آلةً للكتابة كما ذكرنا، ويؤخذ منها عدم الكراهة فيما لايصلح لها إذا كان قالعاً للنجاسة غير متقوم كما قدمناه". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، فصل في الاستنجاء: ۳۴۰/۱، سعيد)

(۲) "قوله: لابأس بكواغذ أخبار: أي بجعلها غلافاً لمصحف ونحوه والظاهر أن المراد بالأخبار =

تعلیم کی غرض سے بچوں سے نعت پڑھوانا

سوال[۱۴۲۱۹]: تعلیم کی غرض سے چھوٹے چھوٹے بچوں کو صبح کے وقت نعتِ حضور پُر نور پڑھوایا جاتا ہے تاکہ بچوں کو شوق ہو اور دوسرے بچے تعلیم کے لئے آئیں۔ یہ شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام مستقل قربت وسعادت ہے(۱)، بچے اور بڑے سب ہی پڑھا کریں، مگر ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک جداگانہ تنہائی میں بیٹھ کر پڑھے، آواز ملا کر جس میں گانے اور قوالی کا طرز پیدا ہو جائے نہ پڑھیں، نعت کا بھی یہی حال ہے، ترانے کے طور پڑھنے سے اس میں لہو ولعب کی شان پیدا ہو جاتی ہے، اس سے پوری احتیاط چاہئے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۹۵ھ۔

= التواريخ". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۶، سعيد)

وقال العلامة الرافعي رحمه الله تعالىٰ تحت قوله: "الظاهر": إنه أشار بنقله إلى أن تصحيح الانتفاع بالخالصة تصحيح لجواز بيعها أيضاً". (تقريرات الرافعي على حاشية ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۰۸، سعيد)

(۱) "على أن المختار عند جماعة منهم أبو العباس المبرد وأبو بكر بن العربي أن نفع الصلوة غير عائد له صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بل للمصلي فقط، وكذا قال السنوسي في شرح وسطاه: إن المقصود بها التقرب إلى الله تعالىٰ لا كسائر الأدعية التي يقصد بها نفع المدعو له، اهـ. وذهب القشيري والقرطبي إلى أن النفع لهما. وعلى كل من القولين فهي عبادة يتقرب بها إلى الله". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: هل نفع الصلوة عائد للمصلي أم له وللمصلي عليه: ۱/۵۱۶، سعيد)

(۲) "نعم إذا قيل ذلك على الملاهي امتنع، وإن كان مواعظ وحكماً للآلات نفسها لا لذلك التغني، اهـ .... وفي الملتقى: وعن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنازة والزحف والتذكير، فما ظنك به عند الغناء الذي يسمونه وجداً ومحبةً، فإنه مكروه لا أصل له في الدين". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۹، سعيد)

آلۂ مکبر الصوت

سوال [۹۶۴۲]: ایک شخص نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے کہ بڑے بڑے مجمع میں (قرآن خواں، واعظ، مقرر) کی آواز تمام مجمع کے حاضرین کو اس آلہ کے ذریعہ سے بلا تکلف او بخوبی قاری صاحب، واعظ مقرر صاحب کی آواز پہنچ جاوے اور کوئی فرد واحد اس کثیر مجمع میں حضرات فائض کے فیض سے محروم نہ رہ سکیں۔

استفسار طلب یہ امر ہے کہ ایسے آلہ کا استعمال ضرورت مذکورہ کے وقت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آلہ کے جواز و عدم جواز کی دلیل کتب شرعیہ سے ہونی چاہئے۔

الجواب حامداًو مصلیاً:

جس جگہ محض آواز کا پہونچانا مقصود ہو اور اس میں صرف حاضرین کو خطاب ہی ہو اور کوئی عبادت اس کے علاوہ نہ ہو، وہاں اس آلہ کا بھی استعمال جائز ہے کہ اصل مقصود کے حصول کا مُعین ہے، جب اصل مقصود مباح ہے تو اس کا وہ مُعین کہ جس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہ ہو وہ بھی مباح ہوتا ہے، وهذا مما لا يخفى على أحد ممن مارس علم الفقه والحديث(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، ۱۹/۱۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مدرسہ ہذا، صحیح: عبد اللطیف، ۹/ جمادی الاولیٰ/۵۹ھ۔

---

(۱) "الضرورات تبيح المحظورات. الضرورات تتقدر بقدرها". (قواعد الفقه، (رقم القاعدة: ۱۷۰، ۱۷۱)، ص: ۸۹، الصدف پبلشرز کراچی)

"امام کے پیچھے دوسری صف میں جو مبلغ کھڑے کئے جاتے ہیں کہ وہ زور سے تکبیرات کہتے رہیں تا کہ لوگوں کو تکبیرات زوائد اور تکبیرات رکوع وسجود پہنچانے میں آسانی ہو، ان کے سامنے لاؤڈ اسپیکر لگا دیا جائے تو جائز ہے جس سے صرف تکبیرات لوگوں کو پہنچ جائیں اور نماز صحیح طور پر ادا ہو جائے، امام کی قرأت لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ سے نہ پہنچائی جائے۔ نماز کے بعد امام لاؤڈ اسپیکر کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھ دے تو جائز ہے"۔ (كفايت المفتی، كتاب الحظر والإباحة، سولھواں باب: ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر: ۹/۲۰۲، دار الاشاعت کراچی)

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (آلات جدیدہ، آلۂ مکبر الصوت کے شرعی احکام، آلہ مکبر الصوت کا استعمال نماز میں، ص: ۳۸، ادارۃ المعارف کراچی)

جس لاؤڈ اسپیکر پر گانے گائے جائیں، اس سے سحری کے لئے جگانا

سوال[۹۶۴۳]: لاؤڈ اسپیکر پر فحش گانے ہوتے ہیں، کچھ قوالیاں بھی ہوتی ہیں، اس طرح سحری کے لئے جگانا جائز ہے یا نہیں؟ شادی بیاہ کے موقع پر لاؤڈ اسپیکر لگا کر اس طرح گانے بجانا جائز ہے یا نہیں؟ اور لاؤڈ اسپیکر سے جو روپیہ کمایا جاتا ہے وہ حلال ہے یا حرام؟ کوئی عالم فاضل اگر ایسے شخص کے یہاں ٹھہرے یا کھانا کھاوے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لاؤڈ اسپیکر پر اس طرح فحش گانا گا کر سحری کے لئے جگانا ممنوع ہے، احترامِ رمضان کے بھی خلاف ہے، فی نفسہ بھی ناجائز ہے۔ شادی بیاہ میں بھی یہ چیز منع ہے۔ اس طرح روپیہ کمانا بھی منع ہے۔ اہلِ علم کو ایسے روپیہ سے دعوت قبول نہیں کرنا چاہیئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ۹/ ۱۳۹۰ھ۔

بجلی سے آدمی کیوں مر جاتا ہے؟

سوال[۹۶۴۴]: کڑک اور بجلی کیا چیز ہے، اس بجلی سے انسان یا جانور مر جاتے ہیں، اس کی اصل وجہ کیا ہے؟

---

(۱) "ولا يجيب دعوة الفاسق المعلن ليعلم أنه غير راض بفسقه، وكذا دعوة من كان غالب ماله من حرام مالم يخبر أنه حلال". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/ ۳۴۳، رشيديه)

"إذا أهدى الرجل إلى انسان أو أضافه، إن كان غالب مال المهدي من الحرام، ينبغي له أن لايقبل الهدية ولا يأكل من طعامه مالم يخبر أنه حلال". (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، ومايكره أكله ومالايكره ومايتعلق بالضيافة: ۴/ ۴۰۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافة: ۵/ ۳۴۲، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

اس کا مختصر بیان میبذی میں ہے(۱) اور تفسیر فتح العزیز میں زیادہ ہے(۲)۔ یہ مسئلہ نہ فقہ کا ہے، نہ عقائد کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۷/ ۹۲ھ۔

کمر کے دونوں جانب ہاتھ رکھنا

سوال[۹۶۴۵]: دونوں طرف کمر پر ہاتھ رکھنا کیسا ہے، اور دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے باندھ کر چلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نامناسب ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۹۵ھ۔

---

(۱) "وأما الرعد والبرق، فسببها أن الدخان إذا ارتفع واحتبس (الدخان فيما بين السحاب)، فما صعد إلى العلو مزّق السحاب تمزيقاً عنيفاً، فيحصل صوت هائل هو الرعد بتمزيقه. وإن اشتعل الدخان (لما فيه من الدهنية) بالحركة، كان برقاً (إن كان لطيفاً، وينطفي بسرعة) وصاعقة (إن كان غليظاً، ولا ينطفي حتى يصل إلى الأرض، وإذا وصل إليها فربما صار لطيفاً ينفذ في المتخلل ولا يحرقه. ويذيب الأجسام المندمجة فيذيب الذهب والفضة في الصرة مثلاً، ولا يحرقها إلا ما احترق من الذوب. وربما كان كثيفاً غليظاً جداً، فيحرق كل شئ أصابه، وكثيراً ما يقع على الجبل، فيدكّه دكاً". (الميبذي، ص: ۹۷، مير محمد كتب خانه)

(۲) (تفسير عزيزي، (سورة البقرة: ۱۹): ۱/ ۲۱۶-۲۲۳، سعيد)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: نهى أن يصلي الرجل مختصراً". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب الخصر في الصلوة: ۱/ ۱۶۳، قديمي)

قال العيني رحمه الله تعالىٰ: "الخصرُ وضع اليد على الخاصر. وقد فسره الترمذي بقوله: والاختصار هو أن يضع الرجل يده على خاصرته في الصلوة. وكأنه أراد نفس الاختصار المنهيّ عنه، =

کیڑے مکوڑوں کی پیدائش

سوال[۹۶۴۶]: جس طریقے سے انسان کی پیدائش کے پہلے اس میں روح کا فرشتہ روح ڈال دیتا ہے، اسی طریقے سے کیا کیڑے مکوڑے، چیونٹی، یا اسی طریقے کے جاندار، کیا ان میں بھی روح ڈالی جاتی ہے، یا یونہی پیدا ہوجاتے ہیں جیسے اناج میں ہوجاتے ہیں، مچھر ہوجاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کیڑے مکوڑے بھی سب باذنِ خداوندی پیدا ہوتے ہیں، خود بخود پیدا نہیں ہوتے (۱)۔ تفصیلی کیفیت پیدائش کی معلوم نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۹۴ھ۔

غلامی کو ناپسند کرنا

سوال[۹۶۴۷]: اگر کوئی شخص اسلام کے دستورِ "غلامی" کو ناپسند کرتا ہو اور اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہو تو وہ مسلمان باقی رہ جائے گا یا کافر ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ناپسندیدگی اصل حقیقت کے نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ہے، جیسا کہ دیگر اقوام آج کل ناپسند کرتی

= وإلا فحقيقة الاختصار لاتتقيد بكونها في الصلوٰة .... أما الحكمة في النهي عن الخصر فقيل: لأن إبليس أهبط مختصراً، قيل: لأن اليهود تكثر من فعله، فنهى عنه كراهةً للتشبه بهم". (عمدة القاري، باب الخصر في الصلوة: ۲۹۷/۷، إدارة الطباعة المنيرية)

(والصحيح لمسلم مع شرحه للنووي، باب كراهة الاختصار في الصلوٰة: ۲۰۶/۱، قديمي)

(وكذا في فتح الباري، باب الخصر في الصلوٰة: ۱۱۴/۳، قديمي)

"وكره التخصر –وضع اليد على الخاصرة– للنهي، ويكره خارجها تنزيهاً". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب: مكروهات الصلوٰة: ۶۴۲/۱، سعيد)

(وكذا في الهداية مع الدراية، كتاب الصلوٰة: ۱۴۰/۱، شركت علميه ملتان)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿لا إله إلا هو خالق كل شيء﴾ (سورة الأنعام: ۱۰۲)

ہیں اور وہ حقیقت سے واقف نہیں، اب بجائے اس کے کہ ایسے شخص کے لئے کوئی سخت حکم حاصل کریں، آپ اس کو حقیقت سمجھائیں تاکہ وہ دیگر اقوام کا اتباع چھوڑ کر اسلام کا اتباع کرے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دوسرے کی دیوار پر اپنے مکان کی بنیاد رکھنا

سوال[۹۲۴۸]: زید کی دیوار جس کے نیچے سے پانی زید کے مکان کا نکلا کرتا تھا اور دونوں مکانوں میں حدِ فاصل تھی، اس پر عمر نے اپنے مکان کی بنیاد رکھی ہے۔اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ دیوار زید کی ملک ہے تو زید کی دیوار پر عمر کو اپنے مکان کی بنیاد رکھنا بغیر زید کی اجازت کے ناجائز ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ربیع الثانی/۶۴ھ۔

---

(۱) "ويحسن بنا قبل الشروع في شرح أحاديث العتق أن نورد ههنا مقابلةً وجيزةً نبحث فيها عن حقيقة الرق ومكانته في الإسلام، فإنه قد كثر الشغب على المسلمين من قِبَل أصحاب الغرب ومقلديهم في إباحه الرق، وقد زعمه الناس في هذا الزمان وصمةً على جبين الدين، ومثاراً للشبه ضد الإسلام، ولا حول ولا قوة إلا بالله العظيم. .... اهـ". (تكملة فتح الملهم: كتاب العتق، الرق في الإسلام: ۱/۲۶۳، مكتبه دار العلوم كراچي)

(۲) "لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه". (شرح المجلة، المقالة الأولى (رقم المادة: ۹۶)، ص: ۶۱، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"وكذا لو كان مسيل ماء سطحه إلى دار رجل وله فيها ميزاب قديم، فليس لصاحب الدار منعه عن مسيل الماء، اهـ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الشرب، الباب الثاني في بيع الشرب ومايتصل بذلك: ۵/۳۹۴، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب إحياء الموات، فصل في الشرب: ۴/۲۴۰، المكتبة الغفاريه) .... =

خدا کے واسطے معافی مانگنے پر معاف نہ کرنا اور روپے لے کر معاف کرنا

سوال[۹۶۴۹]: جہاں خدا اور رسول کا واسطہ مانگنے پر معافی نہ ہو سکے، وہاں چند روپے دے کر معاف کر دیا، آپ اس بارے میں کیا اصلاح دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی شخص سے کوئی قصور ہوجائے اور وہ معافی مانگے تو اعلیٰ بات یہ ہے کہ اس کو معاف کر دیا جائے، خاص کر جبکہ وہ اللہ کے واسطے معافی مانگے: ﴿وليعفوا وليصفحوا﴾ (۱)۔ خدا کے نام پر معافی مانگنے سے معاف نہ کرنا، روپے لے کر معاف کرنا بڑی پست حوصلگی کی بات ہے، البتہ اگر کسی نے مالی نقصان کیا ہو تو اس نقصان کا معاوضہ لینا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۱/۲۹ھ۔

"إنشاء اللّٰه" کہنا

سوال[۹۶۵۰]: عبادت کے کام میں جیسا کہ میں نے اعلان کیا کہ "إنشاء اللّٰه تعالیٰ" کل سے عصر کی نماز ۵/ بجے ہوگی۔ یہ "انشاء اللّٰه" کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستحب ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= (وكذا في الدرالمختار، كتاب إحياء الموات، فصل في الشرب: ۶/۴۲۳، سعيد)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وليعفوا وليصفحوا ألاتحبون أن يغفرالله لكم، والله غفوررحيم﴾ (سورة النور: ۲۲)

(۲) "لو أتلف مال غيره تعدياً، فقال المالک: أجزتِ أورضيت، لم يبرأ من الضمان". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب المأذون: ۶/۱۹۸، سعيد)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تقولنّ لشايءٍ إني فاعل ذلک غداً. إلا أن يشاء الله﴾ (سورة الكهف: ۲۳، ۲۴)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالیٰ: "وجوز أن يكون المستثنیٰ منه أعم الأوقات أي لاتقولن ذلک في وقت من الأوقات إلا في وقت مشيئة الله تعالیٰ ذلک القول منک". (روح المعاني، (سورة =

''خدااوررسول کومنظور ہوتو'' کہنا کیسا ہے؟

سوال[۹۶۵۱]: ''اگر یہ کام خدااوراس کے رسول کومنظور ہو جائے ہوتو ہو جاوے گا'' ایسا کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرک ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/صفر/ ۶۸ھ۔

جشنِ بخاری شریف

سوال[۹۶۵۲]: رسم ورواج کے مطابق جشنِ بخاری شریف منایا جارہا ہے اور ہر طالب علم سے چالیس روپے لیتے ہیں، بعض طلبہ تو ایسے بھی ہیں جو ناشتہ وغیرہ بھی نہیں کرتے ہیں، تقریباً تین سال سے یہ جشن منایا جارہا ہے۔ نیز روپے ناظمِ انجمن یا ناظمِ رقم کو نہ دینے کی وجہ سے انجمن کے کچھ افراد کہتے ہیں کہ تمہارا نام انجمن سے خارج کردوں گا۔ ان وجوہات کے پیشِ نظر لڑکے خائف ہوکر روپے ادا کرتے ہیں، اوران روپیوں سے تمام انجمن والے بریانی پلاؤ وغیرہ نوش کرتے ہیں۔ کیا یہ فعل شرعاً درست ہے؟ اور ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس پر عمل ہوا ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی نیک کام کی توفیق ہوتو اس پر بطورِ شکر کے اگر احباب وفقراء کو کچھ کھلا دیا جائے تو ناجائز نہیں، مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سورۂ بقرہ یاد کرلی تو ایک اونٹ ذبح کر کے اعزہ واقرباء

= الکہف: ۲۳)؛ ۱۵/۲۴۸، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ماکان لنا أن نشرک باللہ من شیٔ﴾ (سورۃ یوسف: ۳۸)

"عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رجل: یارسول اللہ! أیّ الذنب أکبر عنداللہ؟ قال: "أن تدعو للہ نداً وھو خلقک". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الکبائر، الفصل الأول، ص: ۱۶، قدیمی)

کوکھلادیا(۱)۔

لیکن جوصورت سوال میں درج ہے اس میں قباحت زیادہ ہے، بعض غریب طلباء ہیں جن میں وسعت نہیں، ان سے چندہ لیا جائے وہ شرم کی وجہ سے انکار نہ کرسکیں، یاد باؤ ڈال کران سے وصول کیا جائے اور وہ مجبور ہوکردیں تو ایسا پیسہ لینا اوراس کوکھانا شرعاً درست نہیں، حدیث شریف میں ہے:

"لایحل مال امرء مسلم إلا بطیب نفس منه"(۲)۔

اورفتاوی عالمگیری میں ہے:

"لایجوز لأحدمن المسلمین أن یأخذ مال أحد بغیر سبب شرعی"(۳)۔

نیزاس میں تفاخر ہےاورریاہے،اس لئے اس کی اجازت نہیں(۴)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۴/۷/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) "مالک عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: تعلم عمر رضی الله تعالیٰ عنه البقرة فی اثنتی عشرة سنةً، فلما ختمها، نحر جزوراً". (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی، مقدمة المؤلف، باب کیفیة التعلم والفقه، لکتاب الله تعالیٰ، وسنة نبیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وماجاء أنه سهل علی من تقدم العمل به دون حفظه: ۱/۳۰، دارالکتب العلمیه بیروت)

(۲) (کنز العمال، الفرع الثانی فی أحکام الایمان: ۱/۹۷۳، مکتب التراث الإسلامی حلب)

(ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب البیوع، باب الغصب: ۴/۱۷۲، دارالفکر بیروت)

"عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! لاتظلموا، ألا! لایحل مال امرئ إلا بطیب نفسٍ منه". (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(۳) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۲/۱۶۷، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ۵/۶۸، رشیدیه)

(۴) "وعن شداد ابن أوس رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: "من صلی یرائی فقد أشرک، ومن صام یرائی فقد أشرک، ومن تصدق یرائی فقد أشرک". (مشکوة المصابیح، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة، الفصل الثالث، ص: ۴۵۵، قدیمی)

"عن محمود بن لبید رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "إن أخوف ما =

کھانا کھاتے وقت چارپائی کی پائنتی کی طرف بیٹھنا

سوال[۹۲۵۳]: ا...... زید کہتا ہے کہ چارپائی پر بیٹھ کر پائتان کی طرف بیٹھ کر کھانا چاہیے، جولوگ سرہانے بیٹھ جاتے ہیں ان کا منہ پائنتی کی طرف ہوتا ہے، لہٰذا یہ رزق کی توہین ہے، سواس طرح کھانا ناجائز ہے۔ کیا زید کا خیال ٹھیک ہے؟

چارپائی پر غسل کرنے سے کیا وہ ہمیشہ کے لئے نجس ہوگئی؟

سوال[۹۲۵۴]: ۲...... ایک صاحب کہتے ہیں کہ کسی نبی نے چارپائی پر بیٹھ کر غسل کیا تھا، سو یہ گندگی کی چیز ہوئی، اس پر بیٹھ کر کھانا کھانا درست نہیں۔ مدلل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ا...... یہ چیز عرفاً کھانے کی توہین نہیں سمجھی جاتی، اس لئے اس کو ناجائز کہنا صحیح نہیں۔

۲...... یہ بات بلادلیل ہے، اگر کسی تخت یا فرش پر کسی نبی نے غسل کیا ہو تو کیا اس کی وجہ سے وہ تخت یا فرش نجس ہو کر کبھی پاک نہیں ہو سکے گا، اور اس کی وجہ سے ہر جگہ کا ہر تخت اور ہر فرش ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بالکل نجس ہو جائے گا؟ زمین پر تو قضائے حاجت فرمانا صریح وصحیح احادیث سے ثابت ہے(۱) تو کیا کسی زمین پر بھی کھانا کھانا جائز نہیں ہوگا۔

= أخاف عليكم الشرك الأصغر". قالوا: يارسول الله! وما الشرك الأصغر؟ قال: "الرياء". (مشكوة المصابيح، باب الرياء والسمعة، ص: ۴۵۶، قديمي)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل حديث محمود بن لبيد رضي الله تعالىٰ عنه، (رقم الحديث: ۲۳۱۱۹): ۵۹۲/۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "عن المغيرة بن شعبة رضي الله تعالىٰ عنه قال: كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر فقال: "يامغيرة! خذ الأداوة". فأخذتها، ثم خرجتُ معه، فانطلق رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى توارى عني، فقضى حاجته، ثم جاء وعليه جبة شامية". (الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين: ۱۳۳/۱، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الطهارة، باب ما جاء في المسح على الخفين، ص: ۴۱، قديمي)

نیز سوال نمبر: امیں صرف سرہانے بیٹھ کر کھانا کھانے کو منع کیا ہے، پائینتی کی طرف بیٹھ کر سرہانے کی طرف کھانا رکھوا کر کھانے کی اجازت دی ہے، اس کی کیا وجہ ہے، کیا وہ حصہ گندہ نہیں ہوا، استغفر اللہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۸/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۸/ ۹۲ھ۔

کسی کی بات کاٹنا

سوال [۹۶۵۵]: جب دو شخص گفتگو کر رہے ہوں تو تیسرے شخص کو درمیان میں بات کاٹنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کوئی شخص بات کرتا ہو تو بلا وجہ بات نہ کاٹی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

اپنی بات کو اونچا رکھنا

سوال [۹۶۵۶]: اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کی راہ کے خلاف چل کر اپنی بات کو اونچی رکھے اور اپنے فلاں بہنوئی کی بات کو گرانا چاہتا ہو کسی وجہ سے، تو وہ شخص کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ شخص گنہگار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۵/ ۹۲ھ۔

---

(۱) "حکایت: یکے را از حکماء شنیدم کہ می گفت: ہرگز کسے بجہلِ خود اقرار نکردہ است، مگر آنکس کہ چوں دیگرے در سخن باشد، ہمچناں تمام ناگفتہ سخن آغاز کند مثنوی:

سخن را سرست اے خردمند وبن ... میاور سخن درمیانِ سخن
خداوند تدبیر و فرهنگ وهوش ... نگوید سخن تانه بیند خموش".

(گلستانِ سعدی، باب چهارم، حکایت نمبر: ۷، ص: ۱۴۱، قدیمی)

آبِ حیات

سوال[۹۲۵۷]: آبِ حیات کیا چیز ہے، آیا اس کے اجزاء ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتبِ حدیث وتفسیر میں اس کا وجود مذکور ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں آبِ حیات کی تفصیل ہے(۱)۔ فقط سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۴/۷ھ۔

کیا لڑکے والا افضل ہے لڑکی والے سے؟

سوال[۹۲۵۸]: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لڑکے والے کا درجہ اعلیٰ ہے اور لڑکی والے کا درجہ لڑکے والوں سے کم ہے۔ کیا شرعاً بھی درجہ میں تفاوت ہے؟

حافظ علی احمد تھان، گاؤں سیتا پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان باتوں کی وجہ سے شرعاً درجہ نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے، یہ درجہ کا فرق عوام کا تجویز کردہ ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۶ھ۔

---

(۱) "وروى خيثمة بن سليمان من طريق جعفر الصادق عن أبيه أن ذا القرنين كان له صديق من الملائكة، فطلب منه أن يدلّه على شئ يطول به عمره، فدلّه على عين الحيات وهي داخل الظلمة، فسار إليها والخضر على مقدمته، فظفر بها الخضر ولم يظفر بها ذو القرنين". (فتح الباري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث خضر مع موسى عليهما السلام: ۶/ ۵۳۲، قديمى)

"مجمع البحرين وعندها عين تسمى عين الحياة لا تصيب شيئاً إلا حيي". (تفسير الخازن (سورة الكهف: ۳/ ۲۱۷، حافظ كتب خانه كوئٹه)

"وقال سفيان يزعم ناسٌ أن تلك الصخرة عندها عين الحياة لايصيب ماء ها شيئاً إلا عاش".

(التفسير المظهرى: ۶/ ۴۸، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(وكذا في تفسير العثمانى، ص: ۵۲۱، تاج كمپنى كراچى)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يهب لمن يشاء إناثاً ويهب لمن يشاء الذكور﴾. (سورة الشورى: ۴۹) =

شاگردسے احتلام کے کپڑے دھلوانا

سوال[۹۶۵۹]: اگرکوئی استاذ اپنے شاگردوں سے احتلام کے کپڑے دھلواتا ہےتو وہ کپڑے شاگردوں کے لئے دھونا جائز ہے یانہیں؟ جب کہ عام لوگوں نے اس کو چند بارتنبیہ کی۔

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ طریقہ نامناسب ہے،شرم وحیاء کے بھی خلاف ہے،بچوں پربھی اس کے بُرے اثرات پڑیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیو بند۔

نابالغ شاگرد سے خدمت لینا

سوال[۹۶۶۰]: ۱......ایک معلم صاحب جوکہ پیش امام بھی ہیں،کیاوہ اپنے کسی شاگردنابالغ سے وضوکے لئے پانی منگاکرطہارت کرسکتے ہیں،جیسا کہ وہ روز ایسا ہی کرتے ہی اوراسی وضوسےنماز بھی پڑھاتے ہیں۔کیایہ جائزہے؟

۲......بہت سے لوگ جوکہ دستکار ہیں، وہ اپنے چھوٹے شاگردوں سے جوکہ نابالغ ہیں ان سے پانی منگا کر پی سکتے ہیں، وہ خودآرام کرتے ہیں اورشاگرد بے چارے پنکھا جھلتے رہتے ہیں۔کیاان کا یہ طریقہ درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......ان کی تربیت کے لئے اورسلیقہ سکھاتے کے لئے پانی منگانا اوراس پانی سے وضوکرنا اوراس وضو

= وقال الله تعالى: ﴿يأيها الناس إنا خلقنكم من ذكر وأنثى وجعلنكم شعوباً وقبائل لتعارفوا، إن أكرم عند الله أتقاكم﴾ (سورة الحجرات: ۲۲)

"وناسب هذا المساق أن يدل في البيان من أول الأمر على أنه تعالىٰ فعل لمحض مشيئته سبحانه لامدخل لمشيئة العبد فيه، فلذا قدمت الإناث وأخرت الذكور كأنه قيل: يخلق مايشاء يهب لمن يشاء، من الإناسي مالا يهواه، ويهب لمن يشاء منهم مايهواه، فقد كانت العرب تعد الإناث بلاء".

(روح المعاني، سورة الشورى: ۲۵/ ۵۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

سے نماز پڑھنا پڑھانا سب درست ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وقتاً فوقتاً نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کام لیتے اور وہ اس وقت نابالغ تھے(۱)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کے لئے پانی لاکر دیا جب کہ وہ نابالغ تھے(۲)۔

۲...... اس کا حکم بھی نمبر: ا سے معلوم ہوگیا، لیکن بچوں پر زیادہ بوجھ ڈالنا نہیں چاہئے، جس سے وہ اکتا کر پریشان ہوجائیں، خاص کر یہ صورت کہ وہ پنکھا جھلتے رہیں اور استاد آرام سے سوتے رہیں، اس سے غالب گمان یہ ہے کہ وہ اکتا جاتے ہوں گے۔ اگر استاذ ان سے خدمت لیں تو ان کو انعام بھی دینا چاہئے جس سے وہ خوش ہوجائیں اور ان کی علمی اور اخلاقی تربیت بھی کی جائے، ان کو ہنر بھی سکھایا جائے کہ یہ ان کا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۴/۹۰ھ۔

چھوٹے بچوں سے خدمت لینا

سوال[۹۲۶۱]: مصنف بہارِ شریعت نے لکھا ہے کہ: ''معلمین کو نابالغ لڑکوں سے پانی بھرواکر

(۱) ''عن أم سليم رضى الله تعالىٰ عنها، أنها قالت: يارسول الله! أنس خادمك، ادع الله له، قال: "اللهم أكثر ماله وولده، وبارك له فيما أعطيته، الخ". (مشكوة المصابيح، كتاب المناقب والفضائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، ص: ۵۷۵، قديمى)

قال العلامة الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: "أنس بن مالك بن النصر الخزرجى كنيته أبو حمزة، قدم النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وهو ابن عشر سنين وانتقل إلى البصرة فى خلافة عمر رضى الله تعالىٰ عنه ليفقه الناس وهو آخر من مات بالبصرة من الصحابة سنة إحدى وتسعين". (مرقاة المفاتيح، كتاب المناقب والفضائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۶۲۰۸): ۱۰/۵۷۸، رشيديه)

(۲) "عن عبيد الله بن أبى يزيد عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما، أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم دخل الخلاء، فوضعت له وضوءاً، قال: "من وضع هذا"؟ فأخبر، فقال: "اللهم فقهه فى الدين".

(صحيح البخارى، كتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء: ۱/۲۶، قديمى)

(ومسند الإمام احمد بن حنبل رحمه الله تعالىٰ، مسند عبدالله بن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما، (رقم الحديث: ۳۳۶۹): ۱/۵۹۲، دارإحياء التراث العربى بيروت)

استعمال کرنا جائز نہیں''۔فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن چھوٹے بچوں کو استاذ کے سپرد کیا جاتا ہے تو ان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ہوتی ہے، اس لئے ان سے اس قسم کا کام لینا جس سے خدمت کا سلیقہ اور عادت ہو جائے اور اپنی بڑائی طبیعت میں نہ آئے درست ہے۔ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی خدمت لینا ثابت ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر دس سال کی تھی جب ان کی والدہ نے خدمتِ اقدس میں لاکر پیش کر دیا تھا، یہ خدمت کیا کرتے تھے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۹/ ۷/ ۸۸ھ۔

امرد کی تعریف

سوال[۹۶۶۲]: امرد کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کی لبیں معمولی سی ہوں اور داڑھی نہ نکلی ہو، یا اس سے قبل ہی اس قابل ہو کہ عورتوں کو اس کی طرف رغبت (شہوت) ہوتی ہو(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۴/ ۵/ ۹۰ھ۔

---

(۱) "عن أم سليم رضي الله تعالىٰ عنها، أنها قالت: يارسول الله! أنس خادمک، ادع الله له، قال: "اللهم أكثر ماله وولده، وبارک له فيما أعطيته، الخ". (مشكوة المصابيح، كتاب المناقب والفضائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، ص: ۵۷۵، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ: "أنس بن مالک بن النصر الخزرجي كنيته أبو حمزة، قدم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وهو ابن عشر سنين وانتقل إلى البصرة في خلافة عمر رضي الله تعالىٰ عنه ليفقه الناس وهو آخر من مات بالبصرة من الصحابة سنة إحدى وتسعين". (مرقاة المفاتيح، كتاب المناقب والفضائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۶۲۰۸): ۵۷۸/۱۰، رشيديه)

(۲) "أمرد هو الشاب الذي طرشاربه ولم تنبت لحيته .... وهذا شامل لمن نبت عذاره، بل بعض =

امرد سے خط وکتابت

سوال[۹۶۶۳]: امرد سے خط وکتابت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ضرورت ہوتو درست ہے،فتنہ ہوتو پرہیز کیا جائے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

امرد کو کن کن سے احتراز کرنا چاہیئے؟

سوال[۹۶۶۴]: امرد کو کن کن لوگوں سے احتراز کرنا چاہیئے، مثلاً: ماموں، پچا وغیرہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ممانعت یا عدم ممانعت کا حکم اشخاص وافراد کے اعتبار سے ہوگا، یا حکم سب کے حق میں برابر ہوگا، یعنی حکم کا تعلق شہوت پیدا ہونے والے، یا نہ ہونے سے ہے، یا امرد کی ذات سے ہے کہ وہ مشتہیٰ ہے؟ اگر حکم کا تعلق مشتہیٰ سے مان لیا جائے تو ظاہر ہے اس کے لئے ہر آن و ہر لحہ برابر نہ ہوگا۔

= الفَسَقة يفضله على الأمرد خالي العذار .... وأن ابتدائه من حين بلوغه سناً تشتهيه النساء .... والمراد من كونه صبيحاً أن يكون جميلاً بحسب طبع الناظر ولو كان أسود؛ لأن الحُسن يختلف باختلاف الطبائع". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد: ۱/۴۰۷، سعيد)

(۱) "فحل النظر منوطٌ بعدم خشية الشهوة .... اهـ". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "قال ابن القطان: "أجمعوا على أنه يحرم النظر إلى غير الملتحي بقصد التلذذ بالنظر، وتمتع البصر بمحاسنه، وأجمعوا على جوازه بغير قصد اللذة، والناظر مع ذلك آمن الفتنة". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۱۹۱، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة ۱/۱۸۳، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو(۱)۔ ذات امرد سے حکم کا تعلق ہے اور افراد اور اشخاص سے بھی تعلق ہے، افراد واشخاص اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

خودداری کا مفہوم

سوال[۹۲۶۵]: اسلام میں خودداری کا کیا مفہوم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خودداری کا مفہوم ہے: ''اپنی حیثیت کے مواقف کام کرنا، ایسے کام سے بچنا جس سے ذلت پیش آئے''۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔



(۱) ''فحل النظر منوطٌ بعدم خشية الشهوة .... اهـ''. (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: ''قال ابن القطان: ''أجمعوا على أنه يحرم النظر إلى غير الملتحي بقصد التلذذ بالنظر، وتمتع البصر بمحاسنه، وأجمعوا على جوازه بغير قصد اللذة، والناظر مع ذلک آمن الفتنة''. (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۱۹۱، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة ۱/۱۸۳، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم﴾ (سورة النور: ۳۰)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں''، یعنی جس عضو کی طرف مطلقاً دیکھنا ناجائز ہے اس کو بالکل نہ دیکھیں اور جس کو فی نفسہ دیکھنا جائز ہے، مگر شہوت سے جائز نہیں اس کو شہوت سے نہ دیکھیں۔ ''اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں''، یعنی ناجائز محل میں شہوت رانی نہ کریں جس میں زنا اور لواطت سب داخل ہے''۔ (بیان القرآن: ۸/۵، حصہ دوم، سعید)

كتاب الرهن

(گروی رکھنے کا بیان)

توسیعِ مدتِ رہن پر معاوضہ لینا

سوال[۹۶۶۶]: زید نے اپنا ایک مکان بکر کے پاس باقبضہ مبلغ تین سوروپے پر دوسال کے لئے رہن رکھ دیا۔ اور فسخِ رہن کی تاریخ مقرر کرکے دستاویز پر تحریر کردیا: ''اگر متعینہ وقت پر نہ دے سکا تو یہ رہن نامہ بیع نامہ متصور ہوگا''۔ جب مدت رہن ختم ہونے لگی تو زید نے مزید تین سوروپے بکر سے لے کر فسخِ دین کی تاریخ میں اضافہ کرلیا۔ اور جب مزید توسیع قریب الختم ہونے کو آئی تو پھر مبلغ دوسوروپے بکر سے لے کر پھر دستاویز تحریر کردی کہ: ''اگر میں ۱۹۶۴ء تک فسخِ رہن نہ کروں تو یہ رہن بیع نامہ ہوگا''۔ چنانچہ ۶۴ء شروع ہوگیا، اب زید چاہتا ہے کہ مکان بکر سے واپس لے لے۔ تو شرعاً اس کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحریر رہن کی تاریخ گزرجانے پر بیع نامہ تصور کرنے کی تصریح شرعاً صحیح نہیں، شرعاً بیع نہیں (۱)، زید قرض واپس کرکے مکان بصورتِ رہن واپس لے سکتا ہے (۲)، بکر نے اس مدتِ رہن میں مکان سے نفع حاصل

---

(۱) ''البيع ينعقد بإيجاب و قبول''. (شرح المجلة لسليم رستم باز، ص: ۵۷، (رقم المادة: ۱۶۷)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۲) ''وإذا طلب دينه، أمر بإحضار الرهن، فإذا أحضره أمر الراهن بتسليم كل دينه أولاً، ثم أمر المرتهن بتسليم الرهن''. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر: ۲۷۴/۴، كتاب الرهن، غفاريه كوئٹه)

''و يؤمر المرتهن بإحضار رهنه، والراهن بأداء دينه أولاً''. (البحر الرائق: ۴۳۷/۸، كتاب الرهن، رشيديه)

''وإذا طلب المرتهن دينه، يؤمر بإحضار الرهن؛ لأن قبض الرهن قبض استيفاء، فلا يجوز أن =

کیا تو وہ ناجائز ہوا، سود ہوا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۸۹ھ۔

مکانِ مرہون میں رہنا

سوال[۹۶۶۷]: ایک شخص نے ایک مکان بعوض مبلغ آٹھ سو روپیہ گروی رکھا ہے، تقریباً چھ سات برس کا عرصہ ہوگیا ہے گروی رکھے ہوئے، اور گروی رکھنے والا اس مکان میں کبھی خود رہتا ہے اور کبھی اپنے رشتہ دار کو رکھتا ہے۔ اور مکان اس درجہ کا ہے کہ اگر کرایہ پر دیا جائے تو کم ازکم چار روپیہ کرایہ پر چڑھ سکتا ہے۔ اب یہ دریافت کرنا ہے کہ آیا اس گروی رکھنے والے کو مکان مذکور میں اس طرح بود و باش کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر درصورت ناجائز ہونے کے مکان مالک کو دیدے اور اپنا روپیہ وصول کرلے اس سے تو جو نفع اس نے چھ سات برس کے زمانہ میں مکان سے حاصل کیا ہے، اس کا معاوضہ شرعاً دینا پڑے گا یا نہیں اور اگر نہیں دے تو اس کا مواخذہ شرعاً ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرتہن کو مکانِ مرہون میں رہنا ناجائز ہے، اگر اس مکان میں رہے گا تو غاصب کہلائے گا اور گنہگار ہوگا اور ایسی صورت میں منافعِ غصب کا تاوان لازم نہیں:

"أو عقد كبيت الرهن إذا سكنه المرتهن، ثم بان للغير معداً للإجارة، فلا شيء عليه، اهـ". درمختار۔ قال الشامي: "(قوله: فلا شيء عليه)؛ لأنه لم يسكنها ملتزمها للأجر، كما لو

= يقبض ماله مع قيام الاستيفاء؛ لأنه يتكرر الاستيفاء على اعتبار الهلاك في يد المرتهن و هو محتمل، وإذا أحضره أمر الراهن بتسليم الدين أولاً، ليتعين حقه كما تعين حق الراهن تحقيقاً للتسوية كما في تسليم المبيع والثمن: يحضر المبيع ثم يسلم الثمن أولاً". (الهداية: ۴/۵۱۷، كتاب الرهن، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل قرض جرّ منفعةً، فهو ربا". (فيض القدير: ۹/۴۳۸۷، (رقم الحديث: ۶۳۳۶)، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز، رياض)

(وكذا في الهداية: ۴/۴۷۱، كتاب الكراهية، فصل في البيع، شركت علميه ملتان)

رهنها المالك سكنها المرتهن، اهـ". رد المحتار: ٥/١٨١(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ ۷/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۴/ رجب/ ۵۶۔

مرہون سے نفع اٹھانا

سوال[۹۶۶۸]: عام طور پر راہن مرتہن کے درمیان یہ بات طے شدہ ہوتی ہے کہ مرتہن مرہونہ چیز سے فائدہ حاصل کرے، مثلاً: مکان کا کرایہ اور زمین کی پیداوار سے فائدہ اٹھائے، لیکن یہ بات ناجائز بھی سمجھی جاتی ہے۔ کتاب ''مفید المفتی والمستفتی'' اردو ''فتاوی عزیزی، ص: ۵۹، ۶۰'' پر حسبِ ذیل عبارت مطالعہ سے گزری:

''مگر فقیر کے نزدیک تحقیقی بات یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں رواج و عادات کے موافق ''ہبہ'' کے لفظ کو ''اباحت'' یعنی فائدہ اٹھانے کی اجازت دینے میں سمجھنا چاہئے۔ پس روپ داس نے جو باقی شاہ کو اپنی مرہونہ زمین کے محصول اور پھلوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیدی۔

اور اس پر دو شاہد دلالت کرتے ہیں: ایک یہ کہ فقہ کا مقرر کیا ہوا قاعدہ ہے کہ

---

(١) (الدر المختار مع ردالمحتار: ٦/٢٠٨، كتاب الغصب، سعيد)

"و لا يضمن منافع ما غصبه، سواء سكنه أو عطله، إلا في الوقف. قال في المجمع: و كذا السكنى بتاويل العقد لماتقدم عن القنية من سكنى المرتهن بتأويل عقد الرهن". (مجمع الأنهر: ٤/٩٤، كتاب الغصب، غفاريه كوئٹه)

"لا يقال: إن الغاصب تلزمه أجرة المغصوب إذا كان معداً للاستغلال كما إذا كان وقفاً أو مال يتيم؛ لأنا نقول: إنما تلزمه الأجرة في المعدّ للاستغلال إذا لم يكن الغصب بتأويل عقد كعقد الرهن في مسئلتنا، فإن كان كذلك، لا تلزمه الأجرة اتفاقاً". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، ص: ١٩٤، رقم المادة: ٧٥٠)، حقانيه پشاور)

(و كذا في تبيين الحقائق: ٦/٣٣٧، كتاب الغصب، دار الكتب العلمية بيروت)

"العادة محكمة" جیسا کہ "الأشباہ والنظائر" میں موجود ہے(۱) اور عرف وعادت اس امر کو ثابت کررہے ہیں کہ راہن مرتہن کو نفع اٹھانے کی اجازت دیتا ہے تو اس کو بھی عرف اور عادت پر قیاس کرنا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ فقہ کا باندھا ہوا قاعدہ ہے کہ "عقود اور معاملات میں معانی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا" (۲)۔

اس واسطے فقیہ لوگ ہبہ بالعوض کو بیع کے حکم میں شمار کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ جس بات کو ناجائز سمجھا جارہا ہے، وہ جائز ہے" (۳)۔

مہربانی فرماکر آپ ہر دو صورتوں کا حکم بیان فرمائیں تا کہ الجھن رفع ہو۔

---

(۱) (الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة السادسة، ص: ۹۳، قديمي)

(۲) "العبرة في العقود للمقاصد والمعاني لا للألفاظ والمباني". (قواعد الفقه، ص: ۹۱، (رقم القاعدة: ۱۸۳)، الصدف پبلشرز)

(۳) مستفتی نے فتاویٰ عزیزی (اردو) کی عبارت کو یا تو بہت اختصار سے نقل کیا ہے اور یا اس کے سامنے والا ترجمہ اور ہمارے ہاں کے ترجمہ میں فرق ہے، بہرحال دونوں کا مفہوم ایک جیسا ہے، لہذا فتاویٰ عزیزی کی محولہ عبارت اس طرح ہے:

"لیکن فقیر کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں موافق رواج وعادت کے لفظ ہبہ سے مراد اباحت سمجھنا چاہیے، یعنی ایسی صورتوں میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ راہن کی اجازت ہوتی ہے کہ مرتہن شئ مرہونہ سے نفع اٹھائے تو روپ داس گسائن نے جو باقی شاہ مرتہن کو نافع اپنی زمین مرہونہ کا اور پھل درختوں کا دے دیا تو اس سے مراد یہ تھی کہ روپ داس گسائن راہن نے یہ اجازت دے دی ہے کہ باقی شاہ مرتہن زمین مرہونہ کے منافع اور درختوں کے پھل سے فائدہ اٹھائے، اور امر کے لئے دلیل یہ ہے کہ اصول فقہ میں ثابت ہے کہ العادۃ محکمۃ یعنی عادت حکم آنے والی ہے، ایسا ہی کتاب أشباہ والنظائر میں موجود ہے، اور باعتبار عرف وعادت کے یہی امر مروج ہے کہ راہن کہہ دیتا ہے کہ شئ مرہونہ کے منافع مرتہن کے لئے مباح ہیں تو اس مسئلہ میں بھی عرف وعادت کے موافق ایسا ہی سمجھنا چاہیے، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ بھی اصول فقہ میں ثابت ہے کہ: "العبرة في العقود للمعاني لا للألفاظ" یعنی معاملات میں جو الفاظ مستعمل ہوں تو ان معاملات میں ان الفاظ سے جو اصل مقصود ہوا کرتا ہو اسی کا اعتبار ہوگا، صرف الفاظ کی جانب لحاظ نہ ہوگا۔ اسی واسطے یہ کہتے ہیں ہبہ بالعوض کے بارہ میں فی الواقع بیع کا حکم ہے"۔ (فتاویٰ عزیزی، مسائل رہن، رہن زمین کی ایک صورت، ص: ۵۳۶، ۵۳۷، سعید)

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ فائدہ اٹھانا بالکل ناجائز ہے، خواہ راہن نے صراحۃً اجازت دیدی ہو یا عرفاً رواج ہو، جن لوگوں نے اجازتِ راہن کے بعد جائز سمجھ لیا ہے ان پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں رد کیا ہے(۱) اور مولانا عبدالحیٔ نے مستقل ایک رسالہ اس مسئلہ پر لکھا ہے جس میں قطعاً ناجائز قرار دیا ہے اور کتب فقہ کی عبارات کو نقل کیا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/محرم الحرام/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/محرم الحرام/ ۶۸ھ۔

مالک کی اجازت سے رہن سے نفع اٹھانا

سوال[۹۲۶۹]: اشیائے مرہونہ سے مالک کی اجازت سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو ہدایہ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے: "ولیس للمرتهن أن ینتفع بالرهن لا باستخدام و لا سکنی

---

(۱) "لا یحل له أن ینتفع بشيء منه بوجهٍ من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه یستوفي دینه کاملاً، فتبقی له المنفعة فضلاً، فیکون ربا، وهذا أمر عظیم". (الدرالمختار: ۴۸۲/۶، کتاب الرهن، سعید)

(۲) "وقد اغترّ کثیرٌ من علماء عصرنا و من سبقنا بظاهر عبارات الفقهاء أنه یجوز الانتفاع للمرتهن بـ الإذن، فأفتوا به مطلقاً من دون أن یفرقوا بین المشروط و غیره، و من دون أن یتأملوا فی أن المعروف کالمشروط، فضلّو وأضلّوا. وقد التزمتُ أنا من مدة مدیدة أني کلما سُئلت من الانتفاع بالإذن، أجبت الکراهة، لعلمي منهم أن الإذن عندهم یکون مشروطاً حقیقةً أو عرفاً، والإذن المجرد عن شوب الاشتراط الحقیقي والعرفي نادرٌ قطعاً". (مجموعة رسائل اللکنوی، الفلک المشحون في الانتفاع بالمرهون: ۱۲/۳، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی الفتاوی الکاملیة، ص: ۲۴۴، کتاب الرهن، حقانیه پشاور)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۲۳۶/۴، کتاب الرهن، دار المعرفة بیروت)

(وکذا فی شرح المجلة لخالد الاتاسی: ۱۹۶/۳، ۱۹۷، (رقم المادة: ۷۵۰)، مکتبه حنفیه کوئٹه)

و لا لبس، إلا أن يأذن له المالك". هدايه: ٤/٥٠٦(١)۔

الجواب حامداًومصلياً:

ناجائز ہے:"لا الانتفاع به مطلقاً إلا بإذن، اهـ" تنویر۔ "قال في المنح: و عن عبد الله محمد بن أسلم السمرقندي -وكان من كبار علماء سمرقند- أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفي دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم .... قال: والغالب من أحوال الناس أنهم إنما يريدون عند الدفع الانتفاع، و لو لاه لما أعطاه الدراهم، و هذا بمنزلة الشرط؛ لأن المعروف كالمشروط، وهو مما يعين المنع، والله تعالى أعلم، اهـ". شامي: ٥/٤٢٧(٢)۔

صاحبِ ہدایہ کے زمانہ میں عرف نہ ہوگا۔مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنویؒ نے اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا نام الفلك المشحون (ہے)(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۷/ذی قعدہ/۶۷ھ۔

انتفاع از رہن

سوال[۹۲۷۰]: زید نے عمرکوایک ہزارروپے دیئےاوراس کی دس بیگہ زمین اس سے لے لی،اس شرط کےساتھ کہ بیس روپے لگان کے انہیں روپوں سے کاٹے جائیں گے۔تو یہ معاملہ جائز ہے یانہیں،اگر جائز نہیں توجواز کی کیاصورت ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

بظاہر یہ ایک ہزارروپےقرض ہےاوردس بیگہ زمین رہن ہے،رہن سے نفع اٹھانا درست نہیں(۴)۔

---

(۱) (الهداية: ۴/۵۱۸، كتاب الرهن، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) (ردالمحتار: ۶/۴۸۲، كتاب الرهن، سعيد)

(۳) (مجموعة رسائل اللكنوي، الفلك المشحون في الانتفاع بالمرهون: ۱۲/۳، إدارة القرآن، كراچى)

(۴) "لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه=

اس کے ساتھ ہی طے کرنا کہ بیس روپے لگان اسی ایک ہزار روپے سے لیا جائے گا تو یہ اجارہ ہوگا، ایک عقد میں دو معاملے کرنا (ایک رہن، دوسرا اجارہ) شرعاً درست نہیں (۱)۔ زید کو چاہیے کہ اس معاملے کو فسخ کردے، پھر قرض

= يستوفي دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم". (الدرالمختار: ۶/۴۸۲، كتاب الرهن، سعيد)

"وقد اغترّ كثيرٌ من علماء عصرنا و من سبقنا بظاهر عبارات الفقهاء أنه يجوز الانتفاع للمرتهن بالإذن، فأفتوا به مطلقاً من دون أن يفرقوا بين المشروط و غيره، و من دون أن يتأملوا في أن المعروف كالمشروط، فضلّو وأضلّوا. وقد التزمتُ أنا من مدة مديدة أني كلما سُئلت من الانتفاع بالإذن، أجبت الكراهة، لعلمي منهم أن الإذن عندهم يكون مشروطاً حقيقةً أو عرفاً، والإذن المجرد عن شوب الاشتراط الحقيقي والعرفي نادرٌ قطعاً". (مجموعة رسائل اللكنوي، الفلك المشحون في الانتفاع بالمرهون: ۳/۱۲، إدارة القرآن كراچي)

(و كذا في الفتاوى الكاملية، ص: ۲۴۴، كتاب الرهن، حقانيه پشاور)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۴/۲۳۲، كتاب الرهن، دار المعرفة بيروت)

(و كذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي: ۳/۱۹۶، ۱۹۷، (رقم المادة: ۷۵۰)، حقانيه پشاور)

(۱) "عن عبدالرحمن بن عبدالله بن مسعود عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه قال: نهى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن صفقتين في صفقة". (إعلاء السنن: ۱۴/۱۷۴، كتاب البيوع، باب النهي عن بيعتين في بيعة، إدارة القرآن كراچي)

البتہ اگر عقد رہن کے بعد عقد اجارہ کریں تو یہ جائز ہے، لیکن اس صورت میں رہن کا معاملہ باقی نہیں رہتا:

"أما الإجارة فالمستاجر إن كان هو الراهن، فهي باطلة .... وإن كان هو المرتهن وجدد القبض للإجارة .... بطل الرهن، والأجرة للراهن". (ردالمحتار: ۶/۵۱۱، كتاب الرهن، سعيد)

"وكذلك لو استأجره المرتهن، صحت الإجارة وبطل الرهن إذا جدد القبض للإجارة". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۴۶۵، الباب الثامن في تصرف الراهن، رشيديه)

سوال: "ایک شخص نے دوسرے شخص کے پاس اپنی زمین سو روپے کے عوض گروی رکھی اس شرط پہ کہ تین برس کے بعد ہم روپیہ دے کر زمین واپس کریں گے اور اس درمیانی مدت میں جو کچھ پیداوار کا منافع ہو وہ اپنے تصرف میں لائے اور مالگذاری ادا کرے"۔

جواب: "رہن کی یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں، کیونکہ زمین میں مرتہن کو فقط حق حبس ہوتا ہے اور شرط انتفاع مقتضی =

کا معاملہ مستقلاً ایک ہزار کے ساتھ رہے اور زمین کو جداگانہ کرایہ پر لے لے اور اس کا معاملہ جداگانہ بیس روپے طے کرے اور یہ بھی طے کرے کہ عمر اس قرض کو قسط وار ادا کردیا کرے، مثلاً: بیس ۲۰/ روپے کی قسط تجویز کرلی جائے، عمر جب قسط ادا کرے، زید اُسے وصول کرکے کرایۂ زمین لگان میں عمر کو دے دیا کرے تو اس طرح یہ معاملہ درست ہوگا، زمین اس صورت میں رہن نہیں ہوگی، صرف کرایہ پر ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

انتفاع بالمرہون

سوال [۹۲۷۱]: ۱...... روپیہ قرض دیکر زمین رہن رکھ کر استفادہ کرنا اور لگان گورنمنٹ کو خود ادا کرتے رہنا یہ جائز ہے یا نہیں؟

۲...... بعض لوگوں کی عادت یہ ہے کہ روپیہ قرض دے کر پھر اس قرضخواہ کو زمین کھیتی کرنے کے لئے ۵، ۱۰/من کے بدلہ میں لکھ دیتے ہیں خواہ زمین میں کچھ پیداوار ہو یا نہ ہو۔ یہ کیسا ہے؟

۳...... بعض لوگ رہن رکھ کر استفادہ کرنے کی وجہ سے کچھ عدد سالانہ روپیہ اس سے کاٹ دیتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... یہ صورت جائز نہیں (۲)۔

= إلی الربا ہے، مرہون کے منافع اور زوائد راہن کی ملکیت میں اسی طرح کا نفقہ بھی راہن کے ذمے پس مرتہن زمین مرہونہ کی آمدنی یا جانور مرہون کے دودھ میں سے صرف اس قدر لے سکتا ہے جس قدر زمین کا سرکاری لگان ادا کرنا پڑے"۔ (کفایت المفتی، کتاب الدیون، دوسرا باب: دخلی رہن، مرتہن کا رہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا: ۸/۱۴۱، دار الإشاعت کراچی)

(۱) "وكذلك لو استأجره المرتهن، صحت الإجارة وبطل الرهن إذا جدد القبض للإجارة". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في تصرف الراهن: ۵/۴۶۵، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الرهن: ۶/۵۱۱، سعيد)

(۲) "لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفي دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم". (الدر المختار: ۶/۴۸۲، كتاب الرهن، سعيد) =

۲......۵،۱۰/من غلہ اگر صحیح حساب سے قرض میں محسوب کرلیں تو درست ہے، ورنہ نہیں، یعنی غلہ وصول کرتے وقت جو نرخ ہو اس نرخ سے قیمت لگا کر یہ سمجھیں کہ گویا ہم نے اپنے قرض میں سے اتنا وصول کرلیا(۱)۔

۳......ایسی زمین کا جو کچھ سالانہ کرایہ بغیر کسی دباؤ کے ہوتا ہے، اگر اتنی مقدار وصول کردہ روپیہ سے کاٹ دیں تو جائز ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۸۹ھ۔

= "وقد اغترّ كثيرٌ من علماء عصرنا و من سبقنا بظاهر عبارات الفقهاء أنه يجوز الانتفاع للمرتهن بالإذن، فأفتوا به مطلقاً من دون أن يفرقوا بين المشروط و غيره، و من دون أن يتأملوا في أن المعروف كالمشروط، فضلّو وأضلّوا. وقد التزمتُ أنا من مدة مديدة أني كلما سُئلت من الانتفاع بالإذن، أجبت الكراهة، لعلمي منهم أن الإذن عندهم يكون مشروطاً حقيقةً أو عرفاً، والإذن المجرد عن شوب الاشتراط الحقيقي والعرفي نادرٌ قطعاً". (مجموعة رسائل اللكنوي، الفلك المشحون في الانتفاع بالمرهون: ۱۲/۳، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى الكاملية، ص: ۲۴۴، كتاب الرهن، حقانيه پشاور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲۳۲/۴، كتاب الرهن، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي: ۱۹۲/۳، ۱۹۷، (رقم المادة: ۷۵۰)، حقانيه پشاور)

(۱) "قال الحموي في شرح الكنز نقلاً عن العلامة المقدسي عن جده الأشقر عن شرح القدوري الأخطب: إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أيّ مال كان". (ردالمحتار، كتاب الحجر: ۱۵۱/۶، سعيد)

(۲) یہ رہن کا معاملہ نہیں بلکہ اجارہ کا ہوا کہ قرض دینے والا جو کہ کرایہ دار بھی ہے، مقروض کی زمین کا کرایہ اپنے قرض میں محسوب کرسکتا ہے:

"وأما الإجارة، فالمستأجر إن كان هو الراهن، فهي باطلة .... وإن كان هو المرتهن وجدّد القبض للإجارة .... بطل الرهن، والأجرةُ للراهن". (ردالمحتار: ۵۱۱/۶، كتاب الرهن، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۶۵/۵، الباب الثامن في تصرف الراهن، رشيديه)

انتفاع بالمرہون

سوال[۹۶۷۲]: مرتہنہ زمین سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح رہن رکھے ہوئے باغ کے پھل وغیرہ جو فصل میں پیدا ہوتے ہیں جس کے پاس رہن رکھا ہوا ہے، استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

جس کے پاس جوشی رہن رکھی جائے اس کو اس شی سے نفع حاصل کرنا منع ہے، کیونکہ یہ سود کے حکم میں ہے، خواہ وہ شی زمین ہو، یا باغ ہو، یا مکان وغیرہ ہو، سب کا حکم یکساں ہے:

قال الحصكفي بعد نقل الأقوال: "ثم نقل عن التهذيب أنه يكره للمرتهن أن ينتفع بالرهن وإن أذن له الراهن. قال المصنف: وعليه يُحمل ما نقل عن محمد بن أسلم من أنه لايحل للمرتهن ذلك ولو بالإذن؛ لأنه ربوا. قلت: تعليله يفيد أنها تحريمية، فتأمله، اهـ". درمختار: ٥/٣٣٦(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

موروثی زمین کورہن رکھنا

سوال[۹۶۷۳]: مسمی زید نے (دوقطعہ کھیت تخمینی پانچ بیگہ پختہ جس کا منافع بصورت لگان ۴۰

(۱) (ردالمحتار: ٦/٥٢٢، كتاب الرهن، فصل في مسائل متفرقة، سعيد)

"يكره للمرتهن أن ينتفع بالرهن وإن أذن له الراهن. قال في المنح: لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفي دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم. وجزم في رد المحتار بما في جواهر الفتاوى: من أنه إن كان مشروطاً، صار قرضاً جرّ فيه منفعةً وهو ربا، وإلا يكون مشروطاً فلا بأس .... قلت: والغالب من أحوال الناس أنهم إنما يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاه لما أعطاه الدراهم، وهذا بمنزلة المشروط؛ لأن المعروف كالمشروط، وهو مما يعين المنع". (شرح المجلة لخالد الأتاسي: ٣/١٩٦، ١٩٧، رقم المادة: ٧٥٠)، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في مجموعة رسائل اللكنوي، الفلك المشحون في الانتفاع بالمرهون: ٣/١٢، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في الفتاوى الكاملية، ص: ٢٤٤، كتاب الرهن، حقانيه، پشاور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الرهن: ٤/٢٣٦، دارالمعرفة بيروت)

سالانہ تخمیناً ہوتا ہے، داخلی رہن رکھ دیا یعنی مالکِ اراضی مثلاً: بکر کو دوسو روپے دیدیئے، کھیتوں پر قبضہ کرلیا اس شرط پر کہ جس وقت میرا روپیہ دوسو دَین ادا کردو گے، میں کھیت چھوڑ دوں گا اور منافع خود (یعنی زید) لیتا رہوں گا۔ اس عقدِ رہن پر باقاعدہ ضابطہ عدالت گورنمنٹ پورا کیا گیا یعنی رجسٹری وغیرہ کی گئی۔ مالکِ اراضی مسمّی بکر کی ملک کاشتکارانہ تھی، وہ ایک زمیندار کا مالگذار تھا۔ اس عقدِ رہن کے انعقاد کا زمانہ تخمیناً دس سال ہے، کچھ دنوں سے تخمیناً چار سال سے جب کہ مسمّی بکر کی مالی حالت بہت خراب ہوئی، زمیندار کو مالگزاری بھی زید ہی ادا کرتا ہے۔

یہ صورت مسئلہ کی ہے، اس میں صرف دوسوال ہیں:

۱..... آیا شرعاً عقدِ رہن یعنی دخلی رہن (جس صورت سے سمجھا گیا) جائز ہے یا ناجائز؟

۲..... اگر ناجائز ہے تو اب شرعی تدارک کیا ہے؟ مفصل سمجھایا جائے۔ زید تو یہ کرنے کو تیار ہے۔ اب تک فک رہن نہیں ہوا۔ بکر دوسو روپیہ ادا نہیں کرسکتا۔ زید دس سال سے منافع کمار ہا ہے۔ نیز چار سال سے مالگذاری بھی زمیندار کو دیتا ہے جو تخمیناً ۱۸/ روپے ہے۔

المستفتی: مہدی حسن، کانپور، محلّہ بیکن گنج، مدرسہ مظہر العلوم۔

الجواب حامداً ومصلياً:

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھیت کسی اَور شخص کی ملک ہے، بکر کے پاس اس کی موروثی کاشت ہے اور بکر نے بعوض دوسو روپیہ قرض زید کے پاس اسے رہن رکھ دیا اور زید نے دس سال اس کی آمدنی حاصل کی اور چار سال مالگذاری نمبر: ۱۸، بھی ادا کی۔ اس تمام قضیہ میں تین چیزوں کا حکم تفتیش طلب ہے: کھیت وقرض، دوسو روپیہ، مالگذاری ۱۸/ روپے معاملہ فاسد در فاسد ہے، اس لئے تینوں چیزوں کا حکم لکھا جاتا ہے۔

کھیت کا بصورتِ موجودہ نہ زید کو رکھنا جائز ہے نہ بکر کو، اس کا فوراً چھوڑ دینا واجب ہے(۱)، اس کے

(۱) "عن السائب بن يزيد عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا يأخذ أحدكم عصا أخيه لاعباً جاداً، فمن أخذ عصا أخيه، فليردها إليه".

"وعن سمرة عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "على اليد ما أخذت حتى تؤدي".

(مشكوة المصابيح، ص: ۲۵۵، باب الغصب والعارية، قديمي) .... =

بعد مالک کو اختیار ہے، خواہ خود کاشت کرے، یا اپنی رضامندی سے زید، بکر وغیرہ کسی کو کاشت پر دے، یا بیع، ہبہ جو دل چاہے کرے(۱)، کیونکہ موروثی ناجائز ہے۔ لہٰذا بکر غاصب ہے، اس کو جائز نہیں کہ کسی دوسرے کے کھیت کو غصب کرکے کسی کے پاس رکھ دے۔ اور دس سال تک جو زید نے آمدنی حاصل کی ہے، اپنا خرچہ بیج وغیرہ اس میں سے نکال کر باقی کو غرباء ومساکین پر صدقہ کردے کہ یہ ملک خبیث ہے(۲)۔ اور جس قدر آمدنی بکر نے بغیر مالک کی رضامندی کے اس کھیت سے حاصل کی ہے، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

قرض دوسو روپیہ بدستور باقی ہے، بکر کے ذمہ اس کا ادا کرنا واجب ہے، ادا کرے یا معاف کرائے۔

مالگذاری نمبر: ۱۸، زید نے اگر بکر کے کہنے پر بطورِ قرض ادا کی ہے تو اس کو بھی بکر سے وصول کرسکتا ہے، اگر تبرعاً واحساناً ادا کی ہے تو اس کے وصول کرنے کا حقدار نہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۳/ ۸/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، ۲۳/ ۸/ ۵۸ھ۔

= "وحكمه وجوب الإثم إن علم، ووجوب ردّ عينه في مكان غصبه إن كانت باقيةً". (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر: ۷۸/۴، كتاب الغصب، غفاريه كوئٹه)

(۱) "كل يتصرف في ملكه كيف شاء .... اهـ". (شرح المجلة لسليم رستم باز، ص: ۲۵۴، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۲) "(ومانقص منه): أي من العقار (بفعله كسكناه): أي سكنى الغاصب في الدار المغصوبة (و زرعه) في الأرض المغصوبة (ضمنه): أي النقصان .... و يأخذ الغاصب رأس ماله و هو البذر و ما غرم من النقصان وما أنفق على الأرض، و يتصدق بالفضل". (مجمع الأنهر: ۸۱/۴، كتاب الغصب، غفاريه، كوئٹه)

"و يردّونه على أربابه إن عرفوهم، وإلا يتصدقوا به؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد". (البحر الرائق: ۳۲۹/۸، كتاب الكراهية، فصل في البيع، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۵/۶، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲۰/۷، كتاب الكراهية، فصل في البيع، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "الضمانات تجب إما بأخذ أو بشرط، وإلا لم تجب". (قواعد الفقه، ص: ۸۹، الصدف پبلشرز) =

کھیت کا رہن

سوال[۹۶۷۴] : ۱......زید نے اپنا کھیت رہن رکھا اس شرط سے کہ میں جتنی مالگذاری زمیندار کوادا کرتا ہوں اس قدر مرتہن ادا کردیا کرے، یا سال میں اس قدر کٹ جایا کرے گا، یعنی راہن کو مرتہن ادا کردیا کرے۔ جب پٹانے کے لئے روپیہ ہوجائیں تو پٹانے کی صورت میں بقیہ روپیہ ادا کرلے(۱)۔ اور مالگذاری لے لینے کی صورت میں سب روپیہ ادا کر کے اپنا کھیت واپس لے لیوے۔ تو کیا صورت مذکورہ جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کیوں؟ جو بھی صورت ہو مدلل معہ حوالہ تحریر فرماویں؟

۲......اگر کوئی صورت جواز کی ہوتو اس کو ضرور تحریر فرمائیں۔

نعیم الدین بستوی غفرلہ۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......یہ معلوم نہیں کہ اس کھیت کی پیداوار کس کے پاس رہے گی راہن کے یا مرتہن کے، اگر مرتہن کے پاس رہے گی تو ناجائز ہے، "لأن كل قرض جر نفعاً، فهو ربوا" (۲)۔

۲......جواز کی صورت یہ ہے کہ مالگذاری حسبِ دستور راہن کے ذمہ رہے اور پیداوار جو کچھ ہو وہ

= "والأصل أن كل ما يطالب به الإنسان بالحبس والملازمة، يكون الأمر بأدائه مثبتاً للرجوع من غير اشتراط الضمان، وما لا فلا، إلا إذا شرط الضمان". (ردالمحتار: ۵/۷۰۲، كتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة، سعيد)

"و كل ما وجب على أحدهما فأداه الآخر، كان متبرعاً، إلا أن يأمره القاضي به، و يجعله ديناً على الآخر". (ردالمحتار: ۶/۴۸۶، كتاب الرهن، سعيد)

(۱) "پٹانا: وصول کرنا، آپ پاشی کرنا، چھت ڈلوانا، سودا کرنا، لین دین کرنا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۷۷، فیروز سنز، لاهور)

(۲) (فيض القدير: ۹/۴۳۸۷، (رقم الحديث: ۶۳۳۶)، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

"كل قرض جر منفعةً، فهو ربا". (إعلاء السنن: ۱۴/۴۹۸، ۴۹۹، إدارة القرآن كراچی)

"كل قرض جر نفعاً حرام". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۵/۱۶۶، سعيد)

(و كذا في الهداية، كتاب الكراهية، قبيل مسائل متفرقة: ۴/۴۷۱، مكتبه شركت علميه ملتان)

مرتہن اپنے پاس محفوظ رکھے، پھر راہن قرض ادا کرے اور کھیت پیداوار مرتہن سے وصول کرلے (۱)، یا مرتہن اس کھیت کو بطور اجارہ راہن سے لے لے، اجرت پیشگی ادا کردے اور میعاد اجارہ پوری ہونے پر کھیت واپس کردے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

زمین رہن پر دینے کی صورت

سوال [۹۶۷۵]: ایک شخص اپنی زمین کسی کے پاس بالعوض سو روپیہ یا دوسو روپیہ رکھتا ہے اس شرط پر کہ میں زمین تمہارے قبضہ میں دیتا ہوں اور جو کچھ پیداوار ہوگی، تم کھاؤ پیو، اور سالانہ جو کچھ پیداوار ہوگی اس کے عوض دس روپیہ سالانہ سو روپیہ میں اور دوسو روپیہ میں بیس روپیہ سالانہ مجرا کرلینا، گویا میں نقد روپیہ نہیں دوں گا، گویا دس سال کو میں نے زمین تم کو دیدی، اس کے بعد زمین میری ہوگی، خواہ زمین میں کچھ پیدا ہو یا نہ ہو، میں ذمہ دار نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میں بیچ میں بقیہ روپیہ ادا کردوں تو زمین میری ہوجائے گی۔ اس قسم کا لین دین کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "(الزائد الذی یتولد من المرهون) کولد الدابة والثمر واللبن والصوف والوبر والارش یکون للراهن، لتولده من ملکه غیر أنه (یکون مرهوناً مع الأصل)". (شرح المجلة لسلیم رستم باز، ص: ۳۹۳، (رقم المادة: ۷۱۵)، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(وکذا فی ردالمحتار: ۶/ ۵۲۱، کتاب الرهن، فصل فی مسائل متفرقة، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۴/ ۳۰۴، کتاب الرهن، فصل: رهن عصیراً، غفاریه کوئٹه)

(۲) "أما الإجارة فالمستأجر إن کان هو الراهن، فهی باطلة .... وإن کان هو المرتهن و جدّد القبض للإجارة .... بطل الرهن، والأجرةُ للراهن". (ردالمحتار: ۶/ ۵۱۱، کتاب الرهن، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۵/ ۴۶۵، الباب الثامن فی تصرف الراهن، رشیدیه)

اس صورت میں عقد اجارہ صحیح ہوگا، مگر عقد رہن باطل ہوجائے گا۔

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں، کیونکہ یہ رہن کی صورتیں ہیں اور رہن میں راہن کو یا مرتہن کو انتفاع کا حق نہیں ہوتا، کما ھو مصرّح فی کتب الفقه ۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ زمین اجارہ پر دیدی جائے اور مدتِ اجارہ متعین کرکے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہے بطور اجرت پیشگی وصول کیا جاوے اور اس مدت تک وہ شخص کھیتی وغیرہ کرکے زمین سے نفع حاصل کرکے پھر واپس کردے:"لیس للمرتهن الانتفاع بالرهن، اھـ". مراۃ: ۱/۳۸۹(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/رجب ۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/رجب/۶۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/رجب/۶۴ھ۔

---

(۱) (ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر: ۴/۲۷۳، کتاب الرهن، غفاریه کوئٹه)

"والغالب من أحوال الناس أنهم يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاه لما أعطاه الدراهم، وهذا بمنزلة الشرط؛ لأن المعروف كالمشروط، وهو مما يعين المنع". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۴/۲۴۴، كتاب الرهن، دار المعرفة بيروت)

"لا يحلّ له أن ينتفع بشيء منه بوجهٍ من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفي دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم". (رد المحتار: ۶/۴۸۲، كتاب الرهن، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي: ۳/۱۹۶، ۱۹۷، (رقم المادة: ۷۵۰)، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في مجموعة رسائل اللكنوي، الفلك المشحون: ۳/۱۲، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى الكاملية، ص: ۲۴۴، كتاب الرهن، حقانيه پشاور)

"وأما الإجارة، فالمستاجر إن كان هو الراهن، فهي باطلة .... وإن هو المرتهن و جدّد القبض للإجارة .... بطل الرهن، والأجرة للراهن". (رد المحتار: ۶/۵۱۱، كتاب الرهن، سعيد)

"وكذلك لو استأجر المرتهن، صحت الإجارة، وبطل الرهن إذا جدّد القبض للإجارة".

(الفتاوى العالمكيرية: ۵/۴۶۵، الباب الثامن في تصرف الراهن، رشيديه)

رہن اور اجارہ

سوال[۹۶۷۶]: زید نے بکر کے پاس کچھ زمین رہن رکھی اس شرط پر کہ زمین کا لگان بکر دے گا اور اس رہن کے علاوہ کچھ پیسے اور مزید بکر زید کو دیتا ہے اور اس زمین کا نصف غلہ بکر لیتا ہے اور نصف غلہ زید لیتا ہے۔اب زید بکر سے زمین واپس لینا چاہے تو وہ کس شرط پر اور کس طرح لے سکتا ہے؟

مسئلہ مذکورہ کے بارے میں جس طرح آپ حضرات کو زحمت دی گئی تھی، اسی طرح ایک دوسرے مفتی صاحب سے بھی جواب منگایا گیا تھا، اب چونکہ دو فتووں میں بظاہر تعارض ہے، جو ہمارے لئے موجبِ تشویش ہے۔اس لئے براہ کرام تشویش کا ازالہ فرمائیں۔

الجواب: من جانب مدرسه شمس العلوم

''صورتِ مسئولہ میں ایسا معاملہ کرنا شرعاً حرام ہے۔مسلمانوں کو سود کا لین دین کرنا اور سودی معاملات سے مطلقاً احتراز کرنا لازم ہے۔جو صورت سوال میں درج ہے، یہ بھی سودی معاملہ ہے، مرتہن جو نفع زمینِ مرہون سے اٹھا رہے ہیں اور سب کو اپنے تصرف میں لا رہے ہیں وہ بھی سود ہے، کیونکہ شریعت کا قاعدہ مقرر ہے کہ وہ قرض جس سے نفع حاصل کیا جائے ربا ہے، لقوله عليه السلام: "كل قرض جرّ نفعاً، فهو ربوا "(۱)۔

عام طور پر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ قرض دیتے ہیں تو اس سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہاں تک کہ اگر نفع کی امید نہ ہو تو قرض نہیں دیں گے، یہ امر ممنوع ہے:

"والغالب من أحوال الناس إنما يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاه لما أعطاه الدراهم، وهذا بمنزلة الشرط؛ لأن المعروف كالمشروط، وهو مما يعين المنع إلى اخره، كذا في المضمرات"(۲)۔

سرکاری محصول (لگان) بذمۂ راہن ہوتا ہے، مرتہن سے یہ شرط کرنا کہ مرتہن

(۱) (فيض القدير، (رقم الحديث: ۶۳۳۶): ۹/۴۸۷۴، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۴/۲۳۴، كتاب الرهن، دار المعرفة بيروت)

محصول ادا کرے بالکل ناجائز ہے:

"و نفقة الرهن والخراج والعشر على الراهن". الدرالمختار. "وقال الشامي عن المنح: "إنه لا يحل: أي للمرتهن أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن للربوا .... ثم رأيت في جواهر الفتاوى: إن كان مشروطاً، صار قرضاً فيه منفعة، وهو ربوا، اهـ"(۱)۔ "ليس للمرتهن أن ينتفع الرهن لا باستخدام و لا سكنى و لا لبس"(۲)۔

زمین رکھنے والے نے خواہ نفع اٹھانے کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو، ہر حال میں حرام ہے۔ زید کو چاہئے کہ مرتہن سے اپنی زمین واپس لے لے اور جو رقم لی ہے، قرض ہے، کل کو ادا کردیں۔ اور جو غلہ مرتہن نے استعمال کیا ہے، کل رقم سے قیمت لگا کر اس کو منہا کر کے زید سے رقم وصول کرلیں ورنہ ربا ہوگا۔ اگر زید اپنی زمین کو کرایہ پر دینا چاہتا ہے تو پھر سے عقد کرے اور مرتہن قبضہ جدید کرے۔

رہن کے ساتھ اجارہ جمع نہیں ہوسکتا، کما في الدر المختار:

"بخلاف الإجارة والبيع والهبة والرهن من المرتهن ومن أجنبي إذا باشر أحدهما بإذن الآخر حيث يخرج عن الراهن"۔ وفي الشامي: "أما الإجارة، فالمستأجر إن كان هو الراهن، فهي باطل .... وإن كان هو المرتهن وجدد القبض للإجارة، يطل الرهن"(۳)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: احقر محمد شعیب بھاگل پوری
خادم مدرسہ شمس العلوم ضلع سیتاپور۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۴۸۲، كتاب الرهن، سعيد)

(۲) (رد المحتار: ۶/۴۸۲، كتاب الرهن، سعيد)

(۳) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۵۱۱، كتاب الرهن، سعيد)

الجواب حامداًومصلیاً:

من دار العلوم دیوبند:

یہاں کے فتوے میں بھی رہن کے نفع اٹھانے کو حرام لکھا ہے (اس لئے کہ وہ سود ہے)(۱)۔ جب اجارہ کا معاملہ کرلیا تو رہن کا معاملہ ختم ہوگیا(۲)، پہلے قبضہ بحیثیت مرتہن تھا، جب رہن ختم کردیا اور اجارہ کا

---

(۱) "وليس للمرتهن الانتفاع بالرهن ولا إجارته ولا إعارته: أى ليس للمرتهن الانتفاع بإجارة أو بإعارة إذا لم يكن له الانتفاع بنفسه، فلا يكون مالكاً لتسليط الغير عليه إلا بإذن الراهن. وفي المنح: وعن عبدالله بن محمد بن مسلم السمرقندى -وكان من كبار علماء سمرقند-: أن من ارتهن شيئاً لايحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه، وإن أذن الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستو في دينه كاملاً فتبقى له المنفعة التي استو في فضلاً فيكون ربا، وهذا أمر عظيم". (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر: ۴/۲۷۳، كتاب الرهن، غفاريه كوئٹه)

"والغالب من أحوال الناس أنهم يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاه لما أعطاه الدراهم، وهذا بمنزلة الشرط؛ لأن المعروف كالمشروط، وهو مما يعين المنع". (حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۴/۲۴۴، كتاب الرهن، دار المعرفة بيروت)

"لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفي دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم". (رد المحتار: ۶/۴۸۲، كتاب الرهن، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي: ۳/۱۹۶، ۱۹۷، (رقم المادة: ۷۵۰)، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في مجموعة رسائل اللكنوى، الفلك المشحون: ۳/۱۲، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في الفتاوى الكاملية، ص: ۲۴۴، كتاب الرهن، حقانيه پشاور)

"وأما الإجارة فالمستأجر إن كان هو الراهن، فهي باطلة .... وإن كان هو المرتهن و جدد القبض للإجارة .... بطل الرهن، والأجرة للراهن". (رد المحتار: ۶/۵۱۱، كتاب الرهن، سعيد)

(۲) "وكذلك لو استأجره المرتهن، صحت الإجارة وبطل الرهن إذا جدد القبض للإجارة". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۴۶۵، الباب الثامن في تصرف الرهن، رشيديه)

(وكذا في العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير: ۹/۱۱۷، كتاب الرهن، مصطفى البابى الحلبى، مصر)

معاملہ کرلیا تو پھر قبضہ بحیثیتِ مستاجر ہوگیا، رہن اور اجارہ کو جمع نہیں کیا گیا اور بحالتِ رہن اجازت نہیں دی گئی۔

الحاصل جو صورت انتفاع بالمرہون یا جمع بین الرہن والاجارۃ حرام وممنوع ہے، اس کی اجازت نہیں دی گئی اور جس صورت کی اجازت دی گئی ہے (اجارۂ محضہ) وہ ممنوع نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۰ھ۔

ضمانِ مرہون میں کونسی قیمت معتبر ہوگی اور امانت کو رہن رکھنا

سوال [۹۶۷۷]: زید کی بیوی کو طلاق ہوئی، زید کے سالے کو لڑکے کے والد نے کچھ قرضہ اپنی معرفت سے دلوایا تھا۔ انہوں نے کہا یہ روپیہ ادا کرو تو فیصلہ ہوگا۔ اس کے بعد یہ بات قرار پائی کہ اس کے عوض میں کچھ زیور کسی کے پاس جمع کردیا جائے، روپیہ ادا ہونے پر زیور واپس لے لیا جاوے گا، لہذا ایک پان طلائی ایک تولہ، ایک گلو بند طلائی دونوں چیزیں ایک صاحب کے پاس جمع کردی گئیں۔ تقریباً تین سال کے بعد وہ روپیہ زید کے سالے نے ادا کردیا۔ اسی دوران جن صاحب کے پاس وہ امانت رکھا تھا، کچھ پریشانیاں آئیں اور انہوں نے اپنے زیور کے ساتھ امانت کی وہ چیزیں بھی گروی رکھدیں، پھر ان کی حالت خراب ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زیور بنیا کے یہاں ڈوب گیا۔

اب تقریباً بارہ سال کا عرصہ ہوگیا، اس وقت سونے کا بھاؤ تقریباً ایک روپیہ تھا۔ اس دوران جن صاحب کے پاس زیور جمع تھا ان کے لڑکوں نے زید کے داماد کے پاس کام کیا، اس کے ۱۲۲/ روپے ان کے داماد پر باقی رہ گئے، جب ان سے مانگے گئے تو زید نے کہا کہ ہمارا زیور آپ کے پاس ہے، اس کے حساب میں مجرا کرلینا۔ اس کو بھی تقریباً پانچ برس ہوگئے۔ اب زید اپنا زیور لینا چاہتا ہے، امانت دار کہتا ہے کہ زیور جس وقت دیا تھا، اُس وقت جو سونے کا بھاؤ تھا وہ میں دوں گا۔ زید کہتا ہے کہ اِس وقت سونے کا جو بھاؤ ہے اس حساب سے میں لوں گا۔ اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت روپیہ رہن کا معاملہ ختم کیا جارہا ہے اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا، امانت دار کو حق نہیں تھا کہ وہ امانت کو اپنی ضرورت کے لئے رہن رکھ دے، ایسی صورت میں اس کے ذمہ ضمان لازم ہے۔ اگر زیور

ڈوب گیا اور رہن میں ختم کردیا گیا تو اس کی موجودہ قیمت لازم ہوگی، امانت دار موجودہ قیمت دے کر بری الذمہ ہوجائے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۴ھ۔

بیع ورہن کی ایک صورت

سوال[۹۶۷۸]: علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں:

سراج الحسن صاحب مرحوم ایک زمین پر اپنا مکان تعمیر کراتے ہیں، تعمیر کے بعد اس زمین کا بیع نامہ اپنی بیوی کے نام کراتے ہیں۔ بعد مدتِ طویل کے سراج الحسن صاحب کا انتقال ہوجاتا ہے اور بیوی دو صاحبزادے اور لڑکی مسماۃ فاطمہ بیگم ان کے وارث ہوتے ہیں۔ بڑے صاحبزادے کی نالائقی کی بنا پر کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء زوجہ سراج الحسن مرحوم تنِ تنہا رہن رکھتی ہیں اور فاطمہ بیگم اور عین الحسن کے دستخط بھی رہن نامہ پر کرجاتی ہیں۔

کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء مکان کو فروخت کردیتی ہیں، جس کے محرکِ اعلیٰ مسمی عین الحسن ہوتے ہیں، اس وقت بیعنامہ پر صرف عین الحسن کی طرف سے ہوتی ہیں اور بیعنامہ مسماۃ کی طرف سے ہوتا ہے۔ بوقتِ بیعنامہ لڑکی مسماۃ فاطمہ بیگم بالغ اور شادی شدہ ہے اور عین الحسن اور شمس الحسن بھی بالغ ہیں، شمس الحسن کی عمر اس

---

(۱) "الوديعة متى وجب ضمانها، فإن كانت من المثليات تُضمن بمثلها، وإن كانت من القيميات تُضمن بقيمتها يوم لزوم الضمان". (شرح المجلة لسليم رستم باز، ص: ۳۴۶، (رقم المادة: ۸۰۳)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"(وإن انقطع المثل) بأن لا يوجد في السوق الذي يباع فيه. وإن كان يوجد في البيوت (فقيمته يوم الخصومة): أي وقت القضاء، وعند أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ: يوم الغصب، وعند محمد رحمه الله تعالىٰ: يوم الانقطاع، ورجحا". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۱۸۳، كتاب الغصب، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۶/۲۱۷، كتاب الغصب، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي: ۳/۲۹۶، حقانيه پشاور)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۷۸، ۷۹، كتاب الغصب، غفاريه كوئٹه)

وقت ۱۹/ سال کی ہوتی ہے۔عرصہ دوسال بعد مسماۃ فاطمہ بیگم وشمس الحسن کی طرف سے مقدمہ دائر کیا جاتا ہے کہ والدہ کو ہم لوگوں کے حصے بیچنے کا کوئی حق نہیں ہے، لہذا ہم لوگوں کو ہمارا حصہ ملنا چاہئے۔ مسمی شمس الحسن کا دعویٰ ہے کہ ہم نابالغ تھے اور مسماۃ فاطمہ بیگم باوجود بالغی کے اپنا حق طلب کرتی ہیں۔

امور قابلِ تنقیح حسبِ ذیل ہیں:

۱- رہن نامہ پر مسماۃ فاطمہ بیگم اور عین الحسن کے دستخط ہیں اور رہن کا مضمون یہ ہے کہ ''مکان میں تن تنہا مالک ہوں اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے، محض اطمینانِ مہاجن کے لئے ان لوگوں کے دستخط کرائے جارہے ہیں، لیکن جب بیعنامہ ہوتا ہے تو دستخط صرف عین الحسن کے ہوتے ہیں اور بیعنامہ پر فاطمہ بیگم کی دستخط نہیں ہے اور کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء (جو اصل بائع ہیں) اور فاطمہ اور شمس الحسن کی طرف سے دعویٰ ہوتا ہے۔

۲- مدعیان کہتے ہیں کہ بیعنامہ ناجائز ہے، لہذا ہمارا حصہ ملنا چاہئے۔

۳- شمس الحسن اپنی نابالغی کا بھی عذر پیش کرتے ہیں اور سابق رہن نامہ پر ان کے دستخط بھی نہیں ہیں۔

۴- دعویٰ بیع کے دوسال بعد ہوا ہے۔

۱......اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ از روئے شرع والدہ جو حیثیت متولی ہیں، اول رہن بعدہ بیع کرتی ہے اور صرف تن تنہا راہن اور بائع بنتی ہے، اس کا رہن اور بیع کل کی طرف سے صحیح ہوا یا نہیں، جب کہ تمام حضرات دوسال تک خاموش رہے؟

۲......اگر شرعی حیثیت سے بیع باطل یا فاسد ہے اور استحقاق صحیح ہے تو مشتری کو روپیہ واپس ملنا چاہئے یا نہیں؟

۳......زمین تن تنہا شفیق النساء کے نام سے خریدی جاتی ہے، اس سے مکان کی ملکیت پر کیا اثر پڑے گا، حالانکہ مکان سراج الحسن مرحوم کی ذاتی رقم سے بنایا گیا ہے؟

نوٹ: مدعیان کی نیت ہے کہ بذریعہ عدالت اپنے حصہ پر قابض ہوجائیں اور روپیہ نہ دیں۔اور وہ لوگ اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ مکان کے مالک ہمارے والد تھے، بعد وفات والد سراج

الحسن مرحوم ہماری والدہ مسماۃ شفیق النساء کوتنہا بیع ورہن کا کوئی حق نہیں ہے، لہذا ہم لوگوں کا حصہ ملنا چاہئے۔

(ب) مدعا علیہم زمین کے بیعنامہ اور رہن نامہ کے مطابق بیع کو جائز سمجھتا ہے اور حصہ دینے پر تیار نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو اعتراض تھا تو رہن نامہ پر دستخط کیوں کیا؟ جب کہ تنہا ملکیت مسماۃ شفیق النساء نے اس میں لکھدی تھی۔

(ج) اصل بائع بھی یعنی مسماۃ شفیق النساء بھی عدالت میں بیعنامہ سے انکار کررہی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم کو دھوکہ دے کرایسا کیا گیا (یہ خلاف واقعہ ہے)۔ اصل بات یہ ہے کہ مدعیان مفت میں قبضہ چاہتے ہیں۔

(د) اگر سچی گواہی دی جاتی ہے تو مدعا علیہم کا وکیل کہتا ہے کہ مقدمہ ہار جاؤں گا، بلکہ تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ مسماۃ شفیق النساء نے خود اپنے روپے سے مکان تعمیر کرایا ہے، لیکن اس وقت گواہوں کو اللہ نے کچھ دینی امور کی طرف سے مائل کردیا ہے، وہ لوگ غلط گواہی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اب شرعاً یہ بتلایا جائے کہ سچی گواہی دینے سے ایک شخص کا روپیہ مفت میں ڈوبتا ہے، لہذا اگر صاحب حق کا حق دلانے کے لئے جھوٹ بول سکتے ہیں یا نہیں اور یہ کہ بیع ورہن کا کیا حکم ہے اور دعویٰ کیسا ہے؟ قدرے تفصیل ہوتو زیادہ بہتر ہے۔

بندہ: محمد شفیع آلہ آبادی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ سراج الحسن مرحوم نے بیوی کے نام بیعنامہ کردیا ہے خواہ بیوی کی زمین میں مکان بنایا ہے اور صرف تعمیر کا بیعنامہ کیا ہو اور زمین کی بیوی پہلے سے مالک ہو، یا زمین بھی سراج الحسن کی ہو اور زمین وتعمیر ہر دو کا بیعنامہ بیوی کے نام بعوضِ دینِ مہر کیا ہو تو زوجہ اس کی تنہا مالک ہے (۱)، اس کو ترکۂ سراج الحسن تجویز کرکے دیگر ورثہ کا مطالبہ میراث کرنا بے محل ہے (۲)، تنہا شفیق النساء کو اس کے رہن وبیع کا پورا پورا اختیار ہے (۳)۔ ایسی

(۱) "إن الملكية تثبت بمجرد العقد إذا استجمع البيع شرائط الانعقاد والصحة واللزوم والنفاذ". (شرح المجلة لخالد الأتاسي: ۲/۳۵۷، حقانيه پشاور)

(۲) اس لئے کہ یہ اب مرحوم کا ترکہ نہیں رہا، قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "لأن التركة ماتركه الميت من الأحوال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشيديه)

(۳) اس لئے کہ وہ اس کی مالک بنی اور مالک کو اپنی ملک میں ہر قسم کے جائز تصرف کرنے کا اختیار۔ في المجلة: "كل =

صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسماۃ نے بحیثیتِ متولی رہن یا بیع کیا ہے، خاص کر جب کہ رہن نامہ میں تنِ تنہا مالک ہونے کی تصریح بھی ہے اور دوسروں کے دستخط کی وجہ محض حصول اطمینان ظاہر کی گئی ہے۔

شروع سوال میں مسماۃ کے نام بیع نامہ کا ذکر ہے اور صفحہ: ۳ (ب) کے حاشیہ پر مذکور ہے کہ اس کا ثبوت نہیں تو وہ بیع نامہ کہاں گیا، بیعنامہ پر بائعہ کے دستخط کافی ہیں، کسی اور کے دستخط کی ضرورت نہیں۔ عین الحسن کے دستخط نہ ہوتے تب بھی بیعنامہ صحیح تھا۔ بیعنامہ کے ناجائز ہونے کی وجہ مدعیان کیا بیان کرتے ہیں، حالانکہ عین الحسن کے اس پر دستخط ہیں، اتنی مدت تک مدعیان کیوں خاموش رہے۔ درمختار مسائل شتی میں مذکور ہے کہ اگر کسی زمین کو فروخت کیا جائے اور بائع کے اقارب اس پر سکوت کریں اور پھر اس بیع کو فسخ کرانا چاہیں کہ یہ بیع ہماری مرضی کے خلاف ہوئی ہے تو ان کا قول معتبر نہیں ہوگا (۱)۔

امید ہے کہ اس تحریر میں سوال کے تمام اجزاء کا جواب آ گیا تاہم نمبروار جواب بھی تحریر ہے:

۱...... صورت مسئولہ میں والدہ تن تنہا مالک ہے، کیونکہ سراج الحسن مرحوم نے یہ مکان بعوضِ مہر مسماۃ کے نام بیع کیا ہے اور فاطمہ بیگم اور عین الحسن بھی رہن نامہ پر اس کے گواہ ہیں، لہذا مالک ہونے کی حیثیت سے اس کو بیع اور رہن کا پورا اختیار ہے (۲)۔

۲...... بیع کے باطل اور فاسد ہونے کی کوئی شرعی وجہ نہیں، لہذا نہ بیع فسخ کی جائے گی، نہ روپیہ مشتری کو واپس دلایا جائے گا (۳)۔

= يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة لسليم رستم: ۱/۶۵۴، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، كتاب القسمة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۱) "باع عقاراً أو حيواناً أو ثوباً، وابنه أو امرأته أو غيرهما من أقاربه حاضر يعلم به، ثم ادعى الابن مثلاً أنه ملكه، لاتسمع دعواه". (الدرالمختار، مسائل شتى: ۶/۷۴۲، ۷۴۳، سعيد)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الثانية: ۱/۱۸۰، دارالفكر بيروت)

(۲) "كل يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة لسليم رستم: ۱/۶۵۴، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، كتاب القسمة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۳) "البيع النافذ يفيد الحكم في الحال إذا كان البيع لازماً نافذاً وليس لأحد المتبايعين الرجوع عنه". (شرح المجلة لسليم رستم باز، ص: ۲۱۱، (رقم المادة: ۳۷۵،۳،۴)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

۳..... اگر مسماۃ شفیق النساء کے نام زمین خریدی اور اس کو دیدی گئی ہے اور پھر اس کی اجازت سے سراج الحسن مرحوم نے اس پر مکان تعمیر کیا ہے تو وہ مکان مسماۃ ہی کا ہے، البتہ جو رقم تعمیر میں صرف ہوئی ہے وہ مسماۃ کے ذمہ ہے، پھر اگر بعوضِ مہر سراج الحسن نے ساقط کردی تو اب کسی کو اس کے طلب کرنے کا اختیار نہیں (۱)۔ اور اگر بغیر اجازت تعمیر کیا ہے تو وہ مسماۃ کا ہی ہے اور مسماۃ کے ذمہ وہ خرچ شدہ رقم بھی واجب نہیں۔ اور اگر سراج الحسن نے وہ مکان اپنے لئے تعمیر کیا ہے تو وہ تعمیر سراج الحسن کی ہے، لیکن جب کہ وہ مسماۃ کو بعوضِ مہر دیدیا تو وہ مکان بھی مسماۃ کا ہو گیا، اگر مسماۃ کو نہ دیتا تو مسماۃ کو اختیار تھا کہ اس مکان کو مسمار کرانے کا مطالبہ کرتی (۲)۔

نوٹ: یہ ظلم ہے (۳)۔

(ب) مدعیٰ علیہم کا جواب تو بظاہر صحیح ہے۔

(ج) کیا سارے کاغذ دستخط کرالئے گئے اور کیا اس بیعنامہ پر کوئی گواہ موجود نہیں، اگر شرعی گواہ موجود ہیں تو ان کی گواہی قبول ہوگی اور مسماۃ کا انکار غیر معتبر ہوگا (۴)۔ اور کیا رہن نامہ بھی دھوکہ دیکر کرایا گیا ہے؟

---

(۱) قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "لأن التركة ماتركه الميت من الأحوال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشيديه)

"كل يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة لسليم رستم: ۱/۶۵۴، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، كتاب القسمة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۲) "عمر دار زوجته بإذنها فالعمارة لها والنفقة دين عليها؛ لصحة أمرها. ولو عمرّ لنفسه بلا إذنها، فالعمارة له، ويكون غاصباً للعرصة فيؤمر بالتفريغ بطلبها ذلك، ولها بلا إذنها، فالعمارة لها، وهو متطوع في البناء فلا رجوع له". (الدرالمختار، مسائل شتى: ۶/۷۴۷، سعيد)

قال الله تعالى: ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل، وتدلوا بها إلى الحكام لتأكلوا فريقاً من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون﴾. (سورة البقرة: ۱۸۸)

(۴) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده: أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه". (مشكوة المصابيح، باب الأقضية والشهادات: ۲/۳۲۷، قديمى)

"وإذا صحت الدعوى سأل القاضي المدعى عليه عنها، فإن اعترف قضى عليه، وإن أنكر سأل =

(د) اگر حق کا فیصلہ اور ظلم سے نجات اسی پر موقوف ہے تو گواہوں کو توریہ اور تعریضاً کذب کی اجازت ہے، صریح جھوٹ سے احتراز کریں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ربیع الاول/ اے ھ۔

جب تک بیعنامہ اور رہن نامہ سامنے نہ ہو اور گواہوں کے بیانات نہ ہوں، اس وقت تک فریقین کی تصدیق وتکذیب مشکل ہے، معاملہ طے کرنے والوں کو سب جزؤں کو غور سے دیکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے۔ سوال سے کچھ متعارض باتیں ظاہر ہوتی ہیں، اس لئے جوابات صرف سوالات کے مطابق لکھ دیئے گئے ہیں، اصل حقیقت کے بدلنے سے جوابات بھی بدل جائیں گے۔ اول فیصلہ کرنے والے تحقیقات کریں، اس کے بعد اگر کسی مسئلہ میں اشکال ہو تو تحقیق کر لی جائے۔

سعید احمد غفرلہ، ۱۰/ ربیع الاول/ اے ھ۔

رہن کی واپسی ورثائے راہن کے لئے

سوال [۹۶۷۹]: زید نے اپنا مکان بعوض تین سو روپے پانچ سال تک کی مدت کے لئے بعوض تین سو روپے ماہوار خالد کو رہن رکھ دیا اور اس رہن نامہ کے اندر تحریر ہے کہ اگر اس مدتِ مقررہ میں رقم ادا نہ ہوئی تو رہن نامہ کو بیع نامہ تصور کیا جائے۔ اگر جواب نفی میں ہے تو ورثائے شرعی زید کے فوت ہونے پر مکان بیع کرنا چاہیں تو کیا بیع کا حق ہوگا؟

= المدعي البينة؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: "ألك بينة"؟ فقال لا فقال "لك يمينه". وإن أحضرها قضى بها". (الهداية، كتاب الدعوى: ۳/ ۲۰۱، إمداديه ملتان)

(۱) "والتعريض والتورية: إطلاق لفظ ظاهر في معنى وخفي في آخر مع إرادة خفية، وهو ضرب من الغرور والخداع. قال العلماء: فإن دعتنا إليه مصلحة شرعية راجحة على خداع المخاطب، أو حاجة لامندوحة عنها إلا بالكذب، فلا بأس بالتعريض. وإن لم تدع إليه مصلحة كذلك، كره". (الفتاوى الحديثية، مطلب: في التعريض والتورية، ص: ۱۹۷، قديمي)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۴/ ۱۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳/ ۷۴، ۷۵، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رہن ہے، بیع نہیں، نہ رہن رکھتے وقت نہ پانچ سال گزرنے پر، زید قرض واپس کردے اور اپنا مکان لے لے، چاہے فروخت کردے (۱)، قرض جتنا لیا ہے اسی قدر واپسی ہوگی، زیادہ کی نہیں (۲)۔ زید کے بعد اس کے ورثاء کو بھی اس کا حق حاصل ہوگا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۸۸ھ۔



---

(۱) "توقف بيع الرهن رهنه على إجازة مرتهنه أو قضاء دينه، فإن وجد أحدهما، نفذ". (الدرالمختار: ۶/۵۰۸، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن و الجناية عليه، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۴۶۲، كتاب الرهن، الباب الثامن في تصرف الرهن، رشيديه)

(۲) قرض پر زیادتی بغیر کسی عوض کے وصول کرنا سود ہے جو کہ حرام ہے:

"كل قرض جر نفعاً حرام". (الدرالمختار: ۵/۱۶۶، كتاب البيوع، فصل في القرض، سعيد)

(۳) "قيد بالتركة؛ لأن الإرث يجرى في الأعيان المالية، أما الحقوق فمنها ما يورث كحق حبس المبيع و حبس الرهن، ومنها مالا يورث كحق الشفعة و شرط الخيار". (ردالمحتار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

"مات الراهن، باع وصيه رهنه بإذن مرتهنه و قضى دينه لقيامه مقامه". (الدرالمختار: ۶/۵۱۹، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن، سعيد)

کتاب الفرائض

الفصل الأول فی الترِکۃ وتصرف المیت فیھا

(ترکہ اور میت کے تصرف کا بیان)

اپنی جائیداد کو اپنی زندگی میں ورثاء پر تقسیم کرنا

سوال[۹۶۸۰]: ۱..... زید ابھی حیات ہے لیکن بطور حفظِ ماتقدم کہ آئندہ اہل میں جھگڑا وفساد نہ ہو، اس لئے زندگی ہی میں اندازہ سے تقسیم جائیداد فرما رہے ہیں، درست ہے یا نہیں؟

۲..... کیا زید چونکہ ابھی حیات ہے اس لئے ساری جائیداد اس کی ملک ہے، اس لئے اپنی زندگی میں جس کو جتنا چاہے دینے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں؟ ایسا کرنے پر ورثاء راضی نہیں ہیں۔

۳..... اگر شرعی طور سے تقسیم ہی حیات میں بھی ضروری ہے تو حسبِ ذیل حالات ہیں جو درج ذیل ہیں۔ براہِ کرم جس کا جو شرعی حق دیا جانا چاہیئے تحریر فرما دیا جائے تو سب کو ان کے حق کے موافق حق کی تقسیم کر کے زید اور اس کے ورثاء عنداللہ ماجور ہوسکیں۔ رہبری چاہتے ہیں۔

زید کی دو بیویاں ہیں: ایک کا نام حفیظ بیگم مرحومہ ہے جس کے بطن سے ۴/ مرد ولد ہیں اور دو لڑکیاں ہیں جو بالغ ہیں، ان میں سے دو لڑکوں کی اور لڑکیوں کی شادی ہوگئی۔ نیز زید کی دوسری بیوی جو حیات ہیں ان کا نام بی پاشا جہاں ہے، ان کے بطن سے ۳/ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں جن میں سے ایک لڑکی بالغ ہے اور شادی بھی ہوگئی ہے، باقی دو لڑکے اور لڑکیاں نابالغ ہیں۔

ترکہ کی تقسیم میں لڑکے کو کتنا حصہ ملے گا اور لڑکی کو کیا اور بیوی کا کیا حصہ ہوتا ہے۔ نیز مرحوم بیوی کا حصہ بھی نکالا جانا ضروری ہے یا نہیں۔ اگر نکالا جانا ضروری ہے تو پھر اس حصہ کے حقدار اس کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد ہوسکتی ہے یا کل ورثاء میں؟ زید اس کو تقسیم کرنے کا مجاز ہے۔ براہِ کرم اس کا جواب جلد از جلد

مطلوب ہے۔فقط۔

عبدالعلیم عفی عنہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اپنی زندگی میں اپنی مملوکہ جائیداد میں تصرف کا مختار ہے(۱)، جس کو جس قدر مناسب سمجھے دے دے، کسی کو اعتراض کا حق نہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ کسی ہونے والے وارث کو طبعی رنج کی وجہ سے ضرر پہونچانا مقصود نہ ہو(۲)، اس لئے ایسی حالت میں مفتی بہ قول کے مطابق لڑکی کو بھی لڑکے کے برابر حصہ دیا جائے (۳)۔آٹھواں حصہ نکال کر موجودہ بیوی کو دیا جائے (۴)، بقیہ کو گیارہ حصے بنا کر ہر دو بیویوں سے پیدا شدہ لڑکوں اورلڑکیوں کو برابر دے دیا جائے (۵)۔مرحومہ بیوی کا کوئی حصہ نہیں (۶)،لیکن اگراس کا مہر باقی ہو،

(۱) ''ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيفما شاء''. (شرح المجلة لسليم رستم: ۱/۶۴۳، (رقم المادة: ۱۱۶۲)، كتاب الشركة، الفصل الثامن في أحكام القسمة، دار الكتب العلمية بيروت)

''وأما مايرجع إلى الواهب، فهو أن يكون الواهب من أهل الهبة وكونه من أهلها أن يكون حرّاً عاقلاً بالغاً مالكاً للموهوب''. (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول: ۴/۳۷۴، رشيديه)

(۲) ''ولو وهب رجل لأولاده في الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض .... عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ: لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين .... وعن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ أنه لابأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار، سوّى بينهم''. (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغير: ۴/۳۹۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الهبة: ۷/۴۹۰، رشيديه)

(۳) ''وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة''. (البحر الرائق، كتاب الهبة: ۷/۴۹۰، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الهبة: ۴/۴۰۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغير: ۴/۳۹۱، رشيديه)

(۴) اس لئے کہ جب میت کی اولاد موجود ہوتو بیوہ کو آٹھواں حصہ ملے گا ،قال الله تعالىٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۵) (راجع رقم الحاشية: ۳)

(۶) مرحومہ بیوی کو حصہ اس لئے نہ ملے گا کہ وارث کا مورث کی موت کے وقت زندہ ہونا شرط ہے اوروہ زندہ نہیں۔ =

ادا نہ کیا گیا ہو، نہ اس نے معاف کیا ہوتو وہ اس کے ورثاء کو ملے گا (۱)، جن میں خود شوہر بھی حصہ دار ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۱۴۰۶ھ۔

مملوکہ اور سرکاری زمینوں میں وراثت

سوال [۹۶۸۱]: باپ کے انتقال کے بعد اس کی زرعی زمین میں لڑکی بھی مستحقِ میراث ہوگی، یا ساری زمین لڑکے کو مل جائے گی؟ سوال اس لئے پیدا ہوا کہ زرعی زمینوں کی مالک غالباً حکومت ہوگئی ہے، یہ زمینیں اب افراد کی ملک نہیں ہیں، تو اگر لڑکا ساری زرعی زمین خود لے لے اور اپنی بہن کو کچھ نہ دے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ باغ اور باغ کی زمین اور مکان اور مکان کی زمین کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو زمین ملکِ سرکاری ہے اور اس نے برائے کاشت کرایہ پر کسی کو دی ہے تو وہ اس کی ملک نہیں ہوگئی، اس کے انتقال پر اس زمین میں وراثت جاری نہیں ہوگی (۳)، بلکہ جس کو سرکار دے گی اس کو اس میں حقِ کاشت حاصل ہوگا۔ یہی حال باغ اور گھر کی زمین کا ہے۔ جو زمین کسی کی مملوکہ ہے، اس میں

= "وشروطه ثلاثة: موت مورث .... ووجود وارثه عند موته حياً". (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۸، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذى له فى ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم". (شرح المجلة، (رقم المادة: ۱۰۹۲): ۱/۶۱۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولكم نصف ماترك أزواجكم إن لم يكن لهن ولد، فإن كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۳) "يبدأ من تركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بعينها كالرهن والعبد الجانى .... والمبيع المحبوس بالثمن والدار المستأجرة". (الدرالمختار). "لأن التركة فى الاصطلاح: ماتركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (ردالمحتار: ۶/۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد) =

وراثت جاری ہوگی (۱)۔اورلڑکی کوحصہ نہ دینا ظلم اورغصب ہوگا (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مالِ شرکت کی وراثت

سوال[۹۶۸۲]: جس وقت حسین بخش واللہ بخش کے تینوں لڑکوں نے ایک جائیداد مساوی حصہ پرخرید کی تھی تواس وقت حسین بخش واللہ بخش دونوں بھائی زندہ تھے، کچھ عرصہ کے بعد یکے بعد دیگرے انتقال ہوا ہے۔توایسی صورت میں یہ جائیداد جوکہ تینوں فریق نے مساوی طور پرخرید کی ہے کیسے تقسیم ہونی چاہیئے؟ فقط والسلام۔

محمد حنیف، راجپور،
ضلع دہرہ دون، ۲۱/فروری/۵۴ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جائیداد خریدتے وقت حسین بخش واللہ بخش زندہ تھے اور پھر بعد میں ان کا انتقال ہوا تو اس سے تقسیم

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۵، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۷۱، كتاب الفرائض، دارالكتب العلميه بيروت)

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة السابقة)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿ولاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

"عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۶، باب الوصايا، الفصل الثالث، قديمي)

"ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه رده". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۲، (رقم المادة: ۹۷)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۵/۶۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۲/۱۶۷، رشيديه)

پرکوئی اثر نہیں پڑتا (۱)، اس جائیداد کے برابر ۳/ حصہ کر کے تینوں لڑکوں کے ورثاء کو دیدیئے جاوینگے (۲)۔ اگر ان کے ورثاء میں اللہ بخش و حسین بخش بھی ہیں یعنی ان کا انتقال لڑکوں کے بعد میں ہوا ہے تو ان کو بھی حصہ ملے گا، ہرایک کے انتقال کے وقت جس قدر ورثاء اس کے زندہ رہے (۳)۔ اگر سوال میں اس کی تفصیل ہوتی تو پوری طرح جائیداد کی تقسیم اور اس کے حصص کا حال معلوم ہوجاتا، اب جس قدر سوال ہے اس قدر جواب ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۶۴ھ۔

---

(۱) واضح رہے کہ یہ اس وقت ہے کہ جائیداد سب بیٹوں کی ہو، والدین کا حصہ اس میں نہ ہو:

"(سئل) فی إخوة خمسة سعیهم وکسبهم واحد وعائلتهم واحدة حصلوا بسعیهم وکسبهم أموالاً، فهل تکون الأموال المذکورة مشترکةً بینهم أخماساً؟

الجواب: ماحصله الإخوة الخمسة بسعیهم وکسبهم یکون بینهم أخماساً". (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، کتاب الترکة: ۱/۹۵، مکتبه میمنیة مصر)

(۲) "القسمة ..... سببها طلب الشرکاء أو بعضهم الانتفاع بملکه .... ورکنها هو الفعل الذی یحصل به الإفراز والتمییز بین الأنصباء .... وحکمها تعیین نصیب کل من الشرکاء علی حدة". (الدرالمختار: ۶/۲۵۴، کتاب القسمة، سعید)

"وأما بتقسیم العین الواحدة وتعیین کل حصة شائعة بکل جزء من أجزائها فی قسم منها کقسمة العرصة الواحدة بین اثنین، ویقال لها: قسمة تفریق وقسمة فرد". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۶۱۸، (رقم المادة: ۱۱۵)، کتاب الشرکة، الباب الثانی فی القسمة، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۵/۲۰۳ کتاب القسمة، الباب الأول فی تفسیرها وبیان ماهیة القسمة الخ، رشیدیه)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولأبویه لکل واحد منهما السدس مماترک﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۴) "وشروطه ثلاثة: موت مورث حقیقةً أو حکمًا، ووجود وارثه عند موته حیاً .... والعلم بجهة الإرث". (ردالمحتار: ۶/۷۵۸، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۴/۴۹۴، کتاب الفرائض، مکتبه غفاریه کوئٹه)

کیا بیوی کے مرنے پر مہر بھی ترکہ ہے؟

سوال [۹۶۸۳]: اگر بیوی نے مہر معاف نہ کیا ہو اور شوہر کی طرف سے ادا بھی نہ کی گئی ہو، اسی درمیان بیوی کا انتقال ہو جائے تو مہر کا کیا ہوگا جب کہ شوہر پر واجب ہے، کیا غریبوں، مسکینوں میں مہر کی رقم تقسیم کر دینے سے مہر ادا ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مہر مرحومہ بیوی کا ترکہ قرار دیا جائے گا اور حسبِ حصصِ شرعیہ ورثاء پر تقسیم ہوگا جیسا کہ اَور ترکہ تقسیم ہوتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۵/۱۴۰۱ھ۔

مرحومہ زوجہ کا مہر ترکہ میں داخل ہے یا نہیں؟

سوال[۹۶۸۴]: زید نے اپنے نکاح کے فوراً بعد اپنی زوجہ کا مہر ادا نہیں کیا، ارادہ بھی تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو ادا کر دوں۔ زید صاحبِ اولاد ہے، مگر زید کی زوجہ کا انتقال ہو گیا۔ اب زید کیلئے ادائیگی مہر میں کیا مسئلہ ہے؟ وہ مسجد یا مدرسہ کو مہر دینے کیلئے تیار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر اَب ترکۂ زوجہ بن گیا ہے(۲)، اب اس میں شرعی میراث جاری ہوگی، ایک چوتھائی کا مستحق

---

(۱) "كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدّين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم". (شرح المجلة لسليم رستم: ۱/۶۱۰، (رقم المادة: ۱۰۹۲)، كتاب الشركة، الفصل الثالث، حنفيه كوئٹه)

"يبدأ من تركة الميت الخالية .... لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (ردالمحتار: ۶/۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۹/۳۶۵، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) "كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۱۰، (رقم المادة: ۱۰۹۲)، كتاب الشركة، الفصل الثالث في الديون المشتركة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

شوہر ہے(۱)، وہ خود رکھ لے اور بقیہ اولاد کو دیدے۔ اگر سب لڑکے ہیں تو سب کو برابر دیدے، اگر لڑکی بھی ہے تو دوہرا لڑکے کو، اکہرا لڑکی کو دیدیا جائے (۲)۔ یہ اس وقت ہے کہ زوجین کے والدین میں سے کوئی زندہ نہ ہو، ورثہ سب کی تفصیل لکھ کر ہر ایک کا حصہ دریافت کرلیں۔ پورا مہر بغیر دیگر ورثاء کی اجازت کے از خود مسجد وغیرہ میں دینے کا حق نہیں، اپنا حصہ جس طرح چاہے کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۱۴۰۶ھ۔

ایک بیٹے کو روپیہ دینے کے بعد دیگر ورثاء کا اس میں حق

سوال [۹۲۸۵]: ایک شخص نے انتقال کیا، ان کا ایک لڑکا بیان کرتا ہے کہ والد صاحب نے مجھ کو ایک ہزار روپے دیئے تھے اور فرمایا تھا کہ تم اپنے فلاں کام میں لاؤ اور ہم کو واپس نہ دینا۔ اور یہ بیان ان کا اپنے والد کے انتقال کے بعد ہے، مگر متوفی کے کاغذات میں مستعار لکھے ہوئے نکلے تو اس صورت میں وارثانِ متوفی مذکور کے حکمِ شرعی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

نیز اگر گواہان کے ذریعہ متوفی کے مرض الموت کا یہ ثبوت مل جائے کہ متوفی نے اب مرض الموت میں واپس لینے کا ارادہ ترک کردیا تھا، یا معاف کردیا ہے تو کیا یہ فعل متوفی کی وصیت سمجھا جائے گا یا کیا؟ اور یہ بات کہ وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، متوفی کوئی عالم نہیں تھے کہ اس بات کو جانتے۔ کیا اس صورت میں اس فعل کو عبث سمجھا جائے گا؟

---

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فإن کان لهن ولد فلکم الربع مما ترکن﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿یوصیکم اللہ فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) "لایجوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیره بلا إذنه". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۲۰۰، کتاب الغصب، سعید)

"کلٌّ یتصرف فی ملکه کیف شاء". (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/۶۵۴، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، کتاب الشرکة، الباب الثالث فی أحکام الأملاک، مکتبه حنفیه کوئٹه)

"لأن الملک مامن شانه أن یتصرف فیه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار: ۴/۵۰۲، أول کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دیگر ورثاء کو اس لڑکے کا یقین ہے کہ والد نے بحالتِ صحت وہ روپیہ دیدیا، واپس لینے کے لئے نہیں دیا، بلکہ ہبہ کردیا ہے تب تو وہ روپیہ محض اس لڑکے کا ہے، دیگر ورثاء کا اس میں کوئی حق نہیں (۱)۔ اگر یقین نہیں اوراس کے پاس ثبوتِ شرعی بھی نہیں تو پھر وہ ترکہ شمار ہوگا اور سب ورثاء اس میں شریک ہوں گے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ شوال/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۰/ شوال/ ۶۷ھ۔

اپنی جائیداد مدرسہ کو دینا

سوال [۹۶۸۶]: ہمارے گاؤں میں ہمارے بزرگ حاجی بھورے خان کی کچھ زمین زائد ہے اور

---

(۱) "یملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملک". (شرح المجلة لسليم رستم: ۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الهبة، الباب الثالث فی أحکام الهبة، مکتبه حنفیه کوئٹه)

"لا یجوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیره بلا إذنه أو وکالة منه أو ولایة علیه، وإن فعل کان ضامناً". (شرح المجلة لسليم رستم: ۱/۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية فی بیان قواعد الفقهیه، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(وکذا فی الدر المختار: ۵/۶۹۰، کتاب الهبة، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۴/۳۷۴، کتاب الهبة، الباب الأول، رشیدیه)

(۲) "عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال فی خطبته: "البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه". (جامع الترمذی: ۱/۲۴۹، أبواب الأحکام، باب ماجاء أن البینة علی المدعی، سعید)

"فإذا صحت الدعوی من المدعی، سأل القاضی المدعی علیه .... فإن اعترف بدعواه، قضیٰ علیه بها؛ لأنه غیر متهم فی حق نفسه. وإن أنکر سأل المدعی البینة لإثبات ما ادعاه، فإن أحضرها، قضیٰ بها لظهور صدقها". (اللباب فی شرح الکتاب: ۳/۱۲۲، کتاب الدعوی، قدیمی)

(وکذا فی البحر الرائق: ۷/۳۴۵، کتاب الدعوی، رشیدیه)

ان کے آگے پیچھے لڑکا لڑکی کچھ نہیں، ہاں! تائے، چچے، پوتے، بھتیجے موجود ہیں۔اب حاجی صاحب اپنی یہ زمین مدرسہ یا مسجد میں دینا چاہتے ہیں۔سوال طلب یہ مسئلہ ہے کہ آیا وہ اپنی جائیداد مدرسہ یا مسجد میں دے سکتے ہیں یا نہیں، یا پوتے وغیرہ کو دیں؟ اور ہمارے گاؤں کی مسجد قریب ہے۔فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ دور کے بھتیجے ضرورت مند نہیں اور ان کو محروم کر کے نقصان پہونچانا بھی مقصود نہیں تو حاجی صاحب کے لئے بہتر یہ ہے کہ اپنی جائیداد اپنے مدرسہ یا مسجد کے لئے وقف کردیں (۱) تا کہ صدقۂ جاریہ بن جائے، ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک تہائی کی وصیت مدرسہ ومسجد کے لئے کردیں، بقیہ ورثاء کو مل جائے گا (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۹۰ھ۔

---

(۱) "الوقف .... وسببه إرادة محبوب النفس في الدنيا ببرّ الأحباب، وفي الآخرة بالثواب، يعني بالنية من أهلها. ومحلُّه المال المتقوم، وركنه الألفاظ الخاصة: كأرضي هذه صدقةٌ موقوفةٌ مؤبدةٌ على المساكين ونحوه". (الدرالمختار: ۳۳۹/۴، كتاب الوقف، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۱۷/۵، ۳۱۸، كتاب الوقف، رشيديه)

(۲) "عن عامر بن سعد عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه قال: مرضت عام الفتح حتى أشفيت على الموت، فعادني رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقلت: أي رسول الله! إن لي مالاً كثيراً و ليس يرثني إلا ابنة لي أفأتصدق بثلثي مالي؟ قال: "لا" قلت: فالشطر؟ قال: "لا" قلت: فالثلث؟ قال: "الثلث، والثلث كثيرٌ، أن تذر ورثتك أغنياء خيرٌ من أن تذرهم عالةً يتكففون الناس". (سنن ابن ماجة، أبواب الوصايا، باب الوصية بالثلث: ۱۹۴/۲، قديمي)

"وتجوز الوصية بالثلث للأجنبي عند عدم المانع وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه". (الدرالمختار). "هل الوصية بأقل من الثلث أولىٰ أم تركها؟ قالوا: إن كانت الورثة فقراء و لا يستغنون بما يرثون، فالترك أولىٰ لما فيه من الصدقة، وقال عليه السلام: "أفضل الصدقة على ذي الرحم الكاشح". ولأن فيه رعاية الفقر و القرابة. وإن كانوا أغنياء يستغنون بنصيبهم، فالوصية أولى".

(ردالمحتار: ۶۵۰/۶، ۶۵۱، كتاب الوصايا، سعيد) .... =

اپنا پیسہ وارث کو دے یا مدرسہ میں؟

سوال [۹۶۸۷]: ایک آدمی کے پاس زکوۃ کا روپیہ آیا، وہ آدمی نابینا تھا اور پیروں سے معذور تھا، موصوف نے وہ روپیہ کسی اور آدمی کے پاس بطورِ امانت رکھ دیا اور پھر ان کا انتقال ہوگیا۔ مرحوم کا کوئی وارث نہیں ہے، صرف مرحوم کا ایک بھانجا حیات ہے اور مرحوم کے نزدیک وقتِ نزع امین بھی نہیں تھا اور نہ مرحوم نے کسی دوسرے کے لئے کوئی وصیت کی۔ تو اب امین یہ رقم مدرسہ میں دے یا بھانجا کو دے یا غریب کو دے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھانجا ایک قسم کا وارث ہے، اگر اس سے قریب تر کوئی مستحق وارث نہیں تو بھانجا کو دیدے(۱)، مدرسہ میں دینے کا حق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/ ۵/ ۹۲ھ۔

غیر وارث کو کچھ جائیداد دینا

سوال [۹۶۸۸]: ا......اس مسئلہ کے بارے میں حکمِ شرع سے مطلع کریں: ایک عورت مسماۃ حبیبہ جو کہ لاولد ہے، اس کے مندرجہ ذیل رشتہ دار ہیں:

حبیبہ

حقیقی والدہ — شوہر — حقیقی بھائی ۳ — حقیقی بہن ۲

حبیبہ کے مذکورہ بالا رشتہ داروں میں سے ہر ایک مالدار ہے۔ حبیبہ چاہتی ہے کہ ایک دوسرے غیر رشتہ

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۹۱، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

(۱) "وجملة القول فيه كما في الصنف الأول وهو أنهم إما أن يتفاوتوا في الدرجة أولا، فإن تفاوتوا قدم الأقرب ولو أنثى كبنت أخت وابن بنت أخ". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام: ۶/ ۷۹۴، سعيد)

"ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته". (الدرالمختار: ۶/ ۷۶۱ كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه)

دارکو جو کہ صاحبِ حاجت ہے اس کو کچھ حصہ فی سبیل اللہ دینا چاہتی ہے۔ اور حبیبہ وصیت نہیں کرنا چاہتی ہے، بلکہ اپنی زندگی میں کچھ ثواب کی نیت سے دوسرے حاجت مند کو دینا چاہتی ہے، لیکن اس کے بعض رشتہ دار کہتے ہیں کہ ہم رشتہ داروں کی موجودگی میں غیر رشتہ دار کو حصہ دینا ناجائز اور گناہ ہے۔ از روئے شرع فیصلہ سے مطلع فرمائیں، کہ رشتہ داروں کی موجودگی میں غیر رشتہ دار کو فی سبیل اللہ ہبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر دے سکتی ہے تو اپنی ملکیت میں سے کتنی مقدار دے سکتی ہے؟

۲......اگر ہبہ کرنا اور دیدینا درست ہے تو رشتہ دار کا اس میں رکاوٹ ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حبیبہ کو اختیار ہے کہ اپنی تندرستی اور صحت میں اپنی ملکیت میں سے کسی حاجت مند کو فی سبیل اللہ کچھ دیدے اور اس پر اس کا قبضہ کرادے، رشتہ داروں کو روکنے کا اختیار نہیں (۱) اور جب کہ حبیبہ کا مقصود رشتہ داروں کو محروم کرنا نہیں ہے، بلکہ ثواب حاصل کرنے کے لئے غریب کی حاجت کو پورا کرنا مقصود ہے اور رشتہ دار سب مالدار ہیں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے:

"أما شرائطها فأنواع يرجع بعضها إلى نفس الركن و بعضها يرجع إلى الواهب وبعضها يرجع إلى الموهوب، أما ما يرجع إلى الواهب، فهو أن يكون الواهب من أهل الهبة، وكونه من أهلها أن يكون حراً عاقلاً بالغاً مالكاً للموهوب، الخ". فتاوی عالمگیری: ۳/٤٨٤ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "كلٌّ يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة لسليم رستم: ۱/۶۵۴، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، كتاب الشركة، الباب الثالث في أحكام الأملاك، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"لأن الملک ما من شانه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار: ۴/۵۰۲، أول كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال والملک، سعيد)

"و لكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيفما شاء". (شرح المجلة لسليم رستم: ۱/۶۴۳، (رقم المادة: ۱۱۶۲)، كتاب الشركة، الفصل الثامن في أحكام القسمة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۴/۳۷۴، كتاب الهبة، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۵/۶۸۷، كتاب الهبة، سعيد)

جائیداد دیگر واپسی

سوال [۹۶۸۹]: ۱...... محبوب الرحمٰن کا انتقال ہوا اور انھوں نے اپنی شادی نہیں کی، اس لئے لاوَلد فوت ہوئے۔ مرحوم نے حقیقی بھائی، بہن، ماں، باپ، تایا، چچا، پھوپھی وغیرہ کوئی نہیں چھوڑا۔

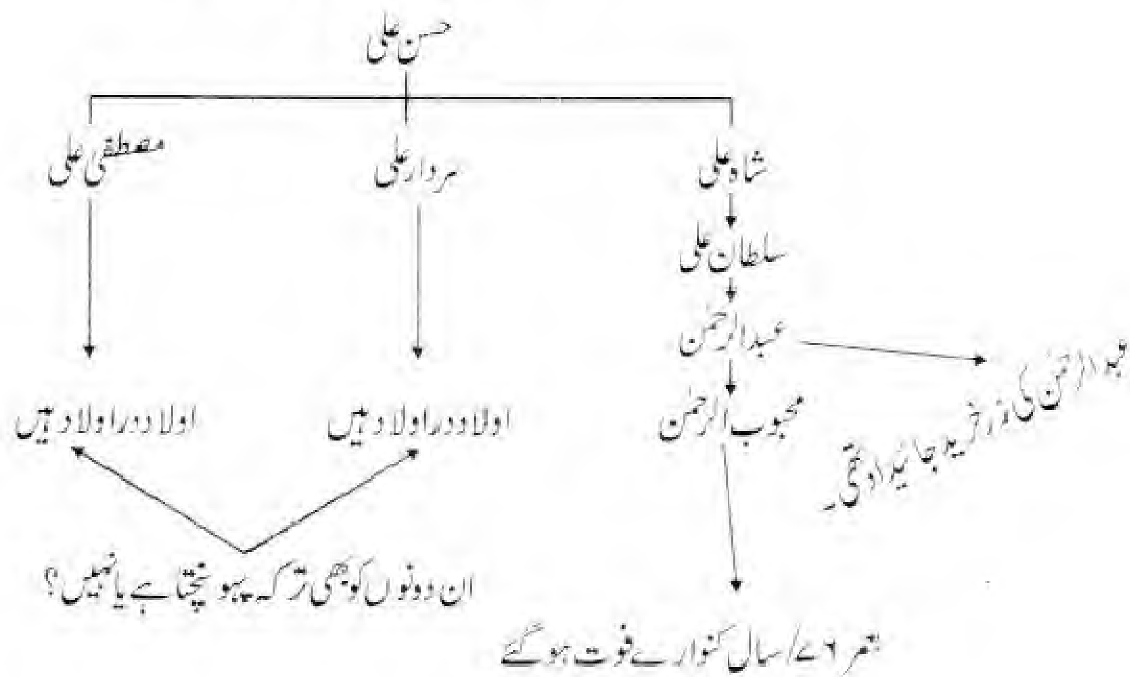
۲...... محبوب الرحمٰن ابن حاجی عبدالرحمٰن بن سلطان علی بن شاہ غنی، یہ چار نسلیں اکیلی ہی گذری ہیں، صرف ایک ماموں زاد بہن کا لڑکا (عبدالکریم) اور ایک ماموں زاد بھائی کی دو لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ مرنے سے چار روز قبل اپنی کل جائیداد دیگر عزیزان اور وارثان کے سامنے زبانی ہبہ بھی عبدالکریم کو کر دیا، اور کنجیاں وضروری کاغذات، بینک کی کتاب اور تمام اثاثۂ بیت سپرد کر کے قابض بنادیا۔ علاوہ ازیں قرضہ کی فہرست بھی لکھوادی اور وارثان کا خیال رکھنے کی بھی ہدایت اور وصیت کی۔

۳...... محبوب الرحمٰن نے بوقتِ سفرِ حج اپنے پاسپورٹ میں والدۂ عبدالکریم (طیبہ خاتون) کو اپنا وارث درج کرادیا تھا اور روانگیٔ حج سے قبل جملہ اختیارات بحیثیتِ مالکانہ طیبہ خاتون کو سپرد کر کے قابض بنادیا تھا اور طیبہ خاتون کا بھی اب انتقال ہوگیا ہے، ان کے صرف ایک لڑکا عبدالکریم ہی باقی ہے جس کو ہبہ کیا گیا ہے۔

۴...... جائیداد محبوب الرحمٰن کے والد عبدالرحمٰن کی ذاتی خریدی ہوئی تھی جو پوری کی پوری محبوب الرحمٰن کو پہونچی تھی۔

۵...... ایسی صورت میں ترکہ تقسیم ہوگا یا فردِ واحد مالک ہوگا؟

شجرہ



الجواب حامداً ومصلياً:

حج کو جاتے وقت والدۂ عبدالکریم کو اپنا وارث درج کرایا تھا اور اختیارات سپرد کردئے تھے، اس کا حاصل تو یہ تھا کہ اگر اس سفر سے واپسی نہ ہوسکی تو والدۂ عبدالکریم کو میرا مال دیدیا جائے، یہ مطلب نہیں کہ فی الحال ہبہ کرکے ان کو مالک بنادیا، ورنہ واپسی پر خود قابض ومالک ہونے کا کوئی حق نہیں تھا، بلکہ والدۂ عبدالکریم کے بعد ان کے ورثاء کو وہ حق پہونچتا، اور محبوب الرحمٰن ان کے وارث نہیں، اس لئے اگر محبوب الرحمٰن نے مرض الموت میں زبانی ہبہ عبدالکریم کو کیا ہے اور قبضہ بھی کرادیا ہے تب بھی یہ وصیت کے حکم میں ہے، لہٰذا بعد ادائے دین وغیرہ ایک تہائی ترکہ کا مستحق باعتبارِ وصیت عبدالکریم ہے(۱)۔

بقیہ دوتہائی کے حقدار محبوب الرحمٰن کے والد (عبدالرحمٰن) کے دادا (شاہ علی) کے بھائیوں (سردار علی ومصطفیٰ علی) کی اولاد در اولاد میں جو قریب ترین مرد ہوں گے، وہ برابر کے حقدار ہوں گے (۲)، ماموں زاد بھائی کی لڑکیاں مستحق نہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۹۲ھ۔

---

(۱) "وأما لو وهب وسلّم لغير الورثة، فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت الهبة. وإن لم يخرج ولم تجز الورثة الهبة، فإنما تصح في ما يخرج من الثلث". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۴۸۴، (رقم المادة: ۸۷۹)، كتاب الهبة، الفصل الثاني في هبة المريض، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴/۴۰۰، كتاب الهبة، الباب العاشر في هبة المريض، رشيديه)

(۲) "الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة". (السراجي، ص: ۱۳، باب العصبات، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۶/۷۷۴، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، سعيد)

(وكذا في الشريفية شرح السراجية، ص: ۳۹، باب العصبات، سعيد)

(۳) چونکہ ماموں زاد بھائی کی لڑکیاں ذوی الارحام میں سے ہیں اور عصبہ کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے، لہٰذا ماموں زاد بھائی کی لڑکیاں مستحق نہیں ہیں:

"إنما يرث ذوو الأرحام إذا لم يكن أحدٌ من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه، ولم يكن عصبة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۹، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الأرحام، رشيديه)

"هو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة، ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبة".

(الدرالمختار: ۶/۷۹۱، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الارحام، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۵۲۲، كتاب الفرائض، فصل في ذوي الأرحام، مكتبه غفارية كوئٹه)

الفصل الثانی فی مایتعلق بدَین المیت وأمانته

(میت کے قرض اور امانت کا بیان)

میت کے ذمہ قرض ہو تو اس کا حکم

سوال [۹۶۹۰]: ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس حال میں کہ اس کے اوپر کافی قرض تھا، اس کی اولاد کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہمارا باپ فلاں کا مقروض تھا، اب قرض خواہ اپنا دیا ہوا قرض اس کی والدہ سے مانگتا ہے، تو اولاد نہ تو انکار ہی کرتی ہے اور نہ ہی اقرار۔ بتایا جائے کہ اس متوفی مقروض کا آخرت میں کیا حال ہوگا، نیز اولاد کا سب کچھ جانتے ہوئے کیا ہوگا؟ اور ان کی شرعی حیثیت اب کیا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرض خواہ کے پاس اگر قرضہ کا شرعی ثبوت ہے، یا میت کی اولاد کو قرض کا علم ہے تو میت کے ترکہ سے اولاد کا قرض ادا کرنا ضروری ہے، قرض ادا ہونے کے بعد جو کچھ بچے اس کے ایک تہائی سے میت کی وصیت پوری کی جائے اگر کوئی وصیت کی ہو(۱)۔ اس کے بعد ورثاء شرعی طریقہ پر یہ تقسیم کرنے کے حقدار ہوں گے، اس سے پہلے حقدار نہیں ہوں گے، اگر قرض ادا نہیں کریں گے تو ظالم ہوں گے(۲)۔

---

(۱) "ثم تقدم دیونه التی لها مطالبٌ من جهة العباد". (الدر المختار). وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "هو ما کان ثابتاً بالبینة مطلقاً أو باقرار، ثم تقدم وصیته من ثلث ما بقی، ثم یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثته". (الدر المختار: ۶/۷۶۰، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۶/۴۴۷ کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفیما یتعلق بالترکة، رشیدیه)

(۲) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "مطل الغنی ظلم". (سنن أبی داؤد: ۲/۴۷۵، کتاب البیوع، باب فی المطل، دار الحدیث ملتان)

اگر میت نے کچھ نہیں چھوڑا تو ورثاء کے ذمہ اس قرض کا ادا کرنا ضروری نہیں، تاہم اگر اولاد کو اپنے والد کو آخرت کے مواخذہ سے بچانے کی فکر ہو تو اس کا قرض ادا کریں (۱)۔ اگر اتنا ترکہ چھوڑا جس سے قرضہ ادا کردیا جائے تو آخرت میں اس میت کی پکڑ نہیں ہوگی، اگر اتنا ترکہ نہیں چھوڑا، پکڑ ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۵/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "والمراد بالدين دينٌ له مطالب من جهة العباد .... فلا يلزم الورثة أداءها إلا إذا أوصىٰ بها أو تبرعوا بها من عندهم". (تبيين الحقائق: ۷/۴۲۷، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۶، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۷۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "نفس المؤمن معلّقة بدينه حتى يُقضى عنه". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۵۲، كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار، الفصل الثاني، قديمي)

"عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك قال: كان معاذ بن جبل رضي الله تعالىٰ عنه شاباً سخياً، وكان لا يمسك شيئاً، فلم يزل يدان حتى أغرق ماله كله في الدَّين، فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فكلّمه ليكلّم غرماءه، فلو تركوا لأحد لتركوا لمعاذ، لأجل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فباع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لهم ماله حتى قام بغير شئ". (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال: أُتيَ النبي صلى الله عليه وسلم بجنازة ليصلي عليها، فقال: "هل علىٰ صاحبكم دينٌ"؟ قالوا: نعم، قال: "هل ترك له من وفاء"؟ قالوا: لا، قال: "صلوا علىٰ صاحبكم". قال علي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه عليّ دينُه يا رسول الله!، فتقدم فصلى عليه". وفي رواية معناه: وقال: "فك الله رهانك كما فككتَ رهان أخيك المسلم، ليس من عبد مسلم يقضي عن أخيه دينه إلا فك الله رهانه يوم القيامة". (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

(وصحيح البخاري: ۱/۳۰۵، كتاب الحوالة، باب إذا حال دين الميت على رجل، قديمي)

قال الحافظ العيني رحمه الله تعالىٰ: "وقال بعض أهل العلم: يجب على الإمام أن يقضي من بيت المال دَين الفقراء اقتداءً بالنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فإنه قد صرح بوجوب ذلك عليه حيث =

قرضۂ میت کون ادا کرے؟

سوال [۹۹۶۱]: مرحوم کے قرض کا علم اس کی بیوی کو ہی ہے جس کا وہ قرض ہے، وہ اگر یہ کہے کہ میں اس بیوہ کے ہاتھ سے نہیں لوں گا، اگر اس کا بھائی وغیرہ کوئی دے تب لوں گا تو بیوہ ہی کو قرض ادا کرنا ضروری ہے یا بھائی بھی ادا کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قرض مرحوم کے ترکہ سے ادا کیا جائے گا، خواہ بیوہ ادا کرے خواہ بھائی، جس کے ہاتھ سے بھی ادا کردیا جائے گا، مرحوم بری ہوجائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

باپ کا قرض ادا کرکے اس کو میراث سے وصول کرنا

سوال [۹۹۶۲]: ایک شخص کے ذمہ قرض تھا، وہ قرض اس کے لڑکے نے ادا کیا۔ پھر اس شخص کا انتقال ہوگیا، لہٰذا اس شخص نے اپنے مرنے پر وہی مکان جو اس قرض میں مکفول تھا جو اس کے لڑکے کے قرض ادا کرنے سے بری ہوا تھا ترکہ میں چھوڑا، اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی اپنے وارث چھوڑے۔ تو کیا جبکہ متوفی مرحوم کا ترکہ لڑکا اور لڑکی میں تقسیم کیا جائے تو اس قرضہ ادا شدہ میں سے بھی لڑکی کے ذمہ بقدر حصہ ڈالا جاوے یا نہیں،

= قال: "فعليّ قضاءه". ولأن الميت المديون خاف أن يعذب في قبره على ذلك الدين، لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الآن" حين بردت جلدته. وكما أن على الإمام أن يسد رمقه ويراعي مصلحته الدنيوية، فالأخروية أولى". (عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ۱۲/۱۱۳، كتاب الحوالة، بابٌ: إذا حال دين الميت على رجل جاز، إدارة الطباعة المنيرية بيروت)

(۱) "ثم تقدم ديونه التي لها مطالبٌ من جهة العباد، ثم وصيته من ثلث مابقي". (الدرالمختار: ۶/۷۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

"تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتّبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه ..... ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله". (السراجي، ص: ۲،۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه)

جبکہ یہ صورت ہے کہ اگر وہ لڑکا قرضہ ادا نہ کرتا تو وہ مکان باقی نہیں رہ سکتا تھا اور وہ مکان قرض میں لگ جاتا اور ورثاء کو کسی طرح ترکہ نہ پہنچتا؟ بینوا و توجروا۔

خواجہ عامر حسن، محلہ شاہ ولایت صاحب، سہارنپور، یکم/ اگست/ ۳۹ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر باپ کے کہنے پر بطورِ قرض ادا کیا ہے یعنی مثلاً: باپ نے یہ کہا تھا کہ اتنا روپیہ میرے ذمہ فلاں شخص کا قرض ہے جس کے عوض میں میرا یہ مکان مکفول ہے تو یہ قرض میری طرف سے ادا کر دے اور اتنا روپیہ بجائے اس شخص کے میرے ذمہ واجب ہے اور اب میں تیرا مقروض ہوں تب تو وہ روپیہ لڑکا باپ کے ترکہ سے وصول کر سکتا ہے، روپیہ کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے مقدم ہے، لڑکے کو حق ہے کہ پہلے اپنا قرضہ وصول کر لے اس کے بعد ترکہ تقسیم کرے (۱)۔

مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس روپیہ کے قرض ہونے کا شرعی ثبوت موجود ہو، یا ورثاء سب اس کو تسلیم کریں (۲)۔ اگر لڑکے نے بطورِ قرض وہ روپیہ باپ کی طرف سے نہیں ادا کیا، بلکہ محض تبرع اور احسان کیا ہے تو اب اس کو ترکہ سے وصول نہیں کر سکتا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/ ۱۰/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ شوال المکرم/ ۵۸ھ۔

---

(۱) "ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقي، ثم يقسم الباقي بعد ذالك بين ورثته". (الدرالمختار: ۶/ ۷۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه)

"كفّن الوارث الميت أو قضىٰ دينه من مال نفسه، فإنه يرجع ولا يكون متطوعاً".

(الدرالمختار: ۶/ ۷۱۷، ۷۱۸، كتاب الوصايا، فصل في شهادة الأوصياء، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۴/ ۴۴۰، كتاب الوصايا، الفصل السادس في تصرفات الوصي، رشيديه)

(۲) "ثم تقدم ديونه .... ويقدم دين الصحة". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "هو ما كان ثابتاً بالبينة مطلقاً، أو بالإقرار في حالة الصحة". (ردالمحتار: ۶/ ۷۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(۳) "تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات والتبرع لايتم إلا =

مرحوم کا قرضہ مسجد میں دینا

سوال [۹۶۹۳] : زید عمر سے قرض لیتا ہے اور کسی مجبوری کی وجہ سے اس کو ادا نہیں کر پاتا، اب عمر مر جاتا ہے، اور کچھ دن بعد خود زید بھی مر جاتا ہے، اب زید کے ورثاء اس قرض کو ادا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ قرض کس کو ادا کیا جائے گا، کیا اس قرض کو مدرسہ، مسجد، یا مسجد کے کسی مکان میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کسی بیوہ، یتیم، محتاج کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نے قرض لیا تھا، اس کے ورثاء کے ذمہ لازم ہے کہ مقدارِ قرض مرحوم کے ترکہ سے اس شخص کے ورثاء کو دیں جس سے قرض لیا تھا (۱)، کسی اور بیوہ، یتیم محتاج، مدرسہ، مسجد کو دینا کافی نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۸۵ھ۔

= بالقبض". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۴۶۲/۱، (رقم المادة: ۸۳۷)، كتاب الهبة، مكتبه حنفيه، كوئٹه)

"من وهب لأصوله وفروعه ..... فليس له الرجوع". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۴۷۶/۱، (رقم المادة: ۸۶۶)، كتاب الهبة، الباب الثالث، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدرالمختار: ۷۰۴/۵، كتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۸۵/۴، كتاب الهبة، الباب الخامس في الرجوع في الهبة، رشيديه)

(۱) "يبدأ من تركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بتجهيزه ..... ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد". (الدرالمختار: ۷۶۰/۶، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۴۷/۶، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۵۵۳/۲، ۵۵۴، كتاب الفرائض، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۵۳/۶، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشيديه)

(۲) مالِ متروکہ ورثاء کا حق ہوتا ہے، لہٰذا ان کی اجازت کے بغیر اس میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں:

"لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذن". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۶۱/۱، =

میت پر دعوائے دَین

سوال [۹۶۹۴]: شخصے برمیت بعد از تقسیمِ ترکہ بین الورثاء، یا قبل از تقسیمِ آں دعوائے دَین مے کند، ومتوفی در بابِ دین مذکور ہیچ اظہارے عند الموت نکردہ، ورثائے میت ہم عدمِ علمیتِ دَین را اظہار می کنند، ومدعی بینہ ودیگر کدام ثبوتے ندارد۔ پس دریں حالت بر مدعی حلف خوردن لازم است یا بر ورثائے میت یا دعویٰ اوشان غیر مسموع است؟ از جواب جلد مشرف فرمایند۔ فقط۔

(مولوی) محمد عثمان بلوچ، مہتمم مدرسہ احرار العلوم کراچی، ۲/ جمادی الاولیٰ/ ۵٦ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"ولو أن رجلاً قدم رجلاً إلى القاضي، وقال: إن أباً هذا قد مات، ولي عليه ألف درهم دين .... وإن لم تكن للمدعي بينةٌ وأراد استحلاف هذا الوارث، يستحلف على العلم عند علمائنا رحمهم الله تعالىٰ: "بالله ما تعلم أن لهذا على أبيك هذا المال الذي ادّعى وهو ألف درهم ولا شيء منه"؟ فإن حلف انتهىٰ الأمر، وإن نكل يستوفي الدين من نصيبه. وفي الخانية: في ظاهر الرواية فإن كان هذا الوارث المدعى عليه أقرّ بالدين على الأب أو أنكر، فلما حلف نكل حتى صار مقراً بالدين، إلا أنه قال: لم يصل إليّ شيء من تركة الأب، فإن صدقه المدعي في ذلك، فلا شيء له، وإن كذبه وقال: لابل وصل إليه ألف درهم أو أكثر دراهم، وأراد أن يحلفه على البتات: "بالله ما وصل إليك من مال أبيك هذا الألف ولا شيء منه"؟ فإن نكل لزمه القضاء، وإن حلف لاشيء عليه، اھ". فتاویٰ هنديه: ۳/ ٤٠٠، كتاب أدب القاضي، الباب الخامس والعشرون(۱)۔

= (رقم المادة: ۹۲)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدر المختار: ٦/ ۲۰۰، كتاب الغصب، سعيد)

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/ ۴۰۲، ۴۰۷، كتاب أدب القاضي، الباب الخامس والعشرون في إثبات الوكالة والوراثة والدين، رشيديه) .... =

اگر میت در ترکہ مال گذاشتہ است، ومداعی بر دعوی خود بیّنہ نمی دارد، وورثاء اقرارِ دین نمی کند، پس مدعی را حق است کہ از ورثاء حلف ستاند، اگر حلف کنند دعوائے مدعی ساقط خواھد شد. واگر انکار کنند، دعویٰ لازم خواھد شد. والبسط فی الخانیة(١) والھندیة(٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ۵/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، 　　عبداللطیف، ۲۵/ جمادی الاولیٰ/ ۵۶ھ۔

ورثاء اور غرماء کے درمیان مصالحت

سوال[۵۲۹۵]: شامی، جلد چہارم، فصل فی التخارج میں ہے کہ جب ترکہ میں دَین علی الناس ہو، تو

= (وكذا في الدر المختار: ۵/ ۵۸۵، كتاب الدعوى، باب دعوى النسب، سعيد)

(وكذا في جامع الفصولين: ۲/ ۳۸، الفصل الثامن والعشرون في مسائل التركة والورثة والدّين في التركة، اسلامي كتب خانه كراچي)

(١) (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲/ ۴۲۱، ۴۲۲، كتاب الدعوى، باب اليمين، رشيديه)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب أدب القاضي، الباب الخامس والعشرون في إثبات الوكالة والورثة والدين: ۳/ ۴۰۶، ۴۰۷، رشيديه)

ترجمہ سوال:

کوئی شخص ورثاء میں ترکہ تقسیم ہونے کے بعد، یا قبل تقسیم، میت پر دین کا دعوائے کرتا ہے اور مرحوم نے موت کے وقت اس کا کوئی اظہار بھی نہیں کیا، ورثاء بھی دین سے عدمِ علمیت کا اظہار کرتے ہیں اور مدعی گواہ وغیرہ کوئی ثبوت نہیں رکھتا، اس صورت میں مدعی پر حلف لازم ہے یا ورثائے میت پر، یا اس کا دعویٰ ہی نا قابلِ سماعت ہے؟ جواب سے جلد مشرف فرماویں۔ فقط۔

خلاصۂ جواب:

اگر میت نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے اور مدعی اپنے دعویٰ پر گواہ نہیں رکھتا، اور ورثاء دین کا اقرار نہیں کرتے تو مدعی کو حق ہے کہ ورثاء سے حلف لیوے، اگر حلف کرلیں تو مدعی کا دعویٰ ساقط ہوجائے گا، اگر حلف سے انکار کریں تو دعویٰ لازم ہوجائے گا۔ فقط۔

صلح کے جائز ہونے کے چار حیلے ہیں، جن میں سے حیلۂ ثالثہ کو ''احسن الحیل'' لکھا ہے، حالانکہ جو ضرر حیلۂ ثانیہ میں ہے وہ بعینہ ثالثہ میں بھی ہے یعنی "النقد خيرٌ من النسيئة"(۱)۔

تو اب ثالثہ کا ثانیہ سے احسن ہونا سمجھ میں نہیں آتا، لہذا بندہ کی رائے ناقص میں حیلۂ ثانیہ کا حاصل یہ ہے کہ ''مُصالح کا حصہ، دَین سے تبرعاً پورا کردیں اور اس کے حصہ میں غرماء پر رجوع نہ کریں'' غالباً اسی لئے حیلہ ثانیہ میں "وأحالهم بحصته" پر محشی لکھتے ہیں: "لامحل لهذه الجملة ههنا"(۲) پس اس حیلہ میں دوضرر ہیں: ایک وہی جو حیلۂ اُولیٰ میں ہے اور دوسرا "النقد خيرٌ من النسيئة" (۳) یعنی مُصالح کو حصہ نقد مل گیا اور باقی ورثاء کو ان کا حصہ نسیئہ ملے گا اور ثالثہ میں صرف "النقد خيرٌ من النسيئة" (٤) کا ضرر ہے، یعنی مُصالح کو قرض فی الحال دیتے ہیں اور اس قرض کو، نیز اپنے حصہ کو غرماء سے نسیئہ وصول کریں گے۔

حیلۂ اُولیٰ میں بھی اگرچہ ایک ہی ضرر ہے، مگر وہ ثالثہ کے ضرر سے زیادہ ہے، اور ثانیہ میں دوضرر ہیں، لہذا ثالثہ أحسن الحیل ہوا، اور رابعہ میں کوئی ضرر نہیں۔

مگر ایک اعتراض اب بھی باقی ہے، وہ یہ کہ مُصالح بہرصورت صلح تو دین کے سوا باقی ترکہ پر کرتا ہے تو حیلۂ اُولیٰ میں ورثاء اپنا حصہ قرض پورا لیتے ہیں اور مُصالح اپنے حصہ سے غرماء کو بری کرتا ہے تو اس میں ضرر مُصالح کا ہے نہ کہ ورثاء کا، بعینہ یہی ضررِ مُصالح ثانیہ ورابعہ میں بھی ہے کہ وہ اپنا حصۂ دین وصول نہیں کرتا، مگر

---

(۱) "وبطل الصلح إن أخرج أحد الورثة وفي التركة ديون بشرط أن تكون الديون لبقيتهم؛ لأن تمليك الدين من غير مَن عليه الدين باطلٌ. ثم ذكر لصحته حِيَلاً، فقال: وصح لو شرطوا إبراء الغرماء منه: أي من حصته؛ لأنه تمليك الدين ممن عليه، فيسقط قدر نصيبه عن الغرماء، أو قضوا نصيب المصالح منه تبرعاً منهم وأحالهم بحصته، أو أقرضوه قدر حصته منه وصالحوه عن غيرهم بما يصلح بدلاً وأحالهم بالقرض على الغرماء وقبلوا الحوالة، وهذه أحسن الحيل، ابن كمال. والأوجه أن يبيعوه كفًا من تمر أو نحوه بقدر الدين، ثم يحيلهم على الغرماء". (الدرالمختار: ۵/۶۴۲، ۶۴۳، كتاب الصلح، فصل في التخارج، سعيد)

(۲) (ردالمحتار: ۵/۶۴۳، كتاب الصلح، فصل في التخارج، سعيد)

(۳) وہ ہے تمليك الدين من غير من عليه الدين اور یہ باطل ہے، شامی بحوالہ بالا۔

(۴) بحواله بالا.

ثانیہ میں ورثاء کا بھی ضرر ہے، یعنی "النقد خيرٌ من النسيئة" اور یہی ضرر ورثاء، ثالثہ میں بھی ہے۔

غرضیکہ اُولیٰ ورابعہ میں صرف مُصالح کا ضرر ہے اور ثالثہ میں صرف ورثاء کا اور ثانیہ میں جانبین کا، پس ثانیہ احسن الحیل ہونا چاہیئے ،ليتحقق المساوات ۔ آنجناب اپنی تحقیقِ عمیق کے فیصلہ سے مطلع فرماویں۔ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حیلۂ ثالثہ کا ''احسن الحیل'' ہونا صاحبِ درمختار نے ابن کمال سے نقل کیا ہے، لیکن سکب الأنہر: ۲/۳۱۹، میں اس کے احسن ہونے پر اشکال بھی کیا ہے:"قلت: ولايخلو أيضًا عن ضرر التقديم"(١)۔

اسی اشکال کو شامی نے حیلۂ رابعہ کے اَوجہ ہونے کی وجہ سے پیش کیا ہے: "(قوله: والأوجه)؛ لأن في الأخيرة لايخلوا عن ضرر التقديم في وصول مال، ابن ملك، اهـ". شامي: ٤/٦٦٤(٢)۔

نیز علامہ زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی اس کا اعتراف ہے، مگر زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُولیٰ اور ثانیہ سے ثالثہ کے اَوجہ ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے:

"وإن شرطوا أن يبرأ الغرماء منه: أي من الدَّين، صح؛ لأنه إسقاطٌ أوتمليكٌ للدين ممن عليه الدين، وكل ذلك جائز. وقال صاحب الهداية: وهذه حيلة الجواز، وأخرى: أي حيلة أخرى: أن يعجلوا قضاء نصيبه متبرعين. ثم قال: في الوجهين ضرر بقية الورثة، والأوجه أن يقرضوا المُصالح مقدار نصيبه ويصالحوا عما وراء الدين، ويحيلهم على استيفاء نصيبه من الغرماء، وهذا في الوجهين ظاهر؛ لأنهم إذا أعطوا المُصالح شيئًا بمقابلة الدين أو قدر الدين ولم يحصل لهم الدين، فقد حصل لهم ضرر دنيوي، وليس في الصورة الثالثة مثل ذلك من الضرر؛ لأنهم وإن خرج منهم قدر الدين لكن حصل لهم الدين بمقابلته، فانتفى عنهم إلا ضرر النقد،

---

(١) (الدر المنتقى شرح الملتقى المعروف بسكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر: ٣/٤٤٠، كتاب الصلح، باب الصلح في الدين، مكتبه غفاريه كوئته)

(٢) (ردالمحتار: ٥/٦٤٣، كتاب الصلح، فصل في التخارج، سعيد)

فإن العين خيرٌ من الدين، اهـ". زيلعي: ٥/ ٥١(١)۔

اس کے بعد حیلۂ رابعہ کو اوجہ کہا ہے اور "وأحالهم بحصته" سے صاحبِ الدرر پر رد مقصود ہے:

"(قوله: وأحالهم بحصته) ذكره رداً علىٰ صاحب الدرر، وتبعه المصنف حيث قالا: ولا يخفىٰ فيه: أى هذا الوجه من الضرر ببقية الورثة، ولكنه لايرجع عليهم بما أحالهم به، فيكون الضرر عليهم مرتين، اهـ". طحطاوي، ص: ٣٦٠(٢)۔

حیلۂ ثانیہ میں جو ضرر ہے، اس میں فقہاء کی عبارتیں دو طرح کی ملتی ہیں: ایک: "النقد خيرٌ من النسية". دوسری: "عدم رجوع الورثة على الغرماء" چنانچہ تکملۂ فتح القدیر میں ہے(۳)۔ اور حاشیہ عنایہ شرح ہدایہ: ۷/ ٤٥ میں اسی کو حق کہا ہے(۴)، کفایہ میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور اس کی

(١) (تبيين الحقائق للزيلعي رحمة الله تعالىٰ عليه: ٥/ ٥١١، ٥١٢، كتاب الصلح، باب الصلح في الدين، دار الكتب العلمية بيروت)

(٢) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ٣/ ٣٦٠، كتاب الصلح، فصل في التخارج، دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت)

(٣) "وإذا كان في التركة دَينٌ على الناس، فأدخلوه في الصلح على أن يخرجوا المصالح عنه ويكون الدين لهم، فالصلح باطل؛ لأن فيه تمليك الدين من غير مَن عليه، وهو حصة المصالح. وإن شرطوا أن يبرأ الغرماء منه ولا يرجع عليهم بنصيب المصالح فالصلح جائز؛ لأنه إسقاط وهو تمليك الدين ممن عليه الدين .... وأخرىٰ: أن يعجلوا قضاء نصيبه متبرعين، وفي الوجهين ضرر ببقية الورثة". (فتح القدير: ٨/ ٤٤٢، كتاب الصلح، فصل في التخارج، رشيديه)

(٤) "(قوله: وفي الوجهين ضرر ببقية الورثة) لعدم رجوعهم على الغرماء، كذا في الكفاية وشرح تاج الشريعة. وقالوا .... أما في الوجه الأول: فإن بقية الورثة لايمكنهم الرجوع على الغرماء، وفي الوجه الثاني لزوم النقد عليهم بمقابلة الدين الذي هو نسيئة، والنقد خيرٌ من النسيئة، انتهى. وقال بعض الفضلاء بعد نقل المعنىٰ الأول عن الكفاية: وهذا هو الحق، لاما في سائر الشروح من لزوم ال... بالنسيئة في الصورة الثانية إذ لانسيئة عند التبرع، فليتأمل، انتهى". (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير: ٨/ ٤٤٢، كتاب الصلح، فصل في التخارج، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

وجہ بیان کی ہے۔"إذ لا نسیئة عند التبرع"(۱)۔ اورعلت اُولیٰ کے متعلق حاشیۂ عنایہ میں ہے:"أقول فیه بحث"(۲)۔

اس تقدیر پر حیلۂ اُولیٰ وثانیہ ہر دو میں ورثاء کو حصۂ مُصالح میں غرماء پر رجوع کا حق نہیں ہوگا، اور ثانیہ میں مزید براں یہ کہ مُصالح کا حصۂ دین اپنے پاس سے تبرعاً دینا ہوگا، البتہ مصالح کے حق میں ثانیہ احسن ہے اُولیٰ سے کیونکہ اُولیٰ میں مصالح کو کچھ حصہ دین نہیں ملتا اور ثانیہ میں بقیہ ورثاء سے مل جاتا ہے اور حیلۂ ثالثہ میں بقیہ ورثاء کو بعوضِ قرض مصالح غرماء پر رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے اور وہ بدلِ قرض کے مستحق ہوجاتے ہیں تو گو مُصالح کا حصہ دین اور اپنا حصہ دین سب کچھ غرماء سے وصول کرتے ہیں، کوئی حق مالی فوت نہیں ہوتا، صرف وصولیابی میں تاخیر ہوتی ہے اور اتنی بات میں ثالثہ ورابعہ ہر دو شریک ہیں، پھر رابعہ کے اُوجہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ "والأوجه: أی الأیسر والأخف، اهـ". ط(۳)۔

الحاصل: اُولیٰ میں حصۂ دینِ مصالح غرماء سے قطعاً ساقط ہے اور بقیہ ورثاء کو بھی اس میں رجوع علی

---

(۱) "(قوله: وفی الوجهین ضرر بقیة الورثة) لعدم رجوعهم علی الغرماء، کذا فی الکفایة وشرح تاج الشریعة. وقالوا .... أما فی الوجه الأول: فإن بقیة الورثة لایمکنهم الرجوع علی الغرماء، وفی الوجه الثانی لزوم النقد علیهم بمقابلة الدین الذی هو نسیئة، والنقد خیرٌ من النسیئة، انتهی. وقال بعض الفضلاء بعد نقل المعنیٰ الأول عن الکفایة: وهذا هو الحق لاما فی سائر الشروح من لزوم النقد بالنسیئة فی الصورة الثانیة إذ لانسیئة عند التبرع، فلیتأمل، انتهی". (العنایة شرح الهدایة علی هامش فتح القدیر: ۴۴۲/۸، کتاب الصلح، فصل فی التخارج، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(۲) "أقول: وفیه بحث؛ لأن ماذکره إنما یفید ثبوت الفائدة للغرماء لا لبقیة الورثة، فإن قیل: إذا لم یبق للمصالح علی الغرماء حق یسهل للغرماء أداء حصص بقیة الورثة، فیحصل من هذه الجهة فائدة لبقیة الورثة .... قلنا: إن حصل لهم فائدة من تلک الجهة، یحصل لهم الضرر من جهة أن حصة المصالح لا تصیر لهم". (العنایة شرح الهدایة علی هامش فتح القدیر: ۴۴۲/۸، کتاب الصلح، فصل فی التخارج، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(۳) (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۳۶۰/۳، کتاب الصلح، فصل فی التخارج، دار المعرفه، بیروت)

الغرماء کا حق نہیں، البتہ اپنا حصۂ دین پورا لیں گے، اس میں مصالح کا نقصان ظاہر ہے۔ ثانیہ میں مُصالح اپنا حصۂ دین پورا بقیہ ورثاء سے وصول کر لے گا اور ورثاء اس میں رجوع علی الغرماء نہیں کریں گے، کیونکہ انہوں نے مُصالح کے ساتھ غرماء کے ساتھ تبرع کیا ہے، اس میں ورثاء کا نقصان ظاہر ہے۔ ثالثہ میں مصالح کو بھی حصہ دین مل جاتا ہے اور بقیہ ورثاء کے پاس سے بھی کچھ مفت خرچ نہیں ہوا، بلکہ جو کچھ دیتے ہیں وہ قرض ہے جس کو بذریعۂ حوالہ غرماء سے وصول کرلیں گے، اگر نقصان ہے تو صرف نسیئہ کا ہے اور یہ اہون ہے، لہذا یہ احسن الحیل ہوا(۱)۔

رابعہ میں رجوع علی الغرماء کی وجہ سے نسیئہ ضرور ہے جیسا کہ ثالثہ میں تھا، لیکن بیع ہونے کی وجہ سے قرض کے معاملہ سے نجات ہے اور حق نہ مُصالح کا ضائع ہوتا ہے، نہ بقیہ ورثاء کا، اس لئے یہ اَوجہ ہے۔ هـــذا ماعندی واللّٰہ أعلم بحقیقة الحال۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰/محرم/ ۶۶ھ۔

---

(۱) "وصح لو شرطوا إبراء الغرماء منه: أي من حصته؛ لأنه تمليك الدين ممن عليه الدين، فيسقط قدر نصيبه عن الغرماء، أو قضوا نصيب المصالح منه: أي الدين تبرعاً منهم وأحالهم بحصته، أو أقرضوا قدر حصته منه: أي الدين تبرعاً منهم وأحالهم بحصته، أو أقرضوا قدر حصته منه وصالحوه عن غيرهم بما يصلح بدلاً وأحالهم بالقرض على الغرماء وقبلوا الحوالة، وهذه أحسن الحيل. والأوجه أن يبيعوا كفاً من تمر أو نحوه بقدر الدين، ثم يحيلهم على الغرماء". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: "لأن في الأولیٰ ضرر للورثة، حيث لايمكنهم الرجوع على الغرماء بقدر نصيب المُصالح، وكذا في الثانية؛ لأن النقد خيرٌ من النسيئة". (الدرالمختار: ۶۴۳/۵، كتاب الصلح، فصل في التخارج،سعيد)

"قال رحمه الله تعالى: "(وإن شرطوا أن يبرأ الغرماء منه): أي من الدين (صح)؛ لأنه إسقاط أو تمليك للدين ممن عليه الدين، وكل ذلك جائز. وقال صاحب الهداية: وهذه حيلة الجواز، وأخرى: أي حيلة أخرى أن يعجلو قضاء نصيبه متبرعين، ثم قال: وفي الوجهين ضرر ببقية الورثة. والأوجه أن يقرضوا المصالح مقدار نصيبه ويصالحوا عمّا وراء الدين ويحيلهم على استيفاء نصيبه من الغرماء، وهذ =

ورثاء اور غرماء کی مصالحت پر اشکال

سوال[۹۶۹۶]: میت کا دین ہو کسی پر تو جوازِ صلح کے حیل اربعہ میں سے تیسرے حیلہ کا احسن الحیل ہونا سمجھ میں آ گیا، مگر رابعہ کا اوجہ بمعنی "ایسر ہونا" سمجھ میں نہیں آتا، کیونکہ اس میں مصالح کا ضرر ظاہر ہے، ثالثہ میں تو مُصالح اپنا حصۂ قرض پورا وصول کر لیتا ہے، رابعہ میں صرف ایک مشت کھجور کے بدلہ میں اپنا دین ان کے حوالہ کرتا ہے اور اسے بالکل کچھ نہیں ملتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اوجہ اگر بمعنی "أنفع للمُصالح" ہوتا تب بھی حیلۂ اُولیٰ کے مقابلہ میں صحیح ہوتا، اگر چہ ثانیہ وثالثہ کے مقابلہ میں صحیح نہ ہوتا، لیکن یہ اَوجہ بمعنی "الأیسر والأخف فی حق الورثة" ہے، وھذا ظاهر (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دینِ مہر مقدم ہے میراث کی تقسیم پر

سوال [۹۶۹۷]: مسمی محمد یٰسین مرحوم متوفی کے ایک لڑکا دو لڑکیاں: ایک بالغہ ایک نابالغہ، ایک زوجہ وارث ہیں، لیکن زوجہ بعوضِ دینِ مہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ کی دعویدار ہے اور ترکۂ متوفی پانچ ہزار سے بہت کم ہے۔ تو اس صورت میں ترکۂ متوفی تمام زوجہ کو بعوض دین مہر دیا جائے گا، یا جمیع ورثاء میں تقسیم ہوگا، اگر تقسیم ہوگا

= الوجهين ظاهر؛ لأنهم إذا أعطوا المصالح شيئًا بمقابلة الدين أو قدر الدين ولم يحصل لهم الدين، فقد حصل لهم ضرر دنيوی، وليس فی الصورة الثالثة مثل ذلک من الضرر؛ لأنهم وإن خرج منهم قدر الدين، لكن حصل لهم الدين بمقابلته، فانتفیٰ عنهم الضرر إلاضرر النقد، فإن العين خيرٌ من الدين. والأوجه منه أن يبيعوه كفاً من تمر أونحوه بقدر الدين، ثم يحيلهم على الغرماء أو يحيلهم ابتداءً من غير بيع شئی ليقبضوه له، ثم يأخذ لأنفسهم". (تبيين الحقائق: ۵/۲/۵۱۲، كتاب الصلح، باب الصلح في الدين، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "والأوجه: أی الأيسر لهم والأخف". (حاشية الطحطاوی على الدرالمختار: ۳/۳۲۰، كتاب الصلح، فصل فی التخارج، دار المعرفة بيروت لبنان)

تو شرعاً ہر وارث کو کس قدر پہونچے گا؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں۔

سعید احمد از گنگوہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

صورتِ مسئولہ میں متوفی کا کل ترکہ زوجہ کو بعوضِ دینِ مہر دیا جائے گا اور ورثاء کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ قرضہ کی ادائیگی شرعاً ورثاء کے حق پر مقدم ہے:

في السراجي، ص:٣: "قال علمائنا رحمهم الله تعالى: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم نفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته، الخ"(١)۔

بشرطیکہ زوجہ نے معاف نہ کیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر العلوم، ۹/ جمادی الثانیہ/۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ، صدر المدرسین۔

صحیح: سعید احمد، صدر مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی۔

ودیعت کا روپیہ وفاتِ مودع پر اس کی مرضی کے خلاف صرف کرنا

سوال [۸۶۹۹]: زید نے اپنی ضرورت کے لئے اپنے ایک عزیز مثلاً جمال سے کچھ قرض مانگا، جمال نے کہا کہ میری والدہ کا روپیہ ایک صاحب کے پاس رکھا ہوا ہے جو میری معرفت ہی امانت رکھوایا تھا، وہ میں تم کو دلائے دیتا ہوں اس کو تم خرچ کرلو، جب ضرورت ہوگی تم ادا کر دینا۔ اس طرح جمال اور جمال کے بھائی کمال نے وہ روپیہ زید کو دیدیا اور زید نے اس کو اپنی ضرورت میں خرچ کرلیا۔

اس کے کچھ عرصہ کے بعد جمال وکمال کی والدہ نے اور جمال کے بڑے بھائی عقیل نے زید سے کہ کہا

(١) (السراجي في الميراث، ص: ٢، ٣ سعيد)

(وكذا في الدر المختار: ٦/ ٧٥٩، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ٦/ ٤٤٧، كتاب الفرائض، رشيديه)

کہ جو روپیہ جمال نے تم کو دیا ہے وہ تم اپنے پاس رکھنا، اور جب ہماری پوتی و بھتیجی (ہندہ) جو یتیم ہے اس کا عقد ہوجائے تو اس بھتیجی کو دیدینا، ہم میں سے کسی کو نہ دینا۔

اس گفتگو کے بعد جمال کی والدہ کا انتقال ہوگیا (جن کا روپیہ تھا) اور عقیل صاحب پاکستان چلے گئے، ان سے زید کی کوئی خط وکتابت بھی نہیں رہی، اور عقیل صاحب بہت بیمار وغیرہ سنے گئے۔ جمال کے چھوٹے بھائی کمال سے زید کی سخت مخالفت ہوگئی، یہاں تک کہ کمال نے زید سے ملنا اور گفتگو کرنا بھی پسند نہیں کیا اور سخت ناراض ہوگیا۔

اب جمال اور کمال اور عقیل کی بھتیجی کا نکاح ہونے لگا تو اس ہندہ لڑکی کی والدہ جمال وکمال کی بھاوج کا خط زید کے پاس ایک عزیز کی معرفت آیا کہ جو روپیہ تمہارے پاس ہندہ کی دادی نے رکھوایا تھا وہ اس وقت دیدو تاکہ ہندہ کا نکاح کردیا جائے اور ضروری کاموں میں خرچ ہوسکے۔

زید نے ان عزیز کو یہ جواب دیدیا کہ ہندہ کی والدہ سے کہا کہ مجھ سے تو یہ کہا گیا تھا کہ نکاح کے بعد دینا۔ ہندہ کے چچا جمال نے جنھوں نے یہ روپیہ زید کو ابتداء دیا تھا، زید سے کہا کہ وہ روپیہ اس وقت دیدو، میں ہی ہندہ کا نکاح کررہا ہوں۔ زید نے یہ سوچ کر کہ جمال ہی کی معرفت یہ روپیہ میرے پاس آیا تھا، اور جمال ہی اس لڑکی کا ولی بھی ہے، روپیہ کی اصل مالکہ والدۂ جمال کا انتقال ہوچکا، ان کے دوسرے بیٹوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے جو ان سے معلوم کرسکوں، ادھر لڑکی کی والدہ بھی اس وقت روپیہ لینا چاہتی ہے اور چچا بھی کہہ رہے ہیں اس لئے زید نے وہ روپیہ جمال کو واپس کردیا۔

اب ہندہ کا شوہر زید کو پریشان کرتا ہے کہ تم نے وہ روپیہ جمال کو کیوں واپس کیا، وہ تو بعد نکاح ہندہ کو دینا چاہئے تھا، تم ذمہ دار تھے تم روپیہ مجھے دیدو۔ زید نے کہا کہ جن لوگوں نے میرے پاس روپیہ رکھا تھا ان کے مانگنے پر میں نے واپس کردیا۔ ہندہ کا شوہر کہنے لگا کہ ہندہ کی والدہ نے کوئی پرچہ نہیں لکھا تھا کہ تم روپیہ واپس کردو، لڑکی کے چچا جمال نے دھوکہ سے ان کی طرف سے پرچہ لکھ کر بھجوایا تھا۔

زید نے کہا کہ مجھے یہ پتہ بھی نہیں تھا کہ یہ پرچہ جعلی بنا کر بھیجا گیا ہے کہ لڑکی کی والدہ اور اس کے چچا جمال جب دونوں اسی وقت روپیہ واپس لینا چاہتے ہیں تو مجھے کیا حق ہے، اصل مالک روپیہ کا زندہ نہیں ہے جو ان سے رائے لیتا، ان کے دو لڑکوں سے معلوم نہیں کرسکتا تھا، اس نے جمال ہی کے کہنے سے اور لڑکی کی والدہ کی

رضامندی سمجھ کر روپیہ واپس کردیا۔

ہندہ کے شوہر نے اوراس کے ہمدردوں نے زید کے ساتھ زیادہ سختی کی، اس کی ایک کافی قیمتی چیز چرا کرلے گئے اور یہ کہا کہ جب تم روپیہ دیدوگے تو یہ چیز ملے گی، تم پر ذمہ داری یہ تھی کہ نکاح کے بعد لڑکی کو روپیہ دیتے، جمال کو روپیہ کیوں دیدیا؟ اگرایسی حالت میں میرے اوپراس رقم کی لڑکی ہندہ کو دوبارہ ادائیگی ضروری ہوگی تو میں وہ رقم ادا کردوں گا، اس وقت میری چیز واپس کردو۔

دریافت طلب یہ ہے کہ ان حالات میں کیا زید پر یہ واجب ہے کہ وہ رقم جو جمال وغیرہ نے زید کودی تھی اورزید نے جمال کوواپس کردی، اب زید وہ رقم اپنے پاس سے دوبارہ ہندہ کوادا کرے؟ جوحکم ہومطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ہندہ کا شوہراس روپیہ سے بالکل بے تعلق ہے اس کومطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں، اس نے زید کی جو چیز چوری کرکے رکھ لی ہے اس کا واپس کرنا ضروری ہے(۱)۔ اگر ہندہ اس پررضامند تھی کہ اس کے چچا نے وہ روپیہ اس کی شادی کی ضروریات میں صرف کردیا تو اب زید کے ذمہ دوبارہ وہ روپیہ ہندہ کودینا لازم نہیں (۲)۔ زید نے بھی غلطی کی کہ اصل مالک ہندہ کی دادی کی ہدایت پرعمل نہیں کیا اورشادی سے قبل روپیہ ہندہ کے چچا کودیدیا، اس کو چاہیئے تھا کہ نہ چچا کودیتا نہ والدہ کو، بلکہ شادی کے بعد براہ راست ہندہ کودیتا۔ اب اگر ہندہ اس پررضامند

---

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل، وتدلوا بها إلى الحكام لتأكلوا فريقاً من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

"أكل المال بالباطل على وجهين: أحدهما أخذه على وجه الظلم والسرقة والخيانة والغصب وما جرى مجراه، والآخر من جهة المحظور .... وقد انتظمت الآية حظر الأكل من هذه الوجوه كلها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/ ۳۴۴، قديمی)

(۲) "أجنبیٌّ أنفق على بعض الورثة فقال: أنفقت بأمر الموصی وأقرّ به الوصیُّ ولا يعلم ذلک إلا بقول الوصی بعد ما أنفق، يُقبل قول الوصی .... وفيه: قال: أنفقْ علیّ أو على عيالی أو على أولادی، ففعل، قيل: يرجع بلا شرطه، وقيل: لا. ولو قضیٰ دينه بأمر، رجع بلا شرطه، وكذا كل ما كان مطالباً به من جهة العباد". (الدرالمختار: ۳/ ۶۱۷، ۶۱۸، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی أمر غيره بالإنفاق، سعيد)

نہیں کہ جو روپیہ اس کی دادی نے اس کے لئے تجویز کیا تھا وہ اس کی شادی میں صرف ہو گیا اور وہ مطالبہ کرتی ہے تو زید ہندہ کو روپیہ دیدے (۱) اور جو روپیہ اس کے چچا اور والدہ کو دیا تھا وہ ان سے واپس لے لے (۲)۔

یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ ہندہ کی دادی نے اس روپیہ سے اپنی ملک ختم کر کے ہندہ کو اس کا مالک بنا کر زید کے پاس بطورِ امانت رکھا اور زید کو امین قرار دیا ہو، لیکن صورتِ واقعہ میں ایسا نہیں معلوم ہوتا، بلکہ زید مقروض ہے، ہندہ کی دادی کا اور قرض کی ادائیگی کی یہ صورت تجویز کی ہے کہ ہندہ کی شادی کے بعد اس کو دیدیا جائے، پھر دادی کا انتقال ہو گیا تو وہ روپیہ سب دادی کا ترکہ بن گیا جس میں شرعی وراثت جاری ہوگی (۳) اور ورثاء میں جب لڑکا موجود ہے تو پوتی کا کوئی حق نہیں (۴)، وہ جمال اور اس کے بھائی بہن کا حق ہے، ہندہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں، نہ ہندہ کی والدہ کا نہ ہندہ کے شوہر کا (۵)۔ اگر جمال کی کوئی بہن نہیں تو سب

---

(۱) "(وصح ضمان الولي مهرها ولو) المرأة (صغيرةً) ولو عاقدا؛ لأنه سفير". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وصح ضمان الولي مهرها): أي سواء كان ولي الزوج أو الزوجة، صغيرين كانا أو كبيرين، أما ضمان ولي الكبير .... منها فظاهر؛ لأنه كالأجنبيّ. ثم إن كان بأمره، رجع، وإلا لا". (ردالمحتار: ۳/۱۴۰، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في ضمان الولي المهر، سعيد)

(۲) "لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۲۰۰، كتاب الغصب، سعيد)

(۳) "كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۱۰، (رقم المادة: ۱۰۹۲)، كتاب الشركة، الفصل الثالث في الديون المشتركة، مكتبه حنفيه، كوئٹه)

(۴) "الأقرب فالأقرب يرجّحون بقرب الدرجة، أعني أولهم بالميراث جزء الميت: أي البنون، ثم بنوهم وإن سفلوا". (السراجي في الميراث، ص: ۱۳، باب العصبات، سعيد)

(۵) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة، رشيديه)

بھائیوں کو برابر ملے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۱ھ۔

میت کی امانت ورثاء کو دی جائے

سوال[۹۹۶۹]: ۲۴، ۲۵/ سال کی عمر کا لڑکا اپنے باپ سے خفا ہوکر اپنے چچا کے یہاں رہنے لگا اور مرتے وقت اپنے دوست کے پاس چھ روپیہ امانت چھوڑ گیا، امانت رکھنے والے کے والد اور دو بھائی موجود ہیں۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ میرا لڑکا تمہارے پاس مبلغ تیس روپے نقد چھوڑ کر مرا ہے اور یہ روپیہ میرے حوالہ کرو، جس کے پاس امانت رکھی تھی وہ روپیہ دینے سے انکار کرتے ہیں، کیونکہ اگر اقرار کریں تو تیس روپے دینے پڑیں گے۔ اگر امانت رکھنے والا مبلغ چھ روپے سے پوشیدہ کسی مدرسہ کے اسباب میں لگا دیں تو اس کے ذمہ سے ساقط ہوگا یا نہیں، اگر یہ روپیہ مدرسہ میں دینے سے ادا نہ ہو تو کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس چھ روپے کا مدرسہ میں دینا، یا اور کسی کام میں خرچ کرنا جائز نہیں، بلکہ مرنے والے کے ورثاء کو دینا ضروری ہے(۲)، اگر وہ تیس روپے کا دعویٰ کرے تو ثبوت پیش کرے، بغیر ثبوت کے تیس روپیہ کا دعویٰ شرعاً معتبر نہیں اور نہ اس کے ذمہ دینا ضروری ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) بھائی چونکہ عصبہ ہیں اس لئے ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں عصبہ تمام ترکہ کے مستحق ہیں:

"العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض".

(تبيين الحقائق: ۷/۴۸۵، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، باب العصبات، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلىٰ أهلها﴾ (سورة النساء: ۵۸)

"لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكتبه حنفيه كوئته)

(۳) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال في خطبته: "البينة على المدعي، واليمين على المدعى عليه". (جامع الترمذي: ۱/۲۴۹، أبواب =

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ۱۱/ ۶۰ھ۔

اگر اقرار میں اندیشہ ہے تو اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اتنی رقم ان کو کسی طرح دے دی جائے، اطلاع کی ضرورت نہیں ہے (۱)۔ باقی جوابات صحیح ہیں۔

سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ۱۱/ ۶۰ھ۔

میت کا مہر بیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہوگیا

سوال [۹۷۰۰]: قمر الدین کے یہاں ایک لڑکا، دوسری لڑکی تھی، لڑکی کی شادی کرنے کے بعد سامانِ جہیز دیکر رخصت کیا۔ محمد عمر کی شادی قمر الدین نے کی، لیکن بچپن میں ہی عمر کی بیوی کا انتقال ہوا۔ قمر الدین کے انتقال کے بعد محمد عمر کا نکاح ماموں صاحب نے کیا، اس بیوی کے دو بچے پیدا ہوئے، لڑکی کا انتقال ہوگیا، لڑکا حیات ہے، لیکن چار سال کا تھا کہ اس کے والد محمد عمر کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد اس کی پھوپھی مع سامان کے لڑکے اصغر کو اپنے گھر لے گئی اور پرورش کرنے پر اپنی پوتی سے نکاح کر دیا اور پانچ چار سال لڑکی نکاح میں رہی، اس کے بعد لڑکی کے باپ نے کچھ تہمت یا الزامات لگا کر لڑکی کو آزاد یا طلاق حاصل کر لی ہے، لیکن بیوی کی زبانی معلوم ہوا کہ جو مہر بندھی تھی وہ لڑکی کے سامنے رکھا تو لڑکی نے بخوشی واپس لوٹا کر معاف کر دیا۔

اور اب رہا سامان و مکانات کا معاملہ یہ ہے کہ قمر الدین اور فرزند محمد عمر کی یہ میراث تھی، لیکن حیات اصغر کو پھوپھی صاحبہ تمام سامان گھر کا لے کر اپنے سسرال چلی گئی اور مکان مسجد کو دیدیا، جب کہ اصغر جوان ہوگیا تھا اور اس شرط پر دیا کہ میرا حق ہے، تم بھی اپنا حق دو۔ اب مکان میں اور سامان میں وہ حقدار ہے یا نہیں؟ اگر حقدار

= الأحكام، باب في أن البينة على المدعي، سعيد)

(۱) واجب الادا حقوق کے ادا کرنے میں دلی نیت کا اعتبار ہوتا ہے:

"نوى الزكاة إلا أنه سماه قرضاً، جاز في الأصح؛ لأن العبرة للقلب لا للسان".

(الدر المختار: ۶/ ۷۳۳، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۱۷۱، كتاب الزكاة، الباب الأول، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة: ۲/ ۳۷۰، رشيديه)

ہے تو وہ اپنا سامان پھوپھی سے لے سکتا ہے اور مکان بھی لے سکتا ہے؟ آیا پھوپھی کو بھی کچھ حق پہونچے گا یا نہیں، اگر پہونچے تو اس کا طریقۂ تقسیم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب شوہر نے مہر کا روپیہ ادا کرنے کے لئے بیوی کے سامنے رکھ دیا اور بیوی نے بخوشی وہ روپیہ شوہر کو دیدیا اور دونوں کو اس کا اقرار ہے تو مہر ادا ہوگیا(۱)۔ قمر الدین کے انتقال پر لڑکی اور لڑکا محمد عمر دونوں وارث ہیں، لڑکی کا اکہرا حصہ ہے اور لڑکے محمد عمر کا دوہرا حصہ ہے(۲)۔ محمد عمر کے انتقال پر اسی شرح کے ساتھ لڑکا (اصغر) اور لڑکی دونوں وارث ہیں، پھوپھی کو قمر الدین کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا وہ اس میں حقدار نہیں(۳) اگر چہ اپنے والد کے ترکہ میں حقدار ہے۔ پھوپھی صاحبہ نے بچہ کی پرورش کی بہت اچھا کیا، ان کو اجر ملے گا، لیکن قمر الدین اور محمد عمر کی متروکہ جائیداد، روپیہ، مکان، سامان کسی چیز میں بھی ان کو تصرف مالکانہ کرنے کا حق نہیں(۴)۔

---

(۱) "للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق .... و ليس لأحد من أوليائها أب و لا غيره الاعتراض عليها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۱۶، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

"التخلية رفع الموانع بأن يضع المال بين يدي المولىٰ بحيث لو مدّ يده أخذه، فحينئذ يحكم القاضي بأنه قبضه، و كذا في ثمن المبيع وبدل الإجارة". (رد المحتار، كتاب العتق، باب العتق على جعل بالضم ويفتح، المال: ۳/۶۷۶، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: ۴/۴۳۳، كتاب العتق، باب العتق على جعل، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظّ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) واضح رہے کہ جب میت کی اولاد موجود ہو تو "اخت" یعنی میت کی بہن کو کچھ بھی نہیں ملے گا:

"ويسقط بنو الأعيان و هم الإخوة لأبوين بالابن و ابنه وبالأب وفي الجد خلاف". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۳، كتاب الفرائض، الباب الرابع في الحجب، رشيديه)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

"عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قديمي)

محض ان کے مکان مسجد میں دینے سے وہ مکان مسجد کا نہیں ہوا (۱)، ہاں! اگر اصغر نے بالغ ہونے کے بعد بخوشی مسجد میں دیا ہے تو وہ مسجد کا ہو گیا۔

اصغر کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنے باپ دادا کا پورا سامان پھوپھی صاحبہ سے واپس لے لے، مگر چونکہ پھوپھی صاحبہ نے اس کی پرورش کی شادی کی، اس لئے ان کے احسان کو فراموش نہیں کرنا چاہیے، ان کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی سے پیش آئے اور اپنی وسعت کے موافق مالی خدمت بھی کرتا رہے، ویسے بھی پھوپھی صاحبہ کا رشتہ ایسا ہے کہ ان کی خدمت کرتے رہنا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۷/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۷/ ۸۹ھ۔



= "لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل، كان ضامناً". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/ ۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۱) "ومن شرائطه (أي شرائط الوقف): الملك وقت الوقف حتى لوغصب أرضاً، فوقفها، ثم ملكها، لايكون وقفاً". (مجمع الأنهر: ۲/ ۵۶۷، كتاب الوقف، غفاريه كوئٹه)

"رجل وقف أرضاً لرجل آخر في برّ سماه، ثم ملك الأرض، لم يجز، وإن أجاز المالك، جاز عندنا". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲/ ۳۵۳، كتاب الوقف، الباب الأول، رشيديه)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿إن الله يأمر بالعدل والإحسان، وإيتاء ذي القربى﴾ (سورة النحل: ۹)

"عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن من أبرّ البرّ صلة الرجل أهل ودّ أبيه بعد أن يولي". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۱۹، كتاب الأداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، قديمي)

"روى أبو يعلى في مسنده وابن حبان في صحيحه: "من أحب أن يصل أباه في قبره، فليصل إخوان أبيه من بعده". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: ۸/ ۶۵۴، كتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۹۱۷)، رشيديه)

الفصل الثالث في وصية الميت وإقراره

(میت کی وصیت اوراقرارکا بیان)

وصیت بحالتِ سکرات

سوال[۱۰۷۰۹]: زید کے تین فرزند ہیں:۱-رسول خان جوکہ انتقال کر چکے ہیں۔۲-محمد خاں۔ ۳-سکندرخاں، یہ دونوں زندہ ہیں۔ان بھائیوں کے درمیان اپنے والد کا ایک مکان ہے،اس مکان میں مرحوم رسول خان کی زوجہ رہتی تھی۔رسول خان کی کوئی اولادنہیں تھی۔مرحوم رسول خان کی زوجہ کے انتقال کے وقت سکندرخان نے مذکورہ بالا مکان اپنی دختر مسماۃ عابدہ بی بی کے جبکہ ان کی شادی نہیں ہوئی تھی وصیت نامہ اس کے نام ایک دوسری جگہ اپنی مرضی سے کرالیا،گل صاحبہ بی بی زوجہ رسول خان اس وقت حالت سکرات میں تھی اوران کی لاعلمی میں ان کے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا نشان کرالیا،اور یہ وصیت نامہ جبکہ عابدہ بی بی کی شادی ہوگئی تب ان کے ہاتھ میں چلا گیا۔اب عابدہ بی بی مذکورہ بالا مکان کو لینا چاہتی ہے۔

عابدہ بی بی کی والدہ کے بعد سکندرخان نے دوسری شادی کی ہے،زوجۂ ثانی کے بطن سے تین لڑکے اور دولڑکیاں ہیں اورمحمد خان کے تین لڑکے اورایک لڑکی ہے،کیا یہ مکان صرف عابدہ بی بی کو ملے گا یا سب کا حصہ ہوگا،اگر سب کا حصہ ہوگا تو کتنا حصہ ملے گا؟ کیا حالتِ سکرات میں جوانگوٹھا کا نشان کرایا یہ قابلِ قبول ہوگا یا نہیں،اورنشان لینے والا گنہگار ہوگا یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سکرات اورلاعلمی کی حالت میں نشان انگوٹھا لگانے سے ملکیت کا دعویٰ کرنا شرعاً غلط ہے(۱)،یہ تدبیر

---

(۱) "يلزم في الهبة رضا الواهب، فلا تصح الهبة التي وقعت بالجبر والإكراه". (شرح المجلة لسليم رستم: ۱/۴۷۲، (رقم المادة: ۸۵۹)، كتاب الهبة، حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۱۰۹، كتاب الوصايا، الباب الرابع، فصل في اعتبار حالة الوصية، رشيديه)

بالکل بیکار ہے، دھوکہ ہے، گناہ ہے(۱)۔ والد کے انتقال کے وقت اگر تینوں لڑکے موجود تھے تو تینوں برابر کے حقدار ہیں (۲)، تنہا ایک لڑکے کی بیوی مالک نہیں نہ اس کے دینے سے وہ سب مکان کسی کو مل سکتا ہے (۳)، وہ تو اپنے شوہر سے حصہ پانے کی مستحق ہے(۴)۔ اگر ایک لڑکے کا انتقال پہلے ہو چکا تھا اور والد کے انتقال پر دو لڑکے زندہ رہے تو وہ دونوں برابر کے حقدار ہیں (۵)، مرحوم لڑکے کی بیوی بالکل بے حق ہے(۶)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۳۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲ھ۔

---

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "من حمل علينا السلاح فليس منا، ومن غشنا فليس منا". (الصحيح لمسلم: ۱/۷۰، كتاب الإيمان، باب من غشنا، قديمی)

(۲) "العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض. وإذا انفرد، أخذ جميع المال". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۱، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشيديه)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۴/۵۲۲، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، مكتبه حقانيه، پشاور)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۸۵، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) جب کہ یہ مکان تینوں بھائیوں کے درمیان مشترک تھا، لہٰذا ایک لڑکے کی بیوی کسی کو ہبہ نہیں کرسکتی: "لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملک غيره بلا إذنه". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية في القواعد الفقهية، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۲۰۰، كتاب الغصب، سعيد)

(۴) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد، فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۵) (راجع رقم الحاشية: ۲)

(۶) بہو سسر کی شرعی وارث نہیں: "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب: =

وارث کے لئے وصیت

سوال[۹۷۰۲]: اگرکوئی شخص کسی متقی، عابد وزاہد کی وصیت ومسلک وطریقۂ عمل کے خلاف وراثت وغیرہ میں دستِ تصرف دراز کرے تو خائن وغاصب کہلائے گا کہ نہیں؟ اوراس وصیت کے مطابق ورثاء میں حقدار کو حق نہ ملنے پر حق تلفی ہوگی کہ نہیں؟ اور ایسا شخص غاصب کہلائے گا کہ نہیں؟ اوراس کے اس فعل سے موصی کو روحی تکلیف ہوگی یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستحق کواس کا حق نہ دینااس پرخود بے جا قبضہ وتصرف کرنا غصب ہے(۱)، موصی کوشرعی وصیت کے بعداس کے خلاف کرنے سے موصی کوروحی اذیت کا مظنہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۱ھ۔

= وهو الزوجية، والولاء". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/۵۵۵، كتاب الفرائض، مكتبه حقانيه پشاور)

(۱) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

"عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح: ۱/۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قديمي)

"لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه .... وإن فعل كان ضامناً .... ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي، وإن أخذه، وجب عليه ردّه". (شرح المجلة: ۱/۶۱، ۶۲، (رقم المادة: ۹۶، ۹۷)، مكتبه حنفية كوئٹه)

(وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الغصب، الفن الثاني، الفوائد: ۲/۴۴۴، (رقم القاعدة: ۱۷۱۳)، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في ردالمحتار: ۶/۲۰۱، كتاب الغصب، سعيد)

وصیت بحقِ وارث

سوال[۹۷۰۴]: ۱...... خلاصۂ سوال یہ ہے کہ حاجی نتھو لاولد تھے، جو کچھ ان کے پاس روپیہ تھا وہ ان کی ذاتی کمائی کا تھا اور ان کا اپنے بھائی سے کوئی تعلق نہیں، جب ان کی طبیعت خراب ہوئی تو جس کے پاس روپیہ امانت تھا ان کو بلا کر کہا کہ میرا تمام روپیہ صرف میری بیوی کو دیا جائے، وہی مالک ہے۔ کیا یہ ہدایت حاجی نتھو کی شرع کے مطابق ہے؟ ترکہ ۸۰۰/ روپیہ ہے۔

۲...... حاجی نتھو کے بعد ان کی بیوی مالک بن گئی اور اپنی زندگی میں وہ کل مال خرچ کرتی رہی، جب حاجی نتھو کی بیوی بیمار ہوئی تو کوئی پُرسانِ حال نہ رہا، صرف حاجی نتھو کی بہن کی لڑکی شہزادی نے خدمت کی، بیماری میں انھوں نے کہا کہ میرا کل روپیہ زیور وغیرہ سب شہزادی کو دے دیا جائے، پھر ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ ان کا انتقال ہوتے ہی حاجی نتھو کے بھائی اور حاجی نتھو کی بیوی کے بھائی کا لڑکا حقدار بن کر سامنے آگئے کہ ہم بھی وارث ہیں۔

بہر حال ان سب نے مل کر ایک تحریر لکھ دی کہ اگر ہمارا حق شرعاً نکلتا ہے تو ہم مسجد شیخ ہمایون میں وقف کرتے ہیں۔ یہ تحریر حاجی نتھو کی بیوی کے بھائی کا لڑکا اور شہزادی نے مل کر لکھ دی ہے۔ حاجی نتھو کے بھائی نقد روپیہ کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارا حصہ ہم کو دو، ہم ایصالِ ثواب کریں گے۔ اس مسئلہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ فقط۔ اس تحریر سے مال وقف ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... بیوی شرعی وارث ہے اور شریعت کا حکم یہ ہے کہ شرعی وارث کے لئے جو وصیت کی جائے وہ اس وقت معتبر ہوتی ہے کہ دوسرے ورثاء بھی اجازت دیدیں، ورنہ وہ معتبر نہیں ہوتی (۱)۔ پس اگر حاجی نتھو کے بھائی

---

(۱) "عن یونس بن راشد عن عطاء عن عکرمة عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لا تجوز وصیة لوارث إلا أن تشاء الورثة". قال ابن قطان فی کتابه: ویونس بن راشد قاضی حران، قال أبو زرعة: لابأس به. وقال البخاری: کان مرجئاً، وکان الحدیث عندہ حسن". (نصب الرایة للزیلعی: ۴/۴۰۴، کتاب الوصایا، (رقم الحدیث: ۸۰۷۰)، مؤسسة الریان بیروت لبنان)

"(ولا لوارثه وقاتله مباشرةً) لاتسبیباً کما مر (إلا بإجازة ورثته) لقوله علیه السلام: "لا وصیة =

نے بھی اس وصیت کی اجازت دی ہے تو حاجی نھو کی کل رقم اور کل ترکہ ان کی بیوی کا ہوگیا، اگر اجازت نہیں دی تو بیوی صرف ایک چوتھائی ترکہ کی حقدار ہے (۱) اور بقیہ کے مستحق بھائی ہیں (۲)، مثلاً: اگر کل ترکہ ۸۰۰/ ہے تو بیوی کو بعد ادائے مہر وغیرہ اس میں سے ۲۰۰/ ملے گا اور بقیہ ۶۰۰/ بھائی کا ہے، دوسرے بھائی کی اولاد اس میں حقدار نہیں (۳)۔

۲...... حاجی نھو کی بیوی مرحومہ کو اپنے کل مال کی وصیت کا حق نہیں، صرف ایک تہائی کی وصیت کا حق ہے (۴)، پس ایک تہائی ترکہ تو حسبِ وصیت شہزادی کو دیا جائے، بقیہ مرحومہ کے بھائی کے لڑکے کا ہے، بشرطیکہ

= لوارث إلا أن يجيزها الورثة". يعني عند وجود وارث آخر كما يفيده آخر الحديث". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۶/۶۵۵، ۶۵۶، كتاب الوصايا، سعيد)

(۱) قال الله تبارک وتعالىٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) بھائی عصبہ ہے اور ذوی الفروض کے بعد عصبہ کل مال کا مستحق ہوگا:

"قال رحمه الله: (ثم الأخ لأب وأم، ثم الأخ لأب، ثم ابن الأخ لأب وأم، ثم ابن الأخ لأب. وإنما قدموا على الأعمام؛ لأن الله تعالىٰ جعل الإرث في الكلالة للإخوة عند عدم الولد والوالد". (تبيين الحقائق، كتاب الفرائض: ۷/۴۸۶، دار الكتب العلمية بيروت)

"العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر". (تبيين الحقائق: ۷/۴۸۵، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) بیوی کے بھائی کی اولاد شرعاً وارث نہیں ہے، اس لئے مستحق میراث نہیں:

"ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(۴) "(وكونه غير وارث وقت الموت". (الدر المختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(وقت الموت): أي لا وقت الوصية، حتى لو أوصى لأخيه وهو وارث ثم ولد له ابن، صحت الوصية للأخ. ولو أوصى لأخيه وله ابن، ثم مات الابن قبل موت الموصي، بطلت الوصية". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۶۴۹، سعيد)

اس سے قریب تر کوئی اور وارث نہ ہو(۱)۔ حاجی تھو کے بھائی کو اس ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا(۲)، جو کچھ ان سب نے وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرنا چاہیئے (۳)۔

شہزادی نے جو خدمت مرحومہ کی کی ہے، حق تعالیٰ کے یہاں اس کی بڑی قدر ہے، اس کو چاہیئے کہ مرحومہ کے ترکہ کو اس خدمت کا معاوضہ نہ سمجھے، مرحومہ کے بھائی کے لڑکے نے اگر خدمت نہیں کی تو بہت بڑی حق تلفی کی (۴)، لیکن اس حق تلفی کی وجہ سے وہ شرعی میراث سے محروم نہیں ہوگا (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۸۵ھ۔

وارث کے حق میں وصیت

سوال[۹۷۰۴]: مسماۃ ہندہ کے زوج کا انتقال ہوا، اس کے والد نے دوسری جگہ نکاح ثانی مسمیٰ

---

(۱) چونکہ مرحومہ کے بھائی کا بیٹا یعنی ابن الأخ عصبہ ہے اور عصبہ ذوی الفروض کے نہ ہونے کی صورت میں کل مال کا مستحق ہوتا ہے (کما تقدم، فلیراجع، ص: ۱۸۵، رقم الحاشیة: ۲)

(۲) شوہر کا بھائی مرحومہ کا وارث نہیں ہے (کما تقدم، فلیراجع، ص: ۱۸۵، رقم الحاشیة: ۳)

(۳) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولاً﴾ (سورة الإسراء: ۳۴)

(۴) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلني وصله الله، ومن قطعني قطعه الله". متفق عليه". (مشكوة المصابيح: ۲/۴۱۹، كتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، قديمي)

"الرحم" قال السيوطي: أي رحم الأقارب كيف كانوا "من وصلني" .... "ومن قطعني" .... والقطع عبارة عن الغضب عليه والإعراض عنه". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: ۶۵۸/۸، (رقم الحديث: ۴۹۲۱)، كتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، رشيديه)

(۵) میراث چونکہ متعین من جانب اللہ ہے، حق تلفی سے ساقط نہیں ہوتا:

"الإرث جبريٌّ لا يسقط بالإسقاط". (تكملة رد المحتار: ۵۰۵/۱، كتاب الدعوى، مطلب: واقعة الفتوىٰ، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۴۷۱/۷، كتاب الفرائض، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴۹۳/۴، كتاب الفرائض، غفاريه كوئٹه)

زید سے کر دیا، بعد اس کے ہندہ کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ ہندہ کو بحق شرع نہ کہ باپ سے مکان کرائی پہونچا ہندہ کے زوج ثانی نے جو اس کا منشہ بنا بڑھی کا چھوڑ دیا اور کرائی اپنی کرایہ پر دیگر گذر یات کرتے رہے، مرمت کرائی نواب خود کراتا رہا، اس کی آمدنی سے جدید کرائی ہی کرتا رہا، اسی کی آمدنی سے شوہر ثانی نے کچھ روپیہ جمع کر کے بلا اطلاع زوجہ ثانیہ نے اپنی دختر جو زوجہ اولی سے تھی، کچھ زمین خرید کر کے اس کے نام کر دی اور جمع شدہ باقی کسی شخص کے پاس امانت رکھ دیا۔

اتفاق سے بیمار ہوگیا، حالتِ بیماری میں جس کے پاس روپیہ رکھا تھا اس نے کہا کہ اپنا روپیہ لے لو، اس نے کہا کہ اگر میں مر جاؤ تو یہ روپیہ میری دختر جو زوجہ اولی سے ہے اس کو دے دینا۔ اس نے یہ کہا کہ تم جس کو چاہو اپنے سامنے دیدو۔ دینے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ زید کا انتقال ہوگیا، ہندہ کا زید سے جس وقت نکاح ثانی ہوا تھا اس کے پاس اس وقت کوئی ترکہ ذاتی یا پدری نہیں تھا، صرف مزدوری پر گزر تھا، مرتے وقت بھی کوئی ترکہ نہیں چھوڑا سوائے زوجہ ثانیہ کے مال کے، اور جو اس میں اضافہ ہوا ہے وہ اسی کے مال سے ہوا ہے، البتہ محنت اور مزدوری ضرور اس نے کی ہے، ایسا ہی زوجہ ثانیہ کا نان ونفقہ اس کے ذمہ تھا۔ ایسی صورت میں ترکہ زید کے وارث کو پہنچتا ہے کہ نہیں اور وصیت شرعاً جاری ہوگی یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زید کے انتقال کے وقت جو کچھ زید کی ملکیت میں تھا، وہ اس کے ورثاء کو بقدرِ حصصِ شرعیہ پہونچے گا (۱) اور لڑکی بھی چونکہ وارثہ ہے اس لئے اس کو میراث ملے گی، وصیت اس کے حق میں جائز نہ ہوگی، ہاں اگر دوسرے ورثاء بڑے یعنی بالغ ہوں اور وہ اس وصیت کی اجازت دے دیں تو وصیت جاری ہوسکتی ہے (۲)۔

---

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "يبدأ من تركة الميت". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال" (ردالمحتار: ۶/۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۷۱، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "ولا تجوز (أي الوصية) بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثاء بعد موته وهم كبار .... ولا تجوز الوصية للوارث إلا أن يجيزها الورثة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۹۰، كتاب الوصايا، رشيديه)

اور جو مال زوجہ ثانیہ کا تھا اگر زوجہ ثانیہ نے وہ مال ہبہ کر کے زید کا اس پر باقاعدہ قبضہ نہیں کرایا تھا تو وہ زوجہ ثانیہ کی ملک ہے(۱)، اس کو زید کا ترکہ تصور کر کے زید کے ورثاء میں تقسیم نہیں کیا جائے گا:

"لا وصیة لوارث إلا أن یجیزها الورثة یعنی عند وجود وارث آخر، اھ". رد المحتار: ۵/۵۷۵(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ ہذا، ۱۱/ ۸/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

چچازاد اور پھوپھی زاد میں تقسیم ترکہ اور وصیت

سوال[۹۷۰۵]: عبد الجبار خان نے انتقال کیا، ترکہ میں بڑی جائیداد و مکانات چھوڑے۔ ورثاء میں ذوی الفروض کوئی نہیں، صرف چچازاد اور پھوپھی زاد بھائی ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مرحوم کے چچازاد بھائی ہیں اور پھوپھی زاد بھائی ہیں، چچازاد بہنوں میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ نیز عبد الجبار خان مرحوم چونکہ لاولد تھے، ان کی بیوی بھی اکثر بیمار رہتی تھی، اس لئے موجودہ ذوی الارحام نے ان کی بھرپور خدمت کی، انھوں نے کچھ مطالبات بھی پیش کئے ہیں، مرحوم نے ان سے کچھ دینے اور مدد کرنے کا تذکرہ بھی کیا تھا اور اپنی حیات میں ان کی مدد کرتے تھے اور آئندہ بھی مدد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اندریں صورت کیا ذوی الارحام کو ترکہ سے حصہ مل سکتا ہے؟

نوٹ: موجودہ ورثاء کا کیسے مسئلہ ہوگا؟ دریافت طلب یہ ہے کہ موجودہ ورثاء اپنی رضامندی سے تقسیم ترکہ کا معاملہ کسی کمیٹی کے سپرد کریں اور کمیٹی کو اختیار دیں، اپنی صوابدید کے مطابق یہ کمیٹی ترکہ کی تقسیم اس طرح کرے کہ ترکہ سے ذوی الارحام کو ان کی خدمات کا صلہ مل جائے، یا دینی مدرسہ میں کمیٹی ترکہ کچھ دیدے جس مدرسہ کی مرحوم نے مدد کی ہو۔ کیا کمیٹی کو یہ اختیار ہے؟

---

(۱) "یملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملک". (شرح المجلة: ۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الهبة، الباب الثالث، مکتبه حنفیة کوئٹه)

(وکذا فی الدر المختار: ۵/۶۹۰، کتاب الهبة، سعید)

(۲) (الدر المختار: ۶/۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مرحوم کے ذمہ کوئی قرض ہوتو اول اس کوادا کیا جاوے، پھر اگر کوئی وصیت کی ہو ذوی الارحام کے لئے یا مدرسہ وغیرہ کے لئے تو ایک تہائی ترکہ سے اس کو پورا کیا جاوے(۱)، پھر جو کچھ بچے وہ صرف دو چچازاد بھائیوں کو نصف نصف دیدیا جاوے(۲)، چچازاد بہنوں اور پھوپھیوں کی اولاد (یعنی مذکورہ سب کی اولاد) کو اس ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔

ذوی الارحام نے جو خدمت کی اس کا اجر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں ملے گا(۳)، اس کے عوض دنیا میں میراث میں حصہ نہیں۔ مرحوم نے جو کچھ جس جس کو دینے اور مدد کرنے کا ارادہ کیا تھا، اب اس ارادہ کو وراثت سے پورا کرنے کا حکم نہیں(۴)۔ بحصۂ مساوی جب دونوں چچازاد بھائیوں کو ان کا حصہ مل

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولاتقتير، ثم تُقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يُقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۲) "العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده، وما أبقته الفرائض عند وجود مَن له الفرض المقدر". (تبيين الحقائق: ۷/۴۸۵ كتاب الفرائض، دارالكتب العلميه بيروت)

"وإنما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحدٌ من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه ولم يكن عصبة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۹، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الأرحام، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۷۹۱، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام، سعيد)

(۳) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿إن الله لايضيع أجر المحسنين﴾ (سورة التوبة: ۱۲۰)

(۴) مرنے کے بعد مال، جائیداد سب ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا اور میت کی ملک نہ رہے گا، تو میت کے صرف دینے کے ارادہ سے وہ مستحق نہیں ہوئے، الّا یہ کہ وصیت کی ہو تو وہ ثلث میں جاری ہوگی، یا ورثاء از خود تبرعاً مرحوم کے ارادے کی تکمیل کریں:

"والإرث في الشرع: انتقال مال الغير إلى الغير على سبيل الخلافة". (الفتاوىٰ العالمكيرية:=

جائے، پھر وہ مرحوم کی نیت پوری کرنے اور مرحوم کے ذوی الارحام کے ساتھ خیر خواہی کرنے اور مرحوم کو ثواب پہونچانے کے لئے اپنی صوابدید کے مطابق جتنا بھی دیں گے، اس سے ان کو بھی ثواب ہوگا اور ذوی الارحام کی بھی خیر خواہی ہوگی، اور مدرسہ کی بھی مدد ہوگی، جس سے مرحوم کو بھی اجر وثواب ملے گا (۱)۔

کسی کمیٹی یا انجمن کے حوالہ اگر اس تقسیم کو کیا جائے تو وہ بھی بطریقۂ مذکورہ پر تقسیم کردے، "حیثیت وراثت نہ ذوی الارحام کو دے نہ مدرسہ کو دے، دونوں وارثوں کو برابر دیدے (۲)، پھر وہ دونوں اپنے اپنے حصہ میں اپنی رائے کے مطابق تصرف کریں، جس جس کو جتنا چاہیں دیدیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/۹۰ھ۔

لڑکی کے حق میں وصیت

سوال [۹۷۰۲]: مجھ کو ایک مسماۃ نے مبلغ ۵۰/ نقد اور کچھ سونے چاندی کی چیزیں بطور امانت دی اور یہ وصیت کی کہ اس میں سے میری چھوٹی بیٹی کے لئے کان اور ہاتھوں میں زیور بنوادینا اور باقی سب لڑکے کو

= ۲/۷۴۴، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) "الأصل أن كل من أتى بعبادةٍ مّا، له جعل ثوابها لغيره وإن نواها عند الفعل لنفسه، لظاهر الأدلة". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "أى سواء كانت صلاةً، أو صوماً، أو صدقةً، أو قراءةً، أو ذكراً، أو طوافاً، أو حجاً، أو عمرةً، أو غير ذلك .... وجميع أنواع البر .... اهـ". (ردالمحتار على الدرالمختار: ۲/۵۹۵، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فى إهداء ثواب الأعمال للغير، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ۳/۱۹، ۲۰، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) "ثم يقسم الباقى بعد ذلك بين ورثته: أى الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة أو الإجماع". (الدرالمختار: ۶/۷۶۱، ۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا فى السراجى، ص: ۳، سعيد)

(۳) "ولكل واحد منهم أن يتصرف فى حصته كيف ماشاء". (شرح المجلة: ۱/۶۴۳، (رقم المادة: ۱۱۶۲)، كتاب الشركة، الفصل الثامن، مكتبه حنفية كوئٹه)

دیدینا۔ اس پر میں نے یہ دریافت کیا کہ دوسری لڑکیوں کو بھی دیا جائے یا نہیں جو کہ شادی شدہ ہیں، اس نے کہا کہ میں سب کو دے چکی، ان کی شادی کردی، صرف ان ہی کو دینا ہے جن کا میں ذکر کر گئی ہوں۔

اس کے کچھ دن بعد وہ مسماۃ فوت ہوگئی اور عرصہ ایک دو ماہ بعد چونکہ سونا گراں ہوگیا تھا، میں نے ان کو فروخت کردیا تا کہ ان کا زیادہ نفع ہو جائے، صرف اس غرض سے میں نے اس چیز کو فروخت کردیا۔ اب میرے پاس ان کی کل رقم ۴۳۴/ روپے کی ہے۔

لہٰذا التماس ہے کہ آپ مجھ کو مطابق حکمِ خداوندی آگاہ کردیجئے، تا کہ میں اس کے مطابق ادا کروں، تا کہ میرے ذمہ کوئی معاوضہ نہ رہے۔

نوٹ: اس عورت کی کل تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔

محمد ابراہیم بقلم خود، بازار نخاسہ سہارنپور، مورخہ ۴/ جنوری/ ۱۹۳۷ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی شرعاً وارث ہوتی ہے اور وارث کے لئے شرعاً وصیت ناجائز ہے(۱)، البتہ اگر دوسرے سب وارث اجازت دیدیں اور وہ بڑے یعنی بالغ ہوں تو وصیت درست ہوسکتی ہے، ورنہ مثل دوسرے ترکہ کے اس میں بھی وراثت جاری ہوگی، کذا فی الشامی، ص: ۵۷۵ (۲)۔

---

(۱) "عن یونس بن راشد، عن عطاء عن عکرمة، عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لا تجوز وصیة لوارث إلا أن تشاء الورثة". قال ابن قطان فی کتابه: ویونس بن راشد قاضی حران، قال أبو زرعة: لابأس به، وقال البخاری: کان مرجئاً، وکان الحدیث عنده حسن".
(نصب الرایة للزیلعی: ۴/۴۰۴، کتاب الوصایا، (رقم الحدیث: ۸۰۷۰)، مکتبة موسسة الریان بیروت، لبنان)

"عن أبی أمامة الباهلی رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول فی خطبة عام حجة الوداع: "إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطی کل ذی حق حقه، فلا وصیة لوارث".
(جامع الترمذی، أبواب الوصایا، باب ماجاء لا وصیة لوارث: ۲/۳۲، سعید)
(وسنن أبی داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث: ۲/۴۰، إمدادیه ملتان)

(۲) "ولا لوارثه وقاتله مباشرةً إلا بإجازة ورثته، لقوله علیه الصلاة والسلام: "لا وصیة لوارث إلا أن =

اگراس عورت کے ماں باپ اور شوہر موجود نہیں تو اس کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل ترکہ پانچ سہام قرار دے کر ایک ایک تینوں لڑکیوں کو اور دو سہام لڑکے کو دے دیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵

لڑکا	۳ لڑکیاں
۲	۳

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۹/ شوال/ ۵۵ھ۔

لڑکی کے لئے وصیت یا ہبہ

سوال [۷۰۷۹]: اگر کوئی آدمی اپنی تمام جائیداد اپنی لڑکی کے نام تندرستی کی حالت میں کردے جیسا کہ پنجاب میں رواج ہے کہ لڑکی کو باپ کے مرنے کے بعد کچھ نہیں ملتا۔ آیا یہ فعل درست ہے یا نہیں، اور اس لڑکی کو اس کی آمدنی کھانی جائز ہے یا نہیں؟ یا اس نے لڑکی کے نام تمام جائیداد وصیت کردی تو اس وصیت سے یہ تمام جائیداد اگر مل جائے تو پھر اس کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟ اور اگر وہ اپنی زندگی میں نصف جائیداد لگادے اور

= يُجيزها الورثة .... اهـ" وهم كبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير ومجنون". (الدر المختار مع ردالمحتار: ٦/٦٥٥، ٦٥٦، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ٩/٢١٢، كتاب الوصايا، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٩٠، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

(۱) واضح رہے کہ بیٹا اور بیٹی دونوں مل کر عصبہ ہیں اور ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل مال عصبہ کو دیا جائے گا:

قال الله تبارك وتعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ١١)

"وإذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ الأنثيين". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٤٤٨، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ٧/٤٨٠، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

نصف عصبہ کے لئے چھوڑ دے اور وہ لڑکی اپنی خوشی سے باپ کے مرنے کے بعد کہہ دے کہ میں حصہ چھوڑ تی ہوں، اس کو جو عصبہ میں سے نصف ملتا تھا۔ شریعت کے لحاظ سے اس لئے کہ ترکہ تو مرنے کے بعد ہی تقسیم ہوتا ہے، تو اس کا حکم تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بحالتِ صحت وتندرستی اگر باقاعدہ ہبہ کر کے لڑکی کا قبضہ کرادے تو بلاشبہ ہبہ صحیح ہوگا، اور لڑکی مالکہ ہوجائے گی اور آمدنی اس کے لئے درست ہوگی (۱)، لیکن دیگر ورثاء و مستحقین کو نقصان پہونچانے کی نیت سے ایسا کرنا گناہ ہے (۲)، لہٰذا جس قدر کی وہ مستحق ہوتی اس قدر دینا چاہیئے۔

اگر اپنی زندگی میں تقسیم نہیں کیا، بلکہ یہ کہہ دیا کہ میرے مرنے کے بعد نصف ترکہ لڑکی کو دیا جائے، اور نصف کسی دوسرے مستحق کو، تو شرعی حکم یہ ہے کہ یہ وصیت ہے اور وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی جب تک کہ دیگر ورثاء راضی نہ ہوں (۳)۔ لہٰذا اگر لڑکی صرف ایک ہے اور لڑکا کوئی نہیں تو شرعاً وہ نصف ہی کی مستحق

---

(۱) "يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك". (شرح المجلة: ۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، كتاب الهبة، الباب الثالث، حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدرالمختار: ۵/۶۹۰، كتاب الهبة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴/۳۷۴، كتاب الهبة، الباب الأول، رشيديه)

(۲) "وفي فتاوىٰ قاضي خان: لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة .... وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصد فسوى بينهم". (الدرالمختار: ۵/۶۹۶، كتاب الهبة، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/۲۷۹، كتاب الهبة، فصل في هبة الوالد لولده، رشيديه)

(۳) "عن يونس بن راشد عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". قال ابن قطان في كتابه: ويونس بن راشد قاضي حران، قال أبو زرعة: لا بأس به، وقال البخاري: كان مرجئاً، وكان الحديث عنده حسن".

(نصب الراية للزيلعي: ۴/۴۰۴، ۴۰۵، (رقم الحديث: ۸۰۷۰)، مؤسسة الريان بيروت)

"عن أبي أمامة الباهلي رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم=

ہے، چاہے یہ وصیت کرتا، چاہے نہ کرتا۔ اگر وہ نصف سے کم کی مستحق تھی، مثلاً دو یا زیادہ لڑکیاں ہیں، یا لڑکا بھی موجود ہے تو ایسی حالت میں وہ نصف کی مستحق نہیں، بلکہ کم کی مستحق ہے، استحقاق سے زیادہ میں وصیت کا نفاذ دیگر ورثاء کی اذن پر موقوف ہے (۱)۔

اگر کوئی وارث کہہ دے کہ میں اپنا حق میراث چھوڑتا ہوں تو اس سے اس کا حق ساقط نہیں ہوتا: "لو قال الوارث: تركت حقي، لم يبطل حقه؛ إذ الملك لا يبطل بالترك". أشباه (۲)۔ لیکن اگر قبضہ کرنے کے بعد اپنا حصہ کسی وارث کو ہبہ کردے تو درست ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ جمادی الاولیٰ/ ۶۶ھ۔

= يقول في خطبة عام حجة الوداع: "إن الله تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذى حق حقه، فلا وصية لوارث". (جامع الترمذى، أبواب الوصايا، باب ماجاء لاوصية لوارث: ۳۲/۲، سعيد)

(وسنن أبى داؤد، كتاب الوصايا، باب ماجاء فى الوصية للوارث: ۴۰/۲، إمداديه ملتان)

"ولا لوارثه وقاتله مباشرةً إلا بإجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا وصية لوارث إلا أن يُجيزها الورثة .... اهـ" وهم كبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير ومجنون". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶۵۵/۶، ۶۵۶، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق: ۲۱۲/۹، كتاب الوصايا، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيريه: ۹۰/۶، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

(۱) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن كن نساءً فوق اثنتين، فلهن ثلثا ما ترك، وإن كانت واحدةً فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وأما النساء، فالأولى البنت، ولها النصف إذا انفردت، وللثنتين فصاعداً الثلثان". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۴۸/۶، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشيديه)

(۲) (الأشباه والنظائر: ۵۳/۳، باب ما يقبل الإسقاط من الحقوق ومالا يقبله وبيان أن الساقط لا يعود، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا فى جامع الفصولين، ص: ۴۰/۲، الفصل الثامن والعشرون فى مسائل التركة والورثة والدين، إسلامى كتب خانه كراچى)

(۳) جب ہر وارث کو اس کا حصہ دے دیا تو وہ وارث اس حصہ کا مالک بن جاتا ہے اب اگر وہ اس حصہ کو کسی کو ہبہ کردے تو اس کا =

وارث اور اجنبی کے لئے وصیت

سوال[۹۷۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہٴ ذیل میں:

عبداللطیف کے والد مطیع اللہ نے اپنے فرزند عبداللطیف کو اپنے مکان سے علیحدہ کردیا اور اپنے ساتھ سے اور بلا کسی چیز دیئے ہوئے صرف عبداللطیف کے جسم پر جو کپڑا تھا وہی تھا۔ والد سے علیحدہ ہونے پر عبداللطیف اپنے پھوپھا صاحب کے مکان پر گئے اور دس روز وہاں رہے۔ بعدہ عبداللطیف کے دادا صاحب جو کہ اپنے بیٹے مطیع اللہ صاحب سے علیحدہ رہتے تھے وہ آکر عبداللطیف کو اپنے ہمراہ مکان پر لے گئے اور اپنے ہمراہ ایک سال رکھا اور اپنے پاس سے کھانے پینے کا سامان اور پرورش کیا۔

عبداللطیف نے جو کمائی کی اور کام کیا، عبداللطیف کے دادا صاحب ان کو جمع کرتے رہے اور جب ایک سال ہوگیا تو عبداللطیف کی بیوی عبداللطیف کے ساتھ رہنے کے قابل ہوئی، اس وقت عبداللطیف کے دادا صاحب نے عبداللطیف کو ان کی کمائی دے کر عبداللطیف کو اپنے ہمراہ سے علیحدہ کردیا۔ اب وہ کھانے کمانے لگے اور دادا صاحب نے انتقال کیا۔

بعدہ عبداللطیف کی دادی صاحبہ جو سوتیلی دادی تھی، وہ عبداللطیف کے ہمراہ آکر رہنے لگی اور عبداللطیف کے دادا صاحب کا جو سامان تھا گھر ستی کا وہ عبداللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب اٹھا کر لے گئے اور ایک پائی بھی سوتیلی ماں کو نہیں دیا۔

اب عبداللطیف اپنی سوتیلی دادی کو ساتھ لیکر کھاتے کماتے رہے مع بیوی - اور بچے کے اور اپنی کمائی

= یہ ہبہ کرنا درست ہے:

رجل قال لغيره: هذه الأمة لک قال أبو يوسف رحمه الله تعالیٰ: هذه هبة جائزة يملكها إذا قبض". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، فصل فيما يكون هبة من الألفاظ ومالايكون: ۳/۲۶۱، رشيديه)

"وأما مايرجع إلى الواهب، فهو أن يكون الواهب من أهل الهبة، وكونه من أهلها أن يكون حراً عاقلاً بالغا مالكاً للموهوب". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول في تفسير الهبة وركنها وشرائطها وأنواعها وحكمها وفيما يكون هبة من الألفاظ ومايقوم مقامها ومالايكون: ۴/۳۷۴، رشيديه)

سے عبداللطیف نے ایک مکان بھی خرید لیا جس میں مکان کے علاوہ عبداللطیف کے پاس سات سوتیس روپے تھے، بقیہ برتن وغیرہ اور تمام گھرستی اور زیورات - وہ زیورات جو کہ عبداللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب نے اپنی بہو کو بنوایا تھا اس زیور کی قیمت پانچ سو پچاس تھی - عبداللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب نے لے لی تھی -

بعدہ عبداللطیف نے انتقال کیا اور عبداللطیف کی کمائی کا زیور جو تھا وہ بھی مطیع اللہ صاحب نے سمیٹ لیا اور اٹھا کر لے گئے، کیوں کہ عبداللطیف نے اپنی زندگی میں اپنے پھوپھا کے صاحبزادے احمد اللہ کو یہ وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد میرے والد مطیع اللہ صاحب میرا سامان اور زیورات وغیرہ نہ لینے پائے اور میرے بیوی اور بچے اور دادی کو دیا جاوے، لیکن عبداللطیف کی وفات کے بعد ان کے والد مطیع اللہ صاحب تمام سامان اٹھا کر لے گئے اور اس پر قبضہ کیا۔ چھوڑا عبداللطیف نے وفات بعد فرزند محمد شریف عمر سات سال کو اور بیوی کو اور دادی کو۔

سائل: حاجی محمد ابراہیم محمد عبداللہ، امیا کی منڈی، مکان نمبر: ۲/۷/۵۰، شہر بنارس۔

الجواب هو الموفق للصواب حامداً ومصلياً ومسلماً:

صورت مسئولہ میں بعد تجہیز وتکفین وادائے دین ومہر وغیرہ (۱) ازکل مال عبداللطیف کا ایک ثلث ترکہ بحسب وصیت سوتیلی دادی کو ملے گا (۲) اور بقیہ دوثلث ترکہ چوبیس سہام ہوکر ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگا، اس

---

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولاتقتير، ثم تُقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يُقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۲) "ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقي بعد تجهيزه وديونه، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (الدرالمختار: ۶/۷۶۰، ۷۶۱، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه)

طرح کہ چار سہام والد کو ملیں گے (۱) تین سہام زوجہ (۲) کو اور سترہ سہام لڑکے کو ملیں گے (۳)۔ والد کے متعلق ترکہ سے محروم ہونے کی جو وصیت کی ہے وہ شرعاً لغو اور نا قابلِ عمل ہے (۴)۔

وصیت وارث کے حق میں بغیر اجازتِ دیگر ورثاء کے نافذ نہیں ہوتی (۵)، وصیت کا حق صرف ایک

---

(۱) واضح رہے کہ جب میت کی اولاد ہو تو باپ کو سدس ملے گا اور چوبیس کا سدس چار ہے:

قال الله تبارک وتعالىٰ: ﴿ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترک إن كان له ولد﴾ (سورة النساء : ۱۱)

"أما الرجال فالأول الأب، وله ثلاثة أحول: الفرض المحض، وهو السدس مع الابن وابن الابن وإن سفل". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۸، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) میت کی جب اولاد موجود ہو تو زوجہ کو ثمن (آٹھواں حصہ) ملے گا اور چوبیس کا آٹھواں حصہ تین ہے:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾ (سورة النساء : ۱۱)

(۳) لڑکا چونکہ عصبہ ہے تو ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد باقی تمام جائیداد عصبہ کو ملے گی:

"العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر". (تبيين الحقائق: ۷/۴۸۵، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۷۷۴، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في السراجي، ص: ۳، سعيد)

(۴) چونکہ میراث جبری حق ہے اختیاری نہیں ہے کہ اسقاط قبول کرے:

"الإرث جبريٌّ لايسقط بالإسقاط". (تكملة ردالمحتار: ۱/۵۰۵، مطلب: واقعة الفتوىٰ، كتاب الدعوىٰ، سعيد)

"وهذا العلم مختص بحالة الممات، وغيرُه بالحياة أو باعتبار أسباب الملک، فإنها جبريّةٌ أو اختيارية، فالأول الميراث والثاني غيره من أسباب الملک". (تبيين الحقائق: ۷/۴۷۱، كتاب الفرائض، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۴۹۴، كتاب الفرائض، غفاريه كوئٹه)

(۵) "عن يونس بن راشد، عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". قال ابن قطان في كتابه: ويونس بن راشد=

ثلث ترکہ میں ہوتا ہے، اگر اس سے زائد میں کی جائے تو ورثاء کی اجازت پر موقوف رہتی ہے، ایک ثلث میں بہرحال نافذ ہوگی، خواہ ورثاء راضی ہوں یا نہوں (۱)۔ اگر کل مال میں وصیت کی جائے تب بھی ایک ثلث میں نافذ کرنا لازم ہے (۲)۔

اگر ایک ثلث کے اندر اندر کسی معین شی کی وصیت کی جاوے جس میں وارث اور اجنبی دونوں کو شریک کیا جاوے یعنی: تنفیذِ وصیت سے مانع موصی لہ کی ہو، نہ کہ موصی بہ کی تخصیص تو اس صورت میں حصۂ اجنبی کی

= قاضي حران، قال: أبو زرعة: لا بأس به، وقال البخاري: كان مرجئاً، وكان الحديث عنده حسن". (نصب الراية للزيلعي: ۴۰۴/۴، كتاب الوصايا، (رقم الحديث: ۸۰۷۰)، مكتبة مؤسسة الريان، بيروت)

"عن أبي أمامة الباهلي رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول في خطبة عام حجة الوداع: "إن الله تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث". (جامع الترمذي، أبواب الوصايا، باب ماجاء لاوصية لوارث: ۳۲/۲، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الوصايا، باب ماجاء في الوصية للوارث: ۴۰/۲، إمداديه ملتان)

"ولا لوارثه وقاتله مباشرةً إلا بإجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة ....اهـ" وهم كبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير ومجنون". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶۵۵/۶، ۶۵۶، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۱۲/۹، كتاب الوصايا، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيريه: ۹۰/۶، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

(۱) "ولو أوصى رجل بربع ماله ولآخر بنصف ماله، إن أجازت الورثة، فنصف المال للذي أوصىٰ له بالنصف، والربع للموصى له بالربع، والباقي للورثة على فرائض الله تعالىٰ ولو لم يجز الورثة، تصح من الثلث، فيكون بينهما على سبعة أسهم أربعة للموصي له بالنصف وثلاثة للموصى له بالربع". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال الخ: ۹۷/۶، رشيديه)

(۲) "وتجوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه، إلا أن تجوز ورثته بعد موته". (الدرالمختار: ۶۵۰/۶، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۱۳/۹، كتاب الوصايا، رشيديه)

وصیت درست ہوگی اور حصۂ وارث کی وصیت باطل ہوگی (اگر دیگر ورثاء اجازت نہ دیں)(۱)، یہ ہی محمل ہے، ہدایہ کی اس عبارت کا:"ومن أوصیٰ لأجنبيّ ولوارثه، فللأجنبي نصف الوصية، وتبطل وصية الوارث، اھ"(۲)۔ اور "نصف الوصية" کی تفسیر "الثلث" ہدایہ میں مذکور نہیں۔ فتح القدیر(۳) عنایہ وغیرہ میں بھی نہیں، اسی وجہ سے ملتقی الابحر میں موصیٰ بہ کو عین قرار دیا اور شرح میں وارث کے ساتھ قاتل کو بھی ذکر کیا:

"وإن أوصیٰ بعينٍ لوارثه أو قاتله ولأجنبيّ، فللأجنبي نصفها ولا شيء للوارث، اھ".

سکب الأنھر: ۲/۲۰۷(٤)۔

اور مجمع الانہر میں "نصفها" کی ضمیر کا مرجع متعین کیا ہے:"أي نصف العين، اھ"(۵) یعنی جس معین شئ کی وصیت میں اجنبی کے ساتھ وارث کو بھی موصی اقرار دیا ہے، ایسی صورت میں اس اجنبی کو اس معین شئ کا نصف حصہ ملے گا۔

درر الحکام، ص:٤٣٧، شرح غرر الأحکام میں اس جزئیہ کو "ألف" کے ساتھ ذکر کیا ہے:

"وفي بألف لوارث وأجنبيّ له نصفه وخاب الوارث يعني: إذا أوصیٰ لوارثه وللأجنبي، فللأجنبي نصف الوصية، وتبطل وصية الوارث؛ لأنه أوصى بما يملك الإيصاء به وبما لا يملك،

---

(۱) "ولو أوصى لوارثه ولأجنبيّ، صح في حصة الأجنبي، ويتوقف في حصة الوارث على إجازة الورثة، إن أجازوا، جاز، وإن لم يجيزوا، بطل". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

(۲) (الهداية: ۴/۲۶۳، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، إمداديه ملتان)

(۳) واضح رہے کہ فتح القدیر میں یہ تشریح ہے..... البتہ عنایہ کی عبارت یوں ہے:

"ومن أوصى لأجنبي ولوارثه ظاهر .... وهذا بخلاف ما إذا أقرّ بعين أو دين لوارثه وللأجنبي، حيث لايصح في حق الأجنبي كما لايصح في حق الوارث". (العناية على الهداية على هامش فتح القدير: ۱۰/۴۵۵، كتاب الوصايا، باب الوصيه بالثلث، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) (سكب الأنهر وملتقى الأبحر: ۴/۴۳۲، كتاب الوصايا، باب الوصية بالثلث، غفاريه كوئته)

(۵) "وإن أوصى بعين لوارثه وللأجنبي، فللأجنبي نصفها: أي نصف العين، ولا شئ للوارث". (مجمع الأنهر، باب الوصية بالثلث: ۴/۴۳۲، مكتبه غفاريه كوئته)

فصح فی الأول لا الثانی، اھ"(۱)۔

یہاں پر"نصف الوصیۃ" کا مصداق"نصف الألف" ہے جیسا کہ ملتقی الابحر میں"نصف العین" تھا اور بعض کتب میں لفظ"شیٔ" مذکور ہے:

"ولو أوصی لأجنبیّ ولوارثہ بشیٔ ولا وارث لہ غیرہ، ثم مات، فیکون لہ: أي للأجنبیّ نصف الوصیۃ، وبطل وصیۃ الوارث. وإن کان وارث غیرہ، فإن أجاز، لا یبطل أیضاً، اھ".

"(قولہ: نصف الوصیۃ، الخ)". لأنہ أوصی بما یملك وبما لایملك، فصح فی الأولی، وبطل فی الثانی، بخلاف ما إذا أوصی لحیّ ومیت؛ لأن المیت لیس بأھلٍ للوصیۃ، فلا یصح مزاحماً، فیکون الکل للحیّ والوارث من أھلھا، ولھذا یصح بإجازۃ الوصیۃ، فافترقا، اھ". فتح المعین: ۵۷۳/۳(۲)۔ والبسط فی تکملۃ بحر الرائق: ۴۸۲/۸(۳)۔

یہاں"نصف الوصیۃ" کا مصداق"نصف الشیٔ" یا"الموصیٰ بہ" ہے پس عبارتِ ہدایہ میں "نصف الوصیۃ" کی تعیین"الثلث" اور پھر اس پر قیاس کر کے وارثین کی صورت میں"ثلث الثلث" کی تفریع صحیح نہیں (ثلث الثلث کا مصداق تین قرار دینا بھی سمجھ میں نہیں آیا، کیونکہ جب بارہ کو ایک ثلث مانا ہے تو اس کا ثلث ۴/ ہوتا ہے، تین نہیں ہوتا) مبسوط (۴)۔

---

(۱) (درر الحکام شرح غرر الأحکام، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالثلث، ص: ۴۳۷، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) (فتح المعین: ۵۳۷/۳، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلث المال، سعید)

(۳) "وإن أوصی لأحدھما بجمیع مالہ وللآخر بثلث مالہ ولم تجز الورثۃ، فثلثہ بینھما نصفان، وھذا عند أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ. قال رحمہ اللہ: ولا یضرب الموصیٰ لہ بأکثر من الثلث .... ولہ أن الموصیٰ لہ یضرب بما یستحقہ وھو لا یستحق ماوراء الثلاث إلا بإجازۃ الورثۃ، ولم توجد". (البحر الرائق: ۴۲۴/۹، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلث المال رشیدیہ)

(۴) "ولو ترک خمسۃ بنین وأوصی لأحدھم بکمال الثلث مع نفسہ وأوصی لأجنبی بثلث مابقی من الثلث، فإن الأجنبی یأخذ سبع جمیع المال؛ لأنہ لامزاحمۃ للوصیۃ للوارث مع الوصیۃ للأجنبی، فیأخذ الأجنبی کمال حقہ کأنہ لم یوص لأحد غیرہ، وثلث مابقی من الثلث، وھو ثلث الثلث إذا لم یکن =

فتاویٰ عالمگیری(۱)، قاضی خان وغیرہ(۲) کتبِ فقہ میں بھی جزئیہ مسئولہ کی نظیریں موجود ہیں۔

''سئل فی امرأة أوصت لولديها: زيد وهند، ولإخوتها الثلاثة بجميع ما تملكه، ثم ماتت عن وَلَدَيها المذكورين وخلفت تركةً ولم يجيز أوصيتها لهم هل تنفذ الوصية للإخوة من الثلث؟

الجواب: نعم! ولو أوصىٰ لوارثه ولأجنبيّ، صحت فى حصة الأجنبى، وتتوقف فى حصة الوارث على إجازة الورثة، فإن أجازا، جاز، وإن لم يُجيزوا، بطل. ولا تعتبر إجازتهم فى حياة الموصى حتىٰ كان لهم الرجوع بعد ذلك. خانيه، من فصل من تجوز الوصية ومن لا تجوز، اه''. تنقيح الفتاوىٰ الحامديه: ۲/۳۱۵(۳)۔

دیکھئے اس صورت میں دو وارث ہیں جن کو اجنبی کے ساتھ وصیت میں شریک کیا ہے اور کل مال کی وصیت کی ہے تو یہاں تنفیذ وصیت سے مانع دو چیزیں ہیں: موصیٰ بہ یعنی کل مال، اور موصیٰ لہ یعنی اجنبی کے ساتھ وارث کی شرکت۔ تو یہاں دونوں چیزوں کی رعایت کی گئی ہے، موصیٰ لہ کی رعایت سے وارث کے حق میں

= هناك وصية أخرى''. (المبسوط للسرخسى، كتاب العين والدين، باب الوصية بأكثر من الثلث، الخ: ۱۵/۱۰، ۱۱، حبيبيه كوئٹه)

(۱) ''ولو أوصى لوارثه ولأجنبيّ، صح فى حصة الأجنبى، ويتوقف فى حصة الوارث على إجازة الورثة، إن أجازوا، جاز، وإن لم يجيزوا بطل''. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

(۲) ''ولو أوصى لوارثه ولأجنبى، صح فى حصة الأجنبى، ويتوقف فى حصة الوارث على إجازة الورثة، إن أجازوا، جاز، وإن لم يجيزوا بطل. ولا تعتبر إجازتهم فى حياة الموصى حتى كان لهم الرجوع بعد ذلك''. (فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/۴۹۲، فصل فيمن تجوز وصيته وفيمن لا يجوز، كتاب الوصايا، رشيديه)

(۳) (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية: ۲/۳۱۵، كتاب الوصايا، مطلب: أوصى لوارثه ولأجنبى فى حصة الأجنبى، مكتبه ميمنيه مصر)

بلا اجازت نافذ نہیں کی گئی، موصیٰ یہ کی رعایت سے صرف ایک ثلث میں نافذ کی گئی ہے جو کہ مقصود بالسوال ہے اور اسی کو ''حصۃ الأجنبی'' جواب میں کہا گیا ہے۔

اسی طرح صورت مسئولہ میں ایک ثلث سوتیلی دادی کو ملے گا جو کہ اجنبی ہے، اور اس کے ساتھ دو وارث وصیت میں شریک ہیں ان کے حق میں بغیر اجازتِ ورثاء وصیت نافذ نہیں ہوگی، بلکہ ''حصۃ الوارث'' دو ثلث حسبِ میراث تقسیم ہوگا، جس کی تفصیل اوپر مذکور ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/شوال/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۵/شوال/ ۶۹ھ۔

وارث کے حق میں وصیت

سوال[۹۰۷۹]: زید کا انتقال ہوا، اس نے کافی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ چھوڑی اور ورثانِ حقیقی میں ایک بھائی، ایک اہلیہ، چار بہنیں چھوڑی ہیں۔

بیوی اور بھائی نے بیماری کے زمانے میں زید پر دباؤ ڈالا کہ ہمارے نام وصیت نامہ لکھ دو، زید نے مجبور ہوکر اپنے بھتیجے کے نام وصیت نامہ لکھ دیا اور اہلیہ کے نام بھی۔ اس وصیت نامہ پر بھتیجے، اہلیہ اور ایک بہن کے دستخط ہیں۔ اگر وصیت نامہ کو صحیح مان لیا جائے تو بھائی اس وصیت شدہ جائیداد کے علاوہ مزید حصہ لینے کا حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی شرعی وارث ہے، اس کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک دیگر ورثاء اجازت نہ دیدیں(۱)۔

(۱) ''حدثنا هشام بن عمار، ثنا اسمعيل بن عياش، ثنا شرحبيل بن مسلم الخولاني: سمعت أبا أمامة الباهلي رضي الله تعالىٰ عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: "إن الله أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث". (سنن ابن ماجة، ص: ۱۹۵، كتاب الوصايا، باب: لا وصية لوارث، قديمي)

''عن عطاء عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". (نصب الراية للزيلعي: ۴/۴۰۴، كتاب الوصايا، (رقم =

بھتیجے کے حق میں جو وصیت کی ہے، اگر وہ جبراً کرائی گئی ہے تو وہ بھی معتبر نہیں (۱)، اگر رضامندی سے وصیت کی، پھر بعد میں یہ کہہ دیا کہ بھائی یہ تمہارا حق وراثت ہے، خواہ تم اس کو اپنے لئے رکھو خواہ اپنے لڑکے کو دیدو، تمہارا حق پھر نہیں ہے، تو گویا عوض میراث قرار دیکر وصیت کی ہے، یہ بھی شرعی اعتبار سے لغو اور بیکار ہے۔ ابھی بھائی میراث کا مستحق ہی نہیں ہوا تو پھر اس کے عوض کا کیا محل ہے (۲)۔ نیز اس اعتبار سے گویا کہ بھائی کے حق میں

= الحديث: ۴۰۷۸)، مكتبة مؤسسة الريان بيروت لبنان)

"ولا لوارثه وقاتله مباشرةً إلا بإجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا وصية لوارث إلا أن يُجيزها الورثة .... اهـ" وهم كبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير ومجنون". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۶۵۵، ۶۵۶، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۲، كتاب الوصايا، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۲، كتاب الوصايا، رشيديه)

(۱) کسی سے اس کا مال جبراً وقہراً لینا جائز نہیں:

"عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوٰة المصابيح: ۱/۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قديمي)

(وكذا في شرح معاني الآثار للإمام الطحاوي رحمه الله تعالىٰ، كتاب الكراهية، باب الرجل يمر بالحائط أله أن يأكل منه أم لا؟: ۲/۳۷۵، سعيد)

"ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي، ولو أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه رده". (شرح المجلة لسليم رستم: ۱/۲۲، (رقم المادة: ۹۷)، المقالة الثانية في القواعد الفقهية، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۲) اس لئے کہ میراث تو مرنے کے بعد جاری ہوتی ہے، نہ کہ زندگی میں:

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وهل الإرث الحيّ من الحي أم من الميت): أي قبيل الموت في آخر جزء من أجزاء حياته، والأول قول زفر ومشايخ العراق، والثاني المعتمد، والثاني قول الصاحبين". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۷۵۸، كتاب الفرائض، سعيد) =

وصیت کی ہے جو کہ شرعی وارث ہے، لہٰذا معتبر نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۳/۲۴ھ۔

وارث کے حق میں وصیت

سوال[۱۰۷۱۰]: ۱......سید عبدالاحد صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے قبل جائیداد وغیرہ کے متعلق وصیت کی، ان کی وصیت استفتاء کے ساتھ ملحق کردی گئی ہے، ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمائیں کہ آیا اس وصیت کا نفاذ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ہوسکتا ہے تو کس طرح پر؟ مدلل ارشاد فرمائیں۔

۲......متوفی کے جملہ ورثاء کی فہرست بھی اسی کے ساتھ ملحق ہے۔ جائیداد کی تقسیم کس طرح ہوگی اور کن لوگوں کو حصہ مل سکتا ہے؟

المستفتی: محمد مرتضیٰ عفی عنہ، ۲۸/ جمادی الاولیٰ/ ۶۶ھ۔

= (وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۴، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۴۹۴، كتاب الفرائض، مكتبه غفاريه كوئته)

(۱) "حدثنا هشام بن عمار، ثنا اسمعيل بن عياش، ثنا شرحبيل بن مسلم الخولاني: سمعت أبا أمامة الباهلي رضي الله تعالىٰ عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: "إن الله أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث". (سنن ابن ماجة، ص: ۱۹۵، كتاب الوصايا، بابٌ: لا وصية لوارث، قديمي)

"عن عطاء عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". (نصب الراية للزيلعي: ۴/۴۰۴، كتاب الوصايا، (رقم الحديث: ۸۰۷۰)، مكتبة مؤسسة الريان بيروت لبنان)

"ولا لوارثه وقاتله مباشرةً إلا بإجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة ......اهـ" وهم كبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير ومجنون". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۶۵۵، ۶۵۶، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۲، كتاب الوصايا، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۲، كتاب الوصايا، رشيديه)

سید عبدالاحد مرحوم ولد سید ہدایت حسین مرحوم، ساکن مجھوامیر نے اپنی تاریخِ انتقال سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل مندرجہ ذیل وصیت زبانی مجھ سے اور اسحاق سلمہ سے روبرو دیگر وارثان واقرباء کے کی تھی، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱-''نوردیدہ زہرہ بی بی دختر متوفی کی ولیٔ زمانہ نابالغیت میں اس کی ماں ہاجرہ بی بی بیوۂ متوفی رہیں گی۔

۲-بذریعۂ وصیت زبانی حسبِ ذیل جائیداد، حسبِ ذیل وارثان کی تنہا ملکیت ہوگی، ہاجرہ بیوہ متوفی۔ جملہ زمینداری کا ایک ثلث (علاوہ حصہ شرعی) بقیہ وارثان وحقداران۔

ا: جملہ حصہ اندر باغیچہ قلمی واقع مجھوامیر،

۲: جملہ حصہ اندر باغیچہ واقع مجھواشاہی۔

۳: جملہ حصہ مکان موجودہ مع اگواڑہ وپچھواڑہ (۱)۔

۴: جملہ سامان منقولہ اندر مکان علاوہ سامان مندرجہ۔

(ب) زہرہ بی بی دختر متوفی (علاوہ حق شرعی جائیداد کے) سنگاردان ا/ عدد (۲) پتیلا کلاں ایک عدد، لگن کلاں ایک عدد (۳)، سینی ایک عدد (۴)، دیگچی خورد دو عدد، اگالدان دو عدد (۵)، فرش بدری ایک عدد (۶)، گلاس بدری ایک عدد (۷)، طشتری تانبہ ۳/ عدد (۸)، کشتی چینی ایک عدد (۹)، قاب چینی

(۱) ''اگواڑا: مکان کا سامنے والا حصہ، پچھواڑے کی ضد''۔(فیروز اللغات، ص: ۱۱۱، فیروز سنز لاهور)

''پچھواڑا: عقب خانہ، گھر کی پشت، مکان کی پیٹھ''۔(فیروز اللغات، ص: ۲۸۲، فیروز سنز لاهور)

(۲) ''سنگاردان: سنگار کی چیزیں رکھنے کا صندوقچہ یا پٹاری''۔(فیروز اللغات، ص: ۷۱۴، فیروز سنز لاهور)

(۳) ''لگن: طشت، طاس، پرات، ٹب، شمعدان، اگردان''۔(فیروز اللغات، ص: ۱۱۶۱، فیروز سنز لاهور)

(۴) ''سینی: دھات کا بنا ہوا خوان یا کشتی''۔(فیروز اللغات، ص: ۸۳۰، فیروز سنز لاهور)

(۵) ''اگالدان: پیک دان، تھوکنے کا برتن''۔(فیروز اللغات، ص: ۱۵۹، فیروز سنز لاهور)

(۶) ''فرش بدری: فرش بچھونا، بستر بچھانے کی چیز، بوریا، غالیچہ''۔(فیروز اللغات، ص: ۹۲۸، فیروز سنز لاهور)

بدری: چھوٹی تھیلی: (فیروز اللغات، ص: ۱۸۸، فیروز سنز لاهور)

(۷) ''گلاس بدری: گلاس، پانی پینے کا برتن، ساغر، شیشہ''۔(فیروز اللغات، ص: ۱۱۰۴، فیروز سنز لاهور) =

ایک عدد(۱)، روپیہ اندر سیونگ پاس بک ۶۷/روپے(۲) ملکیت زہرہ بی بی۔

۳-کھیت نمبر: ۵۹۸ دوازی، ۸ بھرآٹھ بسوہ(۳) علاوہ بقیہ جائیداد غیر منقول حسب قانون شرع محمدی جملہ حقداران کو ملے گی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جن کے حق میں وصیت کی ہے وہ شرعی وارث ہیں، وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی: "لاوصية لوارث". الحديث(٤)، لیکن اگر دیگر ورثاء بالغ ہوں اور وہ اس وصیت کی اجازت رضامندی سے دیں تو ان کی مرضی کے موافق نافذ ہوسکتی ہے(۵)۔

=(۸) ''طشتری: رکابی، چھوٹی تھالی، پرچ''۔(فیروز اللغات، ص: ۸۷۸، فیروز سنز لاهور)

(۹) ''کشتی چینی: کشتی، ناؤ، بیڑی، سفینہ، ڈونگا، ایک قسم کی پیالی''۔(فیروز اللغات، ص: ۱۰۱۴، فیروز سنز،لاهور)

(۱) ''قاب چینی: بڑی رکابی، تھال''۔(فیروز اللغات، ص: ۹۴۲، فیروز سنز لاهور)

(۲) ''سیونگ پاس بک: عوام کی بچت کا روپیہ امانتاً رکھنے والا ادارہ''۔(فیروز اللغات، ص: ۸۳۰، فیروز سنز لاهور)

''پاس بک، Pass Book، بنک کی کتاب''۔(The English to English Dictionary, Page: 636, Feroz Sons Lahore)

(۳) ''بسوا: ایک بیگھے کا بیسواں حصہ''۔(فیروز اللغات، ص: ۳۰۴، فیروز سنز لاهور)

(۴) "حدثنا هشام بن عمار، ثنا إسمعيل بن عياش، ثنا شرحبيل بن مسلم الحولاني: سمعت أبا أمامة الباهلي رضي الله تعالىٰ عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: "إن الله أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصيه لوارث". (سنن ابن ماجة: ۱۹۵/۲، كتاب الوصايا، بابٌ: لا وصية لوارث، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب الوصايا، باب الوصية لوارث: ۳۲/۲، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الوصايا، باب ماجاء في الوصية للوارث: ۴۰/۲، إمداديه ملتان)

(۵) "ولا لوارثه ...... إلا بإجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا وصية لوراث إلا أن يجيزها الورثة وهم كبار عقلاء". فلم تجز إجازة صغير". (الدرالمختار: ۶۵۶/۶، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۱۲/۹، كتاب الوصايا، رشيديه) ...... =

مسئلہ ۸

زوجہ	دختر	حقیقی بہن	سوتیلی ماں	سوتیلی بہن	خالہ	چچازاد بھائی	چچازاد بہن
۱	۴	۳			محروم		

بعد تجہیز وتکفین واداۓ قرض (مہر وغیرہ)(۱) سید عبدالاحد صاحب کا کل ترکہ آٹھ سہام قرار دے کر حسبِ نقشہ بالا ورثاء پر تقسیم ہوگا، یعنی ایک سہم زوجہ کو ملے گا (۲) چار دختر کو ملیں گے (۳)، تین حقیقی بہن کو (۴)۔

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۹۰/۲، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولاتقتير، ثم تُقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يُقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۳۰۲، سعيد)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۷۵۹/۲، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۴۴۷/۶، رشيديه)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن كا ن لكم ولد، فلهن الثمن مما تركتم﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۳) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿وإن كانت واحدةً فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وأما النساء فالأولىٰ البنت، ولها النصف إذا انفردت، وللبنتين فصاعداً الثلثان". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۴۸/۶، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في السراجي، ص: ۷، سعيد)

(۴) حقیقی بہنیں چونکہ میت کی بنت کی وجہ سے عصبہ ہوگئیں، اور عصبہ ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ تمام ترکہ کا مستحق ہوتا ہے:

"وأما للأخوات لأب وأم، فأحوال خمس .... ولهن الباقي مع البنات أو بنات الابن، لقوله عليه السلام: "اجعلوا الأخوات مع البنات عصبةً". (السراجي، ص: ۱۰، سعيد) .... =

باقی سوتیلی ماں، سوتیلی بہن (۱)، خالہ (۲)، چچازاد بھائی، بہن سب محروم رہیں گے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ رجب/ ٦٦ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

بھانجے، بھتیجے، پھوپھی، قربانی اور ایصالِ ثواب کے لئے وصیت کرنا

سوال [۹۷۱۱]: مسماۃ زینب کا انتقال ہوا جس کے ورثاء دو بھائی اور ایک بہن موجود ہیں ترکہ ۱۴۹/ روپیہ ہیں نیز وصیت کی کہ ۴/ بھانجے کو دینا اور ۲۵/ بھتیجے کو دینا ۲۰/ قربانی وغیرہ میں خرچ کرنا جس کا

= (وكذا في شرح معاني الآثار، كتاب الفرائض، باب الرجل يموت ويترك بنتاً وأختاً وعصبةً سواها: ۲/۴٦۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ٦/۴۴۸، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۱) واضح ہو کہ سوتیلی ماں اور سوتیلی بہن اس لئے محروم ہیں کہ وراثت کے اسبابِ ثلاثہ میں سے کوئی سبب پایا نہیں جاتا:

"ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". (الفتاوى العالمكيرية: ٦/۴۴۷، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ٦/۷٦۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) خالہ ذوی الارحام میں سے ہے اور ذوی الفروض وعصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کو حصہ نہیں ملے گا:

"وإنما يرث ذوو الأرحام إذا لم يكن أحدٌ من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه ولم يكن عصبة". (الفتاوى العالمكيرية: ٦/۴۵۹، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الأرحام، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ٦/۷۹۱، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام، سعيد)

(۳) چچازاد بھائی، بہن اس لئے محروم ہیں کہ ان کا درجہ بعد میں ہیں اور عصبہ میں یہ قانون ہے کہ قریب کے ہوتے ہوئے بعید کو حصہ نہیں ملے گا:

"الأقرب فالأقرب يرجَحون بقرب الدرجة". (السراجي، ص: ۱۳، سعيد)

"ويقدم الأقرب فالأقرب منهم". (الدر المختار: ٦/۷۷۴، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، سعيد)

ثواب مجھ کو پہونچا دینا، ایک جوڑا اور بتیس سیر گیہوں پھوپھی کو دینا۔ تو یہ وصیت اور ترکہ کس طرح پر تقسیم کریں؟ فقط والسلام۔

سعید احمد کھیڑہ افغانوی، ۷۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دو بھائی اور ایک بہن بالغ ہیں اور اس وصیت کی اجازت دیتے ہیں تو حسب وصیت مسماۃ زینب ۶۳/ کو مصارف مذکورہ پر صرف کردیا جائے (۱)، آگے کچھ بچا ہی نہیں جو ورثاء پر تقسیم کیا جائے اور مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

اگر اس وصیت کی اجازت نہیں دیتے تو اس میں سے ایک ثلث کو یعنی ۲۱/ پیسہ سے ۱/ پیسہ مصارفِ مذکورہ بیان کردہ وصیت کے موافق صرف کردیا جائے (۲) اور بقیہ دوثلث یعنی ۴۲/ پیسہ اور ۱/ پیسہ کا دوتہائی کو پانچ سہام بنا کر ایک بہن کو اور دو دو سہام دونوں بھائیوں کو تقسیم کردیا جائے (۳) اور تجہیز وتکفین اور دین کی

---

(۱) "ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم كبار". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۲، كتاب الوصايا، رشيديه)

(وكذا الدر المختار: ۶/۶۵۶، كتاب الوصايا، سعيد)

(۲) "ولا تصح بما زاد على الثلث ولا لقاتله ووارثه إن لم تُجز الورثة .... وفيه: ويشترط أن يكون المجيز من أهل التبرع بأن يكون بالغاً عاقلاً". (تبيين الحقائق: ۷/۳۶۷، ۳۷۷، كتاب الوصايا، دار الكتب العلمية بيروت)

"ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي، ص: ۳، سعيد)

(۳) قال الله تبارك وتعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون للابن مثل حظ الأنثيين". (تبيين الحقائق: ۷/۴۸۰، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

ادائیگی تنفیذ وصیت اور تقسیم ترکہ پر مقدم ہے(۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ۵/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ صحیح :عبد اللطیف، ۱۹/ جمادی الاولی/ ۵۶ھ۔

بیٹی کے حق میں وصیت اور بیٹی اور مرحوم کے بھائی کے درمیان تقسیم ترکہ

سوال[۹۷۱۲]: واقعات اس طرح ہیں کہ قاضی فضل الرحمٰن صاحب کے دولڑکے ہیں: قاضی تجمل حسین، قاضی خلیل الرحمٰن۔ قاضی تجمل حسین کی اولاد میں ایک لڑکی مسماۃ بدر النساء ہے، اور خلیل الرحمٰن کے لڑکے اور لڑکیاں ہیں، قاضی تجمل کی لڑکی مسماۃ بدر النساء کا عقد قاضی خلیل الرحمٰن (یعنی چھوٹے بھائی) کے لڑکے جمیل احمد سے ہوا تھا، لیکن آپس کے اختلافات کی بناء پر جمیل احمد نے بدر النساء کو طلاق دیدی، اپنی اولاد کو بھی ساتھ لے گیا، اور جمیل احمد نے دوسری جگہ عقد کرلیا۔

قاضی فضل الرحمٰن کی چھوڑی ہوئی جائیداد میں دونوں بھائی: تجمل حسین وخلیل الرحمٰن ۲/ ۱، برابر کے حصہ دار ہیں جس کا ذکر سرکاری کارڈ میں بھی ہے۔ قاضی فضل الرحمٰن صاحب مرحوم کی چھوڑی ہوئی جائیداد کے علاوہ سرکاری کارڈ میں قاضی تجمل حسین کی نجی جائیداد اور بھی ہے۔

قاضی تجمل حسین فوت ہوگئے اور فوت ہونے کے بعد میں ان کی بیٹی بدر النساء کو طلاق دیدی گئی۔ قاضی خلیل الرحمٰن حیات ہیں، اور قاضی تجمل حسین نے اپنے مرنے سے قبل حیات میں ایک وصیت نامہ بھی تحریر کیا کہ میرے مرنے کے بعد میری لڑکی مسماۃ بدر النساء کو میری مشترکہ جائیداد، غیر مشترکہ جائیداد کی وارث ہوگی۔ مسماۃ بدر النساء کے گذر اوقات کا ذریعہ اس کے والد مرحوم قاضی تجمل حسین کی مشترکہ وغیر مشترکہ جائیداد بھی ہے۔

۱..... تحریر فرمائیں کہ مسماۃ بدر النساء کا اس مشترکہ جائیداد میں کتنا حق اور حصہ ہے جو کہ دونوں بھائی تجمل حسین مرحوم وخلیل الرحمٰن حیات کا برابر حصہ ہے۔

۲..... مسماۃ بدر النساء کا اس جائیداد میں کتنا حق پہونچتا ہے جو کہ اس کے والد مرحوم قاضی تجمل حسین کی

---

(۱) "يبدأ من تركة الميت بتجهيزه، يعم التكفين ..... ثم تقدم ديونه التي لها مطالبٌ من جهة العباد ..... ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقي ..... ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته". (الدر المختار: ۶/ ۷۵۹- ۷۶۱، كتاب الفرائض، سعيد)

نجی یعنی بھائی سے علیحدہ اَور جائیداد ہے، جس کا سرکاری کارڈ میں وجود ہے، اور کیا اس نجی جائیداد میں خلیل الرحمٰن کا بھی کوئی حق پہونچتا ہے یا نہیں؟

۳.....مسماۃ بدر النساء نے ابھی عقد نہیں کیا ہے، اور اگر عقد کرلے تو کیا وہ مشترکہ جائیداد اور غیر مشترکہ جائیداد میں اس کا حق رہے گا یا نہیں؟

۴.....مسماۃ بدرالنساء کے گذر اوقات کی ذمہ داری خلیل الرحمٰن پر عائد ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲.....قاضی تجمل حسین نے اپنے انتقال پر اگر صرف یہی دو وارث چھوڑے: ایک لڑکی مسماۃ بدر النساء اور ایک بھائی قاضی خلیل الرحمٰن، تو قاضی تجمل حسین مرحوم کا ترکہ-بعد ادائے حقوقِ متقدمہ علی الارث: دَین وغیرہ (۱)- دو حصہ بنا کر نصف ان کی لڑکی مسماۃ بدرالنساء کو ملے گا (۲) اور نصف ان کے بھائی قاضی خلیل الرحمٰن کو ملے گا (۳)۔

---

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولاتقتير، ثم تُقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يُقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲،۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وإن كانت واحدةً فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وأما لِبنات الصلب فأحوال ثلث: النصف للواحدة والثلثان للاثنين فصاعدةً". (السراجي في الميراث، فصل في النساء، ص: ۷، سعيد)

"وأما النساء فالأولىٰ البنت، ولها النصف إذا انفردت، وللبنتين فصاعداً الثلثان". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۸، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۵، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۳) بھائی چونکہ عصبہ ہے، ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ تمام جائیداد عصبہ کو ملے گی: =

قاضی تجمل حسین کو جو کچھ اپنے والد کے ترکہ سے ملا ہے، اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی۔ جو کچھ ان کی ذاتی پیدا کردہ جائیداد وغیرہ ہو، اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی (۱) یعنی مشترکہ جائیداد کے ۲/۱، میں آدھا بدر النساء کا ہے اور آدھا قاضی خلیل الرحمٰن کا اور نجی میں بھی ان دونوں کا آدھا آدھا ہے۔

۳...... عقد کر لینے سے بھی وہ محروم نہیں ہوگی، بلکہ حسب تحریر بالا والد کی کل مملوکہ متروکہ سے نصف کی حقدار رہے گی (۲)۔

۴...... جب مسماۃ بدر النساء کے والد کا چھوڑا ہوا ترکہ (مشترکہ اور نجی) اتنا ہے کہ اس میں سے وہ نصف کی حقدار ہے اور وہ اس کے گذر اوقات کے لئے کافی ہے تو اس کی ذمہ داری (نان ونفقہ) قاضی خلیل الرحمٰن کے ذمہ نہیں ہے اور وہ اپنا حصہ وصول کر کے اپنے مصارف کا انتظام کرے (۳)۔

= وأما العصبة بنفسه فكل ذكر لاتدخل في نسبته إلى الميت أنثى، وهم أربعة أصناف .... ثم جزء أبيه: أي الإخوة، ثم بنوهم وإن سفلوا". (السراجي في الميراث، باب العصبات، ص: ١٣، سعيد)

"العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر". (تبيين الحقائق: ٤٨٥/٧، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ٤٥١/٦، كتاب الفرائض، باب العصبات، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ٥٠٣/٤، كتاب الفرائض، غفاريه كوئٹه)

(۱) ترکہ سے ملا ہو یا خود کمایا ہو، سب چونکہ میت کی ملکیت شمار ہوگی لہذا تمام اشیاء میں میراث جاری ہوگی:

"لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (الدرالمختار: ٧٥٩/٦، كتاب الفرائض، سعيد)

(٢) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿وإن كانت واحدةً فلها النصف﴾ (سورة النساء: ١١)

"ثم شرع في الحجب فقال: لايحرم ستة من الورثة بحال ألبتة: الأب والأم والابن والبنت. أي الأبوان والوالدان والزوجان". (الدرالمختار، كتاب الفرائض، فصل في العصبات: ٧٧٩/٦، ٧٨٠، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الرابع في الحجب: ٤٥٢/٦، رشيديه)

(۳) تندرست وتوانا اور غیر عاجز، بالغ شخص کا نفقہ اپنے ذمہ ہے، چاہے مرد ہو یا عورت:

"وتجب (أي النفقة) أيضاً لكل ذي رحم محرم صغير أو أنثى مطلقاً ولو كانت الأنثى بالغةً =

اگر وہ ترکہ قاضی خلیل الرحمٰن کے قبضہ میں ہے تو ان کے ذمہ لازم ہے کہ نصف خود رکھ کر نصف بدر النساء کے حوالہ کردیں اور ادائے حق کے فرض سے سبکدوش ہوجائیں (۱)۔ بھتیجی اور مرحوم بھائی کی نشانی ہونے کی حیثیت سے وہ بہرصورت احسان ومروت کی مستحق ہے۔ لڑکے نے اگرچہ طلاق دیدی ہے اور وہ بہو نہیں رہی، لیکن بھتیجی تو اب بھی ہے، اس سے غافل نہ ہوں بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ شفقت کا معاملہ کریں (۲) اور اس کی اولاد کو اس سے کلیۃً جدا رکھ کر اس کے دل کو نہ تڑپائیں (۳)۔

= صحيحةً أو كان ذكراً بالغاً لكن عاجزاً عن الكسب". (الدر المختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: مطلقاً) سواء كانت بالغةً أو صغيرةً، صحيحةً أو زمنةً .... والمراد بالصحيحة القادرةُ على الكسب، لكن لو كانت مكتسبةً بالفعل كالقابلة والمغسّلة، لانفقة لها". (رد المحتار: ۳/۶۲۷، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في نفقة قرابة غير الأولاد من الرحم المحرم، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۶۲، كتاب الطلاق، باب النفقات، فصل في نفقة ذوي الأرحام، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۴۴۶، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۱) "أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "مطل الغنى": أي تأخيره أداء الدين من وقت إلى وقت "ظلم" فإن المطل منع أداء ماالستحق أداء ه وهو حرام من التمكن. ولو كان غنياً، ولكنه ليس متمكناً، جاز له التأخير إلى الإمكان". (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار، الفصل الأول: ۶/۱۱۹، رشيديه)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلني وصله الله، ومن قطعني قطعه الله". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۱۹، كتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، قديمي)

"وعن عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الراحمون يرحمهم الرحمن، ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۲۳، كتاب الأدب، باب الشفقة والرحمة، قديمي)

(۳) "عن أبي أيوب رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من فرّق بين والدة وولدها، فرق الله بينه وبين أحبّته يوم القيامة". رواه الترمذي". ....=

تنبیہ: قاضی تجمل حسین نے اپنی لڑکی کے حق میں مشترکہ، غیر مشترکہ جائیداد کی جو وصیت کی وہ شرعاً معتبر اور لازم نہیں ہے، ہاں! اگر قاضی خلیل الرحمن صاحب رضامندی سے اس کی اجازت دیں تو مسماۃ بدرالنساء کل کی حقدار اور مالک ہو جاوے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۹۰ھ۔

وصیت ایک تہائی ترکہ سے نافذ ہوتی ہے

سوال[۹۷۱۳]: ایک بوڑھیا عورت ہے اس کی تین لڑکیاں ہیں، سب سے بڑی لڑکی کے ایک فرزند اور ایک لڑکی ہے۔ بوڑھیا اپنی نانی کے یہاں بود و باش کر رہی ہے۔ بوڑھیا مرتے وقت سولہ روپے چھوڑ گئی

= "وعن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال: وهب لي رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم غلامين أخوين فبعتُ أحدهما، فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ياعلي! ما فعل غلامك"؟ فأخبرته، فقال: "رُدّه رُدّه". .... "وعنه: أنه فرق بين جارية وولدها، فنهاه النبي صلى الله عليه وسلم عن ذلك، فرد البيع". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۹۱، كتاب النكاح، باب النفقات وحق المملوك، الفصل الثاني، قديمي)

(۱) "عن يونس بن راشد، عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". قال ابن قطان في كتابه: ويونس بن راشد قاضي حران، قال أبو زرعة: لابأس به. وقال البخاري: كان مرجئاً، وكان الحديث عنده حسن". (نصب الراية للزيلعي: ۴/۴۰۴، كتاب الوصايا، (رقم الحديث: ۷۰۸۰)، مؤسسة الريان بيروت لبنان)

"عن أبي أمامة الباهلي رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول في خطبة عام حجة الوداع: "إن الله تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية للوارث". (جامع الترمذي، أبواب الوصايا، باب: لاوصية للوارث: ۲/۳۲، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الوصايا، باب ماجاء في الوصية للوارث: ۲/۴۰، إمداديه ملتان)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۶۵۶، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۳، كتاب الوصايا، رشيديه)

ہے اور یہ وصیت کرگئی ہے کہ یہ روپیہ تم کونہیں دیتی ہوں اور نہ جس کے گھر میں بلکہ یہ روپیہ کسی کام میں صرف کردیا جائے یہ بوڑھیا کی وصیت ہے۔ اب اگر یہ روپیہ کسی مدرسہ کے کام میں صرف کردیا جائے تو جائز ہے یا نہیں، یا اس مدرسہ کے مدرس جو صاحب نصاب ہیں، ان کو تنخواہ میں دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ روپیہ اس بوڑھیا کے کل ترکہ کا ایک تہائی حصہ، یا اس سے کم ہے تب تو اس کی وصیت کے موافق مدرسہ میں خرچ کرنا درست ہے (۱)۔ اگر ایک تہائی سے زائد ہے تو اس زیادہ کو مدرسہ میں دینا ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے، اگر سب ورثاء بالغ ہوں اور اجازت دیں تب تو مدرسہ میں خرچ کرنا صحیح ہوگا۔ اگر اجازت نہ دیں یا وہ نابالغ ہوں تو درست نہیں (۲)۔ جب وہ روپیہ مدرسہ کے مہتمم کو مدرسہ کی ضرورت کے لئے دیا جائے تو اس کو تنخواہ میں صرف کرنا بھی صحیح ہے اگر چہ مدرس صاحب نصاب ہو (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۶/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید غفرلہ،　صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۶/۶۱ھ۔

---

(۱) "عن عامر بن سعد، عن أبيه قال: مرض مرضاً أشفى فيه، فعاده رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: فقال: يا رسول الله! إن لي مالاً كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، أفأتصدق بالثلثين؟ قال: "لا". قال: فبالشطر قال: "لا". قال: فبالثلث؟ قال: "الثلث، والثلث كثيرٌ، إنك إن تترك ورثتك أغنياء خيرٌ من أن تدعهم عالةً يتكففون الناس". (سنن أبي داؤد: ۲/۳۹۵، كتاب الوصايا، باب ماجاء فيما لايجوز للموصى في ماله، دارالحديث ملتان)

(۲) "وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه، إلا أن تجيز ورثته بعد موته وهم كبار". (الدرالمختار: ۶/۶۵۰، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۳، كتاب الوصايا، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۳۶۷، ۳۷۷، كتاب الوصايا، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "وأما صدقة التطوع، فيجوز صرفها إلى الغني؛ لأنها تجري مجرى الهبة". (بدائع الصنائع: ۲/۴۷۶، كتاب الزكوة، فصل في الذي يرجع إلى المؤدي إليه، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتارخانيه: ۲/۲۷۵، كتاب الزكوة، باب من توضع الزكوة فيه، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۲/۴۳۵ كتاب الزكوة، الفصل الثامن في من توضع الزكوة فيه، غفاريه كوئٹه)

وصیت ایک تہائی میں

سوال[۹۷۱۴]: صوفی عبدالعزیز بیمار ہوئے، انھوں نے وصیت کی کہ عبداللہ! تم اس زمین کو بوتا کھانا اور نصف آمدنی مسجد کو دینا اور نصف تم رکھنا۔ اب عبدالعزیز کا بھتیجا پاکستان سے آیا ہے اور اس زمین کا مطالبہ کرتا ہے، مگر عبداللہ کہتے ہیں کہ یہ زمین مسجد کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ وصیت وقف درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرض الموت میں جو ہبہ یا وقف کیا جائے وہ وصیت کے حکم میں ہوتا ہے(۱) اور ایک تہائی ترکہ میں معتبر مانا جاتا ہے، لہٰذا اگر عبدالعزیز نے مرض الموت میں وصیت کی ہے تو ایک تہائی میں سے نصف آمدنی مسجد کیلئے ہوگی اور نصف عبداللہ کے لئے (۲)۔ دو تہائی عبدالعزیز کے وارث کی ہوگی۔ اگر وارث صرف ایک بھتیجا ہے تو وہی مستحق ہوگا(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۵ھ۔

---

(۱) "عن عامر بن سعد عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه قال: مرضتُ عام الفتح، حتى أشفيتُ على الموت، فعادني رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت: أي رسول الله! إن لي مالاً كثيراً وليس يرثني إلا ابنةٌ لي، أفأتصدق بثلثي مالي؟ قال: "لا" قلت: فالشطر؟ قال: "لا" قلت: فالثلث؟ قال: "الثلث، والثلث كثيرٌ، أن تذر ورثتك أغنياء خيرٌ من أن تذرهم عالةً يتكففون الناس". (سنن ابن ماجة، أبواب الوصايا، بابٌ: لاوصية لوارث: ۲/۱۹۴، قديمي)

(۲) "وأما لو وهب وسلّم لغير الورثة، فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت الهبة". (شرح المجلة: ۱/۴۸۴، كتاب الهبة، الفصل الثاني في هبة المريض، (رقم المادة: ۸۷۹)، مكتبه حنفية كوئٹه)

"وإن أوصىٰ بجميع ماله ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فثلثه بينهما نصفان". (البحر الرائق: ۹/۲۲۴، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۶۶۷، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۳۸۷، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) واضح رہے کہ بھتیجا عصبہ ہے اور ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں عصبہ کو کل ترکہ ملے گا: =

وصیت اور تقسیم ترکہ

سوال[۹۷۱۵]: ۱...... ایک مرتبہ میری والدہ نے فرمایا کہ چاول خریدلو، شاید کہ نفع ہو۔ بہن نے کہا کہ رقم میری ہوگی منافع آپ کا، جس کو منظور کرلیا۔ خریداری ہوئی، مگر قیمت گرگئی، نقصان سے فروخت کردیئے گئے۔ ماہ رمضان میں موسم برسات میں والدہ کا پیر پھسل گیا، کافی چوٹ آئی، تدبیر کی گئی مگر افاقہ نہیں ہوا، جب طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو والدہ سے کہا گیا کہ کچھ کہنا ہوتو کہو۔ تو انھوں نے کچھ رقم کے بارے میں وصیت کی کہ چاول کی رقم سے اتنا فلاں اور اتنا فلاں کو اور کچھ زیور اور نقد والدہ کے بھی تھے، کچھ رقم دارالعلوم دیو بند کے لئے بھی بتلائی جس کو دے چکا ہوں۔ تو اب میں اس وصیت پر کیسے عمل کروں جبکہ چاولوں میں خسارہ ہوا؟

والدہ مرحومہ کی ذاتی رقم ۱۹۵/ روپے اور دو زیور اور مال موجود ہے، اور وصیت کی رقم کی کل میزان ۱۱۵/ روپے ہوتے ہیں۔

۲...... جو زمین بٹائی پر دی گئی ہو(۱) اس کی تقسیم ہر چیز میں ہوگی، یا صرف غلہ میں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... جبکہ چاول کی رقم آپ کی تھی اور والدہ کے لئے صرف نفع کا وعدہ تھا اور نفع نہیں ہوا، بلکہ خسارہ ہوا تو والدہ صاحبہ کی یہ وصیت شرعاً واجب العمل نہیں (۲)، آپ ان کو ثواب پہونچانے کے لئے جو کچھ بھی

= "العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده، وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر". (تبيين الحقائق: ۴۸۵/۷، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار: ۷۷۴/۲، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، سعيد)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۳، سعيد)

"وأما العصبة بنفسه، فكل ذكر لاتدخل في نسبته إلى الميت أنثى، وهم أربعة أصناف ....

ثم جزء أبيه : أي الإخوة، ثم بنوهم وإن سفلوا". (السراجي في الميراث، ص: ۱۳، سعيد)

(۱) "بٹائی: پیداوار کی وہ تقسیم جو اجارہ دار اور مالک زمین میں قرار پائے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۸۰، فیروز سنز، لاہور)

(۲) اس لئے کہ یہ وصیت دوسرے کی ملک کی ہے اور دوسرے کی ملک میں وصیت باطل ہے:

"ومن أوصى بنصيب ابنه أو غيره من الورثة، فالوصية باطلة؛ لأنه وصية بمال الغير". (اللباب =

دیں گے ان کو نفع ہوگا(۱)۔ جو کچھ ترکہ ان کا (زیور یا نقد وغیرہ) ہے، اس میں سب ورثاء کا حصہ ہے، ورثاء کی تفصیل معلوم ہونے پر سب کا حصہ لکھا جا سکتا ہے۔ ورثاء اگر سب بالغ ہوں اور اس بات پر رضامند ہوں کہ ان کے ترکہ سے وصیت پوری کی جائے تو اس کی بھی اجازت ہے(۲)، یہ بھی درحقیقت وصیت کی شرعی تنفیذ نہیں، بلکہ ایصالِ ثواب ہے۔

۲......بہتر صورت یہ ہے کہ ہر چیز میں بٹائی کی جائے (۳)، پھر کوئی فریق اس میں سے کوئی چیز نہ لینا

= في شرح الكتاب: ۵/۲۲۶، كتاب الوصايا، قديمي)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۶۲۹، كتاب الوصايا، باب الوصية بالثلث، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۹۹، كتاب الوصايا، رشيديه)

(۱) "الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلاةً كان أو صوماً، أو حجاً، أو صدقةً، أو قراءة قرآن، أو الأذكار إلى غير ذلك من جميع أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت وينفعه .... وعن أنس رضي الله تعالىٰ عنه: أنه سأل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إنا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعوا لهم، فهل يصل ذلك إليهم؟ قال: "نعم .... اهـ". (تبيين الحقائق: ۲/۴۱۹، ۴۲۰، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدرالمختار: ۲/۵۹۵، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب في إهداء ثواب الأعمال للغير، سعيد)

(۲) "ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة بعد موته وهم كبار". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۶۵۶، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۲، كتاب الوصايا، رشيديه)

(۳) "ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته بالكتاب، والسنة والإجماع". (الدرالمختار: ۶/۷۶۱، ۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۳، سعيد)

چاہے تو اپنا حصہ دوسرے فریق کو قیمۃً دیدے یا بلا قیمت ہی شرعی طور پر دے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱۵/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱۵/ ۶/ ۸۷ھ۔

مال وصیت کے بارے میں اختلاف

سوال [۱۷۱۹۶]: عبدالحمید کے بھائی (پھوپھی زاد) تصور علی حاجی جس کے بچپن ہی میں والدین فوت ہو گئے تھے، اس کی پرورش میرے ہی والدین نے کی اور اس کو پڑھایا لکھایا، جوان ہونے پر اس کی شادی بھی کردی تھی۔ یہ لاولد تھا، یہ بیمار ہوا اور مجھ کو بلوایا، میں اس کے پاس آیا، میری موجودگی میں یہ فوت ہو گیا، اس کا گور، جنازہ کرایا (۲)۔ کفن دفن کرنے کے بعد چند آدمی جو کہ دنیادار ہیں، مجھ کو یہ کہا کہ میرے والد کی جو نقدی رقم ہے یا سامان پکا کنواں ہے وہ سب مرنے والا مسجد میں دے گیا۔ میں نے کہا مجھ کو تو یہ بتلایا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب تیرا ہے، مگر ان لوگوں نے مجھ کو قطعی جواب دیدیا۔ آیا میرا حق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ اپنے حق میں وصیت کے مدعی ہیں، وصیت کا حکم یہ ہے کہ وہ ایک تہائی ترکہ میں نافذ ہوتی ہے، جبکہ ورثاء اس کو تسلیم کرلیں (۳) یا وصیت پر شرعی دلیل موجود ہو (۴)۔ نیز کسی ایک وارث کے حق میں معتبر اس

---

(۱) "كل واحد من الشركاء يصبح بعد القسمة مالكاً لحصته بالاستقلال، ولا يبقى لأحدهم علاقةٌ في حصة الآخر، ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيفما شاء". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/ ۶۴۳، (رقم المادة: ۱۱۶۲)، كتاب الشركة، الفصل الثامن في أحكام القسمة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۲) "گور: قبر"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۱۳، فیروز سنز، لاهور)

(۳) "ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين". (السراجي في الميراث، ص: ۳، سعيد)

(وكذا في الدر المختار: ۶/ ۷۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/ ۴۹۵، كتاب الفرائض، غفارية كوئٹه)

(۴) "ادعىٰ علىٰ ميتٍ حقاً أو شيئاً مما كان بيده، فأقر الوارث به، لزمه في حصته". (جامع الفصولين: ۲/ ۴۳، الفصل التاسع والعشرون، اسلامی كتب خانه كراچی)

(وكذا في البحر الرائق: ۷/ ۳۶۹، كتاب الدعوىٰ، رشيديه)

وقت ہوتی ہے جبکہ دیگر ورثاء اس پر راضی ہوں اور اجازت دیدیں (۱)۔ پس مرحوم کے ورثاء جس کے حق میں وصیت کو تسلیم کرلیں، اس کو ایک تہائی ترکہ دیا جائے گا (۲)، بقیہ دو تہائی ورثاء کا ہوگا (۳)، ورثاء کی تفصیل آپ لکھیں تو سب کے حصہ متعین کردئے جائیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱/ ۸/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۲/ ۸/ ۹۲ھ۔

میراث کی ایک صورت اور وصیت نامہ

سوال [۷۱۹۷]: زید کا انتقال ہوگیا ہے جس نے پسماندگان مندرجہ ذیل چھوڑے: تین بھتیجے اور دو بھتیجیاں، نیز دو حقیقی بھانجے اور دو بھانجیاں۔ مسئلہ یہ ہے کہ زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا، کس کو کس قدر حصہ ملے گا؟ جبکہ زید کی مندرجہ ذیل وصیتیں بھی ہیں اور زید کا تعلق ایک مدرسہ سے تا وفات رہا ہے:

وصایا:

۱- ''میرے پاس کچھ دھات کے برتن ہیں (۴) جو میری ملک نہیں بلکہ مدرسہ

---

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما أن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: "لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة"۔ (نصب الراية: ۴/ ۴۰۳، (رقم الحديث: ۸۰۷۰)، کتاب الوصايا، مؤسسة الريان، بيروت)

"ولا لوارثه وقاتله مباشرةً إلا بإجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة"۔ .... وهم كبار"۔ (الدر المختار: ۶/ ۶۵۵، ۶۵۶، کتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/ ۲۱۲، کتاب الوصايا، رشيديه)

(۲) "ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين"۔ (السراجي في الميراث، ص: ۳، سعيد)

(وكذا في الدر المختار: ۶/ ۷۶۰، کتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/ ۴۹۵، کتاب الفرائض، غفارية كوئٹه)

(۳) "ثم يقسم الباقي بعد ذلک بين ورثته"۔ (الدر المختار: ۶/ ۷۶۲، کتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/ ۳۶۵، کتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۳، سعيد)

(۴) ''دھات: وہ معدنی جوہر جس میں پگھلنے کی خصوصیت ہو جیسے سونا، چاندی''۔ (فيروز اللغات، ص: ۶۵۹، فيروز سنز لاهور)

کے ہیں۔

۲- تمام کچے برتن میرے ہیں جن کو چاہیں دیئے جائیں۔

۳- دوچار کتابوں کے علاوہ سب کتابیں میری ہیں جن کو حسب استعداد ضرورت مندلوگوں کو دیدی جائیں، جن میں میرا خادم عمر بھی شامل ہے۔

۴- میرے نئے پرانے کپڑے کسی ایک شخص کو نہ دیئے جائیں، بلکہ ضرورت مندوں کو دے دیئے جائیں۔

۵- بڑا صندوق میرا ذاتی ہے، چھوٹا صندوق مدرسہ کا ہے جو بغیر استعمال کئے رکھا ہے۔

۶- دوعدد بوریوں میں کپڑے ہیں، کچھ سلے ہوئے کچھ بغیر سلے، وہ بھی میرے نہیں ہیں، نیز لکڑی کا صندوق اور چارپائی بھی میری نہیں ہے۔

۷- میرے روپے کا حساب بکر وخالد دوشخصوں کو معلوم ہے، اگر کسی بھائی کا قرضہ ہو تو وہ گواہوں کے ساتھ ان دونوں سے لے لے۔

۸- میرے خرچ کے علاوہ جو کچھ بچے وہ مدرسہ کو دیدیا جائے"۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو اشیاء زید کی ملک نہیں بلکہ بطورِ امانت اس کے پاس تھیں وہ زید کا ترکہ نہیں (۱)، اس میں کسی وارث کا حق نہیں، وہ جس کی ہیں اس کو دیدی جائیں (۲)۔ جو اشیاء زید کی ملک تھی وہ ترکہ ہیں، اولاً تجہیز

---

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "يبدأ من تركة الميت". (الدرالمختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعينٍ من الأموال".

(ردالمحتار: ۶/۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۷۱، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمٰنٰت إلى أهلها﴾ (سورة النساء: ۵۸)

"يخبر تعالىٰ أنه يأمر بأداء الأمانات إلى أهلها، وفي حديث الحسن عن سمرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أدِّ الأمانة إلى من ائتمنك، ولا تخن من خانك". رواه الإمام أحمد =

وتکفین متوسط طریقہ پر کر کے جو کچھ بچے اس کے ایک تہائی میں وصیت پوری کی جائے، اس کے بعد بقیہ ترکہ تینوں حقیقی بھتیجوں کو برابر ملے گا(۱)۔ بھتیجیوں (۲)، بھانجوں، بھانجیوں کو اس کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۷/ ۸۹ھ۔

= .... اهـ". وهذا يعم جميع الأمانات الواجبة على الإنسان من حقوق الله عز وجل .... ومن حقوق العباد بعضهم على بعض كالودائع وغير ذلك مما يأتمنون به بعضهم على بعض". (تفسير ابن كثير: ۱/ ۶۸۵، دار السلام الرياض)

(۱) "يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من المال، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدر المختار: ۶/ ۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) بھتیجا چونکہ عصبہ ہے اور عصبہ ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل مال کا مستحق ہوگا:

"ثم جزء أبيه: أي الإخوة، ثم بنوهم وإن سفلوا". (السراجي، ص: ۱۳، سعيد)

"العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده، وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر". (تبيين الحقائق: ۷/ ۴۸۵، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار: ۶/ ۷۷۴، كتاب الفرائض، باب العصبات، سعيد)

(۳) مذکورہ ورثاء ذوی الارحام میں سے ہیں اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کو حصہ نہیں ملے گا:

"والمستحقون للتركة عشرة أصناف مرتبة .... فيبدأ بذي الفرض، ثم بالعصبة النسبية، ثم بالعصبة السببية، ثم الرد على ذوي الفروض النسبية، ثم ذوي الأرحام". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۴۴۷، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشيديه)

"هو كل من ليس بذي سهم ولا عصبة .... ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبة". (الدر المختار: ۶/ ۷۹۱، كتاب الفرائض، باب ذوي الارحام، سعيد)

"وإنما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض .... ولم يكن عصبة". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۴۵۹، كتاب الفرائض، باب ذوي الأرحام، رشيديه)

وصیت پورا کرنے کی ایک صورت

سوال[۹۷۱۸]: میری والدہ کا ابھی تھوڑا عرصہ ہوا انتقال ہوا ہے، انتقال کے بعد بحکم شرع ہم نے ہر ایک وارث کو اس کا حق دیدیا۔ قبل از فوت میری والدہ نے ۳/۱ میں سے وصیت کی تھی، اس وصیت میں کچھ وارثین کے لئے مثلاً بڑی لڑکی کو کچھ دیا، نواسی کو کچھ دیا، چھوٹی لڑکی کو ایک مکان دیا، نواسی کو، اسی طرح کچھ تعمیر مسجد کے لئے، مطلب یہ کہ ۳/۱ میں انھوں نے وصیت کی ہے، اس وصیت کے مطابق جو بچا وہ شرعی فیصلہ کے مطابق تقسیم کردیا۔

کچھ دنوں کے بعد میری والدہ کو ہمارے ایک عزیز ہیں جو دیندار اور اکثر و بیشتر ان کے خواب بالکل صحیح ہوتے ہیں، انھوں نے خواب دیکھا، پوچھا کیسا حال ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے جو بھی صدقات وغیرہ دیئے ہیں ان سب کا اجر مجھے پورا پورا مل گیا ہے، لیکن میرے ایک غریب کو نہیں ملا جس کی وجہ سے تکلیف میں ہوں، لہذا تم فلاں بہن (جو عورتوں میں دینی وتبلیغی کام کرتی ہیں) حنیفہ بائی کو یہ میری امانت ہے ان کو بھجوادیں اور میری لڑکیوں کو کہہ دیں۔ یہ لوگ بہت ہی پریشان ہیں، آپ اس خواب کو حل فرما کر ہمارے حال پر کرم فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وصیت میں اس غریب عورت کے لئے بھی تجویز کیا تھا تو اس کو بھی دیا جائے (۱)، ورنہ اس کے ساتھ سلوک اور خیر کا معاملہ کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۷/۹۵ھ۔

---

(۱) "ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين". (السراجي، ص: ۳، سعيد)

"ثم تصح الوصية لأجنبيّ من غير إجازة الورثة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۹۰، كتاب الوصية، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۷۵۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿وإذا حضر القسمة أولو القربى واليتمىٰ والمسٰكين، فارزقوهم منه، وقولوا لهم قولاً معروفاً﴾ (سورة النساء: ۸)

قربانی کی وصیت پرعمل کب تک واجب ہے؟

سوال[۹۱۷۹]: ہندہ آخرعمر میں تھی، اس کا بیٹا سفر میں تھا، اس نے کہا کہ وہ بیٹا آیا یانہیں؟ تو ہندہ نے اپنے بھائی کو یہ وصیت کر کے اپنی دو بیگھہ زمین بھائی کے نام پرلکھ کر جاری کرایا کہ ہر سال میرے لئے ایک قربانی کرنا۔ بعدہ ہندہ مرگئی، جب بیٹا گھر آیا تو وہ زمین بھائی نے بیٹے کے نام کردی اور وصیت جاری رکھی، پھر بیٹا مرگیا، اس نے وہ زمین دوسرے کے نام فروخت کردی تھی۔ سوال یہ ہے کہ:

۱......قربانی کی وصیت کب تک جاری رہے گی؟

۲......وصیت کردہ زمین وارثوں کا ترکہ بن سکتی ہے؟

۳......اگرترکہ بن سکتی ہے تو فروخت کرسکتے ہیں یانہیں؟

۴......اگروارث نے فروخت کردی تو مشتری کا روپیہ یعنی ثمن کس کے ذمہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......جب تک وہ زمین بھائی کے پاس رہی اس وقت تک وصیت کے موافق قربانی بھائی کے ذمہ لازم رہی بعد میں نہیں (۱)۔

---

(۱) واضح رہے کہ وصیت شرعاً ایک ثلث میں جاری ہوا کرتی ہے، لہذا مذکورہ زمین کا حساب لگا کر صرف ایک ثلث کے بقدر قربانی کرنا بھائی کے ذمہ لازم ہے، ایک ثلث سے زائد میں نہیں:

"عن عامر بن سعد عن أبيه قال: مرض مرضاً أشفى فيه، فعاده رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن لي مالاً كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، أفأتصدق بالثلثين؟ قال: "لا". قال: فبالشطر؟ قال: "لا". قال: فبالثلث؟ قال: "الثلث، والثلث كثيرٌ، إنك إن تترك ورثتك أغنياء خيرٌ من أن تدعهم عالةً يتكففون الناس". (سنن أبي داؤد: ۲/۳۹۵، كتاب الوصايا، باب ماجاء فيما لايجوز للموصي في ماله، مكتبة دارالحديث ملتان)

"ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة بعد موته وهم كبار". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۶۵۲، كتاب الوصايا، سعيد)

۲...... جب بھائی نے مرحومہ کی وصیت کردہ زمین اس کے لڑکے کو دیدی تو وہ اس کی ملک ہوگئی، حسبِ تخریجِ شرعی اس میں وراثت جاری ہوگی (۱)۔

۳...... ہر وارث کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا اختیار ہے (۲)۔

۴...... وصیت صرف بھائی کے حق میں تھی، اس نے جب مرحومہ کے لڑکے کو ہبہ کردی تو وہ مالک ہوگیا (۳) اس کو بھی فروخت کرنے کا حق تھا، اور اس کے بعد جس کو وراثت میں ملی اس کو بھی فروخت کرنے کا حق ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۸۸ھ۔

وصی اور وارث میں اختلاف

سوال [۹۷۲۰]: ہمارا ایک پھوپی زاد بھائی منشی حسین بخش ولد رحیم بخش عرصہ ۲۵/ سال کا ہوا، انتقال کر گیا تھا۔ اور مرحوم اپنی حیات میں مرنے سے پہلے اپنی بیوی اور اپنے لڑکے کو اور اپنے مال اسباب کو مجھ پر وصیت کر گیا تھا اور کہا کہ میرے مرنے کے بعد تم ان کے مختار ہوگے، یہ تمام اشیاء تمہارے سپرد ہیں۔ یہ بھی

---

(۱) "ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته بالكتاب .... والسنة والإجماع". (الدرالمختار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۵، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۴۹۵، كتاب الفرائض، مكتبه غفاريه كوئته)

(۲) "كل واحد من الشركاء يصبح بعد القسمة مالكاً لحصته بالاستقلال، ولا يبقى لأحدهم علاقةٌ في حصة الآخر، ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيفما شاء". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۴۳، (رقم المادة: ۱۱۶۲)، كتاب الشركة، الفصل الثامن في أحكام القسمة، مكتبه حنفية كوئته)

(۳) "يملك الموهوبَ الموهوبُ له بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك لا لصحة الهبة". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، مكتبه حنفية كوئته)

(وكذا في ردالمحتار: ۵/۶۸۸، كتاب الهبة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۶/۴۸، كتاب الهبة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۴) (راجع رقم: ۲)

وصیت کر گیا تھا کہ سو روپے تمہارے میرے ذمہ ہیں اور ۱۲۷/ روپیہ پنچائتی (۱) میرے پاس ہیں۔ ۹۶/ روپیہ مرحوم کی بیماری اور کفن دفن پر میں نے صرف کئے۔ دفن کرنے کے بعد میں نے پنچایت کی رقم اور جو کچھ مال اسباب تھا، وہ سب میں نے پنچائت میں رکھا اور میں نے پنچوں سے کہا کہ ان میں مختار کون ہونا چاہیئے، مرحوم کی یہ وصیت تھی۔ تو اس پر پنچوں نے مجھے مختار بنایا اور جو کچھ بھی چیز تھی وہ سب میرے سپرد کردی تھی، تحریر وغیرہ کوئی نہیں ہوئی۔

مرحوم کا بچہ سال بھر کا تھا، ڈیڑھ برس تک بیوہ اور بچہ کی پرورش میں نے کی جس پر ۱۳۰/ روپیہ میرا صرف ہوا۔

ان زیورات میں سے میں نے تین چار زیور بیوہ کو دیدئے تھے، بیوہ نے ڈیڑھ سال بعد نکاح کرلیا، لڑکے کی عمر اس وقت ڈھائی سال کی تھی۔ پھر میں نے پنچایت کی اور پنچایت نے یہ لڑکا میرے سپرد کردیا اور میں نے اس کی پرورش کی اور لڑکے کی مسلمانی (۲) بھی میں نے کی اور سگائی بھی میں نے کی (۳)، مگر قدرتِ الٰہی سے یہ لڑکا جس کا نام کرم الٰہی تھا انتقال کر گیا، اس کا کفن دفن و دیگر اخراجات سب میں نے کئے۔

اس کے بعد اس کے والیان جو کہ چوتھی یا پانچویں پشت میں ایک دادا کی اولاد ہیں، مندرجہ ذیل اشخاص ہیں:

مولا بخش، قادر بخش، نظام الدین، خیر الدین، علیم الدین۔

یہ سب ایک دادا کی اولاد ہیں۔ پھر انھوں نے مجھ سے تمام اشیاء طلب کی جس پر میں نے جواب دیا کہ جس وقت اس کا والد گذرا تھا اس نے مجھے اس کا سرپرست بنایا تھا اور پنچایت نے مجھے وارث بنایا، اور ساڑھے چار سال کے بعد انھوں نے مجھ پر دعویٰ ہی کیا تھا کہ یہ لڑکا ہمیں ملنا چاہیئے۔ عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ جب پنچایت نے محمد خان کو وارث بنایا تھا تو عدالت کی طرف سے بھی یہ فیصلہ ہوا کہ محمد خان ہی ہر چیز کا سرپرست ہے۔

---

(۱) "پنچایتی: عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کی حکومت"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۰۵، فیروز سنز لاہور)

(۲) "مسلمانی: ختنہ، سنت"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۷، فیروز سنز لاہور)

(۳) "سگائی: منگنی، نسبت"۔ (ایضاً: ۸۰۴)

انھوں نے میرا تمام روپیہ فضول بیجا صرف کرایا اور پھر یہ دعویٰ بھی خارج ہوگیا اور محمد خان کے حق میں کامیابی ہوئی، اس کے بعد انہوں فوجداری مقدمہ ۴۰۶/ کا کیا جس میں خدا کے فضل سے محمد خان کو کامیابی ہوئی اور اب ان کا ارادہ دیوانی کرنے کا ہے(۱)، مگر میں نہیں چاہتا کہ کسی قسم کا جھگڑا ہو اور میرا بہت سا روپیہ ناجائز طریقہ پر خرچ ہو، آپ کا فتویٰ چاہتا ہوں۔

مرحوم منشی حسین بخش کی ایک سگی بھانجی ہے، اس لڑکی نے بھی نوٹس دیا ہے اپنے حقوق کے لئے، دادا کی اولاد صرف تین اشخاص ہیں اور یہ جائیداد مرحوم کی پیدا کردہ ہے جدی نہیں، صرف ایک مکان جدی تھا، وہ خیر الدین نے بچہ کی نابالغی میں ہی قبضہ کرلیا تھا۔ جو شرع کا حکم ہو اس پر عمل کیا جاوے، ان وارثوں کے سوا اور کوئی وارث نہیں۔

محمد خان۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مرحوم کا ترکہ بعد ادائے قرض وغیرہ (۲) اس طرح تقسیم ہوگا کہ آٹھواں حصہ بیوہ کو ملے گا (۳)، سات

---

(۱) ”دیوانی: عدالت خفیفہ، وہ عدالت جس میں مال وزر جائیداد اور قرضہ وغیرہ کے مقدمات کی سماعت ہو“۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۷۴، فیروز سنز لاہور)

(۲) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تُقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يُقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

(۳) جب میت کی اولاد موجود ہو تو زوجہ کو ثمن (آٹھواں حصہ) ملے گا:

قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين﴾ (سورة النساء: ۱۲)

حصے لڑکے کو ملیں گے(۱)، پھر لڑکے کے انتقال کے بعد اس کے ترکہ سے ایک تہائی اس کی والدہ کو ملے گا (۲)، اور دو تہائی مولا بخش وغیرہ کو (۳)۔ ان میں سے جو لوگ زیادہ قریب ہیں اور ایک درجہ میں ہیں، وہ برابر کے حقدار ہیں۔ مرحوم کا جو کچھ ترکہ ہے، اس کو بطریق مذکورہ ورثاء کے حوالہ کردیجئے، آپ کو خود رکھنا درست نہیں (۴)۔ اب سرپرستی بھی ختم ہوچکی، پنچایت کا فیصلہ بھی کچھ کارگر نہیں (۵)۔

جو روپیہ آپ نے اپنا خرچ کیا ہے وہ اگر احسان اور تبرع ہے تو آپ نہیں لے سکتے (۶)، اگر لڑکے کی

---

(۱) بیٹا عصبہ ہے اور عصبہ ذوی الفروض کو حصے دینے کے بعد تمام میراث کا مستحق ہوگا:

"العصبات وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۱ ۴۵، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۸۵، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه، فلأمه الثلث﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"والثالثة: الأم، ولها ثلاثة أحوال: السدس مع الولد وولد الابن أو اثنين من الإخوة والأخوات ...... والثلث عند عدم هؤلاء ...... اهـ". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۹، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في السراجي، ص: ۱۱، سعيد)

(۳) چونکہ یہ عصبہ ہے اور عصبہ ذوی الفروض کے بعد کل مال کا مستحق ہوگا، كما تقدم في رقم الحاشية: ۱۔ پھر عصبۂ قریب کو ترجیح ہوگی بعید پر:

"إذا اجتمعت العصبات بعضها عصبة بنفسها وبعضها عصبة بغير وبعضها عصبة مع غيرها، فالترجيح منها بالقرب إلى الميت، لا بكونه عصبة بنفسها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۲، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشيديه)

"الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة". (السراجي، ص: ۱۳، سعيد)

(۴) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

(۵) سرپرستی اس وقت تھی جب تک مرحوم بچہ زندہ تھا، اس کے فوت ہونے پر سرپرستی بھی ختم ہوئی۔

(۶) "ورجع بما جهزه بالمعروف على تركته ...... وذلك إن نوى الرجوع ...... فإن نوى =

پرورش میں عدالت یا پنچایت کے حکم سے بطورِ قرض اپنا روپیہ خرچ کیا ہے اور خرچ کرتے وقت اس بات کے گواہ بھی آپ نے بنائے تھے کہ یہ روپیہ میں قرض دے رہا ہوں، پھر وصول کرلوں گا تو آپ وہ روپیہ لے سکتے ہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ربیع الاول/۶۴ھ۔

بیوی کے لئے جائیداد کی وصیت

سوال[۱۰۲۱۷]: ا...... بکر کی دو بیویاں ہیں، زوجہ اول زاہدہ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے، اس کے انتقال کے بعد دوسری زوجہ سعیدہ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ بکر کچھ اراضیات کا مالک ہے، زوجہ اول زاہدہ کے لئے کوئی اراضی مخصوص نہیں کی، زوجہ دوم سعیدہ کے لئے وصیت کی کہ فلاں اراضی دیدی جائے، بکر کے انتقال کے بعد وہ اراضی سعیدہ کو دیدی گئی اور وہ اپنی حقیقی اولاد کے ساتھ علیحدہ زندگی بسر کرنے لگی، اس اراضی سے وہی فائدہ اٹھاتی رہی۔ گورنمنٹ کے عام احکام کے پیشِ نظر بلحاظِ قبضہ سعیدہ ہی مالکِ اراضی قرار پائی، اب اہلیہ دوم سعیدہ کا انتقال ہوگیا۔

اس اراضی کی نسبت برادر خورد وکلاں میں یہ تکرار ہو رہا ہے کہ برادرِ خورد(۲) کا کہنا کہ والد نے میری والدہ کو یہ اراضی بذریعۂ وصیت بلاشرط دیدی اور گورنمنٹ نے بلا کسی کارروائی کے ان کے نام ہبہ کردیا، اس لئے

= التبرع، فلا رجوع له". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱۰/۷۵۹۶، كتاب الوصايا، المبحث الثالث في أحكام تصرفات الوصي، رشيديه)

(وكذا في قواعد الفقه، ص: ۱۰۲، الصدف پبلشرز)

(۱) "أنفق الوصي من مال نفسه على الصبي، وللصبي مال غائب، فهو متطوع في الإنفاق استحساناً، إلا أن يشهد أنه قرض، أو أنه يرجع عليه؛ لأن قول الوصي لا يقبل في الرجوع فيشهد لذلك".

(ردالمحتار: ۶/۷۱۷، كتاب الوصايا، فصل في شهادة الأوصياء، سعيد)

(۲) "برادرِ خورد: چھوٹا بھائی"۔ (نور اللغات: ۱/۵۷۵، سنگ میل پبلی کیشنز، لاهور)

اس اراضی میں برادر کلاں اور اس کی ہمشیرہ کو کوئی استحقاق نہیں، میں ہی اس اراضی کے پانے کا مستحق ہوں۔

۲......پنچ کی رائے یہ ہے کہ جو اراضی اہلیہ دوم سعیدہ کو بذریعۂ وصیت بلا کسی شرط کے دی گئی ہے وہ اسی وقت سے اس کی حیثیت مالکانہ قرار پائی ہے، اور گورنمنٹ کے اس کے نام پٹہ دارہ (۱) قرار دے کر اس کو مالکانہ حیثیت دے دی، اس لئے برادر کلاں (۲) اور اس کی ہمیشرہ کو اس میں سے حق نہیں مل سکے گا۔

ان واقعات کے پیش نظر کیا برادر کلاں اور اس کی حقیقی بہن اراضی مذکورہ میں شرعاً حصہ پانے کے مجاز ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کتنی اراضی کے مجاز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......بکر نے زوجہ دوم سعیدہ کو جو اراضی دی ہے اگر بعوضِ مہر دی ہے، یا محض وصیت کی ہے مگر سب دیگر ورثاء نے اس کی اجازت دیدی ہے اور وہ اراضی سعیدہ کو دیدی گئی تو وہ تنہا مالک تھی (۳)، اس کے انتقال کے بعد خود اس کی اولاد تو اس کی مستحق ہوگئی، اور بکر کی زوجۂ اُولیٰ سے پیدا شدہ اولاد اس کی مستحق نہیں ہوگی، کیونکہ وہ بکر کا ترکہ نہیں (۴)۔

---

(۱) ''پٹہ دار: وہ تحریر جس کے ذریعے سے جائیداد غیر منقولہ لگان یا کرائے پر دی یا لی جائے۔ وہ دستاویز جو کاشت کار مالکِ زمین کو اجارے کی بابت لکھ کر دے''۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۷۸، فیروز سنز لاهور)

(۲) ''برادر کلاں: بڑا بھائی''۔ (نور اللغات، ص: ۳،۴/۲/۸۱۲)

(۳) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". (نصب الراية للزيلعي: ۴/۴۰۴، (رقم الحديث: ۸۰۷۰)، كتاب الوصايا، مؤسسة الريان بيروت)

"ولا لوارثه وقاتله مباشرةً إلا باجازة ورثته وهم كبار عقلاء، فلم تجز اجازة صغير ومجنون".

(الدر المختار: ۶/۶۵۶، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۲، كتاب الوصايا، رشيديه)

(۴) جب کہ بکر نے زوجہ ثانیہ کے لئے وصیت کی اور دوسرے ورثاء نے اجازت دی تو اس صورت میں یہ زوجۂ ثانیہ کا ترکہ ہوا، بکر کا ترکہ نہ رہا، لہٰذا زوجۂ اولیٰ کی اولاد ذوی الارحام ہیں، وہ زوجۂ ثانیہ کی اولاد (ذوی الفروض) کے ہوتے ہوتے مستحقِ میراث نہیں ہیں۔ ....=

۲...... یہ رائے صحیح ہے، بیوی شرعاً وارث ہوتی ہے اور وارث کے حق میں جو وصیت کی جائے وہ اس وقت معتبر ہوتی ہے کہ سب ورثاء اس کی اجازت دیدیں، لہٰذا پہلی زوجہ کے لڑکے اور لڑکی نے اگر اس وصیت پر اعتراض نہیں کیا، بلکہ اس کو منظور کرلیا تو یہ وصیت معتبر ہوگی، اب اس کے مطالبہ کا حق نہیں رہا۔

تنبیہ: جو وارث نابالغ ہو، اس کی اجازت کا اعتبار نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۱۳ھ۔

کنواں کھدوانے کے لئے سو روپے کی وصیت

سوال[۲۲۷۹]: زید نے بہ ہوش وحواس بروقت انتقال ورثاء کے سامنے ایک شخص کو ایک سو روپیہ دیا اور وصیت کی کہ اس سے کنواں بنوادے۔ چونکہ رقم تھوڑی ہے اور اس سے کنواں نہیں بن سکتا تو یہ روپیہ اور کسی جگہ صرف ہوسکتا ہے یا نہیں، کسی کارِ خیر میں یا مدرسہ میں دیدیا جائے، مرحوم کو ثواب ملے گا یا نہیں، اور وصیت پوری نہ کرنے کا مواخذہ نہیں ہوگا؟ اور جب کہ مرحوم دے چکا ہے تو اب اس میں ورثاء کا تو کوئی حق نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مرض الموت میں سو روپیہ دیئے ہیں تو یہ وصیت ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ ایک ثلث میں جاری ہوتی ہے، یعنی اگر کل ترکہ کا ثلث سو روپیہ ہو تو وصیت پوری کی جاوے گی، ورنہ اس کا نافذ کرنا ضروری نہیں، اگر ورثاء چاہیں نافذ ہوگی ورنہ نہیں، بلکہ کل ترکہ کا ثلث نکال کر اس میں نافذ ہوگی، مگر اس رقم سے مستقل کنواں نہیں بن سکتا تو جو کنواں بن رہا ہو اس میں اس رقم کو دیدیا جائے تب بھی وصیت پوری ہوجائے گی۔ اگر کنواں کے اندر اس رقم کا خرچ کرنا دشوار ہو تو پھر کسی دینی مدرسہ یا مسجد کی تعمیر میں دیدیا جاوے: هكذا ماذكروا في وصية الحج:

"أوصى بحج، أحج عنه راكباً من بلده إن كفى نفقته ذلك، وإلا فمن حيث تكفي. وإن مات حاج في طريقه أو أوصى بالحج عنه، يحج من بلده إن بلغ نفقته ذلك، وإلا فمن

= "وهو (أي ذوو الأرحام) كل قريب .... (لايرث مع ذي سهم ولا عصبة سوى الزوجين) لعدم الرد عليهما". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام: ۷۹۱/۶، سعيد)

حیث تبلغ". تنویر (۱)۔

قال الطحطاوی: ٤/٣٢١: "إن أوصی بمال یحج عنه، فإن حسن الطریق وإلا صرف إلی ما یراه الفقهاء من وجوه البر" (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱۱/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفی عنہ، ۱۶/۱۱/۵۲ھ۔

والد کی وصیت کہ میرا فلاں بیٹا میرے کفن دفن میں شریک نہ ہو

سوال [۹۷۲۳]: ۱...... میرے والد صاحب کی عمر ۸۰، ۹۰/ سال کی ہے اور بہت زیادہ ضعیف ہوگئے ہیں۔ ہم لوگ تین بھائی ہیں اور دو بیویوں کی اولاد ہیں، ایک سوتیلا بھائی ہے۔ والد صاحب سوتیلے بھائی اور سوتیلی ماں سے زیادہ انسیت رکھتے ہیں، والد صاحب کا کہنا ہے کہ ہمارے مرجانے کے بعد تم دونوں لڑکے اور تمہاری بیوی بچے ہمارے جنازہ پر ہاتھ نہ لگانا اور نہ ہمارے کفن دفن میں شریک ہونا۔ ایسی صورت میں ہم دونوں بھائی مع اہل وعیال کے والد صاحب کے جنازے میں شریک ہوکر کفن دفن کریں یا نہ کریں؟

۲...... والد صاحب کے اس تاکیدی حکم کے خلاف کرنا کیسا ہے؟

۳...... والد صاحب کا اس طرح کا حکم بچوں کو ماننا ضروری ہوگا یا نہیں؟

۴...... اس طرح کے حکم نہ ماننے پر قیامت کے دن کوئی مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کے والد صاحب کی یہ وصیت قابل عمل نہیں، بالکل بیکار ہے (۳)، آپ سب ان کی تجہیز وتکفین

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ٦/٦٦٢، ٦٦٣، کتاب الوصایا، سعید)

(۲) (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ٤/٣٢١، کتاب الوصایا، دار المعرفة بیروت لبنان)

(وکذا فی البحر الرائق: ٩/٢٨١، کتاب الوصایا، باب العتق فی المرض والوصیة، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ٧/٤١٠، کتاب الوصایا، باب العتق فی المرض، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۳) غیر شرعی وصیت کا نفاذ اور اس میں وصیت کرنے والے کی اتباع جائز نہیں:

"یشترط فی الموصی له شروط صحة وشروط نفاذ، أما شروط الصحة، فهی ما یأتی .... =

میں شریک ہوں (۱) اور سب کام شریعت کے مطابق کریں، قیامت میں آپ سے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۵/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۵/ ۸۸ھ

مرض الموت کی حد اور تعریف اور مرض الموت میں وارث کے حق میں اقرار

سوال [۴۲۷۹]: زید عرصہ دو تین سال سے ایک مرض مہلک میں مبتلا تھا، یعنی پیشانی پر مرض (سرطان) انگریزی میں (کینسر) اردو میں (پھوڑا) کہتے ہیں، زید نے مقامی حکماء وڈاکٹر وغیرہ کا عرصہ تک مرض مذکور کا علاج کرایا، لیکن صحت یاب نہیں ہوا۔ بعد ازاں بیرونی ڈاکٹر بمقام (مراج) انتقال سے تین ماہ پیشتر

= وألا يكون الموصى له جهةً معصيةً ...... فإذا كان له جهة معصية، بطلت الوصية باتفاق الفقهاء كالوصية لأندية القمار والمراقص وإقامة القباب على المقابر أو النياحة على المولىٰ ...... لأن الوصية شرعت صلةً أو قربةً، فلا يصح أن تكون في معصيةً، فإذا وقعت كذلك كانت باطلةً اتفاقاً؛ لأنها وصية بمحرم شرعاً". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱۰/ ۷۴۲۳، كتاب الوصية، المطلب الثاني: شروط الوصية، والوصية لجهة معصية، رشيديه)

"أوصى بأرض له تبنى بيعة أو كنيسة، عندهما لايجوز. وجه قولهما أن الوصية بهذه الأشياء وصيةٌ بما هو معصية، والوصية بالمعاصي لاتصح". (بدائع الصنائع: ۷/ ۳۴۱، كتاب الوصايا، فصل: أما شرائط الركن، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۶/ ۶۹۰، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۹۵، ۹۶، كتاب الوصايا، الباب الثاني، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان علي هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/ ۴۹۵، كتاب الوصايا، رشيديه)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "حق المسلم على المسلم خمسٌ: رد السلام، وعيادة المريض، واتباع الجنائز، وإجابة الدعوة، وتشميت العاطس". (مشكوة المصابيح، ص: ۱۳۳، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المرض، الفصل الأول، قديمي)

اپنے برادرکلاں (۱) کو ہمراہ لیکر بغرض علاج گیا، مرضِ مذکور کا علاج وہاں بھی نہیں ہوا۔ آخر کار بیرونی ڈاکٹر نے انتقال سے ڈھائی ماہ قبل زید کو لاعلاج قرار دیکر اپنے وطن واپس کر دیا۔

پھوڑے کی یہ حالت تھی کہ روز بروز چہرہ پر بڑھتا جاتا تھا، یہاں تک نوبت پہونچی کہ مرض نے پیشانی سے تالو تک غار کر دیا جس سے بدبو اور عفونت بیحد پیدا ہوگئی، بس دماغ سے خون اور پیپ رات دن جاری تھا۔ انتقال سے ڈیڑھ ماہ قبل مریض کی ایک آنکھ پانی ہوکر خود بخود بوجہ مرض جاتی رہی، بعدازاں دوسری آنکھ بھی جاتی رہی، سرپر اور آنکھوں پر ہروقت پٹی بندھی رہتی تھی، دو تیماردار زید کو اٹھاتے اور بٹھاتے تھے۔

چونکہ زید تاجر تھا، خرچ کچھ پاس نہیں تھا، آنکھوں پر پٹی بندھی رہتی تھی، سواری میں لیٹ کر تیماردار کو ساتھ لے کر اپنی دوکان پر انتقال سے بیس یوم پیشتر گیا اور چھ سات سو کا پارچہ یک وقت میں دیگر دوکان داروں کو فی الوقت دے کر چند گھنٹے میں واپس مکان پر آگیا، کیوں کہ مرض دماغی تھا نہ آنکھوں سے نظر آتا تھا، نہ دماغ کام دیتا تھا پس صاحب فراش ہوگیا۔

چنانچہ ایسی صورت میں زید نے اپنے انتقال سے ایک ماہ سولہ یوم پہلے اپنے ایک وارث بکر کے قرضہ کا اقرار کر کے قرضہ میں اپنی جائیداد منقولہ کو مکفول کر دیا جس سے دیگر ورثاء محروم الارث تصور کئے جارہے ہیں۔

الحاصل: ۱......مرض الموت کی تفسیر اور حد بموجب مذہب مختار کیا ہے؟

۲......مرض مذکورہ بالا پر بموجب مذہب مختار مرض الموت کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں؟

۳......کیا مرض متذکرہ بالا کی صورت میں زید کا اقرار نامہ اپنے وارث کے قرضہ کا شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ فقط۔

المستفتی: حکیم ظہیر احمد خان، ٹونک قدیم، ۸/ جمادی الثانیہ/۶۴ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... في الهندية: "المريض مرض الموت مَن لا يخرج إلى حوائج نفسه، وهو الأصح، كذا في خزانة المفتي. حدّ مرض الموت تكلموا فيه، والمختار للفتوى أنه إذا كان الغالب منه الموت، كان مرض الموت، سواء كان صاحب فراش أو لم يكن، كذا في

(۱) "برادرکلاں: بڑا بھائی"۔ (نور اللغات، ص: ۴/۸۱۲، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

المضمرات، اھ". عالم گیری: ٤/١٧٦(١)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مرض الموت کے متعلق قول مختار للفتویٰ یہ ہے کہ جس مرض سے وقوع موت غالب ہو وہ ہی مرض الموت ہے، خواہ اس مرض کی وجہ سے مریض صاحبِ فراش ہو خواہ نہ ہو۔

۲..... اگر ماہرینِ فنِ طب اس کو مرض مہلک کہتے ہیں جیسا کہ سوال میں درج ہے تو یہ مرض الموت ہے(۲)۔

۳..... مرض الموت میں اقرار کسی وارث کے حق میں دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، پس اگر بکر اس مریض مقر کا بوقتِ موت بھی وارث رہے تو یہ اقرار دیگر ورثاء کے اذن سے معتبر ہوگا۔ اگر بوقتِ اقرار تو بکر وارث ہے اور بوقتِ موت مقر وارث نہ رہے تو یہ اقرار شرعاً معتبر ہوگا:

"إقرار المريض لوارثه لا يجوز إلا بإجازة بقية الورثة، فإن كان المقرّ له وارث المريض وقت الإقرار وبقي وارثاً كذلك إلى أن مات المريض، فالإقرار باطل. وإن كان المقرّله وارثاً وقت الإقرار وخرج من أن يكون وارثاً بعد الإقرار وبقي كذلك حتى مات، بأن أقرّ لدينه وليس له ابن ثم حدث له ابن وبقي هذا الابن حياً إلى أن مات المريض، فالإقرار جائز، هكذا في المحيط، اھ". عالمگیری: ٤/١٧٦(٣)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ، ۱۵/ جمادی الثانیہ/۶۴ھ۔

---

(١) (الفتاوى العالمكيرية: ١٧٦/٤، كتاب الإقرار، الباب السادس في إقرار المريض، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ٣٨٣/٣، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ٢٥٦/٩، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث ماله، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ٣٩٢/٢، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، شركة علمية ملتان)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ٧٥٤٣/١٠، كتاب الوصايا، الفصل الثاني في حكم تبرعات المريض ومرض الموت، رشيديه)

(٢) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(٣) (الفتاوى العالمكيرية: ١٧٦/٤، كتاب الإقرار، الباب السادس في أقارير المريض وأفعاله، رشيديه)

"وإن أقر المريض لوارثه بمفرده أو مع أجنبي بعين أو دين، بطل .... إلا أن يصدقه بقية الورثة ..... =

عورت کا ارادہ تھا کہ اپنے کپڑے مدرسہ میں دیدے اس کے انتقال پر شوہر کیا کرے؟

سوال[۹۷۲۵]: زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا وہ اپنے کپڑے چلنا می کے مدرسہ میں دینا چاہتی تھی۔تو جس مدرسہ میں کلام پاک، اردو کی تعلیم ہو،لیکن بیرونی بچے قیام وطعام والے نہ ہوں تو اس مدرسہ میں وہ چاندی وغیرہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور مسجد میں دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ زکوٰۃ یا صدقہ واجبہ نہیں، مدرسہ یا مسجد میں دینا درست ہے،تعمیر وتنخواہ میں بھی خرچ کرنا صحیح ہے(۱)، ہاں! اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اس میں نابالغ کا حصہ نہ ہو اور جس بالغ کا حصہ ہو وہ بھی بخوشی مسجد یا مدرسہ میں دینے کی اجازت دیدے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند،۱۳۹۲/۶/۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند،۹۲/۶/۴ھ۔

= بعد موته". (الدرالمختار: ۲۱۳/۵، كتاب الإقرار، باب إقرار المريض، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱۴۷/۴، كتاب الإقرار، الفصل الثالث في إقرار المريض، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۲۷/۷، كتاب الإقرار، فصل في إقرار المريض، سعيد)

(۱) "ولو أوصىٰ أن يجعل أرضه مسجداً، يجوز بلا خلاف .... ولو أوصىٰ بثلث ماله لأعمال البر، ذكر في فتاوى أبي الليث رحمه الله تعالىٰ أن كل ماليس فيه تمليك، فهو من أعمال البرّ، حتى يجوز صرفه إلى عمارة المسجد وسراجه دون تزيينه .... وفي الفتاوىٰ الخلاصة: ولو أوصىٰ بالثلث في وجوه الخير، يصرف إلى القنطرة أو بناء المسجد أو طلبة العلم". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۹۷/۶، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الألفاظ التي تكون وصية والتي لاتكون وصية ومايجوز من الوصية ومالايجوز، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ: ۴/۲۳۴، كتاب الوصايا، الفصل الثاني في الوصية بالكفارة، رشيديه)

(۲) "وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يُجزِ الوارث ذلك لاالزيادة عليه، إلا أن تجيز ورثته بعد موته وهم كبار". (الدر المختار: ۶۵۰/۶، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ: ۴۲۴/۴، كتاب الوصايا، الفصل الأول في، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۹۰/۶، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

الفصل الرابع فی استحقاق الإرث وعدمه

(استحقاق اور عدمِ استحقاقِ وراثت کا بیان)

حقِ وراثت موتِ مورث کے بعد ہوتا ہے

سوال[۶۲۷۹] : زید موجود ہے، زید کی اولاد میں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں، لڑکیوں میں ایک حیات ہے اور ایک کا انتقال ہو چکا ہے۔ زید کی موجودگی میں سب جائیداد کی تقسیم زبردستی کرنے لگے ہیں، حالانکہ زید موجود ہے۔ شرعاً زید کی اولاد کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

زید جب تک زندہ ہے اپنی جائیداد کا خود مالک ہے، کسی وارث کا بحیثیتِ وراثت کوئی حق نہیں (۱)۔ زید کا جب انتقال ہو جائے گا، اس وقت جو ورثاء ہوں گے وہ حسبِ قواعدِ شرعیہ وارث ہوں گے، اس وقت مسئلہ دریافت کرنا (۲)، ابھی کسی کو زبردستی لینے کا حق نہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "أما بيان الوقت الذي يجري فيه الإرث .... قال مشايخ بلخ: الإرث يثبت بعد موت المورث". (البحر الرائق: ۹/۳۶۴، كتاب الفرائض، رشيديه)

قال العلامه الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "وهل إرث الحي من الحيّ أم من الميت: أي قبيل الموت في آخر جزء من أجزاء حياته؟ المعتمد الثاني". (الدرالمختار).

"لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعينٍ من الأموال". (ردالمحتار: ۶/۷۵۸، ۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) "وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقةً أو حكماً، ووجود وارثه عند موته حياً .... والعلم بجهة إرثه". (ردالمحتار: ۶/۷۵۸، كتاب الفرائض، سعيد)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸) .... =

حقِ میراث نہ لینے سے باطل نہیں ہوتا

سوال[۷۴۲۷]: خواجہ کی تین لڑکیاں: ہندہ وغیرہ اور ایک لڑکا تھا۔ خواجہ کا تو انتقال ہوگیا، ہندہ وغیرہ لڑکیاں اور باب اللہ لڑکا کو چھوڑ گیا۔ سارا ترکہ باب اللہ کے نام ہوگیا، لیکن اس کی بہنیں ہندہ وغیرہ نے اپنا حق نہیں لیا، حتی کہ اپنے بھائی باب اللہ سے سب سے پہلے انتقال کرگئیں۔ بعدہٗ باب اللہ دو لڑکیاں اور ایک لڑکا سرور کو چھوڑ کر انتقال کرگئے، باب اللہ کا سب ترکہ ان کے لڑکے سرور کے نام ہوگیا۔ بعدہٗ سرور بھی دو بہنیں اور ایک بیوی چھوڑ کر انتقال کرگئے، اب سرور کے ترکہ میں اس کی پھوپھیاں، ہندہ وغیرہ کے لڑکے حق کا دعویٰ کرتے ہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ سرور کی پھوپھیوں، ہندہ وغیرہ نے جبکہ اپنے بھائی باب اللہ سے اپنی زندگی میں اپنا حق نہیں لیا اور باب اللہ کا سارا ترکہ ان کے لڑکے سرور کے نام ہو چکا ہے تو کیا پھوپھیوں کے مرجانے کے بعد بھی ان کا حق باقی ہے اور ان کے لڑکے شرعاً حصہ لے سکتے ہیں، اگر لے سکتے ہیں تو کیا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

محض نہ لینے سے وارث کی ملک مالِ مورث سے زائل نہیں ہوتی (۱)، لہٰذا اگر ہندہ وغیرہ نے باب اللہ

= "عن أبی حرۃ الرقاشی عن عمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منہ". (مشکوۃ المصابیح: ۱/۲۵۵، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، قدیمی)

"لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنہ ولا ولایتہ". (الدرالمختار: ۶/۲۰۰، کتاب الغصب، سعید)

(وکذا فی شرح المجلۃ لسلیم رستم: ۱/۶۱، (رقم المادۃ: ۹۶)، المقالۃ الثانیۃ فی بیان القواعد الفقہیۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۱) "لو قال وارث: ترکت حقی، لا یبطل حقہ؛ إذ الملک لا یبطل بالترک". (جامع الفصولین: ۲/۴۰، الفصل الثامن والعشرون فی مسائل الترکۃ والورثۃ والدین .... اھـ، اسلامی کتب خانہ، کراچی)

(وکذا فی ردالمحتار: ۵/۲۲۳ – ۲۲۵، باب إقرار المریض، فصل فی مسائل شتی، سعید)

کواپنا حصہ ہبہ کرکے با قاعدہ قبضہ کرادیا تھا تب تو ہندہ کے ورثاء کو یا ب اللہ کے ورثاء سے اس کے لینے کا حق حاصل نہیں۔ اور اگر با قاعدہ ہبہ نہیں کیا تو پھر حق حاصل ہے(۱)، جس کی مقدار خواجہ کے انتقال سے اس وقت تک نام بنام موتیٰ کی ترتیب اور ورثاء کی تفصیل معلوم ہونے پر تحریر کی جاسکتی ہے:

"لو قال الوارث: تركت حقي، لم يبطل حقه؛ إذ الملك لا يبطل بالترك". أشباه، ص: ۲۳۹ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۷/۱۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

حصۂ میراث پر قبضہ نہ کرنے سے میراث باطل نہیں ہوتی

سوال[۹۷۲۸]: ایک عورت فوت ہوئی، اس نے اپنے ورثاء میں والد وشوہر اور ایک لڑکی چھوڑی، ان ورثاء کے درمیان ترکۂ متوفیہ ہر قسم بروئے مصلحت خود تقسیم ہوگیا اور ہر وارثِ متوفیہ اپنے اپنے حصہ پر قابض ہوگیا، مگر والدِ متوفیہ اپنے حصوں پر قابض ہونے کے بعد جب اپنے حصۂ مکان مسکونہ پر قابض ہونے لگا تو اس نے اپنی نواسی یعنی دخترِ متوفیہ کو کچھ رنجیدہ پایا، اس وجہ سے والد متوفیہ نے ترکۂ مکان پر اپنا قبضہ اس وقت حاصل نہیں کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد دخترِ متوفیہ کا ابھی انتقال ہوگیا۔ اب والد متوفیہ مذکورہ بالا اپنے حصۂ مکان پر قابض ہوسکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

---

(۱) "يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، الباب الثالث في أحكام الهبة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدر المختار: ۵/۶۹۰، ۶۹۱، كتاب الهبة، سعيد)

(۲) (الأشباه والنظائر: ۳/۵۳، باب ما يقبل الإسقاط من الحقوق ومالا يقبله، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في جامع الفصولين: ۲/۴۰، الفصل الثامن والعشرون في مسائل التركة والورثة والدين، اسلامی كتب خانه كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۱۲		عورت
شوہر	والد	لڑکی
۳	۲ + ۱ = ۳	۶

شریعت کے موافق صورت مسئلہ میں تقسیم ترکہ اس طرح ہے کہ کل ۱۲/ سہام ہوں گے: تین شوہر کے، تین والد کے، چھ لڑکی کے(۱)۔ اس کے خلاف اگر کسی طرح صلح اور تقسیم ہوگئی اور سب ورثاء بالغ ہیں اور اس پر رضامند ہیں تو وہ تقسیم میراث نہیں، بلکہ مالِ مشترک کی تقسیم ہے کہ فلاں چیز لڑکی کے لئے اور فلاں چیز شوہر اور فلاں چیز والد کے لئے، اس کے لئے سب کی رضامندی ضروری ہے(۲)۔ جب لڑکی رضامند نہیں اور تقسیم مذکور حکمِ حاکم سے نہیں ہوئی تو بروئے شریعت تقسیم کرنا چاہیئے۔

اگر تقسیم کے وقت لڑکی رضامند تھی، بعد میں طبعی افسوس ہوا، اور والد نے دلداری کے لئے مکان پر قبضہ نہیں کیا، بلکہ لڑکی کو مستعار دیدیا تو اب اس پر قبضۂ مالکانہ درست ہے(۳)۔ اگر مستعار نہیں دیا تھا بلکہ ہبہ کردیا

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن كان لهن ولد، فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها أو دين﴾ (سورة النساء: ۱۲)

وقال الله تعالیٰ: ﴿ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترك﴾ (سورة النساء: ۱۱)

وقال الله تعالیٰ: ﴿وإن كانت واحدةً فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۲) قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري: "ولو كان في الميراث رقيق وغنم وثياب، فأقسموا وأخذ بعضهم الرقيق وبعضهم الغنم، جاز بالتراضي". (خلاصة الفتاویٰ: ۴/۲۱۰، كتاب القسمة، الفصل الأول فيما يقسم وفيما لا يقسم، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴/۲۶۸، الباب الخامس عشر في صلح الورثة والوصي في الميراث، كتاب الصلح، رشيديه)

(۳) "وللمعير أن يسترد العارية متى شاء، سواء كانت العارية مطلقةً أو مؤقتةً؛ لأنها غير لازمة". =

تھا، اور اس پر لڑکی کا قبضہ پہلے سے تھا تو وہ لڑکی کی ملک ہو چکا تھا اب اسے واپس لینا درست نہیں (۱)، بلکہ قانونِ شرع کے موافق اس میں میراث جاری ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۴/ ۷/ ۵۷ھ۔

پراویڈنٹ فنڈ کا ورثہ میں سے مستحق کون ہوگا؟

سوال [۹۲۷۹]: وراثت کے بارے فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ مطلوب ہے، سید عبد العلیم صاحب مرحوم نے ۱۹/ اگست/ ۷۱ء کو انتقال فرمایا، انہوں نے مندرجہ ذیل ورثاء چھوڑے:

مسماۃ بی بی ہاجرہ زوجۂ متوفی، جمیلہ خاتون دختر متوفی، نسیمہ خاتون دختر متوفی، رشیدہ خاتون دختر متوفی، شوکت علی پسر متوفی۔

مرحوم ریلوے کے کارخانہ ملازم تھے، پراویڈنٹ فنڈ کے نام سے تنخواہ کا ایک جزو ہر ماہ وضع ہو کر جمع ہوتا رہتا ہے، اختتامِ ملازمت کا کل رقم جمع کنندہ کو ادا ہو جایا کرتی ہے، بصورتِ انتقال ملازم دورانِ ملازمت اس شخص کو ملتی ہے جسے وہ نامزد کر جائے، اس طرح جمع شدہ رقم نامزد شخص کو ادا کر کے محکمہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش

= (خلاصة الفتاوى: ۲۹۲/۴، كتاب العارية، الفصل الثالث في طلب العارية وردها، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۶۷۷/۵، كتاب العارية، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز: ۴۵۰/۱، (رقم المادة: ۸۱۳)، كتاب العارية، الفصل الثاني، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۱) "من وهب لأصوله وفروعه أو لأخيه أو أخته أو لأولادهما أو لعمه أو لعمته أو لخاله أو لخالته شيئاً، فليس له الرجوع". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۴۷۶/۱، (رقم المادة: ۸۶۶)، كتاب الهبة، الباب الثالث منه، مكتبه حنفية كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۸۵/۴، كتاب الهبة، الباب الخامس في الرجوع في الهبة وفيما يمنع، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۴۰۲/۴، كتاب الهبة، الفصل الثاني في الرجوع في الهبة، رشيديه)

ہوجاتا ہے۔معلوم ہوا کہ مرحوم نے ہاجرہ بی بی کا نام نامزدگی کے خانہ میں تحریر کیا تھا، چنانچہ ہاجرہ بی بی نے دس ہزار سے کچھ زائد رقم اس مد میں وصول کر لی اور اس کو اپنی ذاتی ملکیت تصور کرتی ہیں، متوفی نے یہ رقم نہ انہیں ہبہ کی، نہ کسی اَور مطالبہ میں دی، یہ رقم مرحوم کے قبضہ اور تصرف میں نہیں تھی۔

۱......ایسی صورت میں کیا وہ رقم تنہا ان کی ملکیت ہوگی، یا سب ورثاء اس میں حصہ رسدی کے مستحق ہیں؟

۲......مسماۃ ہاجرہ بی بی نے متوفی کے انتقال کے بعد جب انہیں غسل وکفن کے بعد لٹایا گیا تو تمام حاضرین کے سامنے مہر معاف کردیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ معافی اس لئے درخوداعتناء نہیں ہے کہ متوفی نے نہ اس کو سنا اور نہ قبول کیا، اس لئے وہ بارِدَینِ مہر باقی ہے۔

۳......مرحوم کی کچھ رقم ڈاکخانہ میں جمع تھی اور پندرہ سو روپیہ- جو بینک ڈرافٹ کی صورت میں تھا- نکل نہ سکتا، یہ پندرہ سو روپے حج کی درخواست کے ساتھ ڈرافٹ کی صورت میں کیا گیا تھا، درخواست کی نامنظوری کے بعد نکالا نہیں گیا اور درخواست دہندہ کا انتقال ہوگیا۔ یہ رقوم تنہا ہاجرہ بی بی کو ملے گی یا ورثاء میں تقسیم ہوگی؟

۴......جمیلہ خاتون دختر متوفی اپنے شوہر فیض الرحیم صاحب کاظمی کے ساتھ لاہور میں ہیں، سیاسی حالاتِ ناسازگار کے باعث آمدورفت فی الحال غیر ممکن ہے، وارث میں ان کا بھی وہی حق ہے جو دوسرے ورثاء کا۔ انھوں نے اپنی خالہ اور خالو کو لکھا کہ جب تقسیم ہو تو ان کا حصہ بھی الگ کردیا جائے، چنانچہ ورثاء نمبر ایک وپانچ کے باوجود جمیلہ خاتون کے خالو- مسمی مقبول صاحب- اس کے مؤید ہوئے اور انھوں نے چند بار اس کا اعادہ کیا، مگر بعد میں ان کے خیالات تبدیل ہوگئے۔ دوران گفتگو انھوں نے فرمایا کہ:

۱- ”تحریر کا کیا اعتبار، ہوسکتا ہے کہ بھالے کی نوک پر جمیلہ سے یہ تحریر لکھوائی گئی ہے، استقرارِ حق کے لئے انھیں خود آنا چاہیئے۔

۲- جمیلہ کا حصہ ورثاء نمبر ایک کے ساتھ شامل رہے گا اور اسی کی سپردگی میں رہے گا، اس لئے کہ وہی اس کا سگا بھائی ہونے کی حیثیت سے شرعاً اس کا مجاز ہے، دوسرے کسی کو اس کا حق نہیں پہونچتا کہ اس کی سپردگی میں جمیلہ کا حصہ دیا جائے۔ نیز یہ کہ جب بھی جمیلہ آئیں گی تو ورثاء نمبر ایک انہیں کچھ دے دلا کر راضی کرلے گا“۔

اس رائے کی تائید میں فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ بھی دیا گیا۔

جمیلہ خاتون ماں اور بھائی سے اپنے حصہ کی طلب میں حصہ کا الگ نہ کیا جانا اور بھائی کے ساتھ اور ان کی سپردگی میں دینے پر اصرار، اس پرفتویٰ کی آڑ فسادِ نیت پر مبنی ہے، جمیلہ خاتون کو اختیار ہونا چاہیئے کہ وہ جسے پسند کریں ان کی سپردگی میں ان کا حصہ دیا جائے۔ ورثاء نمبر ایک کے دل میں یہ خدشہ ہے کہ اگر جمیلہ خاتون کا حصہ الگ کر دیا گیا تو وہ لازماً ان کے بڑے باپ اور خسر سید عبدالرحیم صاحب کی سپردگی میں چلا جائے گا، اس طرح ورثاء نمبر ایک اس سے محروم ہو جائیں گے، اس خدشہ کے دفعیہ کی یہ صورت بھی پیش کی گئی کہ جمیلہ خاتون کا حصہ الگ کر کے اس کی معقول قیمت ادا کر دی جائے تاکہ وہ رقم انہیں دیدی جائے، مگر اس پر بھی آمادہ نہیں ہے۔ براہ کرم جملہ امور کا واشگاف جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......سید عبدالعلیم کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا۔

مسئلہ ۸ تص ۴۰　　　سید عبدالعلیم

زوجہ	ابن	بنت	بنت	بنت
ہاجرہ بی بی	شوکت علی	جمیلہ $\frac{7}{35}$	نسیمہ	رشیدہ
$\frac{1}{5}$	۱۴	۷	۷	۷

بعد ادائے حقوقِ متقدمہ علی الارث ترکۂ مرحوم چالیس سہام بنا کر پانچ سہام زوجہ (ہاجرہ بی بی) کو ملیں گے (۱)۔ سات سات سہام ہر لڑکی کو ملیں گے، چودہ سہام لڑکے کو ملیں گے (۲)۔ مرحوم کی تنخواہ سے وضع

(۱) جب میت کی اولاد موجود ہو تو زوجہ کو ثمن (آٹھواں حصہ) ملے گا اور مذکورہ صورت میں چالیس کا آٹھواں پانچ ہے، وہ اس کا حصہ ہے:

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) بیٹا اور بیٹیاں دونوں مل کر عصبہ بن جاتے ہیں، تو بقاعدہ ﴿للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ کے بیٹے کو دوہرا اور بیٹیوں کو اکہرا حصہ ملے گا: .... =

ہوکر جمع شدہ رقم بھی مرحوم کا ترکہ ہے(۱)۔ خانۂ نامزدگی میں کسی کا نام لکھا دینے سے ہبہ ہوکر اس کی ملک نہیں ہوگی (۲)، یہ شرعی وصیت بھی نہیں (۳)۔ پس ہاجرہ بی بی کا ایسی رقم کو وصول کر کے تنہا اپنی ذات ملک تصور کرنا

= قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿یوصیکم الله فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۱) "المدرس لو مات أو عزل فی أثناء السَّنة قبل مجیئ الغلة وظهورها من الأرض، یعطی بقدر ما باشر، ویصیر میراثاً عنه کالأجیر إذا مات فی أثناء المدة". (ردالمحتار: ۴/۴۳۵، کتاب الوقف، مطلب فیما لو مات المدرس أو عزل قبل مجیئ الغلة، سعید)

"کما أن أعیان المتوفی المتروکة عنه مشترکةٌ بین ورثته علی حسب حصصهم، کذلک یکون الدین الذی له فی ذمة آخر مشترکاً بینهم علی قدر حصصهم". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۱۰، (رقم المادة: ۱۰۹۲)، کتاب الشرکة، الفصل الثالث فی الدیون المشترکة، مکتبه حنفیة، کوئٹه)

"زید دائن کے انتقال کے بعد وارث اپنے اپنے حصے کے لائق دین کا مطالبہ مدیون سے کر سکتے ہیں اور مدیون کا انتقال ہوجائے تو اس کے ترکہ میں سے دائن اپنے دین کا مطالبہ کرسکتا ہے"۔ (کفایت المفتی، کتاب الدیون: ۸/۱۳۸، دارالاشاعت)

(۲) پراویڈنٹ فنڈ چونکہ سب یکمشت نہیں ہوتا، اس وجہ سے اگر کوئی کسی کو ہبہ کریں تو اس سے بھی ملک میں نہیں آتا، کیونکہ ملک کے لئے قبضہ شرط ہے اور یہاں قبضہ نہیں پایا جاتا:

"تنعقد الهبة بالإیجاب والقبول، وتتم بالقبض الکامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لایتم إلا بالقبض". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۴۶۲، (رقم المادة: ۸۳۷)، کتاب الهبة، مکتبه حنفیه، کوئٹه)

(وکذا فی الدر المختار: ۵/۶۹۰، کتاب الهبة، سعید)

(۳) "(هی [أی الوصیة] تملیک مضاف إلی ما بعد الموت) عیناً کان أو دیناً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوصایا: ۶/۶۴۸، سعید)

غلط ہے، اس میں سب ورثاء حسب تفصیل بالاشریک ہیں۔

۲..... غسل وکفن کے وقت زوجۂ متوفی نے مہر معاف کردیا تو وہ معاف ہوگیا(۱)، اس کے لئے شوہر کا سننا یا قبول کرنا ضروری نہیں۔

۳..... یہ پندرہ سو کی رقم بھی مرحوم کا ترکہ ہے(۲)، تنہا ہاجرہ بی بی اس کی مالک نہیں، حج کمیٹی سے واپس لے کر حصۂ رسد سب پر تقسیم کی جائے۔

۴..... جمیلہ خاتون کا حصہ محفوظ رکھنا ضروری ہے، اس میں کسی وارث کو بلا اجازتِ جمیلہ خاتون تصرف کا حق نہیں (۳)، جبکہ حالات خراب ہونے کی وجہ سے وہاں سے آنا فی الحال دشوار ہے تو یہ مطالبہ کہ ان

(۱) "وصح حطها لكله (أى حط الزوجة المهر) أو بعضه، قبل أولا". (الدرالمختار: ۱۱۳/۳، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

(وكذا فى الهداية: ۳۲۵/۲، كتاب النكاح، باب المهر، شركة علميه ملتان)

(۲) "المدرس لو مات أو عزل فى أثناء السَّنة قبل مجئ الغلة وظهورها من الأرض، يعطى بقدر ما باشر، ويصير ميراثاً عنه كالأجير إذا مات فى أثناء المدة". (ردالمحتار: ۴۳۵/۴، كتاب الوقف، مطلب فيما لو مات المدرس أو عزل قبل مجئ الغلة، سعيد)

"كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركةً بين ورثته على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذى له فى ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۶۱۰/۱، (رقم المادة: ۱۰۹۲)، كتاب الشركة، الفصل الثالث فى الديون المشتركة، مكتبه حنفية، كوئٹه)

"زید دائن کے انتقال کے بعد وارث اپنے حصے کے لائق دین کا مطالبہ مدیون سے کر سکتے ہیں اور مدیون کا انتقال ہوجائے تو اس کے ترکہ میں سے دائن اپنے دین کا مطالبہ کر سکتا ہے"۔ (کفایت المفتی، کتاب الدیون: ۱۳۸/۸، دارالاشاعت)

(۳) "مشركة الأملاك العين يرثها رجلان أو يشتريانها، فلا يجوز لأحدهما أن يتصرف فى نصيب الآخر إلا بإذنه، وكل واحد منهما فى نصيب صاحبه كالأجنبيّ". (الهداية: ۶۲۴/۳، كتاب الشركة، طبع شركة علمية ملتان) .... =

کوخود آنا چاہیئے بے محل اور مہمل ہے، خاندان والے اہلِ دیانت اور اہل الرائے جس کے پاس رہنے سے اس کی حفاظت تصور کریں، یا اس کے پاس محفوظ کر کے جمیلہ کو مطلع کر دیں۔ پھر اگر وہ کسی کو خود نامزد کر دے تو اس کی سپردگی میں دیدیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پراویڈنٹ فنڈ کا مستحق انتقالِ ملازم کے بعد کون ہے؟

سوال [۹۷۳۰]: زید ایک اسکول کا ملازم تھا، اس کا کچھ روپیہ پراویڈنٹ فنڈ میں کٹ کر جمع ہے، انہوں نے اپنا لائف انشورنس بھی کروایا تھا جو سرکاری ملازموں کے لئے ضروری ہے، اور روپیہ پانے کی جگہ صرف اپنے لڑکے عمر کا نام درج کروایا۔ نیز زید نے اپنا روپیہ پہلی بیوی عائشہ کے نام بینک میں جمع کیا اور پاس بک لاکر عائشہ کے حوالہ کر دی اور کچھ روپیہ دوسری بیوی شاکرہ کے نام جمع کئے، لیکن پاس بک حوالہ نہ کیا، بلکہ اپنے ہی پاس رکھا۔ اب چند ماہ ہوئے زید کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے اپنے وارثوں میں دو بیویاں: عائشہ اور شاکرہ اور دو لڑکے: عمر و بکر اور تین لڑکیوں کو چھوڑا۔

اب چند اُمور استفسار طلب ہیں:

(الف): پراویڈنٹ فنڈ والا روپیہ تمام وارثوں کو بحصہ شرعی ملے گا، اگر ملے گا تو کیوں، یا حکومت جس وارث کو چاہے دیدے؟

(ب): لائف انشورنس والا روپیہ صرف بڑے لڑکے عمر کو ملے یا تمام وارثوں کو؟

(ج): دونوں بیویوں کے نام جو بینک بیلنس جمع ہے، کیا وہ ہبہ نہیں، اگر ہبہ نہیں تو کیوں؟

= (وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/ ۶۰۱، (رقم المادة: ۱۰۷۵)، كتاب الشركة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۱) "حصة أحد الشريكين في حكم الوديعة في يد الآخر". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/ ۶۰۸، (رقم المادة: ۱۰۸۸)، كتاب الشركة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"أما حكمها فوجوب الحفظ على المودع وصيرورة المال أمانةً في يده ووجوب أدائه عند طلب مالكه". (الفتاوى العالمكيرية: ۴/ ۳۳۸، كتاب الوديعة، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

(الف): ملازم کی کارکردگی کی اجرت کا جز جوکہ جمع کرلیا جاتا ہے وہ ملازم کا دَین ہے، اس پر جتنی رقم زائد ملتی ہے وہ اسی کا انعام ہے، گوکہ اس پر ابھی ملازم کی ملک حاصل نہیں ہوئی، لیکن اس کا اصل مستحق ملازم ہی ہے، ملازمت ختم ہونے پر وہ اس کو وصول کرسکتا ہے، اگر اس سے پہلے اس کا انتقال ہوگیا تو ورثاء پر بحصۂ شرعی اس کی بھی تقسیم ہوگی (۱)۔ تاہم انعام دینے والا چونکہ ابھی تک اپنے انعام کا مالک ہے، وہ اگر ملازم کی کارکردگی کا انعام اس کے کسی مخصوص وارث کو دینا چاہے تو اس کو حق ہے۔

(ب): محض اتنی بات سے وہ روپیہ بڑے لڑکے عمر کی ملک نہیں ہوا، کیونکہ اس میں "تملیك الدین ممن لیس علیه الدین" ہے (۲)۔ ہاں! اگر عمر کو روپیہ دے کر بطور ہبہ مالک بنادیتا، پھر اس کی طرف سے وکیل ہوکر جمع کرتا تو دوسری بات تھی (۳)۔ اب تو وہ سب ورثاء کا حق ہے، لیکن اصل جمع کردہ رقم سے جو رقم زائد ملے

---

(۱) "وتنفسخ الإجارة بموت أحد المتعاقدين: أي أحد من الآجر والمستأجر، وأن المنافع والأجرة صارت ملكاً للورثة، والعقد السابق لم يوجد منهم، فينتقض". (مجمع الأنهر: ۵۵۹/۳، باب فسخ الإجارة، مكتبه غفارية كوئٹه)

"المدرس لومات أو عزل في أثناء السنة قبل مجئ الغلة وظهورها من الأرض، يعطىٰ بقدر ما باشر، ويصير ميراثاً عنه كالأجير إذا مات في أثناء المدة". (ردالمحتار: ۴۳۵/۴، كتاب الوقف، فصل يراعى شرط الواقف في إجارته، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۱۴۵/۹، كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۲) "أحد الورثة لو قبض شيئاً من بقية الورثة وأبرأ من التركة وفي التركة ديون على الناس إن كان مراده البرأة من قدر حصته من الدين، صح. وإن كان مراده تمليك حصته من الورثة، لايصح؛ لأنه تمليك الدين من غير من عليه الدين". (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية: ۲۴۹/۲، كتاب المداينات، مكتبه ميمنية مصر)

(۳) "يملك الموهوبُ له الموهوبَ بالقبض". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۴۷۳/۱، (رقم المادة: ۸۶۱)، الباب الثاني في أحكام الهبة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

اس کوصدقہ کریں(۱)۔

(ج): ہبہ کے لئے موہوب لہ کا قبضہ کرادینا لازم ہوتا ہے، یہاں ایسا نہیں ہوا، اس لئے یہ ہبہ تام نہیں، پاس بک لا کر حوالہ کردینے سے قبضہ نہیں ہوگیا، بلکہ جمع شدہ روپیہ کے وصول کرنے کا حق ہوگیا(۲) وصول کرنے سے پہلے وہ روپیہ اصل مالک کا ہے اور انتقال کے بعد ورثاء مستحق ہیں، وھذا کلہ ظاھر۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۸/۸۹ھ۔

مدرس کے انتقال کے بعد اس کی بقایا تنخواہ کا مستحق اس کا بڑا لڑکا ہوگا یا سب اولاد؟

سوال[۱۳۷۹۱]: قصبہ کیرانہ میں ایک مدرسہ قرآن پاک کی تعلیم کا عرصہ سے قائم ہے، اس کا خرچ وقف جامع سے نہیں دیا جاتا ہے، بلکہ ایک صاحبِ خیر نے کچھ اراضی خرید کر کے مدرسہ کے نام وقف کی، مگر وہ آمدنی بہت قلیل ہے، مدرسہ کا خرچ کچھ بچوں کی فیس اور اہلِ خیر کے چندہ سے پورا کیا جاتا ہے۔ بعض وجوہ کی بنا پر مولوی مسیح الزماں نے - جو اس مدرسہ کے مہتمم تھے - استعفیٰ دیدیا، اور مولوی خالد صاحب جو جامع مسجد کے جمعہ کے امام ہیں، وہ اس کے کارکن اور متولی ہوگئے۔

---

(۱) "لو مات الرجل و كسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة ولا يأخذون منه شيئاً، وهو أولىٰ، ويردّونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (رد المحتار: ۶/۳۸۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۴۹، كتاب الكراهية، الباب الخامس في الكسب، رشيديه)

(۲) "تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۴۶۲، (رقم المادة: ۸۳۷)، كتاب الهبة، مكتبه حنفيه، كوئٹه)

"وتتم الهبة بالقبض الكامل". (الدر المختار: ۵/۶۹۰، كتاب الهبة، سعيد)

"ومنها أن يكون الموهوب مقبوضاً حتى لا تثبت الملك للموهوب له قبل القبض". (الفتاوى العالمكيرية: ۴/۳۷۴، كتاب الهبة، الباب الأول، رشيديه)

جس وقت مولوی صاحب موصوف نے استعفیٰ دیا، مدرسین کی تنخواہوں کا حساب باقی تھا، حافظ رحمت اللہ صاحب مدرسِ اول کی تنخواہ قریب گیارہ ماہ کی باقی تھی، جس میں ان کو مبلغ فیس ماہانہ اور چندہ ماہانہ کی رقم وصول تھی، اور بقایا بعد وصول چندہ وفیس باقی تھی، دستخط کسی رقم پر نہیں تھے۔ حافظ رحمت اللہ صاحب مدرس اول کا انتقال ہوگیا، ان کی جگہ حافظ حنیف ان کا بڑا لڑکا مدرس ہوگیا، یہ بڑا لڑکا حالتِ حیات میں اپنے والد حافظ رحمت اللہ کی جگہ اکثر کام کرتا تھا، اور بقول مولوی خالد صاحب ایک زمانہ میں اس بڑے لڑکے نے گیارہ بارہ ماہ تک حافظ رحمت اللہ کی جگہ مدرسہ کا کام کیا، اور اس لڑکے کے ساتھ حافظ صاحب مذکور کا رہن سہن کھاتا پیتا تا حیات رہا۔

جب مولوی صاحب نے اہتمام سے استعفیٰ دیا ہے تو اس میں یہ بات طے ہوگئی کہ استعفیٰ تک جو تنخواہیں مدرسین کی بقایا ہیں ان کی ادائیگی کی ذمہ داری مولوی صاحب پر ہے، اور بعد ازاں مولوی خالد صاحب مولوی صاحب اب اس بقایا تنخواہ کو ادا کرنا چاہتے ہیں۔ حافظ رحمت اللہ فوت شدہ کے علاوہ حافظ حنیف کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بقیدِ حیات ہیں، مگر ان دونوں کا حافظ رحمت اللہ مرحوم کے ساتھ رہن سہن کا کوئی تعلق نہیں ہوا۔ مولوی خالد صاحب کا کہنا ہے کہ اس بقایا رقم کا مستحق بوجوہ بالا حافظ حنیف ہے جو اب ان کی جگہ مدرس ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس بقایا تنخواہ کے وارث تینوں یعنی بڑا لڑکا اور چھوٹا لڑکا اور لڑکی ہیں، یا صرف بڑے لڑکے کو یہ بقایا رقم دیدی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بقایا تنخواہ حافظ صاحب مرحوم کا ترکہ ہے، جملہ ورثاء حسبِ حصصِ شرعیہ اس کے مستحق ہیں، تنہا بڑا لڑکا پوری تنخواہ کا حقدار نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/۶۲ھ۔

---

(۱) "ثم يقسم الباقي بين ورثته: أى الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة .... ويستحق الإرث برحم ونكاح وولاء". (الدر المختار: ۶/۷۶۱، ۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۴۹۵، كتاب الفرائض، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۷۳، كتاب الفرائض، مكتبه دار الكتب العلميه بيروت)

غیر شادی شدہ لڑکا شادی کا خرچ میراث سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال[۹۷۳۲]: ایک شخص مسمی زید کا انتقال ہوا، مرحوم نے اپنے پس پشت ایک بیوی اور ایک خواہر حقیقی اور پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے وارث چھوڑے۔ از روئے شرع شریف بیوی اور خواہر اور اولاد ذکور واناث کو وراثت سے فرداً فرداً کس قدر حصہ ملے گا؟ مرحوم نے اپنی حیات میں پانچ لڑکیوں اور ایک لڑکے کی شادی اپنے حصے سے کی تھی، ایک لڑکا بے شادی شدہ ہے تو اس بے شادی شدہ لڑکے کو علاوہ حصہ کے شادی کا حصہ بھی باپ کی ملک سے علیحدہ شرعاً ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بشرطِ صحتِ سوال وعدمِ موانعِ ارث وبعد ادائے دینِ میت ومہرِ زوجہ وتنفیذِ وصایا (۱) زید کے کل ترکہ کو بہتر سہام پر تقسیم کیا جاوے گا اور ہر وارث اپنے حصہ کا بقدرِ استحقاق مستحق ہوگا (۲)۔ اور بے شادی شدہ لڑکے کو علاوہ حصۂ میراث کے باپ کے ترکہ سے شرعاً شادی کا حصہ نہیں ملے گا (۳)۔

تفصیل حصۂ ورثاء

مسئلہ ۸ تصـ ۷۲

زوجہ	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	اخت حقیقی
۱/۹	۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷	۷	محروم

(۷/۶۳)

(۱) "يبدأ من تركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بتجهيزه، ثم تقدم ديونه التى لها مطالِبٌ من جهة العباد، ثم تقدم وصيته من ثلث مابقى، ثم يقسم الباقى بين ورثته". (الدرالمختار: ۶/۷۵۹-۷۶۱، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا فى الشريفية، ص: ۳-۷، سعيد)

(۲) "ويستحق الإرث برحم ونكاح وولاء، فيبدأ بذوى الفروض، ثم بالعصبات .... اهـ".

(الدرالمختار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق: ۹/۳۶۵، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۳) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن مما تركتم﴾ (سورة النساء: ۱۲) =

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۲۷/۱۲/۵۱ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ، ۲۷/۱۲/۵۱ھ۔

رخصتی سے پہلے انتقال ہوجائے تو مہر اور وراثت پوری پوری ملے گی

سوال[۹۷۳۳]: ایک نابالغ لڑکی کا نکاح وکیل وگواہوں کی موجودگی میں حسب روئے شرع شریف اور دولہا کی جانب سے کچھ کپڑا اور سونا بھی دولہن کو دیا گیا، لیکن خطبۂ نکاح نہیں پڑھایا گیا۔ نیز جانبین اولیاء کی طرف سے قرار پایا کہ رخصتی آٹھ ماہ بعد ہوگی، بقضائے الٰہی شوہر کا ۸/ ماہ کے بعد انتقال ہوگیا، اب تک بیوی سے ایک بار بھی خلوت صحیحہ نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا سوال ہے کہ عورت کس قدر مہر کی مستحق ہے، نیز جائیداد منقولہ وغیرہ ترکہ شوہر سے حصہ پائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں نکاح صحیح ہوگیا، کیونکہ خطبہ پڑھنا نکاح کے لئے مندوب ہے فرض نہیں:

"ويندب إعلانه وتقديم خطبة، اه." درعلى الشامي: ۲/۴۲۸(۱)۔

اورلڑکی مہر مقررہ کی مستحق ہوگی:

"ومن سمى مهراً عشرةً فما زاد، فعليه المسمى إن دخل بها أو مات عنها؛ لأنه بالدخول يتحقق تسليم المبدل، وبه يتأكد البدل، وبالموت ينتهي النكاح نهايته، والشيء بانتهائه يتقرر ويتأكد، فيتقرر بجميع مواجبه". هدايه: ۲/۳۰۴(۲)۔

= وقال الله تعالىٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۱) (الدر المختار: ۳/۸، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۳۱، كتاب النكاح، فصل في شرائط النكاح، رشيديه)

(۲) (الهداية: ۲/۳۲۴، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه شركة علمية ملتان)

"ويجب الأكثر منها إن .... عند وطء أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما". =

اور میراث کی بھی مستحق ہوگی:

قال الكمال في الفتح: ۲/۴۳۸: "(قوله: والشيء بانتهائه يتقرر)؛ لأن انتهائه عبارة عن وجوده بتمامه، فيستعقب مواجبه الممكن إلزامُها من المهر والإرث والنسب، الخ"(۱)۔

ويتحقق الإرث برحم ونكاح صحيح ولو بلا وطئ ولا خلوة إجماعاً". شامي: ۸/۶۶۶(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۲۴/ ذی الحجہ/ ۵۱ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

دادا اور مربی کے مال میں حق

سوال[۹۷۳۴]: شیخ عبدالکریم نے انتقال کیا اور مسمی عبدالشکور ایک لڑکا چھوڑا اور اپنی بیوی اور ایک لڑکی مسماۃ شافعہ کو۔ شیخ مرحوم کے انتقال کے بعد ہی ان کے والد شیخ عبدالقادر بھی بیمار پڑے، جب بظاہر بچنے کی کوئی علامت معلوم نہ ہوئی تو محلّہ کے چند بزرگوں مثلاً: مولوی عبدالعالی مرحوم، شیخ خان محمد مرحوم، حاجی نور محمد مرحوم اور شیخ محمد عثمان- جو اَب بھی بقیدِ حیات ہیں- نے عبدالشکور کے واسطے سفارش کی کہ آپ کے لڑکے عبدالکریم کا انتقال ہو چکا ہے، آپ ان کے لڑکے عبدالشکور کے متعلق کیا کہتے ہیں جو بوجوہ والد کے انتقال کے محجوب اور محروم رہے، تو جواب میں بولنے کی معذوری کی وجہ سے تینوں انگلیاں اٹھا کر اس کا اشارہ کیا کہ تینوں (یعنی لڑکا محمد نعیم اور لڑکا عبدالحمید اور عبدالشکور پوتا) برابر برابر ہیں۔

اس کے بعد عبدالقادر نے انتقال کیا اور ان کے ترکہ جائیداد کو وصیت کے مطابق عبدالحمید، محمد نعیم اور عبدالشکور نے آپس میں تقسیم کرلیا۔ باپ دادا دونوں کے انتقال، اور متروکہ جائیداد کے وصیت کے مطابق تقسیم

= (الدر المختار: ۳/۱۰۲، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

(۱) (فتح القدير: ۳/۳۲۲، كتاب النكاح، باب المهر، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (ردالمحتار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۵، كتاب الفرائض، رشيديه)

ہو جانے کے بعد عرصہ ڈیڑھ دو ماہ کے عبدالکریم مرحوم کے ایک لڑکا مسمی محمد پیدا ہوا، چونکہ باپ دادا دونوں کے انتقال کے بعد محمد کی پیدائش ہوئی تھی اس لئے ان کی پرورش اور جملہ ضروریات کی تمام ذمہ داری عبدالشکور کے ذمہ رہی، عبدالشکور ان کی جملہ ضروریات کو پوری کرتے رہے۔

عبدالشکور کو جو رقم بذریعۂ وصیت ترکہ میں ملی اس سے کاروبار کرنے لگے اور اپنے دست بازو سے کمائے ہوئے سرمایہ سے اپنے اہل وعیال اور نیز محمد کی پرورش اور نگہداشت کرتے رہے، ان کی متعدد شادیاں بھی کیں۔ محمد جب کام سیکھنے کے قابل ہوئے تو استطاعت کے مطابق وہ بھی عبدالشکور کا ہاتھ بٹاتے رہے اور کام کاج کرتے رہے، اس طرح سے محمد، عبدالشکور کے ہمراہ عرصۂ دراز تک رہے اور عبدالشکور ان کی جملہ ضروریاتِ زندگی کو پوری کرتے رہے۔ اب عرصہ پانچ چھ سال سے محمد، عبدالشکور سے الگ رہنے لگے ہیں اور اپنے حقِ شرعی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

لہٰذا مذکورہ بالا حالات کی روشنی میں حسبِ ذیل سوالات کے جوابات بیان فرمائے جائیں:

۱...... جب کہ محمد اپنے باپ ودادا دونوں کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے تو محمد کا وصیت میں کوئی حقِ شرعی ہوتا ہے یا نہیں، اگر ہوتا ہے تو کتنا اور کیونکہ، اور اگر نہیں تو کیونکر؟

۲...... عبدالشکور نے جو کاروبار کیا اور جائیداد فراہم کی اس میں بحالتِ مذکورہ محمد کا کوئی حق شرعاً ہوتا ہے یا نہیں، اگر ہوتا ہے تو کتنا اور کیونکر، اور اگر نہیں ہوتا ہے تو بھی کیونکر؟ مدلل اور واضح بیان فرمایا جائے؟ بینوا توجروا؟

نیازمند: محمد مصطفیٰ اعظمی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اگر شیخ عبدالقادر جب ہی بولنے سے معذور ہوئے اور زبان بند ہوئی تھی تو اس وصیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، بلکہ حسبِ ضابطۂ علم فرائض میراث تقسیم ہوگی۔ اگر زبان بند ہوئے دیر ہوچکی تھی اور اپنے مقصد کو اشارات ہی سے سمجھاتے تھے اور پاس رہنے والے اشاروں کو سمجھتے تھے تو شرعاً ان کی وصیتِ معتبر ہوگی (۱) اور محمد

(۱) "ولا من معتقل اللسان بالإشارة إلا إذا امتدت عقلته حتى صارت له إشارة معهودة، فهو كأخرس .... وقيل: إن امتدت لموته، جاز إقراره بالإشارة والإشهاد عليه، وكان كأخرس، قالوا: وعليه الفتوى". =

بوقت وصیت پیدا نہیں ہوا تھا، نہ اس کے حق میں کوئی وصیت کی، وصیت کی رو سے کوئی استحقاق نہیں:

"إيماء الأخرس وكتابته كالبيان باللسان، بخلاف معتقل اللسان في وصية ونكاح وطلاق وبيع وشراء وقود وغيرها من الأحكام: أي إيماء الأخرس فيما ذُكر معتبرٌ، ومثله معتقل اللسان إن عُلمت إشارته وامتدت عقلته، به يفتى، اه". درمختار۔ "(قوله: به يفتى) هو رواية عن الإمام، ومقابله ما في الكفاية عن الإمام التمرتاشي تقديره بسنة، اه". شامي: ٥/٦٤٥(١)۔

۲..... جبکہ اصل سرمایہ عبدالشکور کا ہے اور اس نے ہی محمد کی پرورش کی ہے اور پھر بعد میں محمد نے عبدالشکور کی پرورش وغیرہ میں خرچ کیا ہے(۲)، اس کے عوض میں محمد نے عبدالشکور کی اعانت کی ہے، لہٰذا محمد کو مطالبہ کا حق نہیں۔ عبدالشکور اگر ازخود کچھ دیدے تو تبرع اور احسان سمجھ کر قبول کر لینا چاہیئے، جیسا کہ باپ کوئی کاروبار کرے اور بیٹا اس کا ہاتھ بٹائے تو وہ سب باپ کی ملک ہوتا ہے:

"الأب وابنه يكتسبان في صنعةٍ واحدةٍ ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب إن

= (الدرالمختار: ٦/٦٥٧، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ٦/١٠٩، كتاب الوصايا، الباب الرابع، فصل في اعتبار حالة الوصية، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ٦/٤٥٣، كتاب الوصايا، نوع في تصرف المريض، رشيديه)

(١) (ردالمحتار: ٦/٧٣٧، ٧٣٨، كتاب الوصايا، مسائل شتى، سعيد)

(٢) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "ولو أنفق على عبد مشترك أو أدى خراج كرم مشترك، فهو متطوع الكل". (الدرالمختار).

"وذكر قبيله في قن أو زرع بينهما، فغاب أحدهما وأنفق الآخر، يكون متبرعاً".

(ردالمحتار: ٤/٣٣٢، كتاب الشركة، مطلب مهم فيما إذا امتنع الشريك من العمارة والإنفاق في المشترك، سعيد)

کأن الابن فی عیاله، لکونه معیناً له، ألا تری لو غرس شجرةً تکون للأب، اھ". شامی: ٤/٤٨٣ (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ رجب/ ٦٧ھ۔

غائب غیر مفقود کا حصۂ وراثت

سوال [۹۷۳۵]: شجاعت علی خان مرحوم کے تین لڑکے: حلیم خاں، سلیم خاں، نعیم خان ہیں۔ حلیم خان ۱۹۴۳ء میں گھر سے چلے گئے تلاشِ معاش کے سلسلہ میں، ۱۹۵۲ء میں معلوم ہوا کہ حلیم خان مونگیر جیل میں ہیں، چنانچہ اس کے ملاقاتی ایک جیل کے سپاہی نے حلیہ بھی بتلا دیا، لیکن کوششِ بلیغ کے باجود حلیم خان سے ملاقات نہیں ہوسکی۔ اس درمیان شجاعت خان مرحوم نے اپنے بیٹے سلیم خان اور نعیم خان کے ساتھ مل کر جائیداد بڑھائی اور کل جائیداد مرحوم نے اپنے نام رکھی۔ بعدہ شجاعت علی خان مرحوم ۱۹۵٦ء میں انتقال کر گئے۔

اب سوال یہ ہے کہ مرحوم کی جائیداد میں مفقود الخبر حلیم خان کا حصہ ہوگا یا نہیں؟ حلیم خان کی بیوی اور ایک لڑکا موجود ہے جو اپنے باپ حلیم خان کا حصہ چاہتا ہے، کیونکہ شجاعت علی خان مرحوم کی جائیداد سے ان کی بیوی اور ان کے دوسرے لڑکے سلیم خان اور نعیم خان فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ لہٰذا دریافت یہ ہے کہ شجاعت علی خان مرحوم کی جائیداد سے کس کا کیا حصہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ حلیم خان کا مونگیر جیل میں ہونا معلوم ہے تو اس کو مفقود الخبر قرار نہیں دیا جائے گا (٢)، بلکہ سلیم

---

(١) (ردالمحتار: ٤/٣٢٥، کتاب الشرکة، فصل فی الشرکة الفاسدة، سعید)

(وکذا فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة: ٢/١٧، کتاب الدعویٰ، مطلبٌ: ما اکتسبه الابن یکون لأبیه، مکتبة میمنیة مصر)

(٢) "المفقود هو غائب لم یُدر أحیٌّ هو فیتوقع، أم میت". (الدر المختار). "(قوله: هو غائب) أفاد أن قول الکنز: هو غائب لم یدر موضعه، معناه: لم تدر حیاته ولا موته. قال فی البحر: فالمدار إنما هو علی الجهل بحیاته وموته لا علی الجهل بمکانه .... قلت: الظاهر أن علم المکان یستلزم العلم بالموت =

خان اورنعیم خان کی طرح وہ بھی ترکہ کا برابر مستحق ہوگا۔اگرشجاعت علی خان کے والدین اور بیوی کا انتقال پہلے ہوچکا ہے اوراس کے ورثاء صرف یہ تین لڑکے ہیں تو بعدادائے حقوقِ متقدمہ علی المیراث ان تینوں کو برابر تقسیم ہوگا(۱)، پھرحلیم خان کے حصہ میں جو کچھ آئے اس کو محفوظ رکھا جائے،اور خوداس سے دریافت کرکے اگروہ کہے تو اس کی بیوی اورلڑکے کو دیدیا جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۱۹ھ۔

الجواب صحیح:بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۸۸/۲/۱۹ھ۔

گناہ کی وجہ سے میراث ساقط نہیں ہوتی

سوال[۹۷۳۶]: ایک شخص عبداللہ نامی کا انتقال ہوا،انتقال کے وقت دولڑکے: خالدوزاہداورایک لڑکی شہناز بیگم کو چھوڑا۔ بڑے بھائی نے شہناز بیگم کی شادی کردی۔ابھی چھوٹے بھائی کی شادی نہیں ہوئی تھی، نہ ترکہ کی تقسیم ہوئی تھی کہ بہن نے ایک شخص سے منہ کالا کرلیا اورحمل قرار پاگیا،جب لوگوں میں شہرت ہوئی تو دونوں بھاگ کر چلے گئے اور پہلے شخص کے طلاق دینے کے بعد دونوں نے آپس میں شادی کرلی۔اب مال کی تقسیم ہوئی،دونوں بھائیوں نے دنیوی رسم کے مطابق آپس میں تقسیم کرلیا اوربہن کا حصہ نہیں رکھا۔

کچھ دنوں کے بعدکسی خیرخواہ نے کہا:اس میں تمہاری بہن کا بھی حصہ ہے اور یہ حق العبد ہے، یہ معاف نہیں ہوسکتا،اس کواس کا حق دیدو۔توانھوں نے غصہ میں آکرکہا ہم بھی جانتے ہیں کہ اس کا بھی حق ہے،لیکن

= والحياة غالباً". (ردالمحتار: ۲۹۲/۴، كتاب المفقود، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۵۶/۶، الباب الثامن في المفقود والأسير، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في الشريفية شرح السراجية، ص: ۱۳۷، فصل في المفقود، سعيد)

(۱) "يبدأ من تركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بعينها كالرهن .... بتجهيزه من غير تقتير ولا تبذير .... ثم تقدم وصيته من ثلث مابقي، ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته: أي الذين ثبت إرثهم بالكتاب والسنة". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: أي الذين ثبت إرثهم بالكتاب): أي القرآن وهم الأبوان، والزوجان، والبنون والبنات، والإخوة". (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۷۶۲/۶، سعيد)

ایسے نالائقوں کو حق نہیں ملنا چاہئے ، یہ کہہ کر انکار کر دیا، گویا زنا ان کے نزدیک مانعِ ارث ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعۃً از روئے شرع زنا مانعِ ارث ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا گناہ کبیرہ ہے (۱)، لیکن لڑکی اس کی وجہ سے اپنے والد کے ترکہ سے محروم نہیں کی جائے گی (۲)، جو لوگ اس کا حق نہیں دیتے ہیں وہ غاصب وظالم ہیں، اس کا وبال دنیا وآخرت دونوں جگہ ہوگا (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

کیا پاگل کی بیوی کو میراث ملے گی؟

سوال [۷۴۳۹]: ۱...... مجنون اور پاگل شخص کو اس کے والد مرحوم کی جائیداد میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ اس پاگل شخص کا انتقال باپ کے بعد مگر ماں کی موجودگی میں ہوا ہے۔

۲...... مطلقہ بیوی نے اپنے شوہر پر مقدمہ دائر کیا، شوہر کے بھائی نے صلح کر کے مقدمہ واپس کرادیا اور مطلقہ کو پاگل شوہر کی جائیداد سے ساڑھے تین آنہ کا حصہ دیدیا، یہ وکلاء کی رائے سے دیا گیا اور اس لئے دیا تاکہ

---

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ولاتقربوا الزنیٰ إنه کان فاحشةً وساء سبیلاً﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

(۲) اس لئے کہ زنا موانعِ ارث میں سے نہیں ہے:

"الموانع من الإرث أربعة: الرق .... والقتل .... واختلاف الدینین، واختلاف الدارین". (السراجی، ص: ۴ ط: سعید)

(وکذا في الدرالمختار: ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة: ۶/ ۴۵۴، کتاب الفرائض، الباب الخامس في الموانع، رشیدیه)

(۳) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللہ تعالیٰ عنه، أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: "لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه". (السنن الکبریٰ للبیهقي: ۴/۳۸۷، (رقم الحدیث: ۵۴۹۲)، باب شعب الإیمان، دارالکتب العلمیة بیروت)

"لیس لأحد أن یأخذ مال غیره بلا سبب شرعي". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۲، (رقم المادة: ۹۷)، مکتبه حنفیه کوئٹه)

آئندہ کوئی جھگڑا نہ رہے، مگر اس کے باوجود مطلقہ بیوی اب پھر مطالبہ کر رہی ہے اور کورٹ میں کر رہی ہے۔ کیا کورٹ کا کیا ہوا فیصلہ ٹھیک اور درست ہو سکتا ہے؟

۳۔۔۔۔۔کورٹ کو اسلامی (لاء) قانون کے خلاف فیصلہ کرنے کا حق ہے، کیا اس فیصلہ پر عمل کیا جائے خصوصاً مسلمانوں کو؟ فقط۔

سلطان احمد، ڈی این مرچنٹ، ٹرنک روڈ، رائچور (اے پی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔۔۔جنون موانعِ ارث میں سے نہیں ہے (۱)، حسبِ قانونِ شرع مجنون بھی اپنے والد مرحوم کے ترکہ سے حصۂ میراث پائے گا (۲)۔

۲۔۔۔۔۔مرحوم کی اولاد موجود ہے، اگر مرحوم نے مرض الوفات میں طلاق دی تھی تو بیوہ مطلقہ کو ترکہ مرحوم سے بعد ادائے دینِ مہر وغیرہ آٹھواں حصہ ملے گا ۱/۸، جبکہ عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو (۳)،

---

(۱) "الموانع من الإرث أربعة: الرق، والقتل، واختلاف الدينين، واختلاف الدارين". (السراجی، ص: ۴، سعید)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۷۶۶، كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء".

(الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(۳) "الرجل إذا طلّق امرأته طلاقاً رجعياً في حال صحته أو في حال مرضه .... ثم مات وهي في العدة، فإنهما يتوارثان بالإجماع .... ولو طلقها طلاقاً بائناً أو ثلاثاً، ثم مات وهي في العدة، فكذلك عندنا ترث". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۶۲، كتاب الطلاق، الباب الخامس في طلاق المريض، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۵۵، كتاب الطلاق، فصل في المعتدة التي ترث، رشيديه)

(وكذا في شرح الوقاية: ۲/۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، سعيد)

اس سے زائد کی وہ حقدار نہیں۔

۳...... تقسیم میراث میں قرآن کریم کا فیصلہ معتبر ہے، قرآن ہی نے حصۂ میراث متعین کیا ہے، اسی کو فیصلہ کا حق ہے(۱)، حصہ کسی اَور نے متعین کیا ہوتا تو اس کے فیصلہ کا اعتبار ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۹۵ھ۔

ناراض بیوی کو میراث کا حصہ اور مہر دونوں ملیں گے

سوال [۹۷۳۸] : ۱...... ہندہ کنواری لڑکی، قوم بلوچ کا عقد اس کے باپ نے زید جو کہ قوم سے جو یہ ہے کرا دیا، اس کے بعد ہندہ اپنے خاوند زید کے پاس تھوڑے ایام ٹھہری تھی کہ ہندہ کا باپ کسی ناراضگی کی وجہ سے اپنی لڑکی ہندہ کو اپنے گھر لے گیا۔ بعدہ کچھ عرصہ بعد زید بیمار ہوگیا اور کئی پیغام بھیجے کہ میری بیوی مسماۃ ہندہ کو میرے پاس کر جاؤ، مگر ہندہ کے باپ نے زید کے پاس ہندہ کو نہیں بھیجا اور نہ خود ہندہ اپنے خاوند کے پاس آئی، حتی کہ زید فوت ہوگیا۔ کیا اس صورت میں مسماۃ ہندہ کو زید کے مال ومتاع سے شرعاً کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟

۲...... نیز ہندہ کو اس کے خاوند نے مہر بھی نہیں دیا تھا کہ فوت ہوگیا تو اب بعد انتقال ہندہ مہر کی حقدار ہے یا نہیں اور ہندہ کو زید کے مال سے مہر کس طرح ادا کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... زید نے ہندہ کو طلاق نہیں دی، لہٰذا شرعی طریق پر وہ میراث کی مستحق ہے، اس ناراضگی کی وجہ سے

---

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿آباؤكم وأبناؤكم لاتدرون أيهم أقرب لكم نفعاً، فريضةً من الله، إن الله كان عليماً حكيماً﴾ (سورة النساء: ۱۱)

وقال العلامة أبوبكر الرازي: "قيل: معناه: لا تعلمون أيّهم أقرب لكم نفعاً في الدين والدنيا، والله يعلمه، فاقسموه على مابينه؛ إذ هو عالم بالمصالح". (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۱۲۰، قديمى)

"سمى هذا العلم فرائض؛ لأن الله قدّره بنفسه ولم يفرض تقديره إلى مَلَكٍ مقرب ولا نبىّ مرسل، وبيّن نصيب كل واحد بخلاف سائر الأحكام". (تبيين الحقائق: ۷/۴۷۱، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدرالمختار مع رد المحتار: ۶/۷۵۸، كتاب الفرائض، سعيد)

وہ میراث سے محروم نہیں ہوئی، اگر زید کے گھر بالکل نہ گئی ہوتی تب بھی وارث ہوتی:

"وتوارثا قبل الفسخ؛ لأن النكاح صحيح والملك به ثابت، فإذا مات أحدهما فقد انتهى النكاح، سواء مات قبل البلوغ أو بعده؛ لأن الفرقة بينهما لا تقع إلا بقضاء القاضي، فيتوارثان ويجب المهر كله وإن مات قبل الدخول، اھ". زيلعي: ۲/۱۲۵(۱)۔

۲......اگر زید نے مہر ادا نہیں کیا اور ہندہ نے معاف نہیں کیا تو ہندہ اس مہر کی مستحق ہے، میراث کی تقسیم کرنے سے پہلے اَور قرض کی طرح مہر کی ادائیگی بھی ضروری ہے(۲)، اولاً دین مہر وغیرہ ادا کردیا جائے، اس کے بعد اگر کچھ بچے تو اس کو ورثاء میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کیا جائے، دليله ما مر في الجواب الأول۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بحالتِ مرض طلاق سے بیوی کو وراثت ملے گی یا نہیں؟

سوال[۹۷۲۹]: ماقولكم رحمكم الله تعالیٰ أيها العلماء الكرام والجهابذة العظام في هذه المسئلة أن رجلاً قد طلق امرأته ثلاثاً في حالة الصحة، ثم مات الرجل وهي في العدة، فهل ترثه أم لا؟ بينوا بحوالة الكتب والبرهان، توجروا عند الله المنان۔

الجواب حامداً ومصلياً:

لا ترث فيه، قال في الكنز: "طلقها رجعياً أو بائناً في مرضه ومات في عدتها، ورثت، وبعدها لا". الیٰ آخره(۳)۔

قال في البحر: "أطلق البائن، فشمل الواحدة والثلاث، وقيد بأن يكون في مرضه

---

(۱) (تبيين الحقائق: ۲/۵۱۱، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "ثم تقدم ديونه التي لها مُطالِبٌ من جهة العباد". (الدرالمختار: ۶/۷۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۴، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في الشريفية، ص: ۵، سعيد)

(۳) (كنز الدقائق، ص: ۱۲۳، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، سعيد)

احترازاً عما إذا طلق فی الصحة ثم مرض ومات وهی فی العدة، لا ترث". إلی آخره(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

کیا کوئی وارث ترکہ میت کا کرایہ دار ہوسکتا ہے؟

سوال[۹۷۴۰]: میرے والد صاحب مرحوم نے اپنی حیات میں اپنی جائیداد اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کردی اور ایک مکان اس تصریح کے ساتھ باقی رکھا کہ اس کے کرایہ کی آمدنی میں سے ۱/۴ حصہ میرے اور

---

(۱) (البحر الرائق: ۷۰/۴، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، رشیدیه)

قال العلامة كمال الدين ابن الهمام: "(قوله: فی مرض موته) احتراز عما لو صح من ذلك المرض بعد ما طلقها، ثم مات وهی فی العدة، لا يكون له حكم مرض الموت، فلا ترثه .... وأجمعوا أنه لو طلقها فی الصحة فی كل طهر واحدةً، ثم مات أحدهما، لایرثه الآخر". (فتح القدیر: ۱۴۵/۴، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وكذا فی الدر المختار، ص: ۳۸۸، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، سعید)

ترجمۂ سوال

ایک شخص نے حالتِ صحت میں اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیں، عورت ابھی عدت ہی میں تھی کہ اس شخص کا انتقال ہوگیا۔ تو اس صورت میں وہ عورت وارث ہوگی یا نہیں؟

ترجمۂ جواب

اس صورت میں وراثت نہیں ہوگی، کنز میں ہے: کسی شخص نے اپنی بیوی کو اپنی حالتِ مرض میں رجعی یا بائن طلاق دیدی اور شخص بیوی کے زمانہ عدت میں مرگیا تو وہ عورت وارث ہوگی اور اگر اس کی عدت کے بعد مرا تو وارث نہیں ہوگی، الخ۔ بحر میں کہا ہے کہ بائن کو مُطلَق ذکر کیا ہے، پس یہ ایک اور تین دونوں کو شامل ہے اور اپنے مرض میں ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے، یہ اس صورت سے احتراز ہے جبکہ حالتِ صحت میں طلاق دی ہو پھر مریض ہوا ہو اور عورت کے زمانہ عدت میں مرگیا ہو کہ اس صورت میں عورت وارث نہیں ہوگی، الخ۔

میرے والدین کے ایصال ثواب میں خرچ ہوگا اور بقیہ ۳/۴ حصہ ورثاء آپس میں تقسیم کرلیں گے۔ ورثاء میں پانچ لڑکے اور ایک لڑکی شامل ہیں، چنانچہ ان کے انتقال کے بعد اس پر عملدرآمد ہوتا رہا۔

اس مکان کے ایک حصہ میں میرے ایک بھائی کرایہ پر آباد ہیں، اور پرانا کرایہ متعین کیا ہوا ادا کررہے ہیں، جبکہ اب مارکیٹ میں کرایہ کا ریٹ بہت بڑھ گیا ہے۔ میں نے ایک بھائی اور بہن کا حصہ خرید لیا ہے، اب میں ڈھائی حصہ کا مالک ہوں۔ کرایہ دار بھائی کے علاوہ بقیہ سب حصہ داروں کا ان سے مطالبہ ہے کہ موجودہ کرایہ میں موجودہ نرخ کے مطابق اضافہ کریں جس سے ایصال ثواب کی رقم میں اضافہ ہو اور ورثاء کے حصۂ رسد میں بھی، لیکن اس پر وہ بھائی تیار نہیں ہیں، اس لئے سب حصہ دار چاہتے ہیں کہ وہ مکان خالی کردیں تاکہ دوسرے کو موجودہ کرایہ پر دیا جاسکے، لیکن وہ اس کے لئے بھی آمادہ نہیں ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کرایہ دار بھائی بقیہ بھائیوں (حصہ داروں) کا مطالبہ ماننے کے پابند ہیں یا نہیں؟ سوال کا منشاء یہ ہے کہ چونکہ وہ بھی ۳/۴ حصہ میں ۲/۱۱ حصہ کے مالک ہیں تو کیا اتنی ملکیت کی بناء پر وہ سب کا مطالبہ رد کرنے کے مُجاز ہیں، اور بقیہ بھائیوں کا مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ وہ بھائی بحیثیت وارث اس مکان سے منتفع ہونے کے حقدار ہیں تو نہ ان کو مکان خالی کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، نہ ان سے کرایہ وصول کیا جاسکتا ہے۔ وصیت پوری کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مکان کی تقسیم کرکے ۱/۴ کو حسبِ وصیت کرایہ پر دیا جائے، پھر خواہ کوئی وارث کرایہ پر لے یا غیر، اور کرایہ ایصال ثواب میں صرف کیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ۱/۴ حصہ فروخت کردیا جائے (۱)، وارث اگر

(۱) "صحت الوصیة بخدمة عبده وسکنی داره مدةً معلومةً وأبداً، وبغلتها، فإن خرجت الرقبة من الثلث سلمت إلیه: أی الموصیٰ له، لها: أی لأجل الوصیة، وإلا تخرج من الثلث، تقسم الدار أثلاثاً". (الدر المختار).

"ولو أوصیٰ بغلة داره أو عبده فی المساکین، جاز .... لأن الغلة عین مال یتصدق به".

(ردالمحتار: ۶/۶۹۱، ۶۹۲، کتاب الوصایا، باب الوصیة بالخدمة والسکنی والثمرة، سعید)

(وکذا فی الهدایة: ۴/۶۸۲، کتاب الوصایا، باب الوصیة بالسکنی والخدمة والثمرة، مکتبه شرکت علمیه ملتان) .... =

خریدنا چاہے تو وہ مقدم ہے (۱)، اس کی قیمت ایصالِ ثواب میں صَرف کی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/۹۵ھ۔

سوال متعلق استفتاء بالا

سوال [۱۰۷۴۱]: ایک استفتاء نمبر ۳۹ (ت) کیا تھا جس کا جواب گیا تھا، اسی مسئلہ میں ایک بات اَور معلوم کرنی ہے۔ جو جواب گیا تھا، اس کو ذیل میں درج کر رہا ہوں:

''جبکہ وہ بھائی بحیثیتِ وارث اس مکان سے منتفع ہونے کے حقدار ہیں تو نہ ان کو مکان خالی کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، نہ ان سے کرایہ وصول کیا جاسکتا ہے۔ وصیت پوری کرنے کی دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ مکان کی تقسیم کرے، ۴/۱ کو حسبِ وصیت کرایہ پر

= (وكذا في البحر الرائق: ۹/۴۹۴، كتاب الوصايا، باب الوصية بالخدمة والسكنى والثمرة، رشيديه)

(۱) "الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع، ثم للخليط في حق المبيع .... أفاد أن هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء، وأفاد الترتيب، أما الثبوت فلقوله عليه السلام: "الشفعة لشريك مالم يقاسم". ولقوله عليه السلام: "جار الدار أحق بالدار". (الهداية: ۳۸۷/۴، كتاب الشفعة، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۲۱۶/۶، كتاب الشفعة، سعيد)

(۲) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "وفي البحر: من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء، جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة، كذا في البدائع".

(ردالمحتار: ۲۴۳/۲، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۰۵/۳، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، رشيديه)

"فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنه والجماعة، صلاةً كان، أو صوماً، أو حجاً، أو صدقةً، أو قرأة القرآن، أو الأذكار، أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت".

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز، ص: ۶۲۲، قديمي)

دیا جائے کہ پھر خواہ کوئی وارث کرایہ پر لے یا غیر، اور ایصال ثواب میں خرچ کیا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ۴/۱ حصہ فروخت کردیا جائے، وارث اگر خریدنا چاہے تو مقدم ہے، اس کی قیمت ایصال ثواب میں خرچ کی جائے''۔

آپ نے وصیت پوری کرنے کی دو صورتیں بیان کی ہیں، دوسری صورت یہ بیان کی ہے کہ وہ ۴/۱ حصہ فروخت کردیا جائے، وارث اگر خریدنا چاہے تو مقدم ہے''۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ اگر اکثر وارث یہ چاہتا ہے کہ میں خریدلوں تو اس سلسلہ میں رفعِ نزاع کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل تو وصیت پورا کرنے کی پہلی ہی صورت ہے، یعنی تقسیم کرکے ۴/۱ حصہ کو بالکل جدا کردیا جائے، لیکن اگر باہمی نزاع کی وجہ سے یہ صورت ممکن نہ ہو، یا تقسیم کے بعد ۴/۱ حصہ قابلِ انتفاع نہ رہے تو پھر دوسری صورت بھی اختیار کی جاسکتی ہے، جو شخص زیادہ قیمت دے اس کے ہاتھ فروخت کردیا جائے (۱)، پھر قیمت کو ایصال ثواب میں خرچ کرنے کے لئے کوئی دوسرا مکان خرید کر اس کو کرایہ پر دیا جائے (۲)، اس کا کرایہ صدقہ کیا

(۱) "وكذا يفتى بكل ما هو أنفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه، ومتى قضى بالقيمة شرى بها عقاراً آخراً، فيكون وقفاً بدل الأول". (الدرالمختار: ۴/۴۰۸، ۴۰۹، كتاب الوقف، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار: ۲/۵۵۳، كتاب الوقف، فصل: يراعى شرط الواقف في إجارته، دار المعرفة بيروت)

(۲) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "وفي البحر: من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء، جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة، كذا في البدائع".

(ردالمحتار: ۲/۲۴۳، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۰۵، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، رشيديه)

"فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنه والجماعة، صلاةً كان، أو صوماً، أو حجاً، أو صدقةً، أو قرأة القرآن، أو الأذكار، أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت". (حاشية =

جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۸/ ۹۵ھ۔

دین مہر کی وراثت

سوال[۹۷۴۲]: ایک عورت کا انتقال ہوا اور شوہر اس کا زندہ ہے اور شوہر کے ذمہ اس کا دینِ مہر ہے اور عورت کے ایک لڑکا اور والدہ اور تین بھائی ہیں۔ لہٰذا از روئے شریعت دین مہر سے کس کس کو اور کتنا کتنا پہونچتا ہے؟ اور عورت کے پانچ ماہ بعد لڑکے کا انتقال ہوگیا اور اس کے والد اور نانا اور تین ماموں ہیں۔ لہٰذا از روئے شریعت اس کے حصہ کے کون کون حقدار رہوں گے اور کتنا کتنا پہونچے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کا ترکہ بعد تجہیز وتکفین وادائے دینِ میت وتنفیذ وصایا(۱) بارہ سہام قرار دے کر حسبِ نقشۂ ذیل صورت مسئولہ میں تقسیم ہوگا (۲)۔

= الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز، ص: ۲۲۲، قدیمی)

(۱) "یبدأ من ترکة المیت بتجهیزه، ثم تقدم دیونه التی لها مُطالبٌ من جهة العباد، ثم تقدم وصیته من ثلث مابقی، ثم یقسم الباقی بین الورثة". (الدرالمختار: ۶/ ۷۶۱، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الشریفیة، ص: ۳-۷، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/ ۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیه)

(۲) اولاد کی موجودگی میں شوہر کو ترکہ کا چوتھائی حصہ ملے گا:

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن کان لهن ولد، فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیة یوصین بها أو دین﴾ (سورة النساء: ۱۲)

اور اولاد کی موجودگی میں میت کے والدین کو سدس (چھٹا حصہ) ملے گا:

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ولأبویه لکل واحد منهما السدس مما ترک إن کان له ولد﴾ (سورة النساء: ۱۱)

مسئلہ ۱۲ مسماۃ

شوہر	والدہ	لڑکا	بھائی
۳	۲	۷	محروم

مسئلہ ۱ مستقیم لڑکا صــ ۷

والد	نانا	ماموں
۱/۷	محروم	محروم

مسئلہ ۱۲ الأحیاء المبلغ ۱۲

شوہر	عورت کی والدہ
۱۰	۲

دَینِ مہر کو بمنزلۂ ترکہ موجودہ فرض کرکے مثل اُور ترکہ کے اس میں بھی بصورت بالا وراثت جاری ہوگی۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ ہذا، ۲۳/ ۷/ ۵۵ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۳/ رجب۔

جہیز، مہر، وراثت

سوال[۹۷۴۳]: ا......زید کے دو بیٹے: بکر و عمر ہیں، ہر دو کی شادی مسماۃ الف وب دونوں حقیقی بہنوں سے ہوئی ہے، الف بکر کی اور ب عمر کی منکوحہ ہے۔ کچھ عرصہ بعد بقضائے الٰہی عمر لا ولد فوت ہوجاتا ہے، اس کی منکوحہ مسماۃ ب عدت مقررہ اپنی سسرال میں گذار کر بعد انقضائے عدت مسماۃ ب بیوہ کو اس کے والدین

میکے لے جانا چاہتے ہیں تو مسمی زید مذکور بیوہ مذکورہ کو اس کے والدین کے حوالہ نہیں کرتے، بلکہ مسماۃ مذکورہ کو خلاف مرضی مسماۃ ب و والدین مسماۃ ب جبراً سسرال میں روکے رکھتا ہے، حتی کہ زید مذکور بیمار ہو کر بستر مرگ پر دراز ہو جاتا ہے اور مرنے سے پیشتر اپنی بہو مسماۃ ب کو کہتا ہے کہ میرے بعد میری جملہ جائیداد و املاک نصفہ کی تم مالک ہو اور نصف دیگر مسمی بکر کی ملک ہے۔

زید مذکور کے مرنے کے بعد جب مسماۃ ب اپنے میکہ میں آئی اور مسمیٰ بکر سے اپنے مال کا مطالبہ کیا تو مسمیٰ بکر نے مسماۃ ب کو مال دینے سے صاف انکار کر دیا اور باپ اور متوفی بھائی کی جملہ جائیداد املاک پر قابض ہو گیا، حتی کہ مسماۃ ب کو میکے سے ملے ہوئے زیورات اور پارچہ جات واسباب بھی نہ دیا۔ اندریں حالت از روئے شرع شریف مسماۃ ب بیوہ کی حق رسی کیسے ہوسکتی ہے؟

نیز کیا مسماۃ ب اپنے میکے سے ملے ہوئے زیورات اسباب وغیرہ- جو اسی وقت سے بکر نے اپنے قبضہ میں کر رکھے ہیں- مالک اور ان اشیاء کا بکر سے مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

۲......بکر سے اپنے مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

۳......وہ زیورات واسباب وغیرہ جو مسماۃ ب کو سسرال سے ملے تھے، کیا وہ مسماۃ مذکورہ کی ملک ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کل، یا جز؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسماۃ ب کو جو زیورات و پارچہ جات واسباب وغیرہ اس کے میکے سے ملے ہیں وہ تمام اس کی ملک ہیں، ان میں بکر کا کوئی حق نہیں، بکر کا ان کو خود رکھنا صریح ظلم اور غصب ہے (۱)۔ مسماۃ ب کو اپنا مہر وصول کرنے کا حق حاصل ہے بشرطیکہ شوہر نے ادا نہ کیا ہو اور مسماۃ نے معاف نہ کیا ہو۔ اولاً ترکۂ شوہر سے مہر وغیرہ ادا کیا

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یایها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾ (سورة النساء: ۲۹)

"عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". (مشکوٰة المصابیح: ۱/۲۵۵، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، قدیمی)

جاوے گا(۱)، اس کے بعد میراث تقسیم ہوگی۔ بکر کا متوفی بھائی کے کل ترکہ پر قبضہ کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ جملہ ورثاء کا حق بحصۂ شرعی ان کو دیدے (۲)۔

اور زید نے جو بوقتِ مرض الموت وصیت کی ہے وہ کل مال میں جاری نہیں ہوگی بلکہ ایک تہائی میں جاری ہوگی (۳)۔ اور مسماۃ ب چونکہ زید کی شرعاً وارث نہیں اس کے حق میں یہ وصیت ضروری جاری ہوگی (۴) اور بکر چونکہ شرعی وارث ہے اس کے حق میں اس وصیت کا جاری ہونا دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے (۵)۔

---

(۱) "ویبدأ من ترکة المیت بتجهیزه، ثم تقدم دیونه التی لها مُطالبٌ من جهة العباد، ثم تقدم وصیته من ثلث مابقی، ثم یقسم الباقی بین الورثة". (الدرالمختار: ۶/۷۶۱، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿یایها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾ (سورة النساء: ۲۹)

"عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". (مشکوة المصابیح: ۱/۲۵۵، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، قدیمی)

(۳) "ثم تقدم وصیته ولو مطلقةً علی الصحیح من ثلث ما بقی بعد تجهیزه ودیونه، ثم یقسم الباقی بین ورثته". (الدرالمختار: ۶/۷۶۱، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۴، کتاب الفرائض، رشیدیه)

(۴) "وتجوز بالثلث للأجنبی عند عدم المانع وإن لم یجز الوارث ذلک لا الزیادة علیه، إلا أن تجیز ورثته بعد موته وهم کبار". (الدرالمختار: ۶/۶۵۰، کتاب الوصایة، سعید)

"رجل مات ولم یدع وارثاً غیر امرأته وأوصی بماله کله لرجل، فإن أجازت المرأة، فالمال کله للموصیٰ له، وإن لم یجز فالسدس للمرأة وخمسة أسداسه للموصی له". (خلاصة الفتاویٰ: ۴/۴۳۵، کتاب الوصایا، الفصل الثالث فی الوصیة للأقرباء والجیران، رشیدیه)

(۵) "عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه قال: إنی لتحت ناقة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یسیل علیَّ لعابُها فسمعته یقول: "إن الله قد أعطی کل ذی حق حقه، ألا! لا وصیة لوارث". (سنن ابن ماجة: ۲/۱۹۵، أبواب الوصایا، بابٌ: لا وصیة لوارث، قدیمی)

"ولا لوارثه وقاتله مباشرةً إلا بإجازة ورثته، لقوله علیه الصلاة والسلام: "لا وصیة لوارث إلا أن یجیزها الورثة، وهم کبار عقلاء". (الدرالمختار: ۶/۶۵۵، ۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۶/۹۰، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیه)

مسماۃ ب کوحق ہے کہ وہ اپنا مہر اور اپنا میکہ سے ملا ہوا کل سامان اور حسبِ وصیت اپنا حصۂ میراث بکر سے بذریعۂ عدالت وصول کر لے۔

اور جو زیورات مسماۃ کو سسرال سے ملے تھے وہ اگر بطورِ تملیک ملے تھے، یا برادری میں بطورِ تملیک ملنے کا رواج ہے تو وہ بھی تمام مسماۃ ب وصول کر سکتی ہے، اگر بطورِ عاریت ملے تھے، یا بطورِ عاریت ملنے کا رواج ہے تو وہ وصول نہیں کر سکتی (۱)، ہاں! ترکۂ شوہر ہونے کی حیثیت سے بطورِ میراث وصول کر سکتی ہے۔

حصۂ میراث کل ورثاء کے معلوم ہونے پر معلوم ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، ۶۴/۵/۳۰ھ۔

متوفیہ بیوی کی اولاد کا مہر کا مطالبہ کرنا

سوال [۹۷۴۴]: ایک صاحب فرماتے ہیں: ایک بیوی ان کی حیات ہیں اور ایک بیوی عرصہ چالیس سال کے قریب گذرا کہ انتقال کر گئی ہیں اور دونوں بیویوں سے اولاد ہے۔ موجودہ بیوی اور ان کی اولاد مہر کا مطالبہ کرتی ہے، اور جب سابقہ بیوی کی اولاد مہر کا مطالبہ کرتی ہے تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ متوفی نے کہا تھا کہ سابقہ بیوی سے مہر میں معاف کرا چکا ہوں۔

تو کیا متوفی کا یہ کہنا کافی ہوگا یا ثبوتِ شرعی کی ضرورت ہوگی؟ اور اگر معافی کا ثبوت شرعی متوفیہ یعنی اپنا مہر معاف کرنے والی بیوی کے مرض الموت کا ثبوت شرعی ہو جائے تو یہ معاف کرنا درست ہوگا، یا وصیت مان کر ایک ثلث معاف رکھا جائے گا۔ اور دو ثلث ورثاء کیلئے محفوظ رہے گا؟ وصیت وارث کیلئے جو نہیں ہوتی ہے اس

---

(۱) "جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك، ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده إن سلمها ذلك في صحته، وبه يفتي.......... جهز ابنته، ثم ادعى أن ما دفعه لها عارية، وقالت: هو تمليك، أو قال الزوج ذلك بعد موتها ليرث منه، وقال الأب: عارية، فالمعتمد أن القول للزوج، ولها إذا كان العرف مستمراً أن الأب يدفع مثله جهازاً لا عارية. وأما إن كان مشتركاً كمصر والشام، فالقول للأب". (الدر المختار: ۳/۱۵۵، ۱۵۶، باب المهر، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۲۷، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

کا معافی پر کیا اثر پڑے گا، آیا وصیت مان کر کلام عبث ہو جائے گا، یا معافی مکمل ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر موجودہ ورثاء کے نزدیک متوفی کا قول پہلی بیوی کے مہر کی معافی کے متعلق صحیح ہے تو اس کیلئے کسی شرعی ثبوت کی ضرورت نہیں، یعنی جب وہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ متوفی نے یہ کہا تھا کہ پہلی بیوی سے مہر معاف کرا چکا ہوں تو بس اتنا کافی ہے، مہر معاف کرتے وقت گواہوں کا ہونا ضروری نہیں۔ اگر ورثاء یہ کہیں کہ پہلی بیوی نے بحالتِ مرض الموت معاف کیا ہے، اور متوفی کا قول یہ تھا کہ بحالتِ صحت معاف کیا ہے، تب بھی متوفی کا قول معتبر ہوگا۔ اگر مرض الموت میں معاف کیا جائے تو یہ وصیت ہے جو کہ وارث کے حق میں نافذ نہیں ہوتی، نہ کل میں نہ ثلث میں:

"لو أبرأت زوجها من مهرها أو وهبته إياه، ثم ماتت بعد مدة، فقالت الورثة: أبرأته في مرض موتها، وأنكر الزوج، فالقول قوله، كذا في التبيين، اهـ". عالمگیری: ۱/۳۲۲ (۱)۔

"لاوصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة، اه". درمختار: ۵/۵۷۵ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/شوال/۶۷ھ۔

جبکہ زوجۂ اُولیٰ کے وارث مہر کا مطالبہ کرتے ہیں اور معافی کے منکر ہیں تو دوسرے ورثاء کے ذمہ مہر کی معافی کا ثبوت ہے۔ عند اللہ معافی کیلئے تو گواہوں کی ضرورت نہیں ہے، لیکن قضاءً اختلاف کی صورت میں

(۱) (الفتاوی العالمكيرية: ۱/ ۳۲۱، ۳۲۲، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني عشر في اختلاف الزوجين في المهر، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۵۸۳، كتاب النكاح، باب المهر، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (الدر المختار: ۶/۶۵۶، كتاب الوصايا، سعيد)

"عن يونس بن راشد، عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لاتجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". (نصب الراية للزيلعي: ۴/۴۰۳، (رقم الحديث: ۸۰۷۰)، كتاب الوصايا، مؤسسة الريان بيروت لبنان)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۲، كتاب الوصايا، رشيديه)

مدعی معافی کیلئے گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر معافی کے گواہ موجود نہ ہوں تو فریق ثانی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ اسی طرح مرض الموت میں اگر معافی کا دعویٰ زوجہ اُولیٰ کے وارث کرتے ہیں تو ان کے ذمہ اس کا اثبات گواہوں سے ضروری ہے، اگر وہ اس کا ثبوت نہ دے سکیں تو پھر دیگر ورثاء کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/شوال/۶۷ھ۔

بیوی کے انتقال کے بعد ادائیگی مہر کی صورت

سوال[۵۴۷۹]: زید کی بیوی اس کی عدم موجودگی میں فوت ہوئی اور زید کو مہر معاف کرانے کی مہلت نہ ہوئی، اس نے دو بچے: ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑے ہیں، والدین بھی حیات ہیں۔ اس حالت میں ادائیگیٔ مہر کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اولاد موجود ہونے کی وجہ سے زید رُبعِ ترکہ کا مستحق ہے، لہٰذا ایک چوتھائی اپنا حصہ کاٹ لے اور تین

---

(۱) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال في خطبته: "البينة على المدعي، واليمين على المدعى عليه". (جامع الترمذي: ۱/۲۴۹، أبواب الأحكام، باب ماجاء أن البينة على المدعي، سعيد)

"البينة على المدعي واليمين على المنكر". (شرح المجلة: ۱/۵۱، (رقم المادة: ۷۶)، المقاله الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكتب حنيفه كوئٹه)

"فإذا صحت الدعوى من المدعي، سأل القاضي المدعى عليه عنها، لينكشف له وجه الحكم، فإن اعترف بدعواه، قضى عليه بها .... وإن أنكر، سأل المدعي البينة لإثبات ماادعاه، فإن أحضرها قضى بها لظهور صدقها، وإن عجز عن ذلك وطلب يمين خصمه، استحلف عليها". (اللباب في شرح الكتاب: ۳/۱۲۲، كتاب الدعوى، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الدعوى: ۷/۳۴۵، رشيديه)

حصے دیگر ورثاء پر حسبِ حصص تقسیم کردے (۱)۔

مسئلہ ۱۲ | ۳٦

زوج	اب	ام	ابن	۵/۱۵	بنت
۳/۹	۲/٦	۲/٦	۱۰		۵

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۳/ ٥٦ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/ ربیع الاول/ ٥٦ھ۔

وفاتِ شوہر پر مطالبۂ مہر اور حصۂ میراث

سوال [۹۷۴٦]: مسماۃ زینب کا نکاح بعوض نوسو روپے کے ایک داروغہ صاحب سے ہوگیا تھا، داروغہ صاحب نے ایک مرتبہ مسماۃ زینب سے حالتِ غصہ میں یہ کہا: ''تو گھر سے نکل جا، تجھ کو طلاق'' اس کے بعد پھر دوبارہ عقد کیا گیا تھا۔ اب داروغہ صاحب کے انتقال کے بعد ان کی جائیداد وغیرہ پر ان کی پہلی بیوی کی اولاد

(۱) اولاد کی موجودگی میں شوہر چوتھائی حصہ کا مستحق ہوتا ہے:

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن كان لهن ولد، فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها أو دين﴾ (سورة النساء: ۱۲)

میت کے والدین کو اولادِ میت کی موجودگی میں چھٹا حصہ ملتا ہے:

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترک إن كان لكم ولد﴾ (سورة النساء: ۱۱)

بقیہ میراث صورتِ مسئولہ میں اولاد میں سے لڑکوں کو دو دو اور لڑکیوں کو ایک ایک حصہ ملے گا:

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

﴿وإن كانوا إخوةً رجالاً ونساءً، فللذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۷٦)

قابض ہے۔ مساۃ زینب نے اپنے مہر اور ترکہ کا دعویٰ کیا ہے، لیکن مخالفوں نے یہ افواہ اڑا رکھی ہے کہ داروغہ صاحب نے تو طلاق دیدی تھی۔

اب یہ عرض ہے کہ صورتِ موجودہ میں مساۃ زینب کو اپنے ترکہ اور مہر کے وصولی کرنے کا حق داروغہ صاحب کی جائیداد سے ہے یا نہیں؟ اور عقدِ ثانی کے ثابت ہونے کی صورت میں اس کا استحقاق ہوگا یا نہیں؟ نیز مخالفوں کی افواہ سے نکاحِ ثانی پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور اگر نکاحِ ثانی کا باضابطہ ثبوت بہم نہ پہونچ سکے تو کیا حکم ہوگا؟ امید کہ ہر پہلو پر نظر فرما کر جواب باصواب مع حوالہ کتب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نکاحِ ثانی ثابت ہوجائے اور داروغہ صاحب کے انتقال تک دوبارہ شرعی جدائی ثابت ہوکر عدت نہ گذر چکی ہو تو مساۃ مذکورہ اپنے حصۂ میراث کی مستحق ہوگی اور نکاحِ ثانی کی وجہ سے مہرِ ثانی کی بھی مستحق ہوگی۔ اگر نکاحِ ثانی کا ثبوت نہ ہوسکا، یا بحالتِ صحت داروغہ صاحب دوبارہ جدائی کا ثبوت ہوکر عدت ختم ہوچکی ہو تو حصۂ میراث کی مستحق نہ ہوگی اور عقدِ اول کی وجہ سے مہر مذکور کا بہرحال مطالبہ کرسکتی ہے، بشرطیکہ مہر ادا نہ کیا گیا ہو اور مساۃ مذکور نے معاف نہ کیا ہو۔ اور مہرِ ثانی کے استحقاق کا مدار نکاحِ ثانی کے ثبوت پر ہے اور مہر کی ادائیگی تقسیمِ ترکہ سے مقدم ہے:

"المهر يتأكد بأحد معان ثلثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق، اهـ".

فتاوىٰ هنديه، ص: ٣١٤(١)۔

"للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق". ص: ٣٢٨(٢)۔

---

(١) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٠٣، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمتعة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ٣/١٠٢، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

(٢) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣١٦، باب المهر، الفصل العاشر في هبة المهر، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٨٠، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

"إذا تزوج امرأةً ودخل بها، ثم طلقها بائناً، ثم تزوجها في العدة، ثم طلقها قبل الدخول بها في النكاح الثاني". ص: ۳۳٦(۱)۔

"الرجل إذا طلق امرأته طلاقاً رجعياً في حال صحته أو في حال مرضه برضاها أو بغير رضاها، ثم مات وهي في العدة، فإنهما يتوارثان بالإجماع. ولو طلقها طلاقاً بائناً أو ثلاثاً، ثم مات وهي في العدة، فكذلك عندنا ترث. ولو انقضت عدتها، ثم مات، لم ترث، اهـ". فتاوی هنديه، ص: ٤٨٣ (٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۴/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۵٦ھ۔

ایک بیوی کی اولاد کو دوسری بیوی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا

سوال [۷۴۷۵]: زید نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں، تینوں بیویوں کے انتقال کے بعد زید کا بھی انتقال ہوگیا۔ پسماندگان میں اس وقت زید کے چھ بیٹے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے: محل اولی سے دو بیٹے، محل ثانی سے دو بیٹے، محل سوم سے دو بیٹے اور ایک بیٹی بھی تھی، لیکن بیٹی صغر سنی میں ہی زید کے سامنے مر گئی تھی۔

زید نے اپنی موت سے پہلے کچھ زیورات حاجی عبد الرشید صاحب کی امانت میں رکھے تھے جس کا علم زید کے چند دوستوں اور بیٹوں کو بھی تھا اور ہے، مگر محل سوم کے لڑکوں نے باپ کے انتقال کے بعد اپنے باپ کی امانت حاجی عبد الرشید صاحب سے یہ کہہ کر واپس لے لی ہے کہ جو زیورات میرے باپ کے آپ کے پاس امانت میں ہیں وہ میری ماں کے ہیں، میری ماں کو میری ماں کے والدین کی طرف سے ملے تھے، لہٰذا ان

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۲۳، كتاب النكاح، باب المهر، الفصل الثالث عشر في تكرار المهر، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/ ۱۰۲، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۶۲، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/ ۳۸۸، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، سعيد)

زیوروں کے حقدار جن کے امین آپ ہیں ہم دونوں بھائیوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ حاجی عبدالرشید صاحب لڑکوں پر بھروسہ کرتے ہوئے اس وعدہ کے ساتھ کہ میں تمہیں تمہارے باپ کی امانت لوٹا تو رہا ہوں، لیکن تم اگر صادق القول ثابت نہ ہوسکے تو ایسی حالت میں تمہیں زیورات مجھ کو واپس کردینے پڑیں گے۔ علاوہ مرقومہ زیورات کے زید کی اور بھی جائیدادیں ہیں جن کا بٹوارہ ہنوز عمل میں نہیں آیا ہے(۱)۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ موجودہ حقائق کی روشنی میں محلِ سوم کے لڑکوں کا دعویٰ لغو اور غلط ثابت نہ ہونے کی صورت میں متذکرہ زیورات کے حقدار از روئے شرع کیا محل سوم کے لڑکے ہی ہوں گے؟ برخلاف اس کے اگر یہ ثابت ہوجائے کہ مذکورہ زیورات محل سوم کے نہیں، بلکہ زید کی کمائی کے ہیں، تو ایسی صورت میں زیورات کی، نیز دیگر جائیداد کی تقسیم کس طرح ہونی چاہیئے، یعنی تینوں محل کے لڑکوں میں کس کو کتنا ملنا چاہیئے؟ از راہ کرم حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر محل سوم کے لڑکوں کے علاوہ دیگر اولاد کو بھی اس کا اقرار ہے کہ یہ زیورات محلِ سوم کے زید کے پاس امانت تھے جو اس نے حاجی عبدالرشید صاحب کے پاس رکھے ہیں، یا اس پر شرعی شہادت موجود ہو تو یہ صرف محل سوم کے دونوں لڑکوں کو ملیں گے، زید کی دیگر اولاد کا اس میں کوئی حصہ نہیں (۲)، ورنہ دیگر جائیداد وغیرہ کی طرح ان میں بھی سب حقدار ہوں گے (۳)، چھ حصہ بنا کر سب کو ایک ایک حصہ برابر ملے گا (۴)، اگر زید کے ذمہ کوئی

(۱) "بٹوارہ": "تقسیم"۔

(۲) "ادعى على ميت حقاً أو شيئاً مما كان بيده فأقر الوارث به، لزمه". (الفتاوىٰ الأنقروية: ۸۵/۲، كتاب الدعوىٰ، دار الإشاعت قندهار)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز: ۹۵۲/۲، (رقم المادة: ۱۶۴۲)، كتاب الدعوىٰ، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۳) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "البينة على المدعي، واليمين على المدعى عليه". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح: ۳۲۷/۲، باب الأقضية والشهادات، قديمي)

(۴) "إذا اجتمع جماعةٌ من العصبة في درجة واحدة، يقسم المال عليهم باعتبار أبدانهم .... لكل =

قرض دین مہر وغیرہ باقی ہوتو اس کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کیا جائے گا (۱)۔ اگر زید کے والدین زندہ ہوں تو چھٹا حصہ ان کو بھی ملے گا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ربیع الثانی/ ۱۳۹۴ھ۔

کیا بیوی کے ساتھ پہلے شوہر سے آئی ہوئی لڑکیوں کو وراثت میں حصہ ملے گا؟

سوال [۹۷۴۸]: میرے والد اپنی دوکان کے خود مالک تھے، انہوں نے اپنی زندگی میں کئی مرتبہ میری والدہ کے سامنے کہا کہ میرے بعد یہ سب تیرا ہے۔ میری والدہ کے ہمراہ پہلے شوہر سے دو لڑکیاں تھیں، پھر میں پیدا ہوئی، اب ماں چاہتی ہے کہ میرے باپ کی جائیداد میں ان پہلی دو لڑکیوں کو بھی شامل کرے۔ کیا از روئے شرع ساتھ آئی لڑکیاں بھی میرے باپ کی جائیداد میں حقدار ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تمہارے والد کے تم کو محض یہ کہہ دینے سے کہ "میرے بعد سب تیرا ہے" ان کی متروکہ جائیداد کی تم تنہا وارث نہیں ہوگی (۳)، بلکہ تمہارے والد کے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ تمہاری والدہ کو ملے گا (۴)، اور بقیہ کی تم

= واحد سهم". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۴۵۱، كتاب الفرائض، باب العصبات، رشيديه)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۳/ ۵۶۳، كتاب الفرائض، باب العصبات، مكتبه حقانية پشاور)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/ ۳۸۲، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۱) "ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد ...... ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته".

(الدرالمختار: ۶/ ۷۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/ ۳۶۲، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/ ۴۷۲، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿ولأبويه لكل واحد منهما السدس﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) "ومنها أن يكون الموهوب مقبوضاً، حتى لايثبت الملك للموهوب له قبل القبض". (الفتاوى العالمكيرية: ۴/ ۳۷۴، كتاب الهبة، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الهبة: ۷/ ۴۸۶، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳/ ۴۹۱، كتاب الهبة، غفاريه كوئٹه)

(۴) قال الله تبارك تعالى: ﴿فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن مما تركتم﴾ (سورة النساء: ۱۲)

مالک ہوگی (۱)، بشرطیکہ تمہارے والد کے دادا پر دادا میں سے کوئی مَرد زندہ نہ ہو۔ تمہاری والدہ کی دونوں لڑکیاں جو تمہارے والد سے نہیں وہ تمہارے والد کے ترکے میں حقدار نہیں (۲)۔ ہاں! تمہاری والدہ اپنا آٹھواں حصہ تم کو اوران کو دینا چاہتی ہیں تو دے سکتی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۲۸ھ۔

کسی وارث کی ترکہ سے دستبرداری، زندگی میں لڑکے، لڑکی کو ہبہ میں برابری اوران کے حصے

سوال[۹۷۴۹]: زید بنارسی ساڑیوں کا تاجر ہے اوراس وقت اس کی اولاد میں چھ لڑکے اورایک لڑکی موجود ہے اوراس کی زوجہ بھی موجود ہے۔ عرصہ تک زید کے لڑکے زید کے ساتھ رہتے رہے اوراس کے کاروبار میں بھی ہاتھ بٹاتے رہے۔ مورخہ ۷۰/۷/۱ء کوان میں سے ایک لڑکا عمر زید سے الگ ہوگیا اوراس نے اپنا الگ کاروبار شروع کردیا اور بقیہ پانچ لڑکے زید کے ساتھ ہنوز شریک ہیں۔ زید چاہتا ہے کہ اپنی حیات ہی میں اپنے کاروبار کا حساب لگا کر عمر کو اس کا حصۂ رسد دے کر اس سے دست برداری لکھوالے تاکہ زید کے انتقال کے بعد کوئی نزاع باقی نہ رہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں:

(الف) کیا اس طرح دست برداری عمر سے لکھوانے کا زید کو حق حاصل ہے، اور عمر بعد فوت ہونے زید کے دوبارہ حصۂ میراث کا حقدار ہوگا؟ اگر عمر دست برداری پر آمادہ نہ ہو تو زید کو مذکورہ بالا کارروائی کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

(ب) اپنی حیات میں تقسیم کرتے وقت زوجہ، لڑکی، لڑکے کا حصہ برابر ہوگا یا نصف کے حساب سے؟

---

(۱) بیٹی کو نصف ذوی الفروض میں سے ہونے کی وجہ سے ملے گا اور بقیہ بطور رد کے ملے گا: "مافضل عن فرض ذوی الفروض ولامستحق له، يرد على ذوي الفروض بقدر حقوقهم إلاعلى الزوجين، وهو قول عامة الصحابة رضي الله تعالىٰ عليهم أجمعين" (السراجي في الميراث، ص: ۲۸)

(۲) ان لڑکیوں میں چونکہ استحقاقِ ارث کے اسبابِ ثلاثہ پائے نہیں جاتے، اس وجہ سے محروم ہیں: "ويستحق الإرث بأحد ثلاثة: برحم، ونكاح صحيح، وولاء". (الدرالمختار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف وب) زید زندگی میں جو کچھ اپنی اولاد اور بیوی کو دے گا وہ میراث یا میراث کا بدل نہیں، بلکہ عطیہ ہے، جس بیٹے کو دیدے گا اور اس کا قبضہ کرادے گا وہ مالک ہوجائے گا (۱)، پھر زید کے انتقال پر وہ بھی دوسرے بیٹوں کی طرح میراث کا حقدار ہوگا، دست برداری لکھوانے کی وجہ سے وہ میراث سے محروم نہیں ہوگا (۲)۔ اپنی حیات میں جو کچھ دیا جائے وہ سب کو برابر دیا جائے، لڑکی اور لڑکے کو بھی برابر دیا جائے (۳)، اگر ضرورت یا حسن عمل یا خدمت کی وجہ سے کسی کو زیادہ دیا جائے تب بھی گنجائش ہے، مگر دوسرے کو نقصان پہونچانے کی غرض سے ہرگز ایسا نہ کیا جائے، ورنہ ظلم ہوگا (۴)، کیا بیوی کو بھی دے کر الگ کرنا مقصود ہے، ایسا نہیں چاہیئے۔

اگر کسی لڑکے میں صلاحیت ہے کہ وہ الگ کام کرے اور اس میں منفعت ومصلحت ہے تو اس کو الگ

---

(۱) "يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، كتاب الهبة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدر المختار: ۵/۶۸۸، كتاب الهبة، سعيد)

(۲) میراث جبری حق ہے، دستبرداری لکھوانے سے ساقط نہیں ہوتا ہے "الإرث جبريٌ لا يسقط بالإسقاط". (تكملة رد المحتار: ۱/۵۰۵، كتاب الدعوى، مطلب: واقعة الفتوى، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۷۱، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۴۹۴، كتاب الفرائض، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۳) "المختار التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة". (البحر الرائق: ۷/۴۹۰، كتاب الهبة، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۲۳۷، كتاب الهبة، رشيديه)

(۴) "لو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض ...... روى عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا كان التفضل لزيادة فضلٍ في الدين، وإن كانا سواءً يكره، وروى عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار". (الفتاوى العالمكيرية: ۴/۳۹۱، كتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغير، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۲۳۷ كتاب الهبة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۷/۴۹۰ كتاب الهبة، رشيديه)

کردیا جائے اور مناسب رقم اس کو دیدی جائے، پھر دوسرے اور تیسرے اور بعد والے لڑکوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جائے تاکہ کسی کو کمی زیادتی کی شکایت نہ ہو، پھر زید کے انتقال پر سب لڑکے برابر کے حقدار ہوں گے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۴ھ۔

عورت کا سوتیلا بیٹا وارث نہیں

سوال [۹۷۵۰]: زینب فوت ہوئی، وارث میں صرف دولڑکیاں، ایک سوتیلا بیٹا نعیم الدین کو چھوڑا، پس متروکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اَور کوئی وارث نہیں تو ترکہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا، سوتیلا (شوہر کا لڑکا) اس کا وارث نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

داماد وارث نہیں

سوال [۹۷۵۱]: اگر دختر وداماد کو متوفی نے اپنے پاس رکھ لیا ہو اور وہ اس کے شامل رہتا ہو تو خانہ داماد اور دختر دونوں کا حق ہے یا صرف دختر کا، کیونکہ متوفی کا قریبی چچا و برادر حقیقی نہیں ہے؟

---

(۱) "المختار التسویة بین الذکر والأنثی فی الهبة". (البحر الرائق: ۷/۴۹۰، کتاب الهبة، رشیدیه)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۲/۲۳۷، کتاب الهبة، رشیدیه)

(۲) "ویستحق الإرث بإحدی خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجیة، والولاء".

(الفتاویٰ العالمکیریة: ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیه)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

داماد کو داماد ہونے کی وجہ سے کوئی ترکہ نہیں پہونچتا (۱)، بلکہ صرف دختر کو پہونچتا ہے۔ اگر داماد سے کوئی دوسرا رشتہ بھی ہے تو اس کے ظاہر ہونے پر حکم معلوم ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۴/۶۰ھ۔

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۴/۶۰ھ۔

حقِ وراثت جبراً وصول کرنا

سوال [۹۷۵۲]: پنجاب کا دستور ہے کہ عورت کو وراثتِ شرعی سے محروم کر دیا جاتا ہے، لیکن کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ خاوند کی کل جائیداد پر قابض ہو جاتی ہے، اس کو فروخت کا حق نہیں، تاحینِ حیات اس کا قبضہ رہتا ہے۔ دریں صورت باقی ورثاء کو کہا جاوے کہ عورت بے اولاد کو چوتھا حصہ سرکاری طور پر اس کے نام کرا دو اور باقی حصہ اپنا لے لو۔ اگر ورثاء اس فیصلہ پر راضی نہ ہوں تو کیا وہ عورت کل جائیداد پر قابض رہ کر جائیداد کی آمدنی سے اپنے شرعی حصہ کی مالیت وصول کرنے کی حقدار ہے یا نہیں؟ فقط۔

المستفتی: لطف الرحمٰن، شہر میرٹھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ورثاء خاوند، عورت کا شرعی حصہ نہ دیں تو عورت کو حق ہے کہ جس طرح قدرت ہو اپنا شرعی حصہ

---

(۱) داماد میں استحقاقِ ارث کے اسبابِ ثلاثہ میں سے کوئی سبب نہیں پایا جاتا، لہٰذا وہ کسی حصۂ میراث کا مستحق نہیں:

"ویقسم الباقی بین ورثته: أی الذین ثبت إرثهم بالکتاب أو السنة، کقوله علیه السلام: "أطعموا الجدات السدس". أو الإجماع، فجعل الجد کالأب وابن الابن. ویستحق الإرث برحم ونکاح وولاء. والمستحقون للترکة عشرة أصناف مرتبة کما أفاده بقوله: فیبدأ بذوی الفروض ثم بالعصبات ...... اهـ". (الدر المختار: ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

"ویستحق الإرث بإحدی خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجیة، والولاء". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیه)

وصول کرلے، زائد لینے کا حق نہیں (۱)، زائد کو دیگر ورثاء کے حوالہ کردے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۵/۶۳ ۱۳ھ۔

دوسرے وارث کے حصہ پر قبضہ کرنا

سوال [۹۷۵۳]: زید متوفی کی بیوی اور چار بہنیں ہیں۔ زید کے خسر نے اپنی ہر لڑکی کو ۲۵،۲۵/ بیگہ زمین باقاعدہ لکھ دی تھی، دو بہنیں پاکستان چلی گئیں، اس لئے ہندوستانی بہنوں نے کل سو بیگہ

---

(۱) "عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: دخلت هند بنت عقبة امرأة أبى سفيان على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن أباسفيان رجلٌ شحيحٌ لايعطنى من النفقة مايكفنى ويكفى بنىّ إلا ما أخذتُ من ماله بغير علمه، فهل علىّ فى ذلك من جناح ؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "خذى من ماله بالمعروف مايكفيك ويكفى بنيّك". (الصحيح لمسلم: ۲/۷۵، كتاب الأقضية، باب قضية هند، قديمى)

"ثم اختلف العلماء فى جواب النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم هل كان قضاءً أو إفتاءً؟ والصحيح أنه كان إفتاءً .... استدل الشافعى رحمه الله تعالىٰ بحديث الباب على مذهبه أن الدائن إن ظفر بشىء من مال المديون الباطل، جاز له استيفاء دينه من ذلك المال، سواء كان المال من جنس حقه أوغيره. وتسمى هذه المسئلة مسئلة الظفر. والمشهور من مذهب الحنفية أنه يجوز له الأخذ إن كان ماظفر به من جنس حقه، ولايجوز إن كان من غير جنسه، غير أن المتأخرين من الحنفية أفتوا فى هذه المسئلة بمذهب الشافعى". (تكملة فتح الملهم: ۲/۵۷۸، كتاب الأقضية، باب قضية هند، مكتبه دار العلوم كراچى)

"ورأيت فى الحظر والإباحة من المجتبى .... وجد دنانير مديونه وله عليه دراهمُ، له أن يأخذ؛ لاتحادهما جنساً فى الثمنية .... وقال الحموى فى شرح الكنز نقلاً عن العلامة المقدسى عن جده الأشقر عن شرح القدرى للأخصب: إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان فى زمانهم لمطاوعتهم فى الحقوق، والفتوىٰ اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أىّ مال كان، لاسيما فى ديارنا لمداواتهم العقوق". (ردالمحتار: ۶/۱۵۱، كتاب الحجر، سعيد)

زمین نصف نصف بانٹ لی اور پچاس پچاس بیگہ زمین پر بہن قابض ہوگئی۔ زید کی پہلی بیوی نے فوت ہونے سے قبل اپنی مقبوضہ پچاس بیگہ زمین زید کو باقاعدہ لکھ دی تھی۔ زید بیوی کے فوت ہونے کے بعد اس پر قابض رہا۔ اب زید کی وفات کے بعد زید کے ترکہ میں پچاس بیگہ زمین بھی شامل ہوگی یا صرف ۲۵/ بیگہ جو زید کی بیوی کو اس کے والد نے دی تھی؟

پاکستانی بہنیں ابھی حیات ہیں اور انہوں نے اپنے حصہ کی زمین کسی کو ہبہ نہیں کی۔ زید کی موجودہ بیوی کے متعلق زید نے اپنی زندگی میں مرنے سے ایک ماہ قبل یہ کہا تھا کہ میرے بعد تم میری ۹۰/ بیگہ زمین کی مالک ہوگی۔ سرکار کے قانون کے اعتبار سے زید کی بیوی کے نام زید کی اراضی کل اس کے نام ہو چکی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے خسر نے اپنی ہر لڑکی کو ۲۵/ بیگہ زمین لکھ دی تھی جن میں سے دو پاکستان چلی گئیں، بقیہ دو نے ان کے حصہ کی زمین پر بھی بغیر کوئی معاملہ (بیع، ہبہ وغیرہ) طے کئے قبضہ کرلیا تھا، یہ قبضہ شرعاً غلط تھا، اس سے وہ سب کی مالک نہیں ہوگئی، پس ان میں زید کی بیوی کا زید کو اپنی پوری مقبوضہ زمین (۲۵/ بیگہ اپنی اور ۲۵/ بیگہ پاکستانی بہن کا حصہ) دینا شرعاً درست نہیں ہوا، پاکستانی بہن کے حصہ میں تصرف کا اس کو حق نہیں تھا (۱)، لہذا وہ ترکۂ زید نہیں (۲)۔ موجودہ بیوی کے حق میں زید کا زمین کے متعلق وصیت کرنا اس شرط پر معتبر ہوسکتا ہے کہ اس کے بھائی اور بہن نے بھی اس کی اجازت دی ہو (۳)، ورنہ یہ وصیت معتبر نہیں۔ زمین کی مالک اگر حکومت سے تو

---

(۱) "لایجوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیره بلا إذنه أو وکالة منه أو ولایة علیه، وإن فعل کان ضامناً". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۲۰۰، کتاب الغصب، سعید)

(۲) "لأن الترکة ما ترکه المیت من الأموال صافیًا عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال". (ردالمحتار: ۶/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) "عن عطاء، عن عکرمة، عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لاتجوز وصیة لوارث إلا أن تشاء الورثة". (نصب الرایة للزیلعی: ۴/۴۰۳، (رقم الحدیث: ۷۰۸۰)، کتاب الوصایا، مؤسسة الریان بیروت)

(وکذا فی سنن ابن ماجة: ۲/۱۹۵، کتاب الوصایا، باب: لاوصیة لوارث، قدیمی) .... =

اس کا قانون معتبر ہوگا، وہ چاہے جس کے نام کردے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

والد کے موروثی مکان کو تعمیر کر کے اس میں دوسرے ورثاء کا حق

سوال [۹۷۵۴]: زید کے والد کا موروثی مکان جس کو زید نے ۴۰،۳۵/ ہزار روپے ذاتی صرف کر کے پختہ بنوایا ہے، اس کی تقسیم شرعی کس طرح ہوگی؟ اور اس مکان میں زید کے بھائیوں کی اولاد کا شرعاً کیا حصہ ہوگا؟ براہ کرم تقسیم شرعی فرما کر فتویٰ دیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زید نے اگر دیگر ورثاء سے کوئی معاملہ مکان تعمیر کرنے سے پہلے کرلیا ہے تو اس کو لکھنا چاہیے کہ معاملہ کیا ہے۔ اگر کوئی معاملہ نہیں کیا اور ان سے تعمیرِ مکان کی اجازت بھی نہیں ملی تو اس تعمیر کا زید تنہا مالک ہے، دوسرے ورثاء کا اس تعمیر میں کوئی حصہ نہیں، البتہ زمین میں ان کا حصہ ہے۔ اب یا تو وہ اپنے حصہ کی زمین لے لیں اور جس قدر تعمیر اس حصہ میں آئے اس کی قیمت زید کو دیدیں، یا زید ان کے حصہ زمین سے اپنی تعمیر ہٹالے:

"سئل فيما إذا بنى قصراً بماله بنفسه في دار مشتركة بينه وبين إخوته بدون إذنهم قبل أن يكون البناء ملكاً له؟ الجواب: نعم، وإذا بنى في الأرض المشتركة بغير إذن الشريك، له أن ينقض بناءه، ذكره في التاتارخانية من متفرقات القسمة، اهـ". تنقيح الفتاوى الحامدية: ١/١٠٠ (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۱۳۹۴ھ۔

= "وقال المنذري: إنما يبطل الوصية للوارث في قول أكثر أهل العلم من أجل حقوق سائر الورثة، فإذا أجازوها جازت، كما إذا أجازوا الزيادة على الثلث". (عمدة القاري، كتاب الوصايا، باب: لا وصية للوارث: ١٤/٥٥، دار الكتب العلمية بيروت)

(١) (تنقيح الفتاوى الحامدية: ١/١٠٠، كتاب الشركة، مطلبٌ: بنىٰ له قصراً بماله في دار مشتركة، مكتبة ميمنية مصر) .... =

مشترکہ زمین میں کسی وارث کا مکان تعمیر کر کے ملکیت کا دعویٰ کرنا

سوال[۹۷۵۵]: زید وعمر کے نام سے ایک فرم تھی جس میں سنگی رمی کا کام ہوتا تھا(۱) جس کے مالک اور کام پرداز زید، خالد، سلمان، صابر تھے۔ خورد ونوش یکجائی تھی۔ سلمان نے آپس کے تعلقات کی ناخوشگواری کی شکل میں سرمایہ اور مکان میں سے اپنا حصہ لے کر الگ کام شروع کر دیا۔ اس کے بعد زید، خالد وصابر مالک فرم رہے اور خورد ونوش یکجائی رہی۔ اس کے بعد خالد کا انتقال ہوگیا۔ کچھ دنوں کے بعد زید وصابر نے خالد کی اہلیہ کو حصۂ شرعی کے مطابق سرمایہ ومکان دیکر مطمئن کر دیا، وہ الگ رہنے لگی۔

اس کے بعد زید کا انتقال ہوگیا، جس نے دولڑکے بالغ: واقد اور ساجد، اور دولڑکیاں بالغہ راشدہ ورابعہ، اور بیوی اور برادر صابر چھوڑے۔ اب دونوں لڑکوں بیوی اور صابر کے درمیان کوئی تقسیم نہیں ہوئی۔ فرم ان ہی تینوں کی نگرانی میں چلتی رہی اور مشترکہ فرم سے زید نے بحالتِ حیات کافی اراضی خریدی تھی۔

کچھ دنوں کے بعد دونوں لڑکے اور صابر میں تعلقات کشیدہ ہوگئے اور اس دوران سرمایہ ومکانات اور اشیائے ضروریاتِ زندگی واراضی نصف نصف تقسیم کر لی گئی، اور دونوں بھائیوں میں کام مشترک رہا۔ کہا جاتا ہے کہ اس مشترکہ دور میں کچھ اراضی حاصل کی یا بنائی، حالانکہ زید کے دونوں لڑکوں نے زید کے انتقال کے بعد دونوں تینوں کے ترکے کا کوئی لحاظ نہ کرتے ہوئے تمام چیزوں میں نصف صابر سے لے کر مشترک کام کرتے رہے۔ کافی عرصہ کے بعد ان دونوں کے تعلقات خراب ہوگئے، ایک فریق نے ضرور یہ چاہا کہ حساب فہمی، سرمایہ وبٹوارۂ مکانات واراضی واشیاء کا ہوجائے، لیکن ایک فریق تیار نہیں ہوا۔ بدرجۂ مجبوری جس کے پاس جتنا تھا الگ اس سے کام کرنے لگے۔

اس صورت میں شرعی حکم سے آگاہ فرمایا جائے اور جن اراضی کے بارے میں یہ دونوں بھائی کہتے ہیں کہ لوگوں نے بنائی ہے یا حاصل کی ہے، وہ خاص کر ان لوگوں کی ملک ہوگی یا مشترکہ جبکہ اب تک تمام

= (وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۴۷، (رقم المادة: ۱۱۷۳)، كتاب الشركة، الفصل الثامن في أحكام القسمة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدر المختار: ۲۶۸/۶، كتاب القسمة، سعيد)

(۱) ''سنگی رمی: ایک قسم کا ریشمی کپڑا جس میں سوت ملا ہوتا ہے''۔ (فيروز اللغات، ص: ۸۱۴، فيروز سنز لاهور)

جائیداد مشترک رہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان کے پاس ثبوت ہے کہ الگ سرمایہ سے انہوں نے اراضی حاصل کی ہے، مشترکہ سرمایہ سے حاصل نہیں کی ہے تو ان کی بات تسلیم کی جائے گی اور اس اراضی کو مشترک نہیں قرار دیا جائے گا، یعنی کل فرم میں جتنے شرکاء ہیں ان کو حصہ دار نہیں تصور کیا جائے گا۔ جس کا سرمایہ اس اراضی میں لگا ہے وہی مالک ہے، دوسروں کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔ اگر ثبوت نہیں تو جس جس کا حصہ اس مشترک فرم اور سرمایہ میں وہ ہر ایک اپنے حصہ کے بقدر شریک ہے۔ اب چاہیں اس اراضی سے حصہ دیا اور لیا جائے، چاہے قیمت کا مطالبہ کرلیں، جائز ہے، کذا فی فتاوی الهندیه (۱) وتنقیح الفتاویٰ الحامدیه (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۹/ ۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۹/ ۱۳۸۷ھ۔

باپ کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کرنا

سوال[۹۷۵۶]: جو شخص اپنے والد کی جائیداد پر جابرانہ قابض ہو جائے اور باپ کو کچھ نہ دینا چاہے، نہ اس کی کسی قسم کی خدمت کرے، بلکہ اس کو دھمکائے اور ڈرائے اور باپ اس قابل نہ ہو کہ وہ اپنی طاقت سے کما سکتا ہو۔ ایسا شخص عند اللہ گنہگار ہے یا نہیں، اور قیامت میں اس کا کیا حال ہوگا؟

---

(۱) "لم أجده في الهندية، وقد قال الشيخ سليم رستم باز: "إذا بنى أحد الشركاء لنفسه في الملك المشترك القابل للقسمة بدون إذن الآخرين، ثم طلب الآخرون القسمة، تقسم، فإن خرج ذلك البناء في نصيب بانيه فبها، وإن خرج في نصيب الآخر، فله أن يكلف بانيه هدمه ورفعه". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/ ۶۴۷، (رقم المادة: ۱۱۷۳)، كتاب الشركة، مكتبه حنفية كوئته)

(۲) "سئل فيما إذا بنى زيد قصراً بماله لنفسه في دار مشتركة بينه وبين إخوته بدون إذنهم، فهل يكون البناء ملكاً له؟ الجواب: نعم! إذا بنى في الأرض المشتركة بغير إذن الشريك، له أن ينقض بناؤه". (تنقيح الفتاوى الحامدية: ۱/ ۱۰۰، كتاب الشركة، مطلبٌ: بنى له قصراً بماله في دار مشتركة، مكتبة ميمنية مصر)

(وكذا في الدر المختار: ۶/ ۲۶۸ كتاب القسمة، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا آدمی غاصب اور بڑا ظالم ہے اور سخت گنہگار ہے، اس کی دنیا بھی تباہ اور آخرت بھی برباد ہے، اپنے اس ظلم کا وبال اس پر یہاں بھی پڑ کر رہے گا، بغیر اس کے بھگتے موت نہیں آئے گی۔ اس کو لازم ہے کہ والد کی جائیداد واپس کردے(۱)، اور والد کی خدمت کر کے ان کو راحت پہونچائے اور ان سے معافی مانگے، ورنہ اللہ پاک اس سے ناراض ہوں گے اور وہ شخص مستحق غضب ہوگا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۱۳۸۸ھ۔

غیر کفوٴ میں نکاح اور مکانِ مورث پر قبضہ

سوال[۹۷۵۷]: زید ہاشمی کے انتقال کے بعد اس کی بیوی نے اولاد کی نابالغی کی حالت میں غیر کفو میں نکاح کرلیا، تمام گھر والے اور ماں بھائی سب اس سے ناراض ہوئے اور سمجھایا، پر وہ نکاح سے باز نہیں رہی۔ اس غیر کفو میں نکاح سے بہت شور مچا، چارہ جوئی تک کی گئی، لیکن شنوائی تک نہیں ہوئی، مزید حالات بہت پیچیدہ

---

(۱) "عن سعيد بن زيد رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوّقه يوم القيامة من سبع أرضين". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۵۴، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، قديمي)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وقضى ربک ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً، إما يبلغن عندک الكبر أحدهما أو كلهما، فلاتقل لهما أفٍ ولا تنهرهما، وقل لهما قولاً كريماً﴾. (سورة الإسراء: ۲۳)

وقال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿أن اشكر لي ولوالديک، إليّ المصير﴾ (سورة لقمان: ۱۴)

وقال تعالیٰ: ﴿وصاحبهما في الدنيا معروفاً﴾ (سورة لقمان: ۱۵)

وقال الله تعالیٰ: ﴿ولاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

"عن أبي الدرداء رضي الله تعالیٰ عنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: "الوالد أوسط أبواب الجنة، فأضع ذلک الباب أواحفظه".

"عن أبي أمامة رضي الله تعالیٰ عنه أن رجلاً قال: يا رسول الله! ماحق الوالدين على ولدهما؟ قال: "هما جنتک ونارک". (سنن ابن ماجة: ۲/۲۶۰، كتاب الأدب، باب بر الوالدين، قديمي)

اور معاملات غلط صورت اختیار کر گئے۔

آخر مسماۃ کے ماں بھائی سب کو وطن چھوڑ کر پاکستان جانا پڑا۔ زید ہاشمی کا صرف ایک مکان باقی رہ گیا ہے، روپیہ مالیت اور زمین تو غاصبین و برباد کرنے والوں نے برباد کردی جو زید کے یتیم لڑکوں کو پہنچتا۔ اب اس مکان پر بھی دانت ہے (۱) اور لڑکوں کو محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ زید کی اولاد سے مسماۃ کو سخت عداوت ہے اور دوسرے ناجائز شوہر کی اولاد کو بہت چاہتی ہے، اور وارثوں کے اس مکان میں اپنے ناجائز شوہر کی اولاد کو حصہ دار بنانے کیلئے زید ہاشمی کے مکان کو اپنے نام بتاتی ہے، اور اب تک کوئی ثبوت بھی نہ دے سکی۔

اب سوال یہ ہے اس صورت میں مسماۃ کا نکاح -- جو سید مشہور ہے-- غیر کفوٴ میں جائز ہوا یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ حسبِ تحریر صورت میں مکان زید ہی کی اولاد کو ملنا چاہئے، یا دوسرے شوہر کی اولاد کو بھی حصہ پہنچتا ہے، جبکہ ہم نے سنا ہے کہ نکاح بھی اس سے شرعاً نہیں ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید ہاشمی مرحوم کے ترکہ سے (خواہ مکان ہو یا کچھ اور) مسماۃ بحقِ زوجیت آٹھواں حصہ پانے کی حقدار ہے (۲)، اگر مہر باقی ہوتو اس کی بھی حقدار ہے (۳)۔ مسماۃ کا نکاح ثانی اگر صحیح طریقہ پر بھی تسلیم کیا جائے اور اس سے اولاد پیدا ہو تو وہ زید ہاشمی کے ترکہ سے حصہ پانے کی بالکل حقدار نہیں، وہ تو قطعاً غیر ہے (۴)، البتہ مسماۃ کی

---

(۱) "دانت: میل، رغبت، خواہش، قصد، ارادہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۱۱، فیروز سنز، لاهور)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن﴾ (سورة النسآء: ۱۲)

"وأما للزوجات فحالتان: الربع عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل، والثمن مع الولد وولد الابن وإن سفل". (السراجي في الميراث، ص: ۷، سعيد)

(۳) "ثم تقدم ديونه التي لها مُطالبٌ من جهة العباد". (الدرالمختار: ۶/ ۷۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/ ۳۶۴، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في الشريفية، ص: ۵، سعيد)

(۴) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء".

(الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/ ۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد) .... =

جو کچھ ملک ہو خواہ اس کے پہلے شوہر سے یا والدین وغیرہ سے ملی ہو وہ ضرور مسماۃ کی ہے۔

مکانِ مذکور کے متعلق مسماۃ کا دعویٰ بغیر ثبوت کے تسلیم نہیں ہوگا (۱)، بلکہ وہ زید ہاشمی کا ترکہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۳/۱۳۹۴ھ۔

متوفی کی زمین کو صرف نام کردینے سے ملکیت نہیں ہوتی، بلکہ وہ ورثاء کا حق ہے

سوال [۹۷۵۸]: ۱...... میرے والد جمشید خان کا انتقال ۱۹۶۵ء میں ہوگیا، اس کے کئی برس پہلے میرے والد صاحب کے ایک دوست حافظ علی نے میرے والد صاحب سے کہا کہ مجھے گورنمنٹ سے بندوق کا لائسنس لینا ہے۔ گورنمنٹ بندوق کا لائسنس اس کو دیتی ہے جس کے نام کوئی اراضی ہو، والد مرحوم نے حافظ صاحب کے نام ۵۳/۱ ایکڑ زمین کردی اورانہوں نے یہ کھاتا دکھلا کر گورنمنٹ سے لائسنس حاصل کرلیا۔

لائسنس ملنے کے بعد حافظ صاحب نے زمین واپس کرنے کا وعدہ کیا تھا، اس لئے والد صاحب نے برائے نام کردیا تھا، یعنی صرف کاغذات تک محدود تھا، ورنہ حافظ صاحب کا کوئی تعلق اس اراضی سے نہیں تھا۔ چنانچہ حافظ صاحب کی وفات کے بعد ان کے ورثاء نے ان کا نام جمشید حسین خان کے ورثاء کے نام کردیا، تو اس کے کئی برس بعد پتہ چلا کہ حافظ صاحب نے والد صاحب کی بغیر اجازت اس اراضی کو گورنمنٹ میں رہن رکھ کر

= (وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/ ۵۵۵، كتاب الفرائض، حقانيه پشاور)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لويعطى الناس بدعواهم، لادّعىٰ ناس دماء رجال وأموالهم، ولكن اليمين على المدعىٰ عليه". رواه مسلم".

وفي شرحه للنووي "أنه قال: وجاء في رواية البيهقي .... عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما مرفوعًا: "لكن البينة على المدعي واليمين على من أنكر". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۲۶، كتاب القضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الأول، قديمي)

"قال النووي: هذا الحديث قاعدة شريفة كلية من قواعد أحكام الشرع، ففيه أنه لايقبل قول الإنسان فيما يدّعيه بمجرد دعواه، بل يحتاج إلى بينة أو تصديق المدعىٰ عليه". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: ۷/ ۳۲۶، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، (رقم الحديث: ۳۷۵۸)، رشيديه)

چھ ہزار روپیہ حاصل کرلیا۔ اب کئی برس کے بعد سات ہزار سے زائد مع سود کے ہوگئی۔

اب گورنمنٹ بعلّت بقایہ اس اراضی کو نیلام کررہی ہے، ہم اور ہمارے نابالغ بھائی سخت پریشان ہیں، کچھ ذی اثر حضرات کو ساتھ لے کر حافظ صاحب مرحوم کے صاحبزادگان کے پاس گئے اور ان لوگوں سے کہا کہ جو زمین آپ نے ہمارے نام واپس کردی تھی، حافظ صاحب مرحوم نے رہن رکھ کر چھ ہزار نقد لے لیا تھا، اس رقم کو آپ لوگ داخل کریں۔ ورثاء اس رقم کو داخل سرکار کرنے سے انکار کررہے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا حافظ صاحب نے مذکورہ واقعہ کے تحت ہمارے والد صاحب کے ساتھ بے ایمانی یا دھوکہ نہیں دیا؟

۲...... کیا سعادت مند اولاد کا یہ فریضہ نہیں ہے کہ اگر والد نے کوئی غلطی کی ہو تو ان کے انتقال کے بعد ہماری والدہ اور ہم لوگوں سے اپنے والد حافظ صاحب کی غلطی چاہ کرا پنے والد کو خدا کی پکڑ سے بچاتے؟

۳...... حافظ صاحب نے جو چھ ہزار روپے حاصل کیا ہے تو اب وہ مع سود کے سات ہزار سے زائد پر ہماری ہی جائیداد سے گورنمنٹ حاصل کرے گی تو حافظ صاحب کے ذمہ سے قرضہ ختم ہو جائے گا؟ کیا حافظ صاحب کے ورثاء ہم یتیم نابالغ بیوہ کی جائیداد سے زبردستی یہ رقم سات ہزار کی دلوا کر اپنے باپ کو آخرت کی پکڑ سے بچا سکتے ہیں؟

۴...... جو لوگ اس وقت حافظ صاحب کے ورثاء کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں، وہ کس درجہ خدا کی نافرمانی کررہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... اگر پہلے طے کرلیا کہ محض لائسنس حاصل کرنے کی مصلحت سے صرف کاغذ میں نام درج کرایا جارہا ہے، مالک نہیں بنایا جارہا ہے، پھر اس پر حافظ صاحب کا قبضہ نہیں ہوا تو شرعاً یہ ہبہ معتبر نہیں (۱)، حافظ

---

(۱) "تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لايتم إلابالقبض". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۴۶۲، (رقم المادة: ۸۳۷)، كتاب الهبة، مكتبه حنفية، كوئٹه)

(وكذا في الدرالمختار: ۵/ ۶۸۸، كتاب الهبة، سعيد) .... =

صاحب کو اس کا حق نہیں تھا کہ وہ اس زمین کو رہن رکھ کر اس پر قرض لیں (۱)۔ اولاد نے بعد میں وہ اراضی واپس کردی، یہ بھی دلیل ہے کہ اولاد نے اس کو ہبہ نہیں تصور کیا۔ اب قرض کے متعلق یہ حکم ہے کہ حافظ صاحب کے ترکہ سے قرض ادا کیا جائے، اس کے بعد جو کچھ بچے وہ بطور ترکہ تقسیم کیا جائے (۲)۔ جمشید حسین خان کی زمین سے قرض ادا کرنے کا حق نہیں (۳)۔

اگر ترکہ نہیں چھوڑا تو اولاد کے ذمہ قرض ادا کرنا واجب نہیں، اگر ادا کردے گی تو والد مرحوم کے ساتھ احسان ہوگا اور ان کو پکڑ سے بچانے میں مدد ملے گی (۴)، جس کی کوشش حتی الوسع کرنا تقاضائے سعادت مندی ہے۔ اور اہلِ حق کو ان کا حق پہنچانے میں پوری کوشش کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۱۳۹۴ھ۔



= (وكذا في الهداية: ٣/ ٣٨١، كتاب الهبة، مكتبه شركت علميه ملتان)

(١) "لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ١/ ٦١، (رقم المادة: ٩٦)، مكتبه حنفيه كوئته)

(٢) "ثم تقدم ديونه التي لها مُطالبٌ من جهة العباد، ثم وصيته من ثلث مابقي، ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته". (الدرالمختار: ٦/ ٧٦٠، كتاب الفرائض، سعيد)

(٣) (راجع رقم: ١)

(٤) "والمراد بالذين دينٌ له مُطالبٌ من جهة العباد لادين الزكاة والكفارات ...... فلايلزم الورثة أداؤها إلا إذا أوصىٰ بها أوتبرعوا بها من عندهم". (تبيين الحقائق: ٧/ ٤٢٧، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ٦/ ٧٦٠، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ٩/ ٣٦٦، كتاب الفرائض، رشيديه)

الفصل الخامس فی موانع الإرث

(موانعِ ارث کا بیان)

کیا اختلافِ دارین مانعِ ارث ہے، وارث ہونے کا دعویٰ کیسے ثابت ہوگا؟

سوال[۹۷۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے حالت صحت وتندرستی میں اپنی تمام جائیداد زمین روپیہ ایک مدرسہ اور ایک مسجد کے لئے وصیت کی تھی، ان کی کوئی اولاد وارثین نہیں تھے، خود ہندہ نے کسی دن کسی سے اس بات پر اقرار بھی نہیں کیا، محلّہ والے کو بھی کوئی وارث موجود ہونے کا علم نہیں۔ لہٰذا ہندہ کی وصیت کے مطابق ان کی رحلت کے بعد جب پنچایت نے اس وصیت کو جاری کرنے کے لئے مجلس قائم کی تو اتفاقاً ایک شخص نے ایک خط نکالا جس میں یہ تحریر ہے کہ۔

""پاکستان میں اس ہندہ کا ایک بھائی ہے جو وراثت کا دعویٰ کرر ہا ہے""۔

اب سوال یہ ہے کہ پاکستان سے ہندہ کا بھائی ہونے کا دعویٰ خط کے ذریعہ کررہا ہے، یا شہادت پیش کرنی پڑے گی؟ شقِ ثانی میں وہاں سے باقاعدہ شہادت لے کر خط کے ذریعہ بھیج دینا کافی ہے، یا شاہدین کا یہاں آکر شہادت دینا ضروری ہے، حالانکہ پاکستان سے ہندوستان آنا ممنوع ہے؟

وارث ہونے کی صورت میں کل جائیداد میں وصیت جاری ہوتی ہے یا نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے: "وصحت بالکل عند عدم ورثته"(۱)۔ لیکن حالتِ شبہ مثلاً: صورت مرقومہ ثلث پر وصیت جاری ہو جاتی ہے، یا شبہ دور ہو جانے تک موقوف رہتا ہے۔

اختلافِ دارین مسلمانوں کے حق میں مانعِ ارث کے بارے میں کیا حکم رکھتا ہے؟ شریفیہ شرح سراجی کے قول: "دون المسلمین "اس تخصیص پر اشکال پیش کر کے شارح بسیط کے حوالہ سے عمومیت نقل کر کے جواب تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

---

(۱) (الدر المختار: ۶/ ۶۵۲، کتاب الوصایا، سعید)

"وما فی حق المسلمین، فقد لا یکون مانعاً کأهل البغی والعدل والمسلم فی دارنا مع المسلم المستأمن فی دار الحرب، یرث کل واحد منهما عن صاحبه. وقد یکون مانعاً کما أسلما فی دار الحرب وهاجر أحدهما إلیٰ دار الإسلام بالنص، اھ. فمراد التخصیص أن الاختلاف بصفة الکلیة مختص بالکفار لا أن مطلق الاختلاف المسطور مختص بهم، اھ" (۱)۔

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ اختلاف الدار کے اختصاص اور عدمِ اختصاص میں مفتیٰ بہ قول کیا ہے اور ہندوستان، پاکستان کے درمیان وراثت جاری ہوسکتی ہے یا نہیں؟ مدلل باحوالہ جواب تحریر فرماکر مطمئن فرمائیں۔ واضح رہے کہ ہندوستان میں اگر پاکستان کی جائیداد موجود ہوتو حکومت قبضہ کرسکتی ہے۔ فقط والسلام۔

العارض: مخلص الرحمٰن، خادم دارالعلوم بانسکنڈی، ۸۲/۹/۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ نے کبھی اپنے کسی وارث کا اقرار نہیں کیا اور اہلِ خاندان اور اہلِ محلّہ کو بھی کسی وارث کا علم نہیں تو ہندہ کے انتقال کے بعد محض خط کی بناپر خط لکھنے والے کو ہندہ کا بھائی اور وارث شرعی قرار نہیں دیا جائے گا جب تک وہ شہادت سے ثابت نہ کردے، شہادت کے لئے حاضر ہونا شرط ہے، غائب کی شہادت کافی نہیں، یعنی بھائی اپنے دعویٰ پر دو گواہ پیش کرے تب اس کا دعویٰ ثابت ہوگا:

"وفی الأقضیة: شهدا بأنه وارثه، لا وارث له غیره، أو أخوه أو عمه لا نعلم له وارثاً غیره، لا تقبل حتی یبیّنا طریق الوراثة له، و الأخوّة والعمومة لاختلاف الأسباب .... ویشترط ذکر لا وارث له غیره لإسقاط التلوم عن القاضی، والشرط فی سماع هذه البینة إحضار الخصم وهو إما وارث أو غریم المیت له علی المیت دین أو مودع المیت أو الموصی له أو به، لا فرق بین أن یکون مقراً بالحق أو منکراً .... ذکر محمد رحمه الله تعالی فی

(۱) (الشریفیة شرح السراجیة، ص: ۱۲ فصل فی الموانع، سعید)

الکتاب: من ادّعی أنه أخوه لأبیه وأمه وأقام البینة، تقبل". تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، ص: ۳۳٦"(۱)۔

اگر پنچایت کو اس خط سے شبہ پیدا ہوگیا ہے تو فی الحال وصیت ایک ثلث میں کردی جائے اور دوثلث کو محفوظ رکھا جائے، تا آنکہ پنچایت کو اطمینان ہوجائے جتنے وقت میں بھی اطمینان ہو، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی قول ہے صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک سال نقل کیا ہے۔

عبارتِ منقولہ بالا سے پہلے عبارتِ ذیل:

" وذکر أن القاضی یحتاط ویتلوم زماناً یقع فی غالب رأیه أنه لو کان له وارث اٰخر لظهر فی مثل هذه المدة، ولم یقدره لا بشیئ. وذکره الطحاوی فی مختصره، وقدّره لذلك حولاً؛ لأن الغیبة قد تمتدّ إلی الحول. قیل: هذا قولهما. وما ذکر فی المبسوط قول أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ؛ لأنه لا یری التقدیر بالاجتهاد إذا لم یکن فیه نص ولا إجماع، بل هو موکول إلیٰ رأی مَن ابتُلیَ به، وهما یثبتان المقدار بالاجتهاد، کما قالا فی التعزیر محیط السرخسی، اهـ". حواله بالا(۲)۔

اختلافِ دارین کے ذیل میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول کو دفع کیا ہے جس نے اہل اسلام

---

(۱) (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة: ۱/۳۳٦، کتاب الشهادة ومطالبه، مطلبٌ: لا بد فی شهادة المیراث من بیان طریقه، مکتبه میمنیة بمصر)

(۲) (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة: ۱/۳۳۵، کتاب الشهادة ومطالبه، مطلب فی الشهادة فی المیراث، مکتبه میمنیة بمصر)

"ولا بد مع الجر المذکور من بیان سبب الوراثة وبیان أنه أخوه لأبیه وأمه أو لأحدهما ونحو ذلک .... وهو قول الشاهد: لاوارث أولا أعلم له وارثاً غیره، ورابع وهو أن یدرک الشاهد المیت، وإلا فباطلة لعدم معاینة السبب". (الدر المختار: ۵/۴۹۲، کتاب الشهادة، باب الاختلاف فی الشهادة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳/۴۸۹، کتاب الشهادة، الباب السادس فی الشهادة فی المواریث، رشیدیه)

کے حق میں اختلاف کو مانع ارث قرار دیا ہے:

"فمدفوع بقول بعض علمائنا: یخایل لی أن هذا کان فی ابتداء الإسلام حین کانت الهجرة فریضةً، ألا تری أن الله تعالی نفی الولایة بین مَن لم یهاجر فقال: ﴿والذین امنوا ولم یهاجروا مالکم من ولایتهم من شیئ حتی یهاجروا﴾ فلما کانت الولایة بینهما منتفیةً، کان المیراث منتفیاً؛ لأن المیراث علی الولایة، فأما الیوم فینبغی أن یرث أحدهما من الآخر؛ لأن حکم الهجرة قد نُسخ بقوله صلی الله علیه وسلم: "لا هجرة بعد الفتح، اھ". رد المحتار: ٥/٦٧٣(١)۔

البتہ ثبوتِ وارث محتاج بینہ ہے (٢)، اب صورت مسئلہ میں اختلافِ دار مانعِ ارث نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا مرتدہ وراثت کا حق دار ہے؟

سوال[۹۷۲۰]: خالدہ نکاح توڑنے کے لئے مرتدہ ہوگئی حالانکہ اس طرح نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ تو کیا وراثت کی حقدار ہے؟

---

(١) (ردالمحتار: ٦/٧٦٨، کتاب الفرائض، سعید)

"ولکن هذا الحکم فی أهل الکفر لا فی حق المسلم، حتی أن المسلم إذا مات فی دار الإسلام وله ابن مسلم فی دار الهند أو الترک، یرث". (البحر الرائق: ٩/٣٦٥، کتاب الفرائض، رشیدیه)

(وکذا فی الشریفیة شرح السراجیة، ص: ١٦، فصل فی الموانع، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ٤/٤٩٨، کتاب الفرائض، مکتبه غفاریة کوئٹه)

(٢) "وذکر محمد رحمه الله تعالیٰ فی الکتاب: من ادّعیٰ أنه أخوه لأبیه وأمه وأقام البینة، تقبل". (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة: ١/٣٣٦، کتاب الشهادة، مطلبٌ: لابد فی شهادة المیراث من بیان طریق، مکتبه میمنیه مصر)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ٣/٤٨٨، کتاب الشهادة، الباب السادس فی الشهادة فی المواریث، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل مذہب اور ظاہر الروایہ تو یہی ہے کہ ارتداد سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے، مگر چونکہ عورتوں نے اس کو مفارقت کا آلہ بنالیا ہے، اس لئے بعض علماء نے حکم فرمایا ہے کہ نکاح تو فسخ ہوجاتا ہے، لیکن عورت کو تجدیدِ اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔ پھر دیکھا گیا کہ اس میں بھی مشکلات کا سامنا ہے اور جبر کرنا دشوار ہے، اس لئے فتویٰ دیا گیا کہ نکاح فسخ نہیں ہوتا، تاہم جب تک وہ تجدید اسلام اور پھر تجدید نکاح نہ کرے اس وقت تک صحبت وغیرہ بھی ممنوع ہے، لیکن دوسری جگہ نکاح درست نہیں۔ یہ سب کچھ بطور سزا اور تعزیر کے ہے اور یہی غایت ہے، للہٰذا صورتِ موجودہ میں عورت کو مستحقِ وراثت قرار دینا اس غایت کے منافی ہے، اسی سزا کے ذیل میں مرتدہ کا نفقہ بھی ساقط ہوجاتا ہے، نیز اختلافِ دین کا مانعِ ارث ہونا مصرح ومنصوص ہے:

"وارتداد أحدهما فسخٌ عاجلٌ، فللموطوءة كل مهرها، ولغيرها نصفه لو ارتد. ولا شئ من المهر والنفقة سوى السكنى، به يفتى لو ارتدت لمجئ الفرقة منها قبل تأكده .... وصرحوا بتعزيرها خمسةً وسبعين، وتجبر على الإسلام وعلى تجديد النكاح زجراً لها بمهرٍ يسيرٍ كدينار، وعليه الفتوى، ولوالجية. وأفتى مشايخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجراً وتيسيراً، اهـ". درمختار (۱)۔

"(قوله: والنفقة) قد علمت أن الكلام في غير المدخول بها، وهٰذه لانفقة لها لعدم العدة، لا لكون الردة منها، لكن المدخول بها كذلك لا نفقة لها لو ارتدت، ولذا قال في البحر: وحكم نفقة العدة كحكم المهر قبل الدخول، فإن كان هو المرتد فلها نفقة العدة. وإن ارتدت فلا نفقة لها. .... (قوله: وعلى تجديد النكاح) فلكل قاض أن يجدده بمهر يسير ولو بدينار رضيت أم لا، وتمنع من التزوج بغيره بعد إسلامها. ولا يخفى أن محله ما إذا طلب الزوج ذلك. (قوله: زجراً لها) عبارة البحر: حسماً لباب المعصية والحيلة للخلاص منه، اهـ. ولا يلزم من هذا أن يكون الجبر على تجديد النكاح مقصوراً على ما إذا ارتدت لأجل الخلاص منه، بل

(۱) (الدرالمختار: ۳/۱۹۳، ۱۹۴، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۳۷۲-۳۷۶، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، رشيديه)

قالوا ذلك سداً لهذا الباب من أصله، سواء تعمدت الحيلة أم لا، كيلا تجعل ذلك حيلةً..........اهـ.

ولا يخفى أن الإفتاء بما اختاره بعض أئمة بلخ أولى من الإفتاء بما في النوادر، ولقد شاهدنا من المشاق في تجديدها فضلاً عن جبره بالضرب ونحوه مالا يعدّ ولا يحدّ. وقد كان بعض مشايخنا من علماء العجم ابتُلِيَ بامرأةٍ تقع فيما يوجب الكفر كثيراً، ثم تنكر، وعن التجديد تأبى. ومن القواعد: المشقة تجلب التيسر، والله الميسّر لكل عسير". شامی بقدر الحاجة: ۶۱۶/۲(۱)۔

"أما المرتد، فلا يرث من أحدٍ لا من مسلمٍ ولا من مرتدٍ، وكذلك المرتدة لا ترث من أحد؛ لأنها ليست ذات ملة، اهـ". شریفیہ، ص: ۱۵۵(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/۷/۶۱ھ۔

جو عورت قادیانی ہوجائے کیا وہ مستحقِ میراث ہے؟

سوال[۱۱۷۶۹]: حفیظ اللہ کا انتقال ہوا، انہوں نے تین لڑکے اور ایک لڑکی غفورہ اور ایک بیوی چھوڑی۔ حفیظ اللہ کی زوجہ کی رضامندی سے ان کے لڑکوں نے ایک دوسرے متروکہ مکان میں تین قرعے ڈال لئے اور اس طرح مکان میں شرکت کے ساتھ رہنے لگے۔ غفورہ نے کہا کہ میں اپنا حصہ نہیں لوں گی، کچھ عرصہ کے

(۱) (ردالمحتار: ۱۹۴/۳، ۱۹۵، کتاب النكاح، باب نكاح الكافر، سعيد)

(۲) (الشريفية شرح السراجية، ص: ۱۴۱ فصل في المرتد، سعيد)

"المرتد لا يرث من مسلم ولا من مرتد". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۵۵/۲، كتاب الفرائض، الباب السادس: ميراث المرتد، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۲/۲، كتاب الفرائض، الفصل الخامس في موانع الإرث، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۲۵۴/۴، كتاب الجهاد، باب المرتد، سعيد)

بعد غفورہ نے اپنے قادیانی شوہر کے اثر سے قادیانیت اختیار کرلی۔ سوال یہ ہے کہ غفورہ باوجود قادیانی ہونے کے اپنے مسلم باپ کے ترکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حفیظ اللہ کے انتقال کے وقت اس کی لڑکی غفورہ مسلمان تھی، اس وقت مستحقِ میراث ہوگئی تھی، جس وقت اس نے قادیانیت اختیار کرلی تھی اس وقت اگر حفیظ اللہ زندہ ہوتے اور پھر انتقال ہوتا تو وہ مستحق میراث نہ ہوتی(۱)، لیکن مسلمان لڑکی کا نکاح قادیانی سے شرعی نکاح نہیں (۲)، اس پر بڑا ظلم کیا گیا جس کا نتیجہ ظاہر ہوا کہ وہ خود بھی قادیانی ہوگئی۔

افسوس! آج جبکہ میراث دینے کا وقت آیا تب تو پوچھا جاتا ہے اور جب اس کے ایمان وعصمت کو تباہ کرکے نکاح قادیانی سے کیا جارہا تھا، اس وقت دریافت نہیں کیا گیا کہ یہ اقدام کس درجہ کا جرم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۴/۱۳۹۱ھ۔



(۱) قال العلامة السيد الجرجاني رحمه الله تعالیٰ: "وأما المرتد، فلا يرث من أحدٍ لا من مسلمٍ ولا من مرتدٍ؛ لأنه جان بارتداده، فلا يستحق الصلة الشرعية التي هي الإرث بل يحرم عقوبةً". (الشريفيه شرح السراجية، ص: ۱۴۱، فصل في المرتد، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۵، كتاب الفرائض، الباب السادس في ميراث أهل الكفر، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۷۲، كتاب الفرائض، النوع الثالث في المناسخة، الفصل الخامس في موانع الإرث، رشيديه)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا، ولَعبدٌ مؤمن خيرٌ من مشرکٍ ولو أعجبكم﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

"ولا يجوز للمرتد أن يتزوج مرتدةً ولا مسلمةً .... ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرک ولا كتابي". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۲، كتاب النكاح، القسم السابع: المحرمات بالشرک، رشيديه)

"والمرتدة لا يجوز نكاحها مع أحد، وكذلک المرتد لا يجوز نكاحه مع أحد. وفي الهداية: مسلمة ولا كافرة ولا مرتدة". (الفتاویٰ التاتارخانيه: ۳/۸، كتاب النكاح، الفصل الثامن في بيان مايجوز من الأنكحة وما لايجوز، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۴۵، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرک، شركة علمية ملتان)

الفصل السادس فی التصرف فی الترکۃ

(ترکہ میں تصرف کرنے کا بیان)

میراث میں بعض ورثاء کا تصرف

سوال[۹۷۶۲]: مخدوم مُطاع جناب مولوی صاحب دام ظلہم!

بعد تحیۂ تعظیم وسلامِ مسنون عرض ہے مندرجہ ذیل میراث کے ایک جھگڑے کے بعض اجزاء کے متعلق، اس سے قبل چند بار پوچھا جا چکا ہے مگر تجربہ یہ ہوا ہے کہ جب تک مفصل حالات اور واقعات عرض نہیں کئے جائیں گے، اطمینان بخش جوابات حاصل نہ ہوں گے۔ نیز چند باتیں اب ایسی معلوم ہوئی ہیں جن کی وجہ سے گذشتہ جوابات میں تبدیلی کا قوی احتمال پیدا ہو گیا ہے۔ لہذا مفصل حالات عرض کر کے جوابات کی درخواست ہے۔

زید نے اپنے بیمار بھائی عمر کا علاج کرایا، سو روپیہ تو عمر کے پاس موجود تھے، اور بقولِ زید ان کے علاوہ چار سو روپیہ زید کے عمر کے علاج میں اُورخرچ ہو گئے، عمر جانبر نہ ہوا(۱)۔ اس کی وفات کے بعد اس کی بیوی ہندہ کے باپ نے ہندہ کے مہر، نیز دیگر حقوق کا مطالبہ ورثاء عمر سے کیا۔ زبانی طور پر ہندہ نے مہر معاف کر دیئے تھے، مگر پدرِ ہندہ نے اس معافی کو نہیں مانا اور مقدمہ بازی شروع کر دی جس میں بقولِ زید دو سو روپیہ زید کے خرچ ہو گئے، آخر زید نے پدر ہندہ کو آٹھ سو روپیہ دے کر جملہ حقوق سے دستبرداری کرالی۔ ان آٹھ سو روپیہ میں سے چار سو روپیہ تو زید کے اپنے تھے اور چار سو روپیہ ایک شخص فخر الدین سے قرض لئے گئے۔

عمر کا کچھ ترکہ وطن میں تھا اور کچھ بمبئی میں۔ وطن میں تو ایک متوفی باپ کے چھوڑے ہوئے مکان میں عمر کا حصہ تھا، یہ حصہ اس زمانہ ارزانی کی قیمت کے حساب سے اندازاً تین سو روپیہ کا ہوگا۔ دوسرے ایک زمین تھی جو زید وعمر کے آدھے ساجھے کی تھی (۲)۔ وفاتِ عمر سے کئی سال کے بعد زید نے اس زمین کو چار سو پچاس روپیہ

(۱) "جانبر: زندہ، صحیح سلامت"۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۴۴، فیروز سنز، لاہور)

(۲) "ساجھے: شراکت"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۷۲، فیروز سنز، لاہور)

میں بیچا اور اس کی کل قیمت اپنے ذاتی خرچ میں کرلی۔ تیسرے عمر کا کچھ سامان غیر نقد تھا جو اندازاً ایک سو اسّی روپیہ کا ہوگا جس میں سے سو روپیہ کا سامان تو تنہا زید نے لے لیا، اور باقی زید سمیت سب ورثائے عمر پر بحساب شرعی تقسیم ہوا۔

پدر ہندہ سے فارغ ہوکر زید بمبئی گیا اور وہاں اول عمر کے جمع کردہ بارہ سو روپیہ بینک سے وصول کئے جس میں سے چار سو روپیہ فخر الدین مذکور کو بھیج دیئے اور پانچ سو روپیہ اپنے ایک چھوٹے بھائی بکر کو قرض دیئے۔ بعدہ زید نے بمبئی میں ایک شخص سے ۱۲۵/ روپیہ اور دوسرے شخص یامین نامی سے پندرہ سو روپیہ اور وصول کئے، لیکن بمبئی میں ترکۂ عمر کو وصول کرنے کی کوشش میں بقولِ زید چھ سو روپیہ خرچ ہوگئے۔ شخص مذکور نہ تو عمر کا قرضدار تھا نہ امانتدار، پھر بھی اس نے پندرہ سو روپیہ زید کو اس طرح دیئے کہ بمبئی میں عمر اور اس شخص کی ایک مشترکہ دوکان دستکاری کی تھی۔

بعد وفاتِ عمر، زید نے اس کے پاس پہنچ کر اس سے کہا: یا تو عمر کی جگہ مجھ کو دوکان میں اپنا شریک بنا، یا حق شرکت بمبئی میں جو گڈول کے انگریزی نام سے رائج ہے۔ اور یہ بھی خیال ہے کہ عمر اور اس شخص کے درمیان ا؍ احقِ شرکت کا معاہدہ شاید طے ہوا ہو۔ کیونکہ شرکت دوکان کے متعلق عمر اور اس کے درمیان ایک عہد نامہ لکھا گیا تھا، جس میں بہت سی دفعات تھیں۔ بہر حال اس شخص نے زید کی آخری بات کو مان کر پندرہ سو روپیہ گڈول کے دیئے تھے۔

عمر کی بیماری، ہندہ سے مقدمہ بازی، بکر کو قرض دہی اور بمبئی میں ترکۂ عمر کو وصول کرنے کے کوششوں میں جتنا روپیہ خرچ ہوا، اس کو کم کرکے ترکۂ عمر کا زرِ نقد جو کچھ بچا وہ زید کے اپنے مال میں مخلوط ہوکر زید ہی کے ہاتھوں سے تھوڑا سا زید اور اس کے اہل وعیال پر اور زیادہ تر ورثائے عمر باستثنائے چند پر کئی سال تک خرچ ہوا۔ اس خرچ میں بڑا حصہ زید کے اپنے روپیہ کا تھا، کیونکہ خرچ اتنا وسیع تھا کہ باقی ماندہ زرِ نقد ترکۂ عمر اس کے مقابلہ میں نہایت قلیل تھا۔

زید نے رقم ترکۂ عمر سے بکر کو جو پانچ سو روپیہ قرض دیئے تھے اس کے متعلق بکر نے زید سے دریافت

کیا کہ یہ قرض آپ ہی کو ادا کیا جائے یا اس کو قابلِ تقسیم قرار دیکر سب ورثاء کو بقدر ان کے حصوں کے دیدیا جائے۔ زید نے جواب دیا کہ جیسا کہ تیری سمجھ میں آئے ویسا کردے۔ بکر نے اپنی سہولت کے لئے یہ تجویز کیا کہ رقم قرض سے بقدر اپنے حصہ کے کاٹ کر باقی کو زید ہی کو ادا کرنے کا ارادہ کرلیا، چنانچہ کچھ ادائیگی تو زرِنقد سے کردی اور باقی کے بدلہ میں مکان متروکۂ پدر میں سے اپنے حصہ کو زید کو دینے کا وعدہ کرلیا۔

ان واقعات سے عرصۂ دراز کے بعد اب زید کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگئی کہ متوفی باپ کے مکان کو تنہا اپنی ملکیت میں کرلیا جائے، کیونکہ اول تو زید کے پانچ سو روپیہ باپ پر قرض تھے جو از روئے وصیت زید کو مکان پدر سے وصول کرنے تھے، دوسرے مکان مذکورہ کی مرمت میں زید کے سو روپیہ خرچ ہوئے، تیسرے مکان پر ایک شخص سے مقدمہ بازی ہوئی، تو اس میں زید کے تین سو روپے خرچ ہوئے۔

اس کے علاوہ مکان مذکور میں سے اپنی ایک بہن کا حصہ زید خرید چکا ہے اور ایک بھائی بکر نے بھی اپنا حصہ مکان زید کو دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے، جیسا کہ اوپر مذکور بھی ہو چکا۔ تو از روئے حساب ورثاء پدر میں سے جس جس کا تھوڑا بہت حق مکان مذکور میں باقی نکلے وہ دے دلا کر مکان کو اپنا کرلیا جائے۔ زید کی یہ خواہش دیگر ورثاء کو ناگوار ہوئی جس کی وجہ سے انہوں نے ترکۂ عمر کو یاد کیا کہ اگر ترکۂ عمر میں ہمارے کچھ حقوق باقی ہوں تو ان کے ذریعہ سے ہمارے وہ بوجھ ہلکے ہوجائیں جن کے دباؤ سے ہم سے دستبرداری کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔

چنانچہ انہوں نے اول تو زید سے ترکۂ عمر کے حسابات کا مطالبہ کیا، دوسرے یہ کہ ترکۂ عمر سے متعلق خرچ کی جو رقمیں زید نے بتائیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان پر اعتراضات کئے کہ یہ رقوم اندازہ سے بہت زیادہ ہیں۔

زید نے کہا میرا اپنا روپیہ تم لوگوں پر خرچ ہوا جس کا اگر حساب لگایا جائے تو ترکۂ عمر میں حقدار بننے کے بجائے تم لوگ میرے زیرِ احسان ہو، اور اگرچہ میرے احسانات تم پر بطور قرض کے نہیں ہیں تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ ترکۂ عمر کی جو اشیاء ابتک بھی باقی ہیں، اگر از روئے حساب وہ میری ملکیت قرار نہ پاسکیں تو میرے احسانات کے معاوضہ ہی میں وہ میری ہوجائیں، چنانچہ باہر کے مکان میں سے عمر کا حصہ مجھے مل جائے اور بکر کا

بھی مل جائے، جبکہ بکر مجھ سے اس کا وعدہ بھی کر چکا ہے۔

اور میرے پانچ سو روپیہ جو والد مرحوم کے مکان پر قرض ہیں، نیز مرمت مکان اور مقدمہ بازی میں جو میرا روپیہ خرچ ہوا ہے اس کے بدلہ میں دیگر ورثاء اگر پدر سے دستبرداری کو گوارہ نہیں کرتے ہیں تو کم از کم اتنا ہی کردیں کہ مکان کو میرے نام پانچ سال کیلئے دخلی رہن کردیں پھر میرے قرض کی ادائیگی کی کوشش کرتے رہیں، اور درصورتِ عدم ادائیگی مجھے اختیار ہوگا مکان سے وصول کر لینے کا۔ اور میری بتائی رقوم اخراجات متعلق ترکۂ عمر میں غیر معمولی زیادتیوں کا شبہ، سوتم لوگوں نے میرے احسانات کو بالکل بھلا دیا، تم دوسرے کے دست نگر ہوکر زندگیاں گذارنے والو! اخراجات کی وسعت کا صحیح اندازہ کیسے لگا سکتے ہو۔

مہربانی فرما کر سوالاتِ ذیل کے جوابات کے علاوہ جو اور باتیں قابلِ اطلاع ہوں ان سے بھی مطلع فرمایا جائے:

۱...... آخری سطور میں مذکورہ زید کا اظہارِ برہمی مع عدمِ جوابدہی، احتمالِ زیادتی، اخراجات متعلق ترکۂ عمر بجا ہے یا بیجا؟

۲...... یامین سے وصول شدہ روپیہ ترکۂ عمر میں شمار ہونے کے قابل تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کے احکام سے مطلع فرمایا جائے۔

۳...... ورثاء عمر جن پر زرِ ترکۂ عمر خرچ ہوا اور وہ جن پر نہیں ہوا، ترکۂ عمر ختم شدہ اور باقی ماندہ میں اگر کچھ حقوق رکھتے ہوں تو ان سے مفصل مطلع فرمایا جائے۔

۴...... بکر نے جو اپنا حصۂ مکان زید کو دیدینے کا وعدہ کیا ہے اس وعدہ کو پورا کرے، یا رقم قرض باقی ماندہ کو تمام ورثاء عمر پر تقسیم کرے؟

۵...... ترکۂ عمر سے متعلق خرچ کی جو رقوم زید نے بتائی ہیں اور ان میں اندازہ سے بہت زیادہ زیادتیوں کے احتمال کا کوئی جواب زید نے نہیں دیا تو ان کو زید کے بتانے کے مطابق ہی ماننا پڑے گا، یا اندازہ کے مطابق بھی کیا جاسکتا ہے؟

۶......زید نے بحیثیتِ مسلمان ہونے کے زیر ترکہ عمر کو ورثائے عمر باستثنائے چند پر بے حساب خرچ کیا ہے، حالانکہ ترکہ میں حساب ہوتا ہے، مثلاً: ماں کا اتنا، بہن کا اکہرا، بھائی کا دوہرا۔ تو کیا ولی ہونے کی وجہ سے زید کیلئے یہ حساب معاف ہے؟

۷......زید نے بیوۂ عمر ہندہ کو جو آٹھ سو روپیہ دے کر جملہ حقوق سے دستبرداری لی، اس کے ساتھ متوفی باپ کے مکان میں عمر کے حصہ میں سے ہندہ کا جتنا حصہ نکلتا تھا بیع نامہ ہندہ سے اپنے نام کرالیا۔ کیا زید کی یہ کار وائی شرعاً درست ہوگئی؟ فقط۔

احقر احمد حسین، مرادآباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......یہ برہمی مغلوب الغضب ہونے کی بناء پر ہے، کوئی باضابطہ جواب نہیں۔

۲......اس کے لئے زید کا بیان سامنے ہونا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس نے کس بناء پر روپیہ وصول کیا ہے، اگر اس نے ناحق جبراً وصول کیا ہے تو یہ حرام ہے، اور ہرگز ترکۂ عمر نہیں (۱)۔ اگر واقعۃً عمر نے روپیہ دیا اور شرکت کا معاملہ کیا اور حساب سے اس قدر روپیہ عمر کا ہوتا تھا تو پھر یہ ترکۂ عمر شمار ہوگا۔ اور اول صورت میں اس روپیہ کی واپسی زید کے ذمہ لازم ہے (۲)، ثانی صورت میں جو اَور ترکہ کا حال وہی اس کا بعد ادائے قرض وغیرہ (۳)۔ ترکۂ عمر میں جمیع ورثاء شریک ہیں اور یہ شرکت حسبِ استحقاقِ وراثت ہوگی جس کی تفصیل ورثاء کی

---

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

"عن أبي حرّة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ألا! لاتظلموا، ألا! لايحل مال امرئ إلابطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح: ۱/۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قديمي)

(۲) "أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "مطل الغني". أي تأخيره أداء الدين من وقت إلى وقت "ظلم" فإن المطل منع أداء ما استحق أداء ه وهو حرام من المتمكن. ولو كان غنياً، ولكنه ليس متمكناً، جازله التأخير إلى الإمكان". (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار، الفصل الأول: ۶/۱۱۹، رشيديه)

(۳) "يبدأ بتركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بتجهيزه، ثم يقدم ديونه التي لها مُطالِب من جهة=

تفصیل وتعیین معلوم ہونے پرتحریر کی جاسکتی ہے۔

جن ورثاء پران کے استحقاق سے زیادہ خرچ ہوا، اگران کی طلب پرخرچ ہوا توان کے ذمہ اس مقدار زیادتی کی واپسی لازمی ہے، وہ ایسے ورثاء کودیں جن کو باوجودِ استحقاق کے کچھ نہیں ملا، یا استحقاق سے کم ملا۔ اگر بغیران کی طلب کے یہ زیادتی ان پرخرچ ہوئی، توخرچ کرنے والا اس کا ضمان ان ورثاء کوادا کرے، جن کوترکہ نہیں ملا، یا استحقاق سے کم ملا(۱)۔

۴......جبکہ زید نے عمر کے جمع کردہ بارہ سوروپیہ بینک سے وصول کرکے بکر کو پانچ سوروپیہ قرض دیئے اورادائیگی کی صورت دریافت کرنے پر اختیار دیدیا کہ جیسا تیری سمجھ میں آئے ویسا کردے، یعنی رقم قرض خواہ کل زید کو دیدے خواہ جملہ ورثاء میں حسبِ حصص تقسیم کردے، پھر بکر نے اپنا حصۂ میراث کاٹ بھی لیا تواب بکر کو چاہیئے کہ بقیہ رقم (اپنا حصہ کاٹنے کے بعد) تنہا زید کو نہ دے، نہ بصورتِ نقد نہ بصورتِ حصۂ مکان (۲)، بلکہ جس

= العباد، ثم وصيته من ثلث مابقي، ثم يقسم الباقي بعد ذلک بين ورثته: أي الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة أو الإجماع". (الدرالمختار: ۶/۷۵۹، ۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

"كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلک يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۱۰، كتاب الشركة، الفصل الثالث في الديون المشتركة، (رقم المادة: ۱۰۹۲)، مكتبه حنفيه، کوئٹه)

(۱) "ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلاسبب شرعي، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه رده عيناً إن كان قائماً، وإلا فيضمن قيمته إن كان قيمياً، ومثله إن كان مثلياً". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۲، (رقم المادة: ۹۷)، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۲۰۰، كتاب الغصب، سعيد)

(۲) "مايقبضه كل واحد من الدائنين من الدين المشترک، يكون مشتركاً بينهما، وللشريک الآخر أخذ حصته منه، ولا يسوغ للقابض أن يختص به وحده". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۱۳، (رقم المادة: ۱۱۰۱)، كتاب الشركة، الفصل الثالث في ديون المشتركة، مكتبة حنفية كوئٹه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲/۳۳۷، كتاب الشركة، الباب السادس في المتفرقات، رشيديه)

طرح اپنا حصہ خود کاٹ لیا ہے زید کو نہیں دیا، اسی طرح ہر وارث کا حصہ اس وارث کو دے، صرف زید کے حوالہ نہ کرے، زید کو صرف زید کا حصہ دے۔

۵......زید سے تفصیل دریافت کرلی جائے، جب تک جھوٹ اور خیانت کا ثبوت نہ ہو زید کے قول کا اعتبار ہوگا۔ اگر دیگر ورثاء کو یقین نہ ہو تو زید سے قسم لی جاسکتی ہے (۱)۔

۶...... یہ معاف نہیں، زید کے ذمہ کے ہر ایک کا حصہ پورا پورا دینا واجب ہے (۲)، ایک کا حصہ دوسرے پر از خود خرچ کرنا جائز نہیں (۳)۔

۷......اگر بیوہ ہندہ نے مہر معاف کردیا تو وہ شرعاً معاف ہوگیا، پدر ہندہ کو مہر کے مطالبہ اور مقدمہ بازی کا ہرگز حق نہیں (۴)، جبکہ ہندہ موجود ہے اور کہتی ہے کہ میں نے مہر معاف کردیا تو پھر پدر ہندہ کا ورثاء عمر

(۱) "وهو أن الشريک أمينٌ في المال، فيقبل قوله بيمينه في مقدار الربح والخسران والضياع والدفع لشريكه ولو بعد موته". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "ولو وكل بقبض وديعته، ثم مات المؤكل، فقال الوكيل: قبضت في حياته وهلک، وأنكرت الورثة، أو قال: دفعته إليه، صُدِّق".
(ردالمحتار: ۳۱۹/۴، كتاب الشركة، سعيد)

(۲) ہر شخص کا حصہ چونکہ زید کے پاس امانت ہے اور امانت کو اپنے مالک تک پہنچانا واجب ہے: قال الله تبارک وتعالىٰ: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها﴾ (سورة النساء: ۵۸)

(۳) "لايجوز لأحد أن يتصرف في ملک غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۶۱/۱، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، (رقم المادة: ۹۶)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدرالمختار: ۲۰۰/۶، كتاب الغصب، سعيد)

(۴) "للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق، دخل بها زوجها أو لم يدخل، وليس لأحد من أولياء أب ولاغيره الاعتراض عليها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۱۶/۱، كتاب النكاح، باب المهر، الفصل العاشر في هبة المهر، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۳۲۵/۲، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه شركة علمية ملتان)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱۱۳/۳، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

سے مقدمہ بازی کر کے مہر وصول کرنا سراسر ظلم ہے(۱)۔البتہ ہندہ اپنا حصۂ میراث ضرور وصول کر سکتی ہے(۲)۔ اور زید نے جو آٹھ سو روپے دیئے ہیں تو معلوم نہیں ہو سکا کہ اس میں بعوضِ مہر کس قدر ہیں اور بعوضِ میراثِ ہندہ کس قدر ہے۔

جس قدر رقم زید نے بعوضِ حصۂ میراثِ ہندہ ادا کی ہے،اس کے عوض میں وہ ہندہ کے حصۂ میراث کا مالک ہو گیا(۳)،اور شرعاً یہ درست ہے،خواہ وہ مکان کا حصہ ہو خواہ دیگر سامان کا،دیگر ورثاء اب اس کے متعلق کچھ نہیں کر سکتے۔جس طرح زید نے اپنے نام بیعنامہ کرالیا ہے،دیگر ورثاء کو بھی یہ حق حاصل تھا،جب زید نے اس حق کو وصول کرلیا اور دیگر ورثاء خاموش رہے تو اب اَوروں کا حق ساقط ہو گیا(۴)،اور چونکہ یہ رقم زید نے ترکۂ عمر سے نہیں دی،اس لئے ورثاء عمر کو اس میں شرکت کا حق نہیں۔یہاں تک سوالات کے جوابات تھے۔

عمر کی بیماری پر جو کچھ زید نے خرچ کیا،اگر عمر کی طلب پر بطورِ قرض خرچ نہیں کیا تو زید کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں(۵)۔

---

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ولاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

(۲) "والمرأة تأخذ مهرها من التركة من غير رضى الورثة إن كانت التركة دراهم أو دنانير، وإن كانت التركة شيئاً يحتاج إلى البيع، فبيع ماكان يصلح ويستوفى صداقها". (خلاصة الفتاویٰ: ۴/ ۴۲۱، كتاب الوصايا، الفصل السابع فى الدعوىٰ والشهادة، رشيديه)

(۳) "وصيه أو ورثته نقدوا ثمن كفنه من مالهم، يرجع به فى التركة، وكذا أداء دينه". (جامع الفصولين). "وللوارث أن يقضى دين الميت وأن يكفنه بغير أمر الورثة، كان له أن يرجع فى مال الميت". (جامع الفصولين مع حاشيته: ۲/ ۳۶، الفصل الثامن والعشرون فى مسائل التركة والورثة والدين، اسلامی کتب خانہ کراچی)

"وكذا لو قضىٰ الوارث أوالوصى ديناً من ماله، كان له أن يرجع فى مال الميت". (خلاصة الفتاویٰ: ۴/ ۴۴۰، كتاب الوصايا، الفصل السادس فى تصرفات الوصى، رشيديه)

(۴) "سكوت المالك القديم حين قسم ماله بين الغانمين رضا". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب: المواضع التى يكون فيها السكوت كالقول: ۴/ ۴۸۲، سعيد)

(۵) "كفّن الوارثُ الميت أو قضىٰ دينه من مال نفسه، فإنه يرجع، ولا يكون متطوعًا". (الدرالمختار). =

حصۂ ہندہ کو جبکہ زید نے اپنے نام بیع کرایا ہے تو اس کی قیمت ترکۂ عمر سے ادا کرنا درست نہیں، لہذا فخر الدین کا روپیہ بھی زید کو اپنے پاس سے دینا چاہئے نہ کہ ترکۂ عمر سے (۱)۔ زمین مشترکہ کو فروخت کر کے نصف قیمت بطورِ اصل مالک زید کی ہے، اور بقیہ نصف میں جملہ ورثاء عمر شریک ہیں (۲)، زید کا کل قیمت کو اپنے ذاتی خرچ میں لانا درست نہیں۔ جملہ ورثاء اپنے حصہ میراث کا مطالبہ زید سے کر سکتے ہیں۔

باپ کے مکان متروکہ میں جو حصہ عمر کا تھا اس میں بھی جملہ ورثاء شریک ہیں۔ ایک سو اسّی روپیہ کے سامان میں سے زید کو سو روپیہ کا سامان تنہا رکھنا بھی جائز نہیں، صرف اپنا حصہ رکھ سکتا ہے (۳)۔ بارہ سو روپیہ میں بھی سب شریک ہیں (۴)، اسی طرح ۱۲۵/ روپیہ اور پندرہ سو روپیہ کا حال ہے۔

جس قدر رقم زید کی ترکۂ عمر کے وصول کرنے میں خرچ ہوئی، اس کو زید ترکۂ عمر سے استحساناً کاٹ سکتا ہے (۵)، ہندہ کے پدر سے مقدمہ بازی میں جو کچھ خرچ ہوا، اس کو ترکۂ عمر سے نہیں کاٹ سکتا (۶)، اس

= "أنفق الوصي من مال نفسه على الصبي، وللصبي مال غائب، فهو متطوع في الإنفاق، إلا أن يشهد أنه قرض أو أنه يرجع عليه .... وتكفيه النية فيما بينه وبين الله تعالى". (ردالمحتار: ۶/۷۱۷، ۷۱۸، كتاب الوصايا، فصل في شهادة الأوصياء، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۴/۴۴۰، كتاب الوصايا، الفصل السادس في تصرفات الوصي، رشيديه)

(۱) (راجع، ص: ۳۰۴، رقم الحاشية: ۳)

(۲) "ثم تقضى ديونه من جميع مابقي .... ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة". (السراجي، ص: ۳، سعيد)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ولاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

(۴) "وللشريك الآخر أخذ حصته منه، ولايسوغ للقابض أن يختص به وحده". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۱۳، (رقم المادة: ۱۱۰۱)، كتاب الشركة، الفصل الثالث في الديون، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۵) "وأما أجرة نقد الدين، فعلى المديون، إلا إذا قبض رب الدين الدين .... فالأجرة على رب الدين؛ لأنه بالقبض دخل في ضمانه". (ردالمحتار: ۴/۵۶۰، كتاب البيوع، مطلب: فساد المتضمن يوجب فساد المتضمن، سعيد)

(۶) "لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه .... وإن فعل، كان ضامناً". (شرح المجلة =

نے وہ مقدمہ محض اپنی ذات کیلئے لڑایا ہے، نہ کہ دیگر ورثاء کیلئے۔ جس قدر ترکہ عمر ورثاء مستحقین کے پاس پہنچ چکا، اس قدر سے زید سبکدوش ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ۶/ ۱۳۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۳/ جمادی الثانی/ ۱۳۶۶ھ، صحیح: عبداللطیف۔

ادائے قرض سے پہلے ترکۂ میت سے نفع اٹھانا

سوال [۹۷۶۳]: زید نے اپنے وارثوں میں تین بالغ لڑکے چھوڑ کر انتقال کیا، ترکہ میں ایک موروثی سکنیٰ مکان ہے جس میں زید کا بھائی بھی شریک ہے، اس کے علاوہ گیارہ سو کے قریب رقم ایک میعادِ معینہ کیلئے سرحدی تحویل میں امانت ہے اور دوسری طرف متفرق واجب الادا قرض کی رقم ہیں جن میں چار سو کے قریب سودی قرضہ بھی شامل ہے۔ زید کے بعض ورثاء اور دوستوں نے مرحوم کی عاقبت میں بہتری کے اور اس خیال سے کہ دیر کرنے سے سود کی رقم زیادہ جائے گی، سرکاری تحویل سے اختتامِ میعاد سے قبل رقم لے کر سارے قرضے ادا کرنے پر اتفاق کرلیا ہے۔

تین وارث لڑکوں میں دو چھوٹے بھائی برسرِ روزگار ہیں، لیکن بڑا بھائی (الف) عرصہ سے کسی روزگار پر قادر نہیں اور اپنے متعلقین کی کفالت کیلئے بعض اوقات بادلِ ناخواستہ دوسروں سے استمداد پر مجبور ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ سے اس کا ارادہ زراعت کا ہے اور اسی غرض سے قطعۂ اراضی بھی لگان پر لیا ہے، مگر زراعت کے دیگر اخراجات کیلئے سودی قرضہ لینے کے سوائے اس وقت کوئی اور وسیلہ نہیں ہے، اس کے بغیر ملنا ناممکن نظر آتا ہے اور بہ ہزار دقت بہت گراں سود پر مل سکتا ہے۔

اس لئے (الف) یہ چاہتا ہے کہ جو واجب الأدا سودی قرضہ ہے اس کی ادائیگی بالفعل ملتوی کر کے اس رقم سے اس کو فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے، وہ زراعت کے حاصل سے دو تین سال کے اندر رقم قرضہ مع سود کے صراف کو واپس کردے گا، کیونکہ اس وقت رقم صراف کو واپس کر کے جدید قرضہ کے ملنے کی امید نہیں ہے۔

= لسلیم رستم باز: ۱/ ۶۱، (رقم المادۃ: ۹۲)، المقالۃ الثانیۃ فی القواعد الفقھیہ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

ذی علم اور تجربہ کار شخص ہے اس کے خلاف بے اعتمادی کی کوئی وجہ نہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا قرضہ کی ایسی رقم کی ادائیگی کو ایک گھر کیلئے ذریعۂ معاش قائم کرنے کی مفید اور جائز غرض سے مدت مذکورہ تک ملتوی کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

میت کے ترکہ میں سے تقسیم میراث سے قبل قرض کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے(۱)، خصوصاً جب کہ قرض سودی ہوتو جس قدر جلدی اس کا ادا کرنا ممکن ہو اس میں تاخیر کی گنجائش نہیں (۲)، اور صورت مسئولہ میں واقعات کا تجربہ بتلاتا ہے کہ سودی قرض تمام بڑی سے بڑی جائیداد کو کھا کر فنا کر دیتا ہے۔ اور اس پر بھی وثوق نہیں کیا جاسکتا کہ مدت مذکورہ میں الف کو زراعت میں کچھ نفع اور بچت ہو کہ جس سے وہ قرض ادا کر سکے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ رقم مذکورہ تمام کی تمام زراعت میں صَرف ہو جائے اور کچھ بھی وصول نہ ہو، اس لئے موہوم امید پر سودی قرض کی ادائیگی کو مؤخر کرنا درست نہیں، بلکہ اس کو جلد از جلد ادا کر دیا جائے۔

اور اس کے بعد اگر الف میں صدق اور خوف خدا ہے اور وہ حرام سے بچ کر اکلِ حلال کا طالب ہے تو اس کے لئے اللہ پاک ضرور بالضرور جائز طریقہ سے رزق مہیا فرمائیں گے اور حرام سے محفوظ رکھیں گے۔ اگر اس کو قرض کی ضرورت پیش آئیگی تو بلا سود قرض ملے گا۔

اس پُر آشوب زمانہ میں ایسے بندگانِ خدا موجود ہیں اور بڑے بڑے کاروبار کر رہے ہیں جن کو کبھی سودی قرض کی نوبت نہیں آتی اور بلا سود ہزاروں کی رقم مہیا ہو جاتی ہے:

قال الله تبارك وتعالى في كتابه المجيد: ﴿ومن يتق الله، يجعل له مخرجًا ويرزقه من

---

(۱) "ثم تقدم ديونه التي لها مُطالبٌ من جهة العباد". (الدر المختار: ۶/۷۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۴، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "مطل الغني ظلم". (مشكوة المصابيح: ۱/۲۵۱، باب الإفلاس والإنظار، قديمي)

حیث لا یحتسب﴾ الآیة(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/محرم/ ۱۳۵۹ھ۔

ترکۂ میت میں اگر بعض ورثاء تجارت کریں، کیا اس میں سب شریک ہوں گے؟

سوال[۹۷۶۴]: زید نے انتقال کے وقت ایک بیوہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑی، اس میں سے زید ہی نے اپنی حین حیات میں بڑی لڑکی کی شادی کردی۔ زید کے کل متروکہ کا حساب تیرہ سو روپے ہوا۔ زید کے دو لڑکے بڑے تھے، ان پر ایک چھوٹی بہن، ایک چھوٹے بھائی اور والدہ کی کفالت عائد تھی، لہذا کل وارثوں میں سے کسی نے بھی اپنا حصہ طلب نہیں کیا۔ اور اسی تیرہ سو روپے سے دونوں بڑے لڑکوں نے تجارت شروع کردی، جس کو گیارہ سال گذر گئے۔ اور بڑی شادی شدہ لڑکی کے علاوہ سب کا نان ونفقہ چلتا رہا اور اب بھی چل رہا ہے۔

اب بڑے دو لڑکوں کے علاوہ سب ورثاء کہتے ہیں کہ جو موجودہ ترکہ ہے وہ سب کا ہے، وہ سب تقسیم کیا جائے۔ زید کے دونوں بڑے لڑکوں کا کہنا ہے کہ صرف مرتے وقت تیرہ سو روپے تقسیم ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ کونسا ترکہ تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کا ترکہ وہ ہے جو اس کے انتقال کے وقت چھوڑا ہے(۲)، اس میں سب ورثاء شریک ہیں، جن دو لڑکوں نے روپیہ لے کر تجارت کی ہے اس میں دوسرے شریک نہیں، وہ خود ان کی محنت ہے نہ کہ سب کی(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۶/ ۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۶/ ۱۳۸۷ھ۔

---

(۱) (سورۃ الطلاق: ۲، ۳)

(۲) "لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعينٍ من الأموال". (ردالمحتار: ۶/ ۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)

(۳) "إذا أخذ أحد الورثة مبلغًا من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر، كانت =

ترکۂ مشترکہ سے ایک وارث نے زمین خریدی، اس میں دوسرے وارث کا حصہ

سوال[۹۷۶۵]: ایک قطعۂ زمین خریدی گئی اس وقت جب کہ دو حقیقی بھائی اوران کے حقیقی والدتو ایک گھر میں رہتے تھے اور کام دھندہ بھی سب ایک ہی میں تھا، لیکن خریدی خطۂ زمینِ مذکورہ کی صرف ایک ہی بھائی کے نام کی گئی جو بڑا تھا۔ لہذا چھوٹا بھائی اس زمین میں نصف کا شریک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جس نے وہ زمین خریدی ہے اگراس نے اپنے ہی لئے خریدی ہے تو وہ اسی کی ہے، اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں، قیمت اگر مشترک روپیہ سے ادا کی ہے تو شرکاء کا روپیہ حسبِ حصص دینا اس کے ذمہ واجب ہے:

"لو تصرف أحد الورثة في التركة المشتركة وربح، فالربح للمتصرف وحده، كذا في الفتاوى الغياثية، اه". هندية: ٤/ ٣٤٦(١)۔

اگر وہ شرکت کیلئے خریدی ہے تو مشترک ہے، شرکاء قیمت میں بھی شریک ہوں گے، بیّنہ نہ ہونے کی صورت میں وجوبِ ثمن کیلئے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا:

"لو صدقه في الشراء للشركة وكذبه في دعوى الأداء من مال نفسه، قال الخير الرملي

= الخسارة عليه، كما أنه إذا ربح لايسوغ لبقية الورثة أن يقاسموه الربح". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ١/ ٦١٠، (رقم المادة: ١٠٩٠)، كتاب الشركة، الفصل الثاني، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية: ١/٩٣، كتاب الشركة، مكتبه ميمنيه مصر)

(١) (الفتاوى العالمكيرية: ٢/ ٣٤٦، كتاب الشركة، الباب السادس في المتفرقات، فصل: لو تصرف أحد الورثة، رشيديه)

"إذا بذر بعض الورثة الحبوب المشتركة بإذن الكبار أو وصي الصغار في الأراضي الموروثه، تصير جملة الحاصلات مشتركةً بينهم. وأما لو بذر بغير إذن بقية الورثة، فالغلة للزارع فقط ولو كان البذر مشتركاً .... ولكن لو بذر أحدهم حبوب نفسه، فالحاصلات له خاصةً، لكنه يضمن لبقية الورثة حصتهم مما نقصت الأرض بزراعته". (شرح المجلة لسليم رستم، ص: ٦٠٩، (رقم المادة: ١٠٨٩)، كتاب الشركة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية: ٢/ ٢٠٧، كتاب المزارعة ومطالبه، مكتبه ميمنيه، مصر)

فی حاشية المنح: والذی يظهر أن القول للمشتری؛ لأنه لما صدقه الآخر فی الشراء، ثبت الشراء للشركة، وبه يثبت نصف الثمن بذمته، ودعواه أنه دفع من مال الشركة دعوىٰ وفائه، فلايقبل بلا بينة، ولذا قالوا: إذا لم يعرف شراء ه إلا بقوله، فعليه الحجة ؛ لأنه يدعی وجوب المال فی ذمة الآخر وهو ينكر وهنا ليس منكراً بل مقر بالشراء الموجب لتعلق الثمن بذمته، وله تحليفه أنه مادفعه من مال الشركة، قال المشتری: هولی خاصةً اشتريتُه بمالی لنفسی قبل الشركة، فالقول له بيمينه: بالله ماهومن شركتنا، أوحال الشركة لو من جنس تجارتهما، فهو للشركة، وإن لم يكن من تجارتها فهو له خاصة". شامی بتغير: ۳/ ۹٤٥(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/۳/۵۹، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم ۴/ ربیع الثانی /۵۹ھ۔

میت کا زمین بیوی کے نام خریدنا، اور مال مشترک میں ورثاء کا تصرف

سوال [۹۷۲۲]: زید فوت ہو چکا اور ورثاء ذیل چھوڑے:

ایک زوجہ، چھ بنات، اخ عینی، شرعاً۔ اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

زید نے جو زمین اپنی کمائی سے خرید کر اپنی زوجہ کے نام خرید کرائی، اس خیال سے کہ اولاد نرینہ نہیں ہے، مرنے کے بعد بھائی مالک ہو جائے گا، اگر زوجہ کے نام ہوگی بھائی محروم رہے گا۔ اور بقیہ جائیداد منقولہ از قسم نقد وغیرہ وہ زید کی عورت کے پاس ہے، اس کو وہ اپنے صرف میں کر رہی ہے، زید کے بھائیوں کو کچھ نہیں دیتی۔ سوال یہ ہے کہ جو جائیداد زوجہ کے نام ہے وہ ترکہ میں شمار ہو کر قابلِ تقسیم ہے یا نہیں؟

زید کی زوجہ کا حق مہر......۲۵/ روپیہ تھا، اگر زید نے تمام جائیداد بعوض حق المہر عورت کو لکھدی ہو اس غرض سے کہ دوسرا وارث محروم رہے۔ کیا یہ تحریر شرعاً جائز ہے؟ جس قدر جائیداد منقولہ وغیر منقولہ جو ترکہ میت

(۱) (ردالمحتار: ۴/۳۱۴، كتاب الشركة، مطلب فی دعوی الشريک أنه أدی الثمن من ماله، سعيد)

(وكذا فی منحة الخالق علی البحر الرائق: ۵/۲۹۴، كتاب الشركة، رشيديه)

(وكذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۳/ ۶۱۸، كتاب الشركة، باب شركة العنان، رشيديه)

سے ہے اورعوت کے قبضہ میں ہے اس کو وہ عورت فروخت کرسکتی ہے بغیر رضامندی دیگر ورثاء کے یانہیں؟ فقط۔

نفیس احمد، پھلاؤدہ، ضلع میرٹھ (یو، پی)۔

الجواب حامداًومصلیاً:

مسئلہ ۲۴ تا ۷۲

اخ عینی	بنات ٦	زوجہ
۵/۱۵	۱٦/۴۸	۳/۹

بشرطِ صحتِ سوال وعدمِ موانعِ ارث بعد تجہیز وتکفین واداۓ دینِ میت وتنفیذِ وصیت وغیرہ از ثلث مال(۱)، زید کا ترکہ بہتر [۷۲] سہام قرار دے کر اس طرح تقسیم ہوگا کہ ۹/ سہام زوجہ کو ملیں گے (۲)، ۴۸/ سہام ست بنات (۳)، کو یعنی ہر ایک کو آٹھ آٹھ سہام، ۱۵/ سہام اخ عینی کو (۴)۔

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ٦/ ۷۵۹، ۷٦۱، سعيد)

(۲) میت کی جب اولاد ہو تو زوجہ کو ثمن (آٹھواں حصہ) ملے گا:

قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين﴾ (سورة النسآء: ۱۲)

(۳) بنات کو مذکورہ صورت میں ثلثان یعنی دو تہائی حصے ملیں گے:

قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن كن نساءً فوق اثنتين فلهن ثلثا ماترك﴾ (سورة النسآء: ۱۱)

(۴) اخ عینی عصبہ ہے، ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد جو رہ جائے وہ عصبہ کو ملے گا۔

"العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/ ۴۵۱، كتاب الفرائض، باب العصبات، رشيديه) =

سوال کے ابتداء میں ہے کہ ’’وہ جائیداد زوجہ کے نام خرید کرائی ہے‘‘ آخر میں ہے کہ ’’زوجہ کے نام منتقل کرائی ہے‘‘۔ اگر یہ مطلب ہے کہ بائع سے براہ راست جائیداد زوجہ کے نام خریدی اور منتقل کرائی ہے تب تو وہ زوجہ کی ملک ہے، ترکۂ زوج نہیں (۱)، مگر یہ کہ زوجہ اس بات کا اقرار کرلے، یا ورثاء زوج کے پاس اس کا ثبوت ہو کہ یہ جائیداد متوفی نے اصالۃً اور حقیقۃً اپنے لئے خریدی تھی اور کسی عارضی مصلحت کی وجہ سے کاغذ میں زوجہ کا نام تحریر کرادیا تھا تو اس وقت ترکۂ میت شمار ہوکر حسبِ تحریر بالا ورثاء پر تقسیم ہوگا۔

اگر یہ مطلب ہے کہ اپنے نام خرید کر پھر زوجہ کے نام منتقل کرادی تھی تو اس صورت میں اگر بحالتِ صحت وتندرستی بطورِ ہبہ منتقل کرکے زوجہ کا قبضہ اس پر کرادیا تھا تو وہ زوجہ کی ملک ہے ترکۂ متوفی نہیں، بھائی مطالبہ نہیں کرسکتا (۲)۔

اگر بحالتِ صحت وتندرستی لکھی ہے تو یہ تحریر معتبر ہے (۳)، اگر مرض الموت میں لکھی ہے تو اس کی کیفیت لکھ کر دوبارہ دریافت کریں۔

جس قدر حصہ زوجہ کی ملک ہے، خواہ زوج نے اپنی حیات میں اس کو دیا ہو خواہ ترکہ میں ملا ہو، اس کو فروخت کرسکتی ہے، اس میں رضامندی کی ضرورت نہیں اور کسی کو منع کرنے کا حق نہیں، خواہ وہ جائیداد مشترک ہو

= (وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۸۵، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۱) جب کہ کوئی شخص اپنے ہی مال سے کسی کے لئے کوئی چیز خرید کراسے دے دے تو یہ ہبہ ہے، اور ہبہ دراصل قبض سے تام ہوجاتا ہے، كما سيأتي تحت الحاشية الآتية.

(۲) "يملك الموهوبُ له الموهوبَ بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك". (شرح المجلة، ص: ۴۷۳، كتاب الهبة، الباب الثالث، (رقم المادة:)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدرالمختار: ۵/۶۹۰، كتاب الهبة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴/۳۷۴، كتاب الهبة، الباب الأول، رشيديه)

(۳) واضح رہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب میت ''زید'' نے مذکورہ زمین اپنی زوجہ کو بحق مہر یا بطورِ ہبہ دینے کیلئے لکھا ہو اور ساتھ قبضہ بھی کرایا ہو، بغیر قبضہ کے ہبہ اور ملک تام نہیں ہوتا ہے:

"ومنها أن يكون الموهوب مقبوضاً، حتى لايثبت الملك للموهوب له قبل القبض". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴/۳۷۴، كتاب الهبة، الباب الأول، رشيديه)

خواہ تقسیم شدہ ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

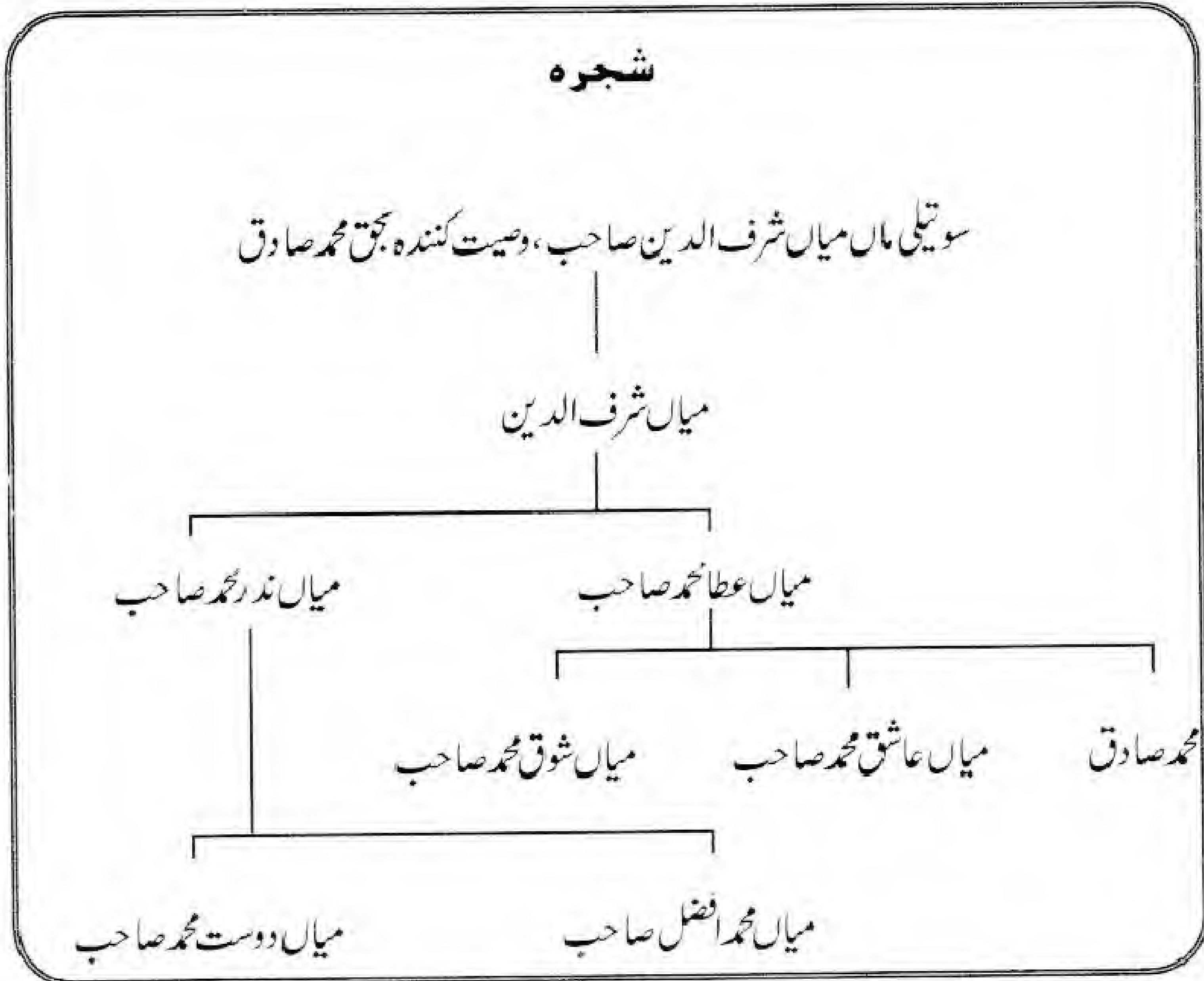
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ رجب/ ۶۴ ۱۳ھ۔

مشترکہ موروثہ جائیداد میں کسی شریک کا اپنے حصہ پر قبضہ نہ کرنا

سوال[۹۷۶۷]: مسائلِ ذیل بغرضِ جواب ارسالِ خدمت سراپا برکت ہے۔ بعد ارقام جواب فتویٰ مزین بمہر فرما کر احقر کے پاس واپس فرمادیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ جواب جلد درکار ہے۔



(۱) "کیف ما یتصرف صاحب الملک المستقل فی ملکه، فکذا یتصرف أیضاً فی الملک المشترک اتفاقاً". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/ ۵۹۹، (رقم المادة: ۱۰۶۹)، کتاب الشرکة، الفصل الثانی، حنفیه کوئٹه)

میاں شرف الدین صاحب، میاں عطا محمد صاحب مع دو پسران: میاں عاشق محمد صاحب ومیاں شوق محمد صاحب۔ میاں نذر محمد صاحب مع ہر دو پسران اور محمد صادق ہر ایک علیحدہ علیحدہ رہا کرتے تھے اور خرچ بھی ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ تھا۔ میاں شرف الدین صاحب نے جائیداد سکنی علاوہ جائیداد زرعی کے جو اُن کے نام درج کاغذات سرکار تھی، چاہے وہ جدی تھی یا بعدہ خود خرید کردہ تھی، چاہے خود خرید کردہ زرترسیل شدہ ہر دو پسران میاں شرف الدین صاحب سے خرید کی گئی تھی، اور صاحب موصوف نے کاغذات میں بوجہ ملازمتِ پردیس وعدم حاضریٔ پسران خود اپنے نام رجسٹر وغیرہ کرالی۔ مندرجہ ذیل طریق پر تقسیم کردی:

میاں شرف الدین صاحب نے اپنے بڑے پسر میاں عطا محمد صاحب کو سکنی زمین سے تخمیناً سات مرلہ اراضی جس پر علاوہ کچا کیہ کے مکانات کے ایک مکان پختہ ملبہ کا تعمیر شدہ تھا۔ اور میاں نذر محمد صاحب کو سکنی زمین پیمائشی دس مرلہ بنابرجہ کہ اس اراضی پر کچا ملبہ کے مکانات تعمیر شدہ تھے، حوالہ کردی اور اپنے لئے تین مکانات سکنی علیحدہ رکھ لئے اور ہر دو پسران کے مکانات سے بھی حصہ مکانات بڑے رہائش تاحینِ حیات تصرف میں رکھ لئے۔

ماسوائے ایک کمرہ (درحصہ میاں نذر محمد صاحب) وسیڑھی کمرہ وراستہ وغیرہ (درحصہ میاں عطا محمد صاحب) کمرہ متذکرہ جو علی الترتیب میاں نذر محمد صاحب ومیاں عطا محمد صاحب کے حصہ میں آئے۔ اور جس پر محمد صادق پسر عطا محمد بموجب وصیت پردادی مندرجہ بالا درشجرہ وزاں بعد فیصلہ شرعی قابض اور رہائش پذیر تھا۔ ہر دو پسران میاں شرف الدین صاحب نے قبضہ کرلیا اور میاں شرف الدین صاحب نے ان تین مکانات سے دو دو مکانات پر مکمل تصرف کرلیا اور تیسرا مکان جو بطورِ بیٹھک مشترکہ طور پر ہر ایک فریق کے زیر استعمال جیسا کہ قبل از تقسیم تھا رہا۔

اس دوران میں بعد تقسیم قبضہ ہائے مکانات بطریق بالا میاں عطا محمد صاحب راہی ملک بقا ہوگئے۔ اور بعد وفات میاں عطا محمد صاحب مرحوم محمد صادق نے اپنے والد ماجد میاں شرف الدین صاحب سے درخواست کی کہ چونکہ اس کے پاس کوئی اَور بیٹھک نہیں اور نہ ہی شریعت میں پسران میاں عطا محمد صاحب مرحوم موصوف کی وفات کے بعد بموجودگی میاں نذر محمد صاحب ان کے وارث ہوسکتے ہیں، اپنی جائیداد یعنی سہ

مکانات سے جو صاحب موصوف بوقت تقسیم اپنے تصرف میں رکھ لئے تھے بیٹھک متذکرہ بطورِ ہبہ یا قیمۃً جیسا مناسب خیال فرمادیں پسران میاں عطا محمد صاحب مرحوم کے حق میں منتقل فرمادیویں، کیونکہ اس مکان بیٹھک پر محمد صادق نے بلاشرکت کسی دیگر فریق کے کافی ملبہ لگایا ہوا ہے۔

اور اگر میاں شرف الدین مکان بیٹھک محمد صادق کے حوالہ نہ کرنا چاہیں تو اس ملبہ کی موجود الوقت یا اسی قدر ملبہ اگر بروئے شریعت محمد صادق لینے کا حق دار ہوتو مرحمت فرمادیں۔ جس کے جواب میں صاحب موصوف نے ارشاد فرمایا کہ مکان بیٹھک پر دوصورت میں محمد صادق کو نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی ملبہ کی موجود الوقت قیمت اور نہ ہی اسی قدر ملبہ دیا جاسکتا ہے۔ اس جواب پر محمد صادق نے ملبۂ مکان بیٹھک پر سے جو اس نے لگایا تھا اتارنے کی درخواست کی تو جواب ملا کہ ملبہ جو محمد صادق نے مکان متذکرہ پر لگایا ہوا ہے چاہے شریعت، رواج، پنچایت، یا قانون محمد صادق کو اجازت نہ بھی دے تو بھی محمد صادق کو ملبہ متذکرہ اتارنے کی بخوشی اجازت ہے اور اس بات پر صاحب موصوف رضامند ہیں۔

اس تصفیہ کے بعد محمد صادق بیٹھک کے حصول میں کوشاں رہا، حتی کہ عرصہ زائد از دوسال گزر گیا اور بیٹھک بدستورِ سابق مشترکہ طور پر استعمال ہوتی رہی۔ اب میاں شرف الدین صاحب نے بذریعہ تحریری رقعہ اپنے سابقہ فیصلہ کی رو سے محمد صادق کو ملبہ اتارنے کا حکم دیا اور جملہ برادراں محمد صادق کو اپنا اپنا سامان نشست وبرخاست مکان بیٹھک سے اٹھانے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ بیٹھک خالی کردو، کیونکہ محمد صادق اور اس کے دیگر برادران میاں عاشق محمد ومیاں شوق محمد صاحبان پابندی شرع محمدی کے دعویدار ہیں۔ لہذا مندرجہ ذیل امور کیلئے مفصل شرعی احکام درکار ہیں:

۱...... آیا ملبۂ متذکرہ بیٹھک جو محمد صادق نے بلاشرکت کسی دیگر فریق بیٹھک پر لگایا ہوا ہے اور جس کے اتارنے کی اجازت میاں شرف الدین صاحب نے برضامندی دی، محمد صادق شرعاً لینے کا حقدار ہے یا نہیں، جبکہ کسی دیگر فریق نے نہ ہی کوئی ملبہ لگایا اور نہ ہی شکست وریخت میں خرچ کرکے محمد صادق کا ہاتھ بٹایا، حالانکہ استعمال مشترکہ ہوتا رہا؟

۲...... آیا میاں شرف الدین صاحب کو اس جائیداد سے جو بوقتِ تقسیم جائیداد مابین پسران خود

صاحب موصوف نے اپنے قبضہ میں رکھی تھی، بیٹھک متذکرہ کوئی امر شرعا مانع ہے، اگر میاں شرف الدین صاحب اپنے مرحوم پسر میاں عطامحمد صاحب کی اولاد کو کچھ حصہ یا سالم اپنی زندگی میں منتقل فرما دیویں؟

۳...... اگر میاں شرف الدین صاحب اپنے پسر میاں نذر محمد صاحب، یا اس کی اولاد کو اپنی زندگی میں اپنی جائیداد پر تصرف کرنے کی اجازت دیں اور پسران میاں عطامحمد صاحب مرحوم کو نظر انداز فرما دیویں تو کیا:

(الف) یہ عمل صاحب موصوف کا شرعاً قطع رحمی کے مترادف نہ ہوگا، تو قطع رحمی کرنے والے کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(ب) اگر یہ عمل میاں شرف الدین صاحب شرعاً قطع رحمی کے مترادف ہوگا۔

۴...... جو جائیداد زرمرسلہ میاں عطامحمد مرحوم سے میاں شرف الدین صاحب خرید کرتے رہے اور بجائے اپنے پسر میاں عطامحمد صاحب مرحوم کے نام رجسٹری کرانے کے بعد اپنے نام رجسٹری وغیرہ کراتے رہے ہیں۔

(الف) ایسی جائیداد کا شرعًا کون مالک ہے؟

(ب) کیا اس جائیداد کا میاں شرف الدین صاحب کو کسی دیگر شخص کے حق میں منتقل کرنے کا شرعًا حق ہے یا نہیں؟

(ج) کیا میاں شرف الدین صاحب ایسی جائیداد اپنے قبضہ میں رکھنے کے شرعاً حقدار ہیں؟

(د) کیا یہ جائیداد میاں شرف الدین صاحب کی وفات کے بعد ترکہ میاں شرف الدین صاحب میں شامل کی جاسکتی ہے؟

۵...... مرحوم میاں عطامحمد صاحب کے ترکہ میں ان کے والد میاں شرف الدین صاحب بحیثیت والد متوفی ۶/ ۱حصے کے شرعاً حقدار ہیں اور مطالبہ بھی کرتے ہیں، لیکن عملاً باوجود اصرار ورثاء میاں عطامحمد صاحب مرحوم اپنا حصہ لینے سے لیت ولعل فرما رہے ہیں، حالانکہ مرحوم کو فوت ہوئے عرصہ تخمیناً ساڑھے سات سال کا گذر رہا ہے، لہذا:

(الف) اگر میاں شرف الدین صاحب اپنی زندگی میں ۶/ ۱حصہ حاصل نہ کریں اور لینے سے انکار بھی نہ کریں تو کیا بعد وفات میاں شرف الدین صاحب یہ حصہ ۶/ ۱حصہ ترکہ میاں شرف الدین صاحب میں

شمار ہوگا؟

(ب) اگر میاں شرف الدین صاحب ۶/۱ حصہ لینے میں لیت ولعل کرتے ہیں اور زندگی وفا نہ کرے تو کیا ورثاء میاں عطا محمد مرحوم گنہگار تو نہ ہوں گے؟

(ج) اگر شرعاً ورثاء میاں عطا محمد صاحب مرحوم گنہگار رہوں گے تو ان کو شرعاً کیا عمل کرنا چاہیئے جس وجہ سے وہ اس بارے سبکدوش ہوسکیں؟

احقر الناس: محمد صادق کھوکھر بقلم خود۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... محمد صادق حقدار ہے(۱)۔

۲...... بیٹھک کو اپنے قبضہ وتصرف میں رکھنا شرعاً درست ہے کوئی مانع نہیں۔ بحالتِ صحت وتندرستی اگر منتقل کردیں گے تو شرعاً یہ انتقال معتبر ہوگا اور عطا محمد کی اولاد کی طرف منتقل ہوجاوے گی (۲)۔

۳...... (الف، ب): اپنی زندگی میں کلی اختیار ہے۔ عطا محمد کی اولاد کو نظر انداز کردینے سے کوئی حق تلفی بھی نہیں (۳)، البتہ مروت کا تقاضا یہ ہے کہ نظر انداز نہ کریں۔

---

(۱) "عمّر دارَ زوجته بماله بإذنها، فالعمارة لها، والنفقة دينٌ عليها، لصحة أمرها. ولو عمر لنفسه بلا إذنها، فالعمارة له، ويكون غاصباً للعرصة، فيومر بالتفريغ بطلبها ذلک". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: والنفقة دين عليها)؛ لأنه غير متطوع في الإنفاق، فيرجع عليها لصحة أمرها، فصار كالمأمور بقضاء الدين". (الدرالمختار، كتاب الوصايا، مسائل شتى: ۶/۷۴۷، سعيد)

(۲) "ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيف ما شاء". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۴۳، كتاب الشركة، الفصل الثامن في أحكام القسمة، (رقم المادة: ۱۱۶۲)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لايتم إلا بالقبض". (شرح المجلة لسليم رستم: ۱/۴۶۲، (رقم المادة: ۸۳۷)، كتاب الهبة، حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدرالمختار: ۵/۶۸۸، كتاب الهبة، سعيد)

(۳) "وفي الخانية: لو وهب شيئاً لأولاده في الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض، روى عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أنه لابأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضلٍ في الدين. وإن كانوا سواءً، يكره". =

۴......(الف، ب، ج، د): اگر عطا محمد نے اس لئے روپیہ بھیجا کہ آپ میرے لئے جائیداد خرید لیں اور میاں شرف الدین نے اس کیلئے خریدی مگر کسی مصلحت یا مجبوری سے عطا محمد صاحب کا نام درج نہیں کرایا، بلکہ اپنا نام درج کرایا ہے وہ جائیداد عطا محمد ہی کی ملک ہے (۱)، میاں شرف الدین کو اس میں اصالۃً مالکانہ تصرف کا حق نہیں، وہ کسی کے حق منتقل نہیں کر سکتے اور بعد وفات میاں شرف الدین صاحب کا ترکہ شمار ہو کر ورثاء میں تقسیم نہیں ہوگی، بلکہ ترکہ عطا محمد کا قرار پا کر عطا محمد کے ورثاء میں تقسیم ہوگی (۲)۔ ۱/۶ امیاں شرف الدین کو ہی ملے گا (۳)۔

اگر عطا محمد نے روپیہ بطور ہبہ اپنے والد کو دیا ہے اور والد نے اپنے لئے یہ جائیداد خریدی ہے تو وہ کلیۃً میاں شرف الدین کی ملک ہوگی (۴)، ان کو اس میں مالکانہ تصرف کا حق بھی حاصل ہوگا، جس کے حق میں چاہیں

= (ردالمحتار: ۴/۴۴۴، كتاب الوقف، مطلب مهم فى قول الواقف، سعيد)

(وكذا فى فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/۲۷۹، كتاب الهبة، فصل فى هبة الوالد لولده، رشيديه)

(وكذا فى البزازيه على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۲۳۷، كتاب الهبة، الجنس الثالث فى هبة الصغير، رشيديه)

(۱) "والملک يثبت للمؤكل ابتداءً فى الأصح، فلايعتق قريب الوكيل بشرائه .... حتى لو أضافه إلى نفسه، لايصح .... تتعلق بمؤكله لابه، لكونه فيها سفيراً محضًا". (الدرالمختار: ۵/ ۵۱۴، كتاب الوكالة، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/۵۶۷، كتاب الوكالة، الباب الأول، رشيديه)

(۲) "والمراد من التركة ماتركه الميت خاليًا عن تعلق حق الغير بعينه". (تبيين الحقائق: ۷/۴۷۱، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿ولأبويه لكل واحد منهما السدس مماترك﴾. (سورة النساء: ۱۱)

"وأما الرجال فالأول الأب، وله ثلاثة أحوال: الفرض المحض وهو السدس مع الابن وابن الابن وإن سفل". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۸، كتاب الفرائض، الباب الثانى فى ذوى الفروض، رشيديه)

(۴) "يملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملک". (شرح المجلة لسيم =

وہ منتقل بھی کرسکیں گے، اور بعد وفات ترکہ میاں شرف الدین شمار ہوکران کے ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

۵......میاں شرف الدین کو چاہیئے کہ معاملہ کو صاف کردیں یعنی اپنا حصہ ۶/ا وصول کرلیں، پھر اگر کسی کو دینا چاہیں تو اس کو دیدیں، معلق رکھنا اچھا نہیں (۱)۔

(الف) یہ ایک ۶/ا حصہ ترکہ میاں شرف الدین شمار ہوگا۔

(ب) میاں شرف الدین بھی ورثائے میاں عطا محمد صاحب میں سے ہیں، دیگر ورثاء کو چاہیئے کہ ۶/ا حصہ میاں شرف الدین کے حوالہ کردیں، پھر بھی وہ قبضہ نہ کریں تو ان ورثاء پر کوئی الزام نہیں۔ تاہم اگر میاں شرف الدین صاحب نے اپنا حصہ باوجود اس سعی ورثائے عطا محمد کے نہیں لیا اور میاں شرف الدین صاحب کا انتقال ہوگیا تو ان ورثاء پر گناہ نہیں (۲)۔

= رستم: ۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الهبة، الباب الثالث، مکتبه حنفیة کوئٹه)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶۸۸/۵، کتاب الهبة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۷۴/۴، کتاب الهبة، رشیدیه)

(۱) واضح رہے کہ میراث میں ایک جبری ہے اور حق حصہ نہ لینے سے بھی باطل نہیں ہوجاتا:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فریضةً من الله﴾. (النساء: ۱۱)

"وهی ضربان: شرکة ملک وهی أن یملک متعدد عینًا أو دینًا ......بإرث أو بیع أوغیرهما بأیّ سبب کان جبریاً أو اختیاریاً ولو متعاقباً". (الدرالمختار). وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: بأیّ سبب کان) هو مفهوم قوله: بإرث أو بیع، فإن الأول جبریٌّ والثانی اختیاریٌّ". (ردالمحتار: ۳۰۰/۴، کتاب الشرکة، سعید)

"والثالث: إما اختیاریٌّ وهو الوصیة أو اضطراریٌّ، وهو المیراث". (مجمع الأنهر: ۴۹۴/۴، کتاب الفرائض، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۴۷۱/۷، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۵۹۸/۱، (رقم المادة: ۱۰۶۲)، ۱۰۶۴، کتاب الشرکة، الفصل الأول، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(۲) اس لئے کہ میاں عطا محمد کے ورثاء کی طرف سے کوئی تعدی اور ظلم نہیں، لہٰذا ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

(ج) حسبِ تحریر (ب) عمل کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/صفر/ ۱۳۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/صفر/ ۱۳۶۸ھ۔

مالِ موروث مشترک سے صدقہ دینا

سوال [۸۷۶۹]: زید کا انتقال ہوگیا، اب زید کی بیوی ہندہ اور ایک نابالغہ لڑکی ہے، مال موروثہ غیر مقسوم ہے۔ زید کی زندگی کی حالت میں ہندہ کی والدہ بیوہ کو زید اپنے مال سے نان ونفقہ دیتا تھا۔ کیا بعد موت بیوہ والدہ ہندہ اس مال موروثہ سے بطور سابق نان نفقہ میں تصرف کرسکتی ہے یا نہیں؟ زید نے بوقتِ موت اس بارے میں کچھ تصریح نہیں کی۔ فی الحال وہ نابالغہ لڑکی اور اس کی بیوی کے اندر مالِ موروثہ مشترک ہے اور ہندہ اپنے عزیز واقارب وطالب علم وغیرہ کی اس غیر مقسومہ مال سے مہمانداری اور دعوت وغیرہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مال مشترک سے ہندہ کیلئے جائز نہیں کہ کوئی صدقہ وغیرہ کسی کو دے یا مہمانداری کرے اور ہندہ کی والدہ کو بھی اس مال سے طریقہ سابقہ پر نان نفقہ لینا جائز نہیں، البتہ بعد تقسیم ہندہ کو حق ہے کہ اپنا مال والدہ کو دے یا مہمانوں کو کھلائے یا صدقہ کرے:

"ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت؛ لأنه شرع فی السرور لافی الشرور، وهی بدعة مستقبحة .... ولا سیمّا إذا کان فی الورثة صغار أو غائب، اهـ". ردالمحتار: ۱/ ۹٤۰ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (ردالمحتار: ۲/ ۲٤۰، کتاب الصلوة، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت، سعید)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ٤/ ۸۱، کتاب الصلوٰة، باب الجنائز، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۱٦۷، کتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، رشیدیه)

مالِ مشترک سے اعزہ کی ضیافت

سوال[۹۷۶۹]: ۱......(الف) کسی شخص کے اپنے بھائی یا اپنی لڑکی کی اولاد ہے، ان میں سے بعض بالغ اور بعض نابالغ ہیں جو کہ یتیم ہیں، ان کا مال متروکہ مشترک ہے۔ مذکورہ اولاد اپنے چچا، نانا کو کھانا کھلانے کے لئے زور لگاتے ہیں، حالانکہ چچا، نانا مال مشترک کو یتیم کا مال سمجھ کر کھانا نہیں چاہتے۔ ایسی حالت میں اگر چچا یا نانا کھانا کھالیوے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اولاد مذکورہ میں سے جو بالغ ہو چکے ہیں ان کو نکاح کی ضرورت ہے اور نکاح میں روپیہ وغیرہ خرچ کرنا، نیز تقریب ولیمہ، رشتہ داروں اور ہمسایہ کے لوگوں کو کھانا کھلانا پڑتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بالغ کو مال متروکہ مشترکہ سے خرچ کرنا اور لوگوں کو کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ بتقدیر اول کس طرح جائز ہے اور بتقدیر ثانی بالغوں کا نکاح کے جملہ خرچ کس طرح کرنا ہوگا؟ جواب تحریر فرمائیں۔

(ترکۂ میت میں ایک وارث کی محنت سے اضافہ ہوا، اس کی تقسیم کس طرح ہو)

۲......(الف): خالد کی بہن زینب کو اس کے باپ عمر نے نکاح دیدیا، عمر نے مرتے وقت اپنے بیٹے خالد کو کہا کہ: بیٹا! میرے بعد تم ہی تو میرے مال متروکہ کے مالک ہوگے، تم اپنی بہن زینب کو ہر سال سسرال سے لایا کیجیو، اگر ہو سکے اسے کھلا پلا کر کپڑا وغیرہ دے کر خوش رکھیو۔ زینب کا خیال ہے کہ اگر بھائی کے مکان پر ہر سال آجایا کروں تو کافی ہے، باپ کا متروکہ مال بھائی کے پاس رہے اس کا تقاضہ نہیں کرتی، صراحۃً اپنا حصہ چھوڑتی بھی نہیں۔

نیز عمر کے مرنے کے بعد خالد نے کمائی کر کے مال متروکہ کو اور بڑھایا، نیز جائیداد کا بھی منافعہ ملتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خالد مال متروکہ مشترکہ میں سے مہمانداری، قربانی، خیرات، زکوٰۃ، مدرسہ کا چندہ وغیرہ دینی کار خیر میں خرچ کرتا ہے، آیا خالد کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ مفصل تحریر کریں۔

(ب) حالتِ مذکورہ میں خالد کی بہن زینب ایسی حالت میں اپنی اولاد چھوڑ کر مرگئی تو زینب کی اولاد کو مالِ مذکورہ میں حصہ ملے گا یا نہیں، اگر ملے گا تو خالد کو ان یتیموں کا مال علیحدہ کئے بغیر کار خیر میں مال خرچ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ فقط۔

لطف الرحمٰن، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......(الف) یہ کھانا شرعاً جائز نہیں، اگر ان بچوں کی دل شکنی کے خیال سے چچا، نانا کھانا کھالیں تو اس کی قیمت بصورتِ نقد، یا کسی دوسری صورت سے ان کو دیدیں (۱)۔ یہ حکم نفس کھانے کا ہے۔ اگر یہ کھانا سویم، چہلم وغیرہ مروجہ رسوم وبدعات کے ماتحت ہو تو اس کو دل شکنی کے خیال سے بھی نہیں کھانا چاہئے (۲):

"ویکره اتخاذ ضیافة من الطعام من أهل المیت؛ لأنه شرع فی السرور لافی الشرور، وهی بدعة مستقبحة. روی الإمام أحمد رحمة الله تعالیٰ علیه وابن ماجة بإسناد صحیح عن جریر ابن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه قال: کنا نعد الاجتماع إلی أهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة، اه .... ولا سیما إذا کان فی الورثة صغار أوغائب، اهـ". شامی (۳)۔

(ب) تقسیم کرکے بالغ اپنے حصہ سے خرچ کریں، مالِ مشترک سے اپنے نکاح وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں، کیونکہ اس شرکت میں ہر ایک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہے:

"ولایجوز لأحدهما أن یتصرف فی نصیب الآخر إلابأمره، وکل واحد منهما کالأجنبی فی نصیب صاحبه، اهـ". عالمگیری (٤)۔

---

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وآتوا الیتمیٰ أموالهم، ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب، ولاتأکلوا أموالهم إلی أموالکم، إنه کان حوبًا کبیراً﴾. (سورة النسآء: ۲)

قال العلامة الجصاص رحمه الله تعالیٰ: "وروی محمد فی کتاب الآثار عن أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ عن رجل عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: "لایأکل الوصی من مال الیتیم قرضًا ولاغیر". وهو قول أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ. وذکر الطحاوی أن مذهب أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ أنه یأخذ قرضاً إذا احتاج، ثم یقضیه". (أحکام القرآن، (سورة النساء: ٦): ۲/۲۵، دار الکتاب العربی بیروت)

(۲) "ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعیاد ونقل الطعام إلی القبر فی المواسم .... فالحاصل أن اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لأجل الأکل یکره". (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۴/۸۱، کتاب الصلوٰة، باب الجنائز، رشیدیه)

(۳) (ردالمحتار: ۲/۲۴۰، کتاب الصلوٰة، باب الجنائز، سعید)

(۴) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۲/۳۰۱، کتاب الشرکة، الباب الأول، رشیدیه) .... =

۲......(الف) خالد کے ذمہ واجب ہے کہ باپ کے مرنے کے وقت جس قدر ترکہ موجودہ تھا اس کو حسبِ وراثتِ شرعیہ تقسیم کرکے بہن کا حصہ بہن کو دیدے (۱)، اور جو کچھ مال مشترک سے خرچ کیا ہے، اس کو بعد تقسیم اپنے حصہ میں محسوب کرے (۲)۔

(ب) جبکہ زینب نے اپنا حصہ خالد کو ہبہ نہیں کیا تو اب اس کا حصہ اس کی اولاد کو ملے گا، زید کے ذمہ ضروری ہے کہ اس کو بہن کی اولاد کے حوالہ کردے، ایسے مال مشترک سے خرچ کرنا جائز نہیں، جو کچھ خرچ کیا وہ اپنے حصہ میں شمار کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ ۸/ ۱۳۶۴ھ۔

ترکۂ میت سے ضیافت وایصالِ ثواب

سوال[۹۷۷۰]: مالِ متروکہ میں میت کا حق کس قدر باقی رہتا ہے اور ورثاء نابالغ ہوتے ہوئے بغیر وصیتِ میت اموالِ متروکہ غیر مقسوم میں سے کوئی کارِ خیر جیسے ضیافت وغیرہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں، اور درصورتِ وصیت کیا حکم ہے؟

= (وكذا في الدر المختار: ۴/ ۳۰۰، كتاب الشركة، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/ ۶۱۲، كتاب الشركة، رشيديه)

(۱) "ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته: أي الذين ثبت إرثهم بالكتاب والسنة .... والإجماع".

(الدر المختار: ۶/ ۷۶۱، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في السراجي، ص: ۳، سعيد)

(۲) "ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه رده عينًا إن كان قائمًا، وإلا فيضمن قيمته إن كان قيميًا". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/ ۶۲، (رقم المادة: ۹۷)، المقالة الثانية في القواعد الفقهية، مكتبه حنفية كوئٹه)

(وكذا في الدر المختار: ۶/ ۲۰۰ كتاب الغصب، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲/ ۳۰۱، كتاب الشركة، الباب الاول، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

ترکۂ میت سے اولاً تجہیز وتکفینِ میت کی جائے، اس کے بعد دَینِ میت ادا کیا جائے، پھر اگر وصیت کی ہو تو ایک ثلث سے وصیت پوری کی جائے (۱)، ایک ثلث سے زائد میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، الّا یہ کہ ورثاء اجازت دیدیں بشرطیکہ ورثاء بالغ ہوں، نابالغ کی اجازت بھی معتبر نہیں (۲)۔ بغیر وصیت مطلقاً اور بصورت وصیت ایک ثلث سے زائد ضیافت وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں، جبکہ ورثاء نابالغ ہوں یا غائب ہوں:

"ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لافي الشرور، وهي بدعة مستقبحة .... وهذه الأفعال كلهاللسمعة والرياء.......... فيحترز عنها.......... ولا سيما إذا كان في الورثة صغار أوغائب مع قطع النظر عما يحصل عند ذلك غالبًا من المنكرات الكثيرة، اهـ". شامي: ١/٨٤١(٣)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۹/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

بھتیجوں کی پرورش کا صرفہ بھائی کے ترکہ سے وصول کرنا

سوال[۹۷۷۱]: زید نے اپنے بھتیجا اور بھتیجی کی دولڑکیوں کی پرورش اور شادی بیاہ بھی کی تو کیا زید

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوقٌ أربعةٌ مرتّبةٌ: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضیٰ ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين الورثة". (السراجية، ص: ۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار: ٦/٧٥٩، كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) "ولايجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم كبار". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٩٠، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ٦/٦٥١، كتاب الوصايا، سعيد)

(۳) (ردالمحتار: ۲/۲۴۰، كتاب الصلوٰة، مطلب في كراهية الضيافة من أهل الميت، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/١٦٧، كتاب الصلوٰة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴/۸۱، كتاب الصلوٰة، باب الجنائز، رشيديه)

بھائی کے ترکہ میں سے بھتیجا اوراس کی لڑکی کی پرورش وغیرہ کا خرچ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے بھتیجا اور بھتیجوں کی پرورش اولاً تبرعاً کی ہے تو اب خرچ نہیں لے سکتا، نہ زید کے بعد زید کا لڑکا لے سکتا ہے(۱)۔ اگر اس پر گواہ موجود ہیں کہ اپنے پاس سے بطورِ قرض خرچ کرکے پرورش کی ہے اور یہ نیت تھی کہ میں اپنے بھائی کے ترکہ سے جو کہ ان بھتیجوں کی ملک ہے وصول کروں گا اور اس پر بیّنہ موجود ہے تو لے سکتا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۷/۳/۱۳۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ ربیع الثانی/ ۱۳۵۹ھ۔

---

(۱) "من وهب لأصوله وفروعه أو لأخيه أو أخته أو لأولادهما أو لعمّه أو لعمته أو لخاله أو لخالته شيئًا، فليس له الرجوع". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۴۷۶، (رقم المادة: ۸۶۶)، كتاب الهبة، الباب الثالث، مكتبه حنفيه كوئته)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴/۳۸۵، كتاب الهبة، الباب الخامس في مايمنع الرجوع في الهبة ومالايمنع، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۵/۷۰۴، كتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة، سعيد)

(۲) "أنفق الوصيّ من مال نفسه على الصبي، وللصبي مالٌ غائبٌ، فهو متطوع في الإنفاق استحسانًا، إلا أن يشهد أنه قرض أو يرجع عليه .... وفي المحيط عن محمد: إذا نوى الأب الرجوع ونقد الثمن على هذه النية، وسعه الرجوع فيما بينه وبين الله تعالىٰ. وأما في القضاء فلايرجع مالم يشهد". (ردالمحتار: ۶/۷۱۷، كتاب الوصايا، فصل في شهادة الأوصياء، سعيد)

"وكذا لو اشترى الوصيُّ طعامًا لنفقة أو كسوة بشهادة الشهود، فله أن يرجع في مال الصغير. وإنما اشترط شهادة الشهود؛ لأن قول الوصي معتبر في الإنفاق، ولكن لايقبل في الرجوع في مال الميت إلا بالبينة". (خلاصة الفتاوىٰ: ۴/۴۴۰، كتاب الوصايا، الفصل الرابع في الدفن والكفن وما يتصل بها، رشيديه)

(وكذا في جامع الفصولين: ۲/۳۶، الفصل الثامن والعشرون، اسلامي كتب خانه كراچی) =

موتِ زوجہ کے بعد زوج کا اس کے ترکہ میں خصوصی دعویٰ

سوال[۹۷۷۲]: ایک عورت کا انتقال ہوا، اس کے متروکہ مال میں سے کچھ اسباب علاوہ نقد سونے کے چھ اشرفیاں اور کچھ کپڑے اور تاگوں کی ریل نکلے ہیں(۱)۔ شوہر کہتا ہے کہ جب افریقہ سے میری عورت آنے لگی ہے اس وقت میں نے اشرفیاں دی تھیں اگرچہ اس وقت جو نکلی تھیں اس سے زیادہ تھیں، نیز کپڑوں کے ٹکڑے تاگوں کے ریل میری دوکان کے ہیں، لہذا اشرفیاں اور یہ چیزیں مجھے خاص ملنی چاہئیے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان چیزوں میں اور ورثاء کا بھی حق ہے یا خاوند کو صرف حق ہے؟

نوٹ: جب مرحومہ عورت افریقہ سے آئی تھی تو خاوند افریقہ میں تھا، عورت کو آئے ہوئے تقریباً اٹھارہ برس ہوئے اس عرصہ میں عورت اپنے ملک میں رہی۔ عورت کے افریقہ سے آنے کے بعد تقریباً آٹھ نو برس کے بعد خاوند ملک آیا، تھوڑی مدت رہ کر افریقہ چلا گیا۔ چھ سات برس کے بعد پھر ملک آیا، ڈیڑھ دو برس سے عورت خاوند سے الگ رہتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو سامان مرد کیلئے مخصوص ہوتا ہے، یا اس کی دوکان اور تجارت کا ہے وہ مرد کا ہے، اس میں عورت کے دیگر ورثاء کا حق نہیں، مگر یہ کہ اس پر کوئی ثبوت پیش کریں کہ یہ عورت کی ملک ہے۔ اور جو سامان مرد وعورت ہر دو کیلئے مشترک ہے وہ بھی صورتِ مسئولہ میں مرد ہی کیلئے ہے:

"وإذا مات أحدهما، ثم وقع الاختلاف بين الباقي وورثة الميت، فعلى قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى: مايصلح للرجال، فهو للرجل إن كان حيًّا، ولورثته إن كان ميتاً، وما يصلح للنساء فهو على هذا، وما يصلح لهما فعلى قول محمد هو للرجل إن كان حيًّا، ولورثته إن كان ميتاً. وقال أبوحنيفة رحمه الله تعالى: المشكل للباقي عنهما. وما كان من متاع التجارة والرجل معروف لتلك، فهو للرجل، كذا في المحيط". كذا في

= (وكذا في البحر الرائق: ۹/ ۳۱۲، كتاب الوصايا، باب الوصي ومايملكه، رشيديه)

(۱) "تاگا: ڈورا، دھاگا، سوت کا تار"۔(فیروز اللغات، ص: ۳۳۸، فیروز سنز لاهور)

"ریل: پھرکی، پیچک"۔(فیروز اللغات، ص: ۷۳۵، فیروز سنز لاهور)

الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۳۲۹(۱)۔

اور جو سامان عورت کیلئے مخصوص ہوتا ہے وہ عورت کا ترکہ شمار ہوگا اس میں شوہر کیساتھ دیگر ورثاء بھی شریک و مستحق ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

دوسرے کی ملکِ وراثت کو وقف کرنا

سوال[۹۷۷۳]: زید نے چند درختانِ امبہ زمیندار کی اراضی میں نصب کرلیا تھا(۲) اور اس پر اس کا ہر طرح کا تصرف تھا، مگر اس کے نام کسی قسم کا کوئی اندراج کاغذات وہی (۳) میں نہیں تھا۔ کچھ گھریلو ضرورتوں کے تحت اپنے نصب کردہ درختاں بکر سے مناسب قیمت لے کر فروخت کردیا۔ اسی درمیان میں سرکاری حکم کے بموجب پٹواریوں کو یہ ہدایت ہوئی کہ متفرق درختاں کا اندراج مع ملکیت کے کیا جاوے۔ اس موقعہ پر بکر نے کاغذات وہی میں باغ کا اندراج اپنے نام کرالیا جس پر زید کو کوئی عذر نہیں تھا اور نہ گاؤں کے لوگوں ہی کو کوئی اعتراض پیدا ہوا۔

بکر کے انتقال کے بعد جب اس کا لڑکا علی دنیا میں آیا تو کچھ لوگوں کو ضد پیدا ہوئی اور اس کے تحت ایک پارٹی بنا کر اس اراضی کو گرام سماج کی ملکیت بنانی چاہی۔ چونکہ اس کے اردگرد بلا اندراج قبرستان بھی ہے، لوگ باغ مذکور کو بھی قبرستان بنانا چاہتے ہیں، لوگوں کا کہنا ہے کہ باغ مذکورہ پر عمر کا تصرف شرعاً ناجائز ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۳۲۹، کتاب النکاح، الباب السابع عشر فی اختلاف الزوجین فی متاع البیت، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۷/۳۸۱، ۳۸۲، کتاب الدعویٰ، باب التحالف، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۵/۳۶۰، کتاب الدعویٰ، باب التحالف، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) "امبہ: آم کی ایک قسم کا درخت"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۵، فیروز سنز لاہور)

(۳) "وہی: وہ رجسٹر جس میں حساب وغیرہ لکھتے ہیں، روزنامچہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۳۸، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداًومصلیاً:

جب تک اس کے وقف ہونے کا شرعی ثبوت نہ ہو، والد کا وارث ہونے کی حیثیت سے عمر کا اس پر قبضہ درست ہوگا۔ اصل مالک کے قبضہ سے بلاوجہ شرعی کوئی چیز نکالنا ظلم ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۷/ ۱۳۸۹ھ۔

بڑا بھائی اپنا حصہ فروخت کرسکتا ہے چھوٹے بھائی کا نہیں

سوال[۹۷۷۴]: ایک شخص اپنے پس پشت دولڑکوں کو چھوڑ کر انتقال کرگیا، ان میں سے ایک بالغ تھا اور ایک نابالغ۔ بالغ لڑکے نے والد کی جائیداد کو فروخت کر دیا اور کچھ گورنمنٹ کی ملکیت ہوگئی، لیکن نابالغ بھائی کی بغیر اجازت اس نے یہ جرأت کی ہے، اور بحمداللہ فی الحال دونوں بھائیوں کے درمیان تعلقات خوشگوار ہیں۔ اب نابالغ بھائی بالغ ہونے کے بعد اپنا حق طلب کرتا ہے۔

اب آپ سے سوال یہ ہے کہ جو چھوٹا بھائی خودمختار ہے وہ اپنا حق لینا چاہتا ہے، اور جن کو فروخت کیا گیا ہے انہیں حضرات سے لینا چاہتا ہے۔ تو کیا حق طلبی دوم وہی شئی اول بار دے کر لی جاسکتی ہے؟

تیسری بات فروخت جن صاحب سے کیا گیا ہے، انہی سے کورٹ سے ثابت کر کے اپنا حصہ وہ چھوٹے لڑکے کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ اب مشتری بڑے بھائی سے لے یا نہ لے، کوئی سروکار نہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

---

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ولاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

"عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ألا! لاتظلموا، ألا! لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قديمي)

"عن سعيد بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوّقه يوم القيامة من سبع أرضين". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

الجواب حامداًو مصلیاً:

بڑے بھائی کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا اختیار ہے (۱)، چھوٹے بھائی کا حصہ فروخت کرنے کا اختیار نہیں، اس کے حصہ کی بیع نہیں ہوئی (۲)، وہ بالغ ہونے پر اپنے حصہ کے بقدر بیع کو ختم کر کے اپنا حصہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے، خریدار اس کے حصہ کی قیمت بڑے بھائی سے وصول کرے۔ یہ بھی درست ہے کہ چھوٹا بھائی اپنا حصہ مستقلاً پہلے خریدار یا کسی اَور کے ہاتھ فروخت کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۹/۱۲/۱۳۹۲ھ۔

اگر کسی وارث کے متعلق اندیشہ ہو کہ وہ اپنا حصہ فروخت کر دے گا

سوال [۹۷۷۵]: میں اپنی حیات میں اپنے تین لڑکے اور ایک لڑکی کو شرع کے مطابق اپنے مکان کے حصے کر کے ان کے قبضے میں دیدینا چاہتا ہوں، منجھلے اور چھوٹے لڑکے اور لڑکی سے میں اور میری اہلیہ خوش ہیں۔ بڑے لڑکے کے ساتھ بیوی جس سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، یہ بہو زنانہ اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہے، اپنا، اپنے میاں اور بچوں کی پرورش اپنی آمدنی سے عرصہ سے کر رہی ہے اور اپنے ساس اور سسر کی ہر طرح کی

---

(۱) "يصح بيع الحصة المعلومة الشائعة بدون إذن الشريک". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۱۰۳، (رقم المادة: ۲۱۵)، كتاب البيوع، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية: ۱/۲۴۲، كتاب البيوع، مطلب: بيع الحصة من العمارة، مكتبه ميمنيه مصر)

(۲) "كل تصرف صدر منه تمليكاً كان كبيع وتزويج، وله مجيزٌ حال وقوعه، انعقد موقوفًا: أي على إجازة من يملک ذلک". (الدرالمختار: ۵/۱۰۶، كتاب البيوع، فصل في الفضولي، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۲۰۴، (رقم المادة: ۳۶۸)، كتاب البيوع، مكتبه حنفيه، كوئٹه)

(۳) "كل يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة لسليم باز: ۱/۶۵۴، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، كتاب الشركة، باب أحكام القسمة، مكتبه حنفية كوئٹه)

"لأن الملک مامن شانه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار: ۴/۵۰۲، كتاب البيوع، سعيد)

خدمت کرتی رہتی ہے جس کی وجہ سے ہم دونوں اس بہو سے بے انتہا خوش ہیں۔

بڑے لڑکے نے ہم دونوں کی ناخوشی کے باوجود دوسرا نکاح کرلیا، دوسری بہو سے دولڑکے اور دولڑکیاں ہیں، اسی بیوی کے یہاں میرا بڑا لڑکا قیام کرتا ہے اور کھانا پہلی بیوی کے یہاں پر کھاتا ہے۔

اگر بڑے لڑکے کو اس کا حصہ قبضہ میں دیدیا گیا تو ڈر ہے کہ وہ اس کو یا تو فروخت کردے، یا دوسری بیوی اور اس کے بچوں کو دیدے اور پہلی بیوی کو محروم کردے اس لئے اگر شرعاً اجازت ہو تو میں اس بڑے لڑکے کے حصہ کو اس کی پہلی بیوی کے مہر میں دیدوں یا پہلی بیوی کے لڑکوں کو دے دوں اور جب تک یہ میرے پوتے بالغ نہ ہوں اس وقت تک ان کی ماں اور ان کے چچا اس حصے کے ذمہ دار رہوں۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ اپنی زندگی میں ہی دینا چاہتے ہیں تو چار حصے برابر کرکے تین حصے تینوں لڑکوں کو، ایک حصہ لڑکی کو دیدیں یعنی لڑکی کا حصہ لڑکے کے برابر ہوگا، نصف نہیں ہوگا (۱)۔ سب کے حصوں پر ان کا قبضہ کرادیں، پھر ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنا حصہ خود رکھے یا ہبہ کرے یا فروخت کردے، آپ کو روکنے کا حق نہیں ہوگا (۲)۔

البتہ اگر کسی کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ خدانخواستہ معصیت میں صَرف کردے گا تو اس کو کچھ نہ دیں (۳)، جس کے متعلق اندیشہ ہے کہ وہ پہلی بیوی کو محروم کردے گا تو ابھی وراثت یا محرومیت کا سوال ہی

(۱) "وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة". (البحر الرائق: ۷/۴۹۰، كتاب الهبة، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۴/۴۰۰، كتاب الهبة، الفصل الأول، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۲۳۷، كتاب الهبة، رشيديه)

(۲) "كل واحد من الشركاء يصبح بعد القسمة مالكاً لحصته بالاستقلال، ولا يبقى لأحدهم علاقة في حصة الآخر، ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيفما شاء". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۴۳، (رقم المادة: ۱۱۶۲)، كتاب الشركة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۳) "وإن كان في ولده فاسق، لاينبغي أن يعطيه أكثر من قُوته كيلا يصير معيناً له في المعصية .... ولو كان ولد فاسقًا وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث، هذا خيرٌ من تركه".

(الفتاوى العالمكيرية: ۴/۳۹۱، كتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغير، رشيديه) =

نہیں۔ مہر دونوں بیویوں کا واجب ہے (۱)، دونوں کا نفقہ بھی واجب ہے (۲)، دونوں کے ساتھ برابری کا رہن سہن لازم ہے (۳)، ورنہ شوہر گنہگار ہوگا، اس کو فہمائش کی جائے کہ وہ اس کا خیال رکھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۲/ ۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۲/ ۱۳۸۸ھ۔

مرحومہ بیوی کا مہر مسجد و مدرسہ میں دینا

سوال [۹۷۷۶]: زید نے اپنے نکاح کے فوراً بعد اپنی زوجہ کا مہر ادا نہیں کیا، ارادہ یہی تھا کہ جتنی جلد ممکن ہو ادا کر دوں۔ زید صاحبِ اولاد ہے، مگر زید کی زوجہ کا انتقال ہو گیا۔ اب زید کیلئے ادائیگی مہر میں کیا

= (وكذا في الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۳۷/۲، كتاب الهبة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۹۰/۷، كتاب الهبة، رشيديه)

(۱) قال الله تبارک و تعالىٰ: ﴿واٰتوا النساء صدقٰتهن نحلةً﴾. (سورة النساء: ۴)

"ثم المهر واجب إبانةً لشرف المحل، فلايحتاج إلىٰ ذكره". (الهداية: ۳۲۳/۲، كتاب النكاح، باب المهر، شركة علمية ملتان)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۴۹/۳، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

(۲) "النفقة واجبةٌ للزوجة على زوجها، مسلمةً كانت أو كافرةً، إذا سلمت نفسها إلىٰ منزله، فعليه نفقتها وكسوتها وسكناها". (الهداية: ۴۳۷/۲، كتاب الطلاق، باب النفقة، شركة علمية ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات: ۵۴۴/۱، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴۲۴/۱، رشيديه)

(۳) "ويجب أن يعدل فيه: أي في القسم بالتسوية في البيتوتة وفي الملبوس والمأكول والصحبة". (الدرالمختار: ۲۰۱/۳، ۲۰۲، كتاب النكاح، باب القسم، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۷۹/۳، ۳۸۰، كتاب النكاح، باب القسم، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۲۶/۳، كتاب النكاح، باب القسم، إدارة القرآن كراچی)

مسئلہ ہے؟ وہ مسجد یا مدرسہ کو مہر دینے کیلئے تیار ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر اب ترکۂ زوجہ بن گیا ہے کہ اس میں شرعی میراث جاری ہوگی (۱)۔ ایک چوتھائی کا مستحق شوہر ہے، وہ خود رکھ لے (۲) اور بقیہ اولاد کو دیدے۔ اگر سب لڑکے ہیں تو سب کو برابر دیدے، اگر لڑکی بھی ہے تو دوہرا لڑکے کو اکہرا لڑکی کو دیدیا جائے (۳)۔ یہ اس وقت ہے کہ زوجہ کے والدین میں سے کوئی زندہ نہ ہو، ورنہ سب کی تفصیل لکھ کر ہر ایک کا حصہ دریافت کرلیں۔ پورا مہر بغیر دیگر ورثاء کی اجازت کے از خود مسجد وغیرہ میں دینے کا حق نہیں (۴)، اپنا حصہ جس طرح چاہے کرے (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) "كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۱۰، (رقم المادة: ۱۰۹۱)، كتاب الشركة، الفصل الثالث في الديون المشتركة، حنفيه كوئٹه)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن﴾ (سورة النساء: ۱۲)

"وأما الاثنان من السبب، فالزوج والزوجة: فللزوج النصف عندعدم الولد وولد الابن، والربع مع الولد وولد الابن". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۰، كتاب الفرائض، الباب الثامن في ذوي الفروض، رشيديه)

(۳) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

اس لئے کہ اولاد عصبہ ہے اور ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد باقی تمام ترکہ عصبہ کا ہوگا۔

"العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده، وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر". (تبيين الحقائق: ۷/۴۸۵، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

(۴) "ومن شرائطه الملك وقت الوقف، حتى لو غصب أرضاً فوقفها ثم ملكها، لايكون وقفاً". (مجمع الأنهر: ۲/۵۶۸، كتاب الوقف، غفاريه كوئٹه)

"لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه .... وإن فعل كان ضامناً".

(شرح المجلة: ۱/۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكتبه حنفية كوئٹه)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۲۰۰، كتاب الغصب، سعيد)

(۵) "كل واحد من الشركاء يصبح بعد القسمة مالكاً لحصته بالاستقلال، ولا يبقى لأحدهم علاقة في=

شوہر کے ہوتے ہوئے بغیر طلاق کے نکاحِ ثانی، غیر مملوک مکان کی بیع اور وقف

سوال[۹۷۷۷]: تنقیح کی گئی۔ اب مولانا صاحب گذارش ہے کہ ہماری مسجد محلّہ شیشگران، فیروز آباد اس میں پانچ عہدیدار ہیں: ۳/آدمی ورکن کمیٹی کے ممبروں میں کل: صدر، سکریٹری، خزانچی اور اس کے علاوہ ۲۸/ممبر ہیں، لیکن ان میں معاملہ الجھن میں پڑ گیا۔

ایک عورت مسماۃ حمیدن ضلع علی گڑھ کی رہنے والی ہے، اس کا شوہر موجود ہے، اب سے بیس سال پہلے وہ عورت فیروز آباد آ گئی ہے اور اس عورت نے میرے ماموں بنام ننھے سے نکاح کرلیا، ایک دوسرے مرد نے علی گڑھ سے لاکر ۵۰۰/ روپیہ لاکر اس کو ننھے کو دیدیا ہے، حالانکہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی، اس کے دو بچہ بھی ہیں۔ ننھے اور کلو دو بھائی تھے اور دونوں ایک ہی مکان میں ہمیشہ رہتے تھے، کبھی جدا نہیں ہوئے ہیں۔ اور اس عورت کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی دو اولاد سابقہ شوہر سے تھی۔

اس عورت نے کئی مرتبہ ننھے سے یہ کہا کہ یہ جائیداد جو میرے پاس ہے، میرے یا میرے بچوں کے نام کردے، اس نے عورت کا کہنا نہیں مانا۔ کلو نے اپنے بھائی ننھے سے کہا کہ تم اس عورت کو علیحدہ کردو، لیکن ننھے نے کہا کہ تم یہ سمجھ لو کہ تمہارے بھائی کے پاس رنڈی ہے۔

پھر اتفاق سے ننھے اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں ملنے کیلئے گئے تھے کہ راستہ ہی میں ان کا انتقال کسی بیماری کی وجہ سے ہوگیا، انہوں نے کوئی شئی کسی کے نام بیع یا رجسٹری نہیں کی۔ کلو نے عورت سے کہا کہ تم میرے بھائی کی بیوی ہو، میرے پاس رہو، مگر وہ ان کے ساتھ رہنے پر تیار نہیں ہوئی۔

اہل محلّہ نے عورت کو بہکانا شروع کردیا اور اہل محلّہ نے یہ کہا کہ اس مکان میں تیرا حصہ ۴/۱ ہے، کیونکہ ننھے کے کوئی اولاد تیرے سے نہیں ہے اور اس مکان کو محلّہ شیشگران کی مسجد کے نام ہبہ کردے، اور مسجد کے نام بیع نامہ کرادیا اور بیع نامہ صدر نواب الدین کے نام کرادیا ہے۔ اس سے کلو کو سخت پریشانی ہوئی، دونوں بیعنامہ کی نقل کو پڑھا، جو بیعنامہ صدر نواب الدین کے نام ہے- جو کہ مسجد کے صدر ہیں- اس میں کوئی شرط نہیں ہے۔

جو پارٹی اس مکان کو لینا چاہتی ہے وہ یہ کہتی ہے کہ اس عورت نے یہ شرط رکھ کر مسجد کے نام بیعنامہ کیا

= حصة الآخر، ولكل واحد منهم أن يتصرف في ملكه كيفما شاء". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/ ٦٤٣، (رقم المادة: ١١٦٢)، كتاب الشركة، الفصل الثامن في أحكام القسمة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

ہے کہ میری زندگی اس مکان میں رہوں گی اور یہ چوتھائی مکان میں جو مسجد کے نام کر رہی ہوں کلو کو آپ نہیں دے سکتے۔ اس عورت نے جو جو کاغذات مسجد کو دیئے ہیں اس میں بھی مکان کا بیعنامہ ننھے اور اپنے نکاح کی رسید دیدی ہے، اور ایک کرایہ نامہ کا کاغذ بھی دیا ہے جو کہ کبھی ننھے کلو سے کرایا ہوگا، اور اپنی طلاق کی کوئی رسید نہیں دی ہے، نہ اس کے پاس سابقہ شوہر کی کوئی رسید ہے۔ اب عندالشرع کیا حکم ہے؟

اس سوال پر تنقیح یہ ہوئی:

تنقیح:

۱- اس عورت نے جو کاغذ بطور بیع نامہ مسجد کیلئے لکھا ہے جو کہ صدر صاحب کے نام ہے، وہ یا اس کی نقل بھیجئے۔

۲- حمیدن کا شوہر موجود ہوتے ہوئے آپ کے ماموں مرحوم کا اس عورت سے نکاح کیسے ہوا، کیا ماموں کو اس کا علم نہیں تھا؟ اگر نکاح کے بعد یہ علم ہوا کہ یہ منکوحہ ہے تو اس نے کیا اثر لیا، آیا اس بات کو غلط تصور کرتے ہوئے اپنے نکاح کو صحیح سمجھا، یا مسماۃ حمیدن کو اپنے سے الگ کیا، یا ماموں کو علم نہیں ہوسکا؟ آپ نے بھی ان کو خبر نہیں کی کہ اس عورت کا شوہر زندہ ہے؟

۳- ماموں صاحب نے اپنے انتقال پر کوئی اولاد چھوڑی ہے یا کہ نہیں؟

جواب تنقیح:

۱- مسماۃ حمیدن نے جو بیعنامہ صدر مسجد نواب الدین کے نام کیا ہے، اس کی پختہ نقل رجسٹری شدہ آپ کو روانہ کرتے ہیں، یعنی ملاحظہ ہو۔

۲- مسماۃ حمیدن سے جب ننھے جلسری نے نکاح کیا، اس وقت ان کو ہر بات کا علم تھا کہ اس عورت کا شوہر موجود ہے اور اس نے طلاق نہیں دی ہے اور اس کے دو بچے موجود ہیں۔ اس عورت سے بھی ننھے کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی اور نہ پہلی بیوی سے تھی۔

۳- میں نے ماموں صاحب سے اس معاملہ میں کئی مرتبہ کہا، سنا اور ان کو جو پریشانی ہوتی تھی وہ ذکر کرتے تھے اور کہتے تھے اب تو جو کرلیا سو کرلیا، اب کیا ہو۔

الجواب حامداًومصلیاً:

جب ننھے کومعلوم تھا کہ یہ عورت دوسرے شخص کی بیوی ہے اورشوہر نے طلاق نہیں دی ہے، بلکہ دھوکہ دیکراس کولایا گیا ہے تو ننھے کا اس سے نکاح جائز نہیں تھا، وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا ہے(۱)،جتنی مدت تک وہ ننھے کے ساتھ رہی، معصیت وحرام کاری ہوتی رہی۔ ایسی صورت میں وہ شرعاً ننھے کی بیوی نہیں، ننھے کے ترکہ سے کچھ بھی پانے کی حقدار نہیں، مکان کا چوتھائی حصہ فروخت کرنے کا اس کوحق نہیں ہے،اس کا بیع نامہ بالکل بیکار ہے جب تک کلواس کی اجازت نہ دے(۲)،اس لئے کہ مکان مذکورہ پورا کلوکی ملک ہے،کلواجازت دے تو اس کی بیع درست ہوسکتی ہے ورنہ نہیں(۳)۔

کلوکو پوراحق ہے کہ اس عورت کومکان سے نکال باہر کرے(۴)، وہ اپنے اصل شوہر کے پاس چلی

---

(۱) "لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۸۰، کتاب النکاح، القسم السادس فی المحرمات، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۴، کتاب النکاح، باب مایجوز من الأنکحة ومالایجوز، إدارة القرآن، کراچی)

(وکذا فی ردالمحتار: ۳/۱۳۱، کتاب النکاح، مطلب فی النکاح الفاسد، سعید)

(۲) واضح رہے کہ جب نکاح نہیں ہوا تو وراثت بھی نہیں ملے گی لہٰذا تصرف بھی صحیح نہیں ہوا:

"ویستحق الإرث بإحدی خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجیة، والولاء". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها اهـ، رشیدیه)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) "لایجوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیره بلا إذنه أو وکالة منه .... وإن فعل، کان ضامناً".

(شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۲۰۰، کتاب الغصب، سعید)

(۴) "کیفما یتصرف صاحب الملک المستقل فی ملکه، فکذا یتصرف أیضاً فی الملک المشترک اتفاقًا". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۵۹۹، کتاب الشرکة، الفصل الثانی، (رقم المادة: ۱۰۶۹)، مکتبه حنفیه کوئٹه)

جائے۔کلو پورے مکان کا خود ہی مالک ہے۔ایک ہزار روپیہ جوکہ بطور بیعنامہ کے اس نے صدر محترم کو دیا ہے اس کو واپس لے سکتا ہے،صدر محترم کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اس کو واپس کردیں،اور جو روپیہ صدر محترم نے اس عورت کو مکان کی قیمت کا ۳/ ہزار دیا ہے،وہ اس سے واپس لے سکتے ہیں۔

اگر عورت واقعۃً ننھے کی بیوی ہوتی،رنڈی کی طرح بلاشرعی نکاح کے نہ ہوتی اور پھر وہ اپنا چوتھائی حصہ فروخت کرتی تو بھی بیع فاسد ہوتی،کیونکہ اپنی حیات تک مکان مذکور میں رہنے کی شرط لگا رکھی ہے جوکہ مفسد بیع ہے (۱)،اس شرط کا پارٹی کو اقرار ہے (اگرچہ تحریر میں یہ شرط نہ ہو) بیع فاسد کا فسخ کرنا شرعاً واجب ہوتا ہے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند۔



---

(۱) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم: أنه نهىٰ عن بيع وشرط". أخرجه الطبراني في الأوسط". (إعلاء السنن: ۱۴/۱۴۰، كتاب البيوع، باب النهي عن بيع بالشرط، إدارة القرآن كراچی)

"ولا بيع بشرطٍ لا يقتضيه العقد ولا يلائمه وفيه نفعٌ لأحدهما". (الدرالمختار). "ومنه مالو شرط البائع أن يهبه المشتري شيئًا، أو يقرضه، أو يسكن الدار شهراً، أو أن يدفع المشتري الثمن إلى غريم البائع". (ردالمحتار: ۸۵/۵، كتاب البيوع، مطلب في البيع بشرط، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱۳۳/۳، ۱۳۴، كتاب البيوع، الباب العاشر في الشروط التي تفسد البيع، رشيديه)

(۲) "لكل واحد من المتعاقدين فسخه رفعاً للفساد، وهذا قبل القبض ظاهرٌ؛ لأنه لم يفد حكمه، فيكون الفسخ امتناعاً منه، وكذا بعد القبض". (الهداية: ۴۷/۳، كتاب البيوع، فصل في أحكامه، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز: ۲۰۸/۱، (رقم المادة: ۳۷۲)، كتاب البيوع، الفصل الثاني، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذافي خلاصة الفتاوىٰ: ۴۶/۳، كتاب البيوع، الفصل الرابع في البيع الفاسد، جنس آخر في أحكام بياعات الفاسدة، رشيديه كوئٹه)

الفصل السابع فی الإرث فی المال الحرام

(مالِ حرام میں وراثت کا بیان)

مالِ حرام میں وراثت

سوال[۹۷۷۸]: مالِ ربا میں وراثت جاری ہوسکتی ہے یا نہیں، اگر وراثت جاری ہوگی تو وارث کیلئے اس مال کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مال ربا شرعاً حرام ہے، اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، بلکہ اگر بعینہ وہ مال موجود ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے، اگر وہ مال ہلاک کردیا تو ضمان ضروری ہے:

"یبدأ من ترکة المیت الخالیة عن تعلق حق الغیر بعینها". درمختار: ۵/۶۶۳(۱)۔

"فیجب رد عین الربوا لو قائمًا لا رد ضمانه". وقال الشامی: "وإنما یجب رد ضمانه لو استهلکه". ۴/۲۴۴(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ جمادی الثانیہ/۱۳۵۲ھ۔

---

(۱) (الدر المختار: ۶/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۷۱، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۴/۴۹۳، کتاب الفرائض، غفاریه کوئٹه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۱۶۹، کتاب البیوع، باب الربا، سعید)

(وکذا فی منحة الخالق علی البحر الرائق: ۶/۲۰۹ کتاب البیوع، باب الربا، رشیدیه) =

ترکۂ حرام کا حکم

سوال[۹۷۷۹]: آباءواجداد کسبِ حرام سے جو مال جمع کر کے چھوڑ گئے ہیں، وہ مال ان کے ورثاء کے واسطے حلال ہے یا نہیں؟ اور اس مال سے کوئی کارِ خیر کرنا جیسے حج وغیرہ درست ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیونکر؟ وضاحت سے بیان فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ خالص حرام ہے اور اربابِ اموال معلوم ہیں تو اس کی واپسی لازم ہے، اگر معلوم نہیں تو تصدق لازم ہے تاکہ وبال سے بچ جائے۔ اگر وہ مخلوط ہے حلال وحرام سے تو ورثاء کو اس کا لینا حکماً درست ہے، لیکن بقدرِ حرام کا بدل ادا کرنے سے پہلے تصرف درست نہیں:

"أخذ مورثه رشوةً أو ظلماً، إن علم ذلك بعينه، لا يحل له أخذه، وإلا فله أخذه حكماً، أما في الديانة، فيتصدق به بنية إرضاء الخصماء، اهـ". شامي: ٤/١٤٦(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۶۷ھ۔

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۳/۱۰۷ كتاب البيوع، باب الربا، دار المعرفة، بيروت)

"والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال، وجب رده عليهم. وإلا فإن علم عين الحرام، لا يحل له، ويتصدق به بنية صاحبه:" (ردالمحتار: ۵/۹۹، كتاب البيوع، مطلب فيمن ورث مالاً حرامًا، سعيد)

(۱) (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حرامًا: ۵/۹۹، سعيد)

"إذا مات الرجل وكسبه خبيث، فالأولىٰ لورثته أن يردّوا المال إلىٰ أربابه، فإن لم يعرفوا أربابه تصدقوا به". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب: ۵/۳۴۹، رشيديه)

"ولهذا قال أصحابنا: لو أخذ مورثه رشوةً أو ظلماً إن علم وارثه ذلك بعينه، لايحل له أخذه وإن لم يعلم، له أخذه حكمًا، إلّا ديانةً، فيتصدق به بنية الخصماء". (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، =

مالِ حرام ورثاء کے لئے

سوال[۹۷۸۰]: اگر کسی آدمی کے پاس مال حرام ہوتو مرنے کے بعد اس کی اولاد بالغ کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس مال کا اصل مالک معلوم ہے تو اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔ اگر معلوم نہیں، البتہ وہ مال بجنسہ جوحرام ہے، معلوم ہے تو کسی فقیر کو صدقہ کرنا اصل مالک کوثواب پہنچانے کی نیت سے ضروری ہے۔ اور اگر مال مخلوط ہے، یہ معلوم نہیں کہ کونسا حرام اور کونسا حلال ہے تو ورثاء کو استعمال کرنا درست ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ اس سے احتیاط کریں، یعنی اگر مالک کا علم ہوتو اس کو دے دیں، ورنہ صدقہ کردیں۔

اگر تمام مال حرام ہے تو اس کا استعمال درست نہیں، مالک معلوم ہونے کی صورت میں واپسی ضروری ہے، نہ معلوم ہونے کی صورت میں صدقہ کردیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۳/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ربیع الاول/ ۱۳۵۶ھ۔

منشیات کی آمدنی سے مکان کی تعمیر اور اس کی توریث

سوال[۹۷۸۱]: میرے والد صاحب شراب اور دیگر منشیات کے تاجر کا حساب کرنے والے ملازم تھے، اسی ملازمت سے والد صاحب نے پیسہ پس انداز کرکے ایک مکان خریدا تھا۔ ان کے مرنے کے بعد ایک

= فصل فی الکسب: ۱۸۷/۴، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع: ۳۶۹/۸، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، فصل البیع، دارالکتب العلمیة: ۲۰/۷، بیروت)

(۱) "وإذا مات الرجل وكسبه خبيث، فالأولى للورثة أن يردّوا المال إلى أربابه، فإن لم يعرفوا أربابه تصدقوا به. وإن كان كسبه من حيث لايحل وابنه يعلم ذلك ومات الأب ولايعلم الابن ذلك بعينه، فهو حلال في الشرع، والورعُ أن يتصدق به بنية خصماء أبيه". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب: ۳۴۹/۵، رشيديه)

حصہ جس کی مالیت دو ہزار ہوگی، اب اس حصہ سے مجھے نفع حاصل کرنا کیسا ہے؟ میں بھی ایک غریب آدمی ہوں، گذر بسر کے موافق وظیفہ ملتا ہے۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسکرات ومنشیات میں سے بعض تو ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی بیع وشراء حرام ہے (۱)، اور بعض ایسی ہیں کہ ان کی بیع وشراء حرام نہیں ہے (۲)، والد صاحب نے جو رقم اپنی کمائی سے پس انداز کی تھی، وہ اگر حرام وغیر حرام مشترک تھی تو اس سے جو مکان بنالیا ہے، آپ کیلئے بحیثیتِ وارث اس کے استعمال کی گنجائش ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱/۳/۸۸ھ۔

---

(۱) "عن عبدالرحمن بن وعلة السبائي من أهل مصر أنه سأل عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما عما يعصر من العنب، قال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما: إن رجلاً أهدى لرسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم، فقال له رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "هل علمت أن الله قد حرّمها"؟ قال: لا، فسارّ إنسانًا، فقال له رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "بم ساررته"؟ فقال: أمرته، ببيعها، فقال: "إن الذی حرم شربها حرم بيعها". قال: ففتح المزادة حتى ذهب مافيها".

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: لما أنزلت الآيات من آخر سورة البقرة فی الربا، قالت: خرج رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم إلى المسجد، فحرّم التجارة فی الخمر". (الصحيح لمسلم: ۲/۲۲، ۲۳، كتاب البيوع، باب تحريم بيع الخمر، قديمی)

(۲) "وصح بيع غير الخمر مما مرّ، ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون". (الدر المختار، كتاب إحياء الموات، فصل فی الشرب: ۶/۴۵۴، سعيد)

(وكذا فی مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل فی البيع: ۴/۲۱۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۳) "إذا مات الرجل وكسبه خبيث، فالأولىٰ لورثته أن يردوا المال إلىٰ أربابه .... وإن كان كسبه من حيث لايحل وابنه يعلم ذلک ومات الأب ولايعلم الابن ذلک بعينه، فهو حلال له فی الشرع، والورع أن يتصدق به". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فی الكسب: ۵/۳۴۹، رشيديه)

(وكذا فی الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۹۹، سعيد) ....=

جس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ورثاء کے حق میں اس کا حکم

سوال[۹۷۸۲]: ۱...... جس مال کی زکوٰۃ پوری وجزوی نہ دی گئی ہو، اگر ایسا مال ترکہ وراثت میں ملے، عام لوگوں کو یا خواص کو اس کا لینا کیسا ہے؟

۲...... مال مذکور میں بے برکتی یا نحوست تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... آدمی کے مرنے کے بعد ورثاء کو ایسا مال لینا درست ہے ورورثاء کے ذمہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں، البتہ اگر وصیت کی ہو تو اس کی زکوٰۃ ثلثِ مال سے ادا کردی جائے، اگر بلا وصیت اس کی زکوٰۃ ورثاء نے ادا کردی ہو تو اس کی وجہ سے میت کے ذمہ سے انشاء اللہ زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی:

"وأما دين الله تعالىٰ فإن أوصىٰ به، وجب تنفيذه من ثلث الباقي، وإلا لا". درمختار۔

قال الشاميؒ: "(قوله: أما دين الله تعالىٰ، الخ) محترز قوله: (من جهة العباد) وذلك كالزكوٰة والكفارات ونحوها. قال الزيلعي: فإنها تسقط بالموت، فلايلزم الورثة أدائها إلا إذا أوصى بها أو تبرعوا بها هم من عندهم؛ لأن الركن في العبادات نية المكلف وفعله، وقد فات بموته، فلا يتصور بقاء الواجب، اهـ، وتمامه فيه. أقول: وظاهر التعليل أن الورثة لو تبرعوا بها، لايسقط الواجب عنه، لعدم النية منه، ولأن فعلهم لايقوم مقام فعله بدون إذنه، تأمل، اهـ". ردالمحتار: ٥/٥٣٦(١)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس کی زکوٰۃ میت کے ذمہ واجب تھی، جب اس نے ادا نہیں کی تو ورثاء پر اس کا گناہ نہیں۔

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في الكسب: ۱۸۷/۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(١) (الدر المختار مع ردالمحتار: ٧٦٠/٦، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ٢٤٢/٧، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ٣٦٦/٩، كتاب الفرائض، رشيديه)

۲......زکوۃ ادا نہ ہونے کی وجہ سے ورثاء پر تو اس کا کوئی وبال نہیں (۱)، البتہ نفسِ مال جیسا کہ بعد ادائے زکوۃ طیب اور مزکی ہوتا ہے ویسا نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۸/۱۳۵۴ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/محرم ۱۳۵۴ھ

ناجائز میراث میں حصہ

سوال[۹۷۸۳]: میرے والد مرحوم محکمۂ جنگلات کے چوکیدار تھے، بعد وظیفہ انتقال ہوگیا، حج بھی کر چکے تھے، اب ان کی جائیداد وارثوں میں تقسیم ہونے والی ہے۔ میں اپنے والد کی جائیداد کو ناجائز سمجھتے ہوئے اس جائیداد سے مستفید ہونے کے بجائے اپنی اولاد کے نام منتقل کرنا چاہتا ہوں اور اپنا گذر بسر اپنی تنخواہ پر ہی کروں گا۔ میرے اس خیال کو بعض لوگ درست نہیں فرماتے، وہ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ میری رہبری فرمائی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو جائیداد وغیرہ آپ کے والد صاحب نے جائز طریقہ پر کمائی ہے وہ سب ان کا ترکہ ہے (۲)، دوسرے بھائیوں کی طرح آپ بھی وارث ہیں، آپ کو اپنا حصہ میراث لینے کا پورا حق ہے، اس کو حرام تصور نہ کریں۔ جو چیزیں ناجائز طریقہ پر مثلاً: رشوت سے حاصل کی ہو اور اس کا مالک معلوم ہو، وہ نہ لیں، اس کے

---

(۱) "(قوله: أما دين الله تعالىٰ، الخ) محترز قوله: (من جهة العباد) وذلك كالزكوٰة والكفارات ونحوها. قال الزيلعي: فإنها تسقط بالموت، فلايلزم الورثة أدائها، إلا إذا أوصى بها أو تبرعوا بها هم من عندهم". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۰، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الفرائض: ۷/۴۲۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "التركة في الاصطلاح: ماتركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعينٍ من الأموال".

(ردالمحتار: ۶/۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۵، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۲۱، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية، بيروت)

مالک کو واپس کردیں، اپنی اولاد کی طرف بھی منتقل نہ کریں (۱)، زہر سے جس طرح خود پرہیز ضروری ہے، اپنی اولاد کو بھی کھلانے کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۳۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۳۰ھ۔

مورث کا حرام مال وارث کے لئے

سوال [۹۷۸۴]: حرام کاروبار کے مالک کے مرجانے کے بعد وہ حرام پیسے وارثین کے لئے حلال ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ وارثین کا کاروبار حلال ہو اور حرام کاروبار کو برا سمجھتے ہوں۔ بعض عالم کا کہنا ہے کہ مورث کا حرام مال وارثین کے لئے حلال ہوجاتا ہے۔ دلیل پیش فرماتے ہیں کہ تبدیلِ ملک سے تبدیلِ حکم لازم آتا ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لك صدقة ولنا هدية" (۲)۔ ملک بدلنے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ ہوگیا۔

سوال یہ ہے کہ ملک کے تبادلے سے تبدیلِ حکم لازم آتا ہے اس کے اندر عموم ہے یا صرف صدقہ کے لئے خاص ہے؟ اسی وراثت کے پیسے سے وارثین حضرات مرحوم مورث کی طرف سے حجِ بدل کرانا چاہتے ہیں۔ اس پیسے سے حجِ بدل کرانا اور کرنا درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) "إذا مات الرجل وكسبه خبيث، فالأولى لورثته أن يردّوا المال إلى أربابه، فإن لم يعرفوا أربابه، تصدقوا به". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۴۹/۵، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۹۹/۵، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: فيمه ورث مالاً حراماً، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱۸۷/۴، كتاب الكراهية، فصل في الكسب، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) "عن أنس أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أتي بلحم تصدق به على بريدة، فقال: "هو عليها صدقة، وهو لنا هدية". (صحيح البخاري، كتاب الزكوة، باب مايذكر في الصدقة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأله: ۲۰۲/۱، قديمي)

الجواب حامداًومصلیاً:

جس شخص نے حرام پیسہ اور سامان جمع کیا ہے پھر انتقال ہوگیا اور ورثاء کو معلوم ہے کہ یہ مال حرام ہے تو وہ سامان اور پیسہ ورثاء کے لئے حلال نہیں ہوگا۔ یہاں تبدیلِ ملک کی بحث بے محل ہے، اس لئے کہ مورث کی ملک اگر ثابت ہوجاتی اور وہ مستحق ہوتا مگر وارث اس کا اصالۃً مستحق نہ ہوتا تو مورث کا نائب ہوکر مستحق ہوسکتا تھا۔ اور صورتِ مسئولہ میں تو مورث کی ملک ثابت نہیں پھر نائب کی ملک کیسے ثابت ہوگی:

"أخذ مورثه رشوةً أو ظلماً، إن علم ذلك بعينه، لايحل له أخذه............ والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال، وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام، لايحل له ويتصدق بنية صاحبه. وإن كان مالاً مختلطاً مجتمعاً من الحرام ولا يعلم أربابه ولاشيئاً منه بعينه، حل له حكماً، والأحسن ديانةً التنزه عنه، اهـ، ردالمحتار: ٤/ ١٣٠(١)۔

حرام پیسہ کو حج کے لئے خرچ کرنا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ اس سے حج ادا ہوجائے گا، مگر قبول نہیں ہوگا، اورخدائے پاک کی خوشنودی حاصل نہیں ہوگی۔

"يجتهد في تحصيل نفقة حلال، فإنه لايقبل بالنفقة الحرام، كما ورد في الحديث مع أنه يسقط الفرض عنه معها. ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله، فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج، اهـ". شامي: ٢/ ٤٠(٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۸/۱۷ھ۔



(١) (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالا حراما: ٥/ ٩٩، سعيد)

(٢) (ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب فيمن حج بمال حرام: ٢/ ٤٥٦، سعيد)

الفصل الثامن فی ذوی الفروض

(ذوی الفروض کا بیان)

لڑکی کا حصۂ میراث

سوال[۹۷۸۵]: اگر کوئی شخص قوم فقیر بلا اولاد ذکور مرجائے اور اس کی جائیداد اراضی اس کی پیدا کردہ یا اس کے والد کی پیدا کردہ ہو اور اس کا برادر حقیقی یا چچا حقیقی یا بھتیجا حقیقی نہ ہو، صرف دختر ہو تو دختر کو اس کا ترکہ شرعاً ملے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

دختر کو نصف ترکہ تو ضرور ہی ملے گا (۱) اور اگر کوئی ذوی الفروض اور عصبات میں سے موجود نہیں تو دوسرا نصف بھی اسی کو مل جائے گا یعنی وہ کل کے وارث ہوجائے گی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۴/۱۳۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۴/۱۳۶۰ھ۔

---

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وإن كانت واحدةً فلها النصف﴾. (سورة النساء: ۱۱)

"وأما النساء: فالأولىٰ البنت، ولها النصف إذا انفردت". (الاختيار لتعليل المختار: ۲/ ۵۵۲، كتاب الفرائض، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/ ۴۷۸، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲) لڑکی ذوی الفروض میں سے ہے اور ذوی الفروض جب اکیلا ایک ہی شخص ہو تو اس صورت میں اپنے حصہ سے زائد حصۂ میراث اس پر رد ہوکر وہی مالک ہوجاتا ہے:

"فيبدأ بذي الفرض، ثم بالعصبة النسبية، ثم بالعصبة السببية .... ثم الرد على ذوي الفروض النسبية بقدر حقوقهم". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه) =

لڑکی کا والد کی میراث میں حصہ

سوال[۹۷۸۶]: لڑکی کو اپنے والد کی جائیداد میں سے کونسا حصہ ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی کی میراث کی تین صورتیں ہیں: اول یہ کہ میت کی لڑکی تو صرف ایک ہو اور لڑکا کوئی نہ ہو تو اس صورت میں لڑکی کو میت کے کل ترکہ کا نصف ملتا ہے۔ دوم یہ کہ لڑکیاں دو یا دو سے زیادہ ہو اور لڑکا کوئی نہ ہو تو اس صورت میں ان لڑکیوں کو میت کے کل ترکہ کا دوثلث ملتا ہے۔ سوم یہ کہ کوئی لڑکا بھی ہو، اس صورت میں لڑکے سے نصف کے مستحق ہوگی خواہ ایک لڑکا ہو یا زیادہ(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۶/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۸/۶/۱۳۵۶ھ۔

بیوی کا شوہر کی میراث میں حصہ

سوال[۹۷۸۷]: بیوی کو اپنے شوہر کی جائیداد میں سے کونسا حصہ ملنا چاہئے، احکامِ شرعیہ سے مطلع فرمائیں۔

= (وکذا في الدرالمختار: ۶/ ۷۶۴ کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا في السراجیة، ص: ۳، سعید)

(۱) مذکورہ تینوں صورتیں اس آیت کریمہ میں بیان فرمائی گئی ہیں:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين، فإن كن نساءً فوق اثنتين فلهن ثلثا ماترک، وإن كانت واحدةً فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وأما لبنات الصلب فأحوال ثلث: النصف للواحدة، والثلثان للأثنين فصاعدةً، ومع الابن للذكر مثل حظ الأنثيين، وهو يعصّبهنّ". (السراجية، ص: ۷، سعید)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۸، كتاب الفرائض، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی اولاد بھی ہوتو بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے، اگر کوئی اولاد نہیں تو چوتھائی حصہ ملتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۶/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۸/۶/۱۳۵۶ھ۔

زوجہ اور ہمشیرہ کو میراث

سوال [۹۷۸۸]: سردار صاحب کا انتقال ہوگیا، مرحوم نے ایک بیوی، ایک ہمشیرہ اور ایک بھانجا، ایک نواسی چھوڑا۔ بھانجا ندکور کی والدہ کا انتقال سردار کی حیات میں ہوگیا تھا، اورلڑکی کا بھی حیات ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔ قبل انتقال سردار کے تیرہ چودہ روز اس نے اپنے شوہر، دولڑکیاں، والدین کو چھوڑا تھا، ایک لڑکی مرگئی، ایک زندہ ہے، یعنی جس کو نواسی سردار لکھا گیا ہے۔ اب دریافت یہ ہے کہ مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

نوٹ ضروری: سردار موصوف مرحوم نے بھانجا ندکور حقیقی اور بھتیجا غیر حقیقی کی پرورش بچپن سے کی، شادی وغیرہ انہی نے کی ہے، اوراکثر کہتے تھے کہ جو کچھ ہے سب انہی کا ہے اورانہیں دونوں نے قرضہ جو مکان بنانے میں لگا تھا ادا کیا اور کچھ باقی ہے، وہی ادا کریں گے۔ لہذا ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب مرحمت فرمادیں۔

محمد یوسف مؤمن پورہ ناگپور کیم/محرم/۱۳۵۹ھ۔

---

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد، فإن كان لكم ولد فلهن الثمن ممّا تركتم﴾ (سورة النساء: ۱۲)

"فيفرض للزوجة فصاعداً الثمن مع ولد أو ولد ابن وإن سفل، والربع لها عند عدمها، فللزوجات حالتان: الربع بلاولد، والثمن مع الولد". (الدرالمختار: ۶/ ۷۷۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في السراجية، ص: ۷، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۴

نواسی	بھانجہ	ہمشیرہ	زوجہ
محرومہ	محروم	۳	۱

صورتِ مسئولہ میں بشرطِ صحتِ سوال وعدمِ موانعِ ارث بعد تجہیز وتکفین، واداۓ دین وغیرہ(۱) سردار صاحب کا کل ترکہ چار سہام قرار دے کر حسبِ نقشہ بالا وارثان پر تقسیم ہوگا، ایک سہم زوجہ کو ملے گا(۲) اور تین سہم ہمشیرہ کو(۳)،

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲،۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۲) مذکورہ صورت میں میت کی اولاد نہیں، لہٰذا زوجہ کو ربع ملے گا:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (النساء: ۱۱)

(۳) مذکورہ صورت میں اخت "بہن" چونکہ ذوی الفروض میں سے ہے، لہٰذا اس کو نصف ملے گا، اس لئے کہ میت کے اصول وفروع موجود نہیں، مگر مسئلہ میں اجمالی طور پر بہن کو تین حصے دیئے گئے ہیں، تفصیل یہ ہے کہ بہن کو دو حصے بوجہ ذوی الفرض ہونے اور ایک حصہ بطورِ ردعلی ذوی الفروض النسبیہ کے دیئے گئے ہیں:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿إن امرؤٌ هلک ليس له ولد وله أخت، فلها نصف ماترک﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

"الخامسة: الأخوات لأب وأم، للواحدة النصف، وللثنتين فصاعداً الثلثان". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۵۰، كتاب الفرائض، رشيديه)

بھانجے کو اور نواسی کو کچھ نہیں ملے گا(۱)۔

آپ نے یہ تحریر نہیں کیا کہ بھتیجا اگر حقیقی نہیں تو کیسا ہے، نہ بھتیجا کو ورثاء میں شمار کیا۔ اگر علاتی بھتیجا ہے یا چچازاد بھائی کا لڑکا ہے تو شرعاً وہ بھی وارث ہوگا۔ اُس وقت چار سہم میں سے ایک بیوی کو ملے گا، ایک بھتیجے کو، دو ہمشیرہ کو(۲)۔ اگر ماموں زاد یا پھوپھی زاد بھائی کا لڑکا ہے، یا خالہ زاد بھائی کا لڑکا ہے تو پھر وہ

(۱) "فيبدأ بذوي الفروض، ثم بالعصبات النسبية، ثم بالمعتق، ثم عصبة الذكور، ثم الرد على ذوي الفروض النسبية، ثم ذوي الأرحام". (الدرالمختار: ۶/ ۷۶۲،۷۶۴، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

(۲) اگر بھتیجا بھی موجود ہو تو تقسیم یوں ہوگی:

مسئلہ ۴

زوجہ	ہمشیرہ	بھتیجہ علاتی	نواسی	بھانجا
۱	۲	۱	محروم	

اور اگر چچازاد بھائی کا لڑکا موجود ہو تب بھی تقسیم اس طرح ہوگی:

مسئلہ ۴

زوجہ	ہمشیرہ	ابن ابن العم	نواسی	بھانجا
۱	۲	۱	محروم	

واضح رہے کہ یہاں علاتی بھتیجا اور چچازاد بھائی کا لڑکا عصبات میں سے ہے اور عصبات کو باقی ملے گا، یعنی ذوی الفروض کو اپنا حصہ دے کر جو کچھ بچ جائے وہ عصبات کو دیا جائے گا:

"العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، باب العصبات: ۶/ ۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في السراجي، ص: ۳، سعيد)

محروم رہے گا (۱)۔ کسی کو بچہ جاننے یا باپ کو جاننے سے کچھ نہیں ہوتا، اس سے میراث نہیں ملتی (۲)، ہاں! اگر کوئی وصیت کسی کے حق میں کی ہو تو اس کے معلوم ہونے پر حکم تحریر کیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱/۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/محرم/۱۳۵۹ھ۔

بیوی اور بھانجے میں تقسیم وراثت

سوال [۹۷۸۹]: ہمارے یہاں میونسپل بورڈ میں ایک بہشتی منشی خان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس شخص کی اولاد کوئی نہیں، صرف بیوی مسماۃ محفوظی اور رشتہ داروں میں صرف ایک بھانجا عبد اللطیف ہے۔ منشی خان نے ایک پختہ مکان اور خانگی سامان کے علاوہ میونسپل بورڈ میں آٹھ سو روپیہ فنڈ بھی چھوڑا ہے۔ منسلکہ ہذا ایک وصیت نامہ کے ذریعہ منشی خان نے اپنا مکان و سامان سب اپنی بیوی کو دیا ہے اور اس وصیت نامہ کو رجسٹری نہیں کرایا، نہ اس وصیت نامہ میں کسی اَور شخص کو اپنا وارث یا رشتہ دار بتایا ہے۔

اب ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ اس وصیت نامہ کو صحیح اور قابلِ عمل تسلیم کیا جائے اور بھانجا عبد اللطیف کو ناحق قرار دیا جائے، اگر نہیں تو پھر تقسیم کس طرح ہوگی؟ آٹھ سو روپے میں سے بیوی اور بھانجا کو کتنے کتنے دیئے جائیں؟

مسماۃ کا ارادہ ہے کہ مکان فروخت کر کے یہاں سے اپنے میکہ چلی جائے۔ اس صورت میں اس کو حق

---

(۱) "فیبدأ بذوی الفروض، ثم بالعصبات النسبية، ثم بالمعتق، ثم عصبة الذكور، ثم الرد على ذوی الفروض النسبية، ثم ذوی الأرحام". (الدرالمختار: ۶/ ۷۶۲، ۷۶۴، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في الفتاوی العالمكيرية، كتاب الفرائض: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

(۲) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء".

(الفتاوی العالمكيرية، كتاب الفرائض: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۶۲، سعيد)

(وكذا في السراجية، ص: ۳، سعيد)

حاصل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اس میں بھی مسماۃ کا اور بھانجا کا حصہ متعین فرما دیجئے۔

حکیم عبدالرحمٰن، بلندشہر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی شرعی وارث ہے اور کسی وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک کہ دوسرے وارث رضامند نہ ہوں (۱)۔ اگر مسمیٰ منشی خاں کا وارث بھانجا عبداللطیف اور بیوہ مسماۃ محفوظاً کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں تو اس وصیت کے معتبر ہونے کا مدار عبداللطیف کی اجازت پر ہے، اگر وہ اس کی اجازت دیتا ہے تو حسبِ وصیت نامہ محفوظاً ان چیزوں کی مالک ہوجائے گی، ورنہ تو اس کے ترکہ سے اولاً اس کا قرض مہر وغیرہ جو بھی اس کے ذمہ ہو ادا کیا جائے (۲)۔ اس کے بعد ایک چوتھائی ترکہ مسماۃ محفوظاً کو (۳) اور بقیہ مسمّٰی عبداللطیف کو دیا جائے۔ فقط،

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه قال: إنی لتحت ناقة رسول الله صلی الله علیه وسلم، یسیل علیّ لعابُها، فسمعته یقول: "إن الله قد أعطیٰ کل ذی حق حقه، ألا! لاوصیة لوارث". (سنن ابن ماجه، ص: ۱۹۵، کتاب الوصایا، بابٌ: لاوصیة لوارث، قدیمی)

"ولاتجوز بما زاد علی الثلث لقول النبی صلی الله علیه وسلم فی حدیث سعد بن أبی وقاص رضی الله تعالیٰ عنه: "الثلث والثلث کثیرٌ" بعد مانفی وصیته بالکل والنصف، ولأنه حق الورثة .... إلا أن یجیزها الورثة بعد موته وهم کبار؛ لأن الامتناع لحقهم وهم أسقطوه، ولا معتبر بإجازتهم فی حال حیاته". (الهدایة: ۴/ ۶۵۱، کتاب الوصایا، باب فی صفة الوصیة، مکتبه شرکت علمیه ملتان)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/ ۳۶۷، کتاب الوصایا، مکتبه دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) "تتعلق بترکة المیت حقوق أربعة مرتبة: الأول یبدأ بتکفینه وتجهیزه من غیر تبذیر ولاتقتیر، ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعد الدین، ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة وإجماع الأمة". (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۶/ ۷۵۹، ۷۶۱، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفیما یتعلق بالترکة: ۶/ ۴۴۷، رشیدیه)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما ترکتم إن لم یکن لکم ولدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

"للزوجة الربع عند عدمهما، والثمن مع أحدهما". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الفرائض: =

مکان، نشست گاہ، اثاثہ سب کی تقسیم اسی طرح ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

ورثاء میں زوجہ، دو بٹیاں، تین بھتیجے ہوں تو تقسیم میراث

سوال [۹۷۰۱]: حاجی عبدالغنی صاحب کا انتقال ہوگیا ہے اور انہوں نے کچھ جائیداد غیر منقولہ چھوڑی ہے اور وارثان میں دولڑکیاں اور تین برادرزادے اور ایک بیوہ چھوڑی ہے۔ مہربانی فرما کر حکم شرعی سے مطلع فرمایئے کہ ان کو کتنا کتنا جائیداد متروکہ میں سے ملے گا؟

حاجی عبدالغنی صاحب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۲۴ تصـ ۷۲

زوجہ خانزادی	دختر کبریٰ	دختر بانو	برادرزادہ عبدالغفار	$\frac{۵}{۱۵}$	برادرزادہ عبدالجبار	برادرزادہ عبدالستار
$\frac{۳}{۹}$	$\frac{۸}{۲۴}$	$\frac{۸}{۲۴}$	۵		۵	۵

بشرط صحت سوال وعدم موانع ارث، بعد تجہیز وتکفین وادائے مہر وغیرہ از کل مال وتنفیذ وصیت از ثلث (۱) مال حاجی عبدالغنی کا ترکہ جائیداد غیر منقولہ وغیرہ بہتر سہام بنا کر اس طرح تقسیم ہوگی کہ تو سہام

= ۶/۴۵۰، رشیدیہ)

"أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدةً عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل، والثمن مع الولد وولد الابن وإن سفل". (السراجية، ص: ۷، سعيد)

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقتير، ثم=

بیوہ کوملیں گے(۱) چوبیس چوبیس سہام ہر دو دختر کوملیں گے(۲)، پانچ پانچ سہام ہر سہ برادر زادہ کوملیں گے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۱۳۸۵ھ۔

ورثہ میں بہن اور بیوی کا چچا ہوتو ترکہ کس کو ملے گا؟

سوال[۱۹۷۹]: ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اس کی نہ اولاد ہے اور نہ ہی بیوی ہے، صرف ایک بہن

= تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۱) میت کی چونکہ اولاد موجود ہے، لہٰذا زوجہ (بیوی) کو اس صورت میں ثمن (آٹھواں حصہ) ملے گا:

قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين﴾ (سورة النساء: ۱۲)

"وأما الإثنان من السبب، فالزوج والزوجة .... وللزوجة الربع عند عدمهما، والثمن مع أحدهما". (الاختيار لتعليل المختار: ۲/۵۶۰، كتاب الفرائض، مكتبه حقانيه پشاور)

(۲) بیٹیاں جب ایک سے زیادہ ہوتو ثلثان ملے گا:

قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن كن نساءً فوق اثنتين، فلهن ثلثا ماترك﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وللبنت النصف والأكثر الثلثان". (البحر الرائق: ۹/۳۷۴، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۳) برادر زادے بھتیجے عصبہ ہیں اور عصبہ کو مابقی یعنی ذوی الفروض سے جو رہ جائے وہ عصبہ کو مل جائے گا:

"العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۵۱، كتاب الفرائض، باب العصبات، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۷۷۴، كتاب الفرائض، باب العصبات، سعيد)

(وكذا في السراجية، ص: ۳، سعيد)

ہے۔تو دریافت یہ ہے کہ اس کی بہن کو اس کا مکان مل سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اور اس شخص کی بیوی کا ایک چچا بھی موجود ہے، لیکن وہ بھی لاولد ہے۔عندالشرع ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کے صرف ایک بہن اور ایک بیوی کا چچا ہے تو اس کا کل ترکہ مکان وغیرہ اس کی بہن کو ملے گا (۱)، بیوی کے چچا کو کچھ نہیں ملے گا (۲)۔اگر اس کے ذمہ کوئی قرض بھی ہوتو اس کا ادا کرنا پہلے ضروری ہے۔اگر کوئی وصیت بھی کی ہے تو ایک تہائی ترکہ سے پہلے وصیت پوری کی جائے گی (۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۱/ ۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۱/ ۱۳۸۵ھ۔

---

(۱) واضح رہے کہ بہن کو ابتداءً بطور ذی فرض ہونے کے نصف ملے گا اور باقی مال بھی جب دیگر ورثاء موجود نہ ہوں تو بہن کو علی سبیل الرد ملے گا:

"فيبدأ بذوى الفروض، ثم بالعصبات النسبية، ثم بالمعتق، ثم عصبة الذكور، ثم الرد على ذوى الفروض النسبية بقدر حقوقهم". (الدر المختار). "(قوله: ثم الرد): أى عند عدم من تقدم ذكره من العصبات يردّ من أصحاب الفروض على ذوى الفروض النسبية". (ردالمحتار: ۶/ ۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۴۷، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا فى الشريفية شرح السراجية، ص: ۹، سعيد)

(۲) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء".

(الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا فى الدرالمختار: ۶/ ۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(۳) "الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضىٰ ديونه من جميع مابقى من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين ورثته". (السراجية، ص: ۳، سعيد)

(وكذا فى الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۵۹، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۶۵، رشيديه)

بہن اور چچا کا حصۂ میراث

سوال[۹۷۹۲]: زید کا لاولد انتقال ہوگیا اور ایک حقیقی ہمشیرہ اور ایک حقیقی چچازاد بھائی وارث چھوڑا۔ ترکۂ مورث کیسے تقسیم ہوگا؟

محمد رضا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی اور شرعی وارث نہیں تو بعد تجہیز وتکفین وادائے دین میت وتنفیذِ وصایا(۱)، وشرط عدم موانع ارث زید کا کل ترکہ میں سے نصف بہن کو ملے گا(۲) اور نصف چچازاد بھائی کو(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۷/۱۲/۱۳۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۹/ ذی الحجہ/۱۳۵۳ھ۔

---

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿وإن كانت واحدةً، فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وأما النساء فالأولى البنت، ولها النصف إذا انفردت وللبنتين فصاعداً الثلثان". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۴۸، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، رشيديه)

(وكذا في السراجية، ص: ۷، السعيد)

(۳) "العصبات وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۵۱، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/ ۴۸۵، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في السراجية، ص: ۳، سعيد)

بیوہ بھائی اور بہن میں تقسیم میراث

سوال[۹۷۹۳]: زید کا انتقال ہوا، اس کے ورثاء میں ایک بیوی، ایک حقیقی بھائی، ایک حقیقی بہن اور بھتیجے ہیں۔ زید کے ترکہ کی تقسیم شرعی کس طرح ہوگی؟ ان ورثاء میں کون کون اور کتنا کتنا حصہ پائیں گے؟ زید کے انتقال کے دس مہینہ بعد زید کے بھائی کا بھی انتقال ہوگیا، اب بھائی کے لڑکے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۴

بیوی	بھائی	بہن	بھتیجے
۱	۲	۱	محروم

بشرطِ صحتِ سوال بعد ادائے دین، مہر وغیرہ زید کا ترکہ چار سہام بنا کر ایک سہم بیوی کو ملے گا (۱)، دو سہم بھائی کو ملیں گے، ایک سہم بہن کو ملے گا (۲)، پھر بھائی کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ اس کے ورثاء کو ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

زوج، ام، حقیقی بہن اور چچا کے درمیان تقسیم میراث

سوال[۹۷۹۴]: ماقولکم رحمکم اللہ فی الصورۃ المذکورۃ فی الذیل:

---

(۱) اس لئے کہ میت کی جب اولاد نہ ہو تو بیوی کو (چوتھائی) حصہ ملے گا:

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) بھائی بہن دونوں اس صورت میں عصبہ ہیں تو بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا ملے گا:

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وإن كانوا إخوةً رجالاً ونساء، فللذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

ہندہ فوت ہوئی اور اس کے ورثاء حسب ذیل باقی رہے:

زوج	ام	اخت حقیقی	عم

ترکہ کس نہج پر تقسیم ہوگا اور تصحیح کس طرح کی جاوے گی، اور کیا کیا اور کس کس کو ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسئلہ ٦ تصـــ ٨ ہندہ

زوج	ام	اخت عینیہ	عم
۳	۲	۳	محروم

میت کا کل ترکہ بعد تجہیز وتکفین وادائے دین وغیرہ وتنفیذ وصیت (۱)، آٹھ سہام پر تقسیم ہوگا: تین سہام زوج کو (۲)، دو اُم کو (۳)، تین اخت عینیہ کو تقسیم ہوگا (۴) اور عم محروم رہے گا (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱/۵٦ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲-۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

(۲) میت کی چونکہ اولاد نہیں، لہذا زوج کو نصف کو ملے گا: .... =

ورثاء میں زوج، حقیقی بہن اور علاتی بہن ہو تو تقسیم میراث

سوال[۵۷۹۵]: مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں:

محمودہ بیگم دوسری والدہ سے محمد حنیف خان شوہر، فہمیدہ بیگم حقیقی بہن، امان اللہ خاں علاتی بھائی، شفقت اللہ خان بندو سوندہ حمیدہ نورجہاں

مـ

محمد حنیف خان	فہیدہ بیگم	امان اللہ خان	شفقت اللہ خان	بندو	سوندہ	حمیدہ	نورجہان
شوہر	حقیقی بہن	علاتی بھائی	علاتی بھائی	علاتی بہن	علاتی بہن	علاتی بہن	علاتی بہن

= قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ولكم نصف ما ترک أزواجكم إن لم يكن لهن ولد﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۳) میت کی جب اولاد نہ ہو اور اخوۃ واخوات بھی متعدد نہ ہوں اور احد الزوجین مع الاب بھی نہ ہو تو اُم کو ثلث کل ملے گا:

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترک إن كان له ولد، فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه فلأمه الثلث﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۴) میت کے جب نہ اصول یعنی: اب اب الاب وغیرہ نہ ہوں اور نہ فروع یعنی ابن ابن الابن، بنت ہو تو اخت عینی قائم مقام بنت کے ہے، ایک ہو تو نصف، ایک سے زائد ہو تو ثلثان ملے گا:

"الخامسة: الأخوات لأب وأم، للواحدة النصف، وللثنتين فصاعداً الثلثان". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۵۰، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، رشيديه)

(وكذا في السراجية، ص: ۹، فصل في النساء، سعيد)

(۵) عم چونکہ عصبات میں سے ہے اور عصبہ کا حکم یہ ہے کہ ان کے لئے کوئی حصہ مقرر نہیں، ذوی الفروض سے جو بچ جائے وہ ان کو ملے گا، اگر ذوی الفروض سے کچھ بھی نہیں بچا تو کچھ بھی نہیں ملے گا، جیسا کہ مذکورہ صورت میں ہے:

"العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض: ۶/ ۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/ ۵۲۲، كتاب الفرائض، باب في العصبات، حقانيه پشاور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

م

محمد حنیف خاں (شوہر)　فہمیدہ بیگم (حقیقی بہن)　امان اللہ خاں　شفقت اللہ خاں　بتدو　سوندہ　حمیدہ　نور جہان

۱　۱

محروم

بشرطِ صحتِ سوال میت کا کل ترکہ بعد ادائے حقوقِ متقدمہ کے (۱) دوسہام قرار دیکر نصف شوہر کو ملے گا (۲)، اور نصف حقیقی بہن کو (۳)۔ دوسری والدہ سے جو بہن بھائی ہیں، وہ سب محروم رہیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ۶/ ۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ،　　صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ۶/ ۱۳۵۷ھ۔

---

(۱) حقوقِ متقدم سے مراد تجہیز وتکفین، ادائے دین، ادائے مہر اور تنفیذ وصیت ہے، ان تمام کوادا کرنے کے بعد بقیہ ترکہ تقسیم ہوگا:

"تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿ولكم نصف ماترك أزواجكم إن لم يكن لهن ولد﴾ (سورة النساء: ۱۲)

"وأما الاثنان من السبب، فالزوج والزوجة: للزوج النصف، عند عدم الولد وولد الابن، والربع مع الولد". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۵۰، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، رشيديه)

(وكذا في السراجية، ص: ۶، سعيد)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿وإن كانت واحدةً فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وأما النساء: فالأولىٰ البنت، ولها النصف إذا انفردت، وللبنتين فصاعدًا الثلثان". (الاختيار لتعليل المختار: ۲/ ۵۵۲، كتاب الفرائض، فصل في ذوي السهام، مكتبه حقانية پشاور)　=

تین بھتیجے، ایک بیٹی ہوتو تقسیم ترکہ

سوال[۹۷۹۶]: اللہ دادخان، عالیجاہ خان نے مشترکہ مکانات تعمیر کئے چندروز کے بعد اللہ دادخان نے انتقال پایا اور تین لڑکے وارث چھوڑے۔ اس کے بعد عالیجاہ خان صاحب کا انتقال ہوا اور ایک لڑکی اور تین بھتیجے وارث چھوڑے۔ مکانات مشترکہ موصوفہ بالاشرعاً کس طرح تقسیم ہونے چاہئیں؟

السائل: طفیل احمد بقلم خود ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلياً:

صورت مسئولہ میں اللہ داد خان کا مکانات میں جس قدر حصہ تھا، وہ تمام بعد تجہیز وتکفین وادائے دین وتنفیذِ وصیت اس کے تین لڑکوں کو برابر مل جائے گا(۱)، عالیجاہ خان کا جس قدر حصہ تھا وہ اس کے انتقال کے بعد

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۴۸، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۱) مذکورہ صورت میں بیٹے چونکہ عصبہ ہیں اس لئے اپنے والد کی جائیداد کے تمام حصہ کے مالک ہوں گے۔ تقسیم کا نقشہ ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۳ — اللہ دادخان

ابن	ابن	ابن
۱	۱	۱

"العصبات: وهم كل مَن ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقى من سهام ذوى الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الاختيار لتعليل المختار: ۳/ ۵۲۲، كتاب الفرائض، باب العصبات، مكتبه حقانيه، پشاور)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/ ۳۸۱، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۴۵۱، كتاب الفرائض، الباب الثاني في العصبات، رشيديه)

نصف اس کی لڑکی کو ملے گا اور نصف تینوں بھتیجوں کو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۴/۵۲ھ۔

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔

تین بیٹوں اور ایک بیٹی میں تقسیمِ میراث

مخدومی محترمی جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسبِ ذیل سوالات کے جوابات بروئے شریعتِ اسلام بمہر خاص مرحمت فرماویں:

سوال[۷۹۷۷]: ۱...... ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس کے وارث تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے، مرحوم کا ترکہ جائیداد معافی اراضی کا لگان سالانہ ہے، اس میں ہر ایک کا حصہ کتنا رہے گا؟

۲...... ایک لڑکے کا قبضہ ناتا صاحب مرحوم کی تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ پر ہے اور اس کا داخل خارج

---

(۱) نقشۂ تقسیم ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۲ تصـ ۲ عالیجاہ خان

بنت	ابن الأخ	$\frac{1}{3}$	ابن الأخ	ابن الأخ
$\frac{1}{2}$	۱		۱	۱

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وإن كانت واحدةً، فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"فيبدأ بذي الفرض، ثم بالعصبة النسبية، ثم بالعصبة السببية ....اهـ". (الفتاوىٰ العالمكبرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

"العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال" (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات: ۶/۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض، باب العصبات: ۶/۷۷۴، سعيد)

اس جائیداد پر ہو چکا ہے۔اس حالت میں اس کو والد صاحب مرحوم کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا یا نہیں اور اگر ملے گا تو کس حساب سے؟

۳...... متوفی کی جائیداد کی آمدنی سے تجہیز وتکفین کا قرض پہلے ادا ہوگا، یا متوفی کے ذمہ جو قرض ان کی حیات کا ان کے ہاتھ کا ہے وہ پہلے ادا ہوگا؟

۴...... بعض ورثاء نے متوفی کی تجہیز وتکفین میں فضول خرچی کر کے خلافِ شرع روپیہ صرف کیا اور تیجے کا کھانا پکایا، اس میں بہت قرض لیا اور سال بھر تک میت کے ایصال ثواب کیلئے قرض کر کے فاتحہ دلاتے رہے۔ یہ رقم متوفی کی آمدنی سے وصول کر سکتے ہیں کیا؟

۵...... کیا ورثاء کو حصے متوفی کا جائز قرض ادا ہونے کے بعد دیئے جائیں گے؟

قاضی ثناء اللہ، کرانہ مرچنٹ، بھاجی بازار، دھارسی (سی، آئی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۷

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۲	۲	۲	۱

۱...... بعد تجہیز وتکفین وادائے قرض وغیرہ سات سہام بنا کر اس طرح ترکہ تقسیم ہوگا کہ ایک سہم لڑکی کو ملے گا اور دو دو سہام ہر لڑکے کو ملیں گے۔اراضی اور دیگر منقولہ غیر منقولہ کل ترکہ کی تقسیم اسی طرح ہوگی (۱)۔

۲...... نانا کی جائیداد پر جائز یا ناجائز قبضہ کرنے کی وجہ سے والد کے ترکہ سے محروم نہیں ہوگا، بلکہ والد

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یوصیکم اللہ فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وإن کانوا إخوۃً رجالاً ونساءً، فللذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (سورۃ النساء: ۱۷۶)

کے ترکہ سے حسب جواب: ا،حصہ ملے گا(۱)۔

٣......اول متوسط طریق پر تجہیز وتکفین ہوگی، پھر دوسرا قرضہ ادا کیا جائے گا، پھر اگر کوئی وصیت کی ہوتو ایک تہائی ترکہ سے وہ وصیت پوری کی جائے گی، اس کے بعد ورثاء کو حصہ ملے گا(۲)۔

٤...... یہ رقم جو ایصال ثواب، فاتحہ، تیجہ وغیرہ میں خرچ کی ہے، اس کو ترکہ سے وصول کرنا درست نہیں، بلکہ جن لوگوں نے یہ خرچ کیا ہے وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں(۳)۔

تنبیہ: مروجہ طریقہ پر فاتحہ اور تیجہ منع ہے(٤)۔

---

(۱) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية،والولاء".
(الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٤٤٧، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشيديه)
(وكذا في الدرالمختار: ٦/٧٦٢، كتاب الفرائض، سعيد)
(وكذا في البحر الرائق: ٩/٣٦٥، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) "(يبدأ من تركة الميت بتجهيزه) يعم التكفين من غير تقتير ولاتبذير، ثم تقدم ديونه التي لها مُطالب من جهة العباد .... ثم وصيته من ثلث مابقي .... ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته".
(الدرالمختار: ٦/٧٥٩، ٧٦١، كتاب الفرائض، سعيد)
(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٤٤٧، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشيديه)
(وكذا في الشريفية، ص: ٣،٧، سعيد)

(۳) "التركة تتعلق بها حقوق أربعة: جهاز الميت ودفنه والدين والوصية والميراث، فيبدأ أولاً بجهازه وكفنه ومايحتاج إليه في دفنه بالمعروف". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٤٤٧، كتاب الفرائض، رشيديه)
(وكذا في البحر الرائق: ٩/٣٦٤، كتاب الفرائض، رشديه)

(٤) "ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لافي الشرور، وهي بدعة مستقبحة ...... وفي البزازية: ويكره الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن، وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الجنائز: ٢/٢٤٠، سعيد)
(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/١٦٧، كتاب الصلوٰة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، رشيديه)
(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ٤/٨١، كتاب الصلوٰة، باب الجنائز، رشيديه) =

۵......متوفی نے جوقرض اپنی حیات میں لیا تھا اس کوادا کرنے کے بعد ورثاء کو حصہ ملے گا اور جو رقم تیجہ وغیرہ میں خرچ کی ہے اس کو ترکۂ مشترکہ سے ادا کرنا درست نہیں، بلکہ وہ خود ان خرچ کرنیوالوں کے ذمہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ جمادی الاولیٰ/ ۶۹ ۱۳ھ۔

ایک بیٹے اور تین بیٹیوں میں تقسیمِ میراث

سوال[۹۷۹۸]: مسمّٰی حاجی کریم الدین کا انتقال ہوا، اس نے ایک لڑکا حاجی عزیز الدین، تین لڑکیاں: مسماۃ مجیداً، مریم، حاجن عزیزاً، چھوڑے۔ لہذا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ زوجہ مسماۃ حبیاً تھی جس کا انتقال ہوگیا اور ورثاء مذکورہ چھوڑے۔ پھر عزیزاً کا انتقال ہوا، اس نے مذکورہ بھائی بہن چھوڑے۔ عزیز الدین کے نانا نے اپنی زندگی میں ایک مکان عزیز الدین کو دیدیا تھا اور ایک لڑکی مرتے وقت چھوڑی تھی۔ آیا اس مکان میں مسماۃ مجیداً اور عزیزاً کا کچھ حصہ ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۴

زوجہ	ابن	بنت	بنت	بنت
حبیاً	عزیز الدین	مجیداً	مریم	عزیزاً
کأن لم تکن؛ لأنها ماتت أولاً وترکت الورثة المذکورة	۲ر	۱ر	۱ر	کأن لم تکن؛ لأنها ماتت أولاً وترکت الورثة المذکورة

= "لایجوز مایفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها، واتخاذ السروج والمساجد إلیها، ومن الاجتماع بعد الحول کالأعیاد ویسمونه عرسًا". (التفسیر المظهری: ۲/ ۶۵، حافظ کتب خانه کوئٹه)

(۱) "ثم تقدم دیونه التی لها مُطالبٌ من جهة العباد". (الدرالمختار: ۶/ ۷۶۰، کتاب الفرائض، سعید) =

حسبِ بیانِ سائل صورت مسئولہ میں مسمّٰی حاجی کریم الدین کا ترکہ بعد ادائے دین وغیرہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل ۴/ سہام کئے جائیں گے، ایک ایک دونوں لڑکیوں مجیداً اور مریم کو، اور دو سہام لڑکے حاجی عزیز الدین کو ملیں گے، هکذا فی کتب الفرائض (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اگر عزیز الدین کے نانا نے اپنی صحت اور تندرستی کی حالت میں وہ مکان ہبہ کر کے اس کے قبضہ میں دیدیا تھا تو وہ عزیز الدین کی ملک ہے (۲)، اس میں مجیداً و مریم وعزیزاً وغیرہ کا کوئی حصہ نہیں۔ لیکن اگر مرض الموت میں ہبہ کر کے قبضہ کرایا ہے تو وہ وصیت کے حکم میں ہے، یعنی ایک تہائی میں جاری ہوگی، بشرطیکہ عزیز الدین شرعی وارث نہ ہو۔ اور دو تہائی کی ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے، اگر قبضہ نہیں کرایا تو وہ ہبہ تام نہیں ہوا (۳)، حسبِ حکم شرع اس میں وراثت جاری ہوگی۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ۶/ ۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، 　صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ رجب/ ۱۳۵۷ھ۔

= (وكذا في السراجي، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وإذا اختلط البنون والبنات عصّب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ الأنثيين". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۴۴۸، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشيديه)

"قال رحمه الله تعالى: وعصّبها الابن، وله مثلا حظّها. معناه: إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ الأنثيين". (تبيين الحقائق: ۷/ ۴۸۰، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "يملك الموهوبُ له الموهوبَ بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/ ۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، كتاب الهبة، الباب الثالث، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۳) "إذا وهب واحد في مرض موته شيئًا لأحد ورثته، وبعد وفاته لم يُجز سائر الورثة، لاتصح تلك الهبة أصلاً؛ لأن الهبة في مرض الموت وصيةٌ، ولا وصية لوارث. ولكن لو أجاز الورثة هبة المريض بعد =

دو بیویوں اور ان کی اولاد میں تقسیم میراث

سوال[۹۷۹۹]: ایک شخص کی دو بیوی ہیں، ایک بیوی سے ایک نواسی اور دوسری بیوی سے چار لڑکی۔ اس میں سے بڑی بیٹی سے ایک لڑکا یعنی نواسہ اور ایک لڑکی یعنی نواسی۔ دو بھائی اور ان دونوں کے دو دو لڑکے ہیں۔ ان میں سے کس کس کو کیا کیا حق پہنچتا ہے اگر دونوں بھائی انتقال کر جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شخص متوفی کے ترکہ میں دونوں بیویاں چاروں لڑکیاں حق دار ہیں:

مسئلہ ۸ صــــ ۳۲

زوجہ	زوجہ	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت البنت	بنت البنت	ابن البنت
زبیدہ	حمیدہ	عابدہ	شاہدہ	عائشہ	طاہرہ			
۱		۷						
۲	۲	۷	۷	۷	۷	محروم		

شخص متوفی کا ترکہ حقوق متقدمہ علی الارث کے بعد ۳۲/ سہام ہوکر دودو، دونوں بیویوں کو(۱)، اور

= موته، صحت". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۴۸۳، (رقم المادة: ۸۷۹)، كتاب الهبة، الفصل الثاني في هبة المريض، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"وأما لو وهب وسلم لغير الورثة، فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت الهبة. وإن لم يخرج ولم تُجزِ الورثة الهبة، فإنما تصح في مايخرج من الثلث، ويجبر الموهوب له على رد الباقي: أي .... فإن أجازها الورثة، صحت وإن لم تجزها، تنفذ من الثلث فقط". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۴۸۴، كتاب الهبة، باب هبة المريض، (رقم المادة: ۸۷۹)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في ردالمحتار: ۵/۷۰۰، كتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة، سعيد)

(۱) مذکورہ صورت میں بیویوں کو ثمن ملے گا، اس لئے کہ میت کی اولاد موجود ہے اور بتیس کا ثمن چار ہے: =

سات سات ہرلڑکی کو ملیں گے(۱)۔اور نواسے اور نواسیاں ذوی الارحام میں سے ہیں، اصحاب الفرائض کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے ہیں(۲)۔

دونوں بھائیوں کی مشترکہ جائیداد میں اگر ملک برابر ہے تو چاروں لڑکے برابر حق دار ہیں، یعنی پوری جائیداد کے چار حصہ کرکے ایک ایک حصہ لیں گے(۳)۔اور اگر بھائیوں کی ملک برابر نہیں ہے، بلکہ ایک بھائی

= قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين﴾ (سورة النساء: ۱۲)

"وأما الاثنان من السبب الزوجُ والزوجةُ .... وللزوجة الربع عند عدمهما والثمن مع أحدهما". (الاختيار لتعليل المختار: ۲/۵۲۰، كتاب الفرائض، مكتبه حقانيه پشاور)

(۱) چاروں لڑکیوں کو ثلثان بوجہ ذوی الفرض ہونے کے ملے گا اور باقی بطور رد کے:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فإن كن نساءً فوق اثنتين، فلهن ثلثا ما ترک﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وأما النساء، فالأولیٰ البنت، ولها النصف إذا انفردت، وللبنتين فصاعداً الثلثان". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۸، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) "وذو الأرحام كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة، وهم كالعصبات، مَن انفرد منهم أخذ جميع المال. وذوالأرحام أربعة أصناف: صنف ينتمي إلى الميت وهم أولاد البنات وأولاد بنات الابن" (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، باب ذوي الأرحام: ۶/۴۵۸، رشيديه)

"فيبدأ بذوي الفروض، ثم بالعصبات النسبية، ثم بالمعتق، ثم عصبة الذكور، ثم الرد على ذوي الفروض النسبية بقدر حقوقهم". (الدر المختار). "(قوله: ثم الرد): أي عند عدم من تقدم ذكره من العصبات يردّ من أصحاب الفروض على ذوي الفووض النسبية". (ردالمحتار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۳) بیٹے عصبہ ہیں اور میت کے ورثاء میں اگر صرف عصبہ ہو تو کل مال کا مستحق ہے:

"العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الاختيار لتعليل المختار: ۲/۵۲۲، كتاب الفرائض، باب العصبات، مكتبه حقانيه، پشاور) .... =

کے مثلاً دوتہائی ہے، دوسرے کی ایک تہائی تو اولاً جائیداد کو دونوں بھائیوں کی ملک کے حساب سے تقسیم کیا جائے، پھر ہرایک بھائی کی ملک کی دونوں بیٹوں میں برابر تقسیم کردی جائے (۱)۔ جتنے ورثاء سوال میں ذکر کئے گئے ہیں، سب کو متوفی کے انتقال کے وقت زندہ مان کر اوراس تقدیر پر کہ اور کوئی وراث نہیں ہے، دونوں مسئلوں کا حل کیا گیا ہے۔

لیکن اگر سب اس وقت زندہ نہ ہوں، مثلاً دونوں بیویاں زندہ ہیں اور بیٹیاں زندہ نہیں ہیں، بلکہ صرف نواسے نواسیاں زندہ ہیں، یا بیویاں بھی زندہ نہیں ہیں اوراسی طرح دونوں بھائیوں کے انتقال کے بعد چاروں لڑکوں کے ساتھ اگر کوئی دوسرا وارث بھی ہو، مثلاً دونوں بھائیوں کی بیویاں بھی ہوں تو دونوں مسئلوں کا حل دوسرے طریقہ پر ہوگا، اس کو الگ لکھ کر (کہ صرف اتنے ورثاء موجود ہیں) معلوم کرلیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۶/ ۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۶/ ۱۳۸۸ھ۔

ورثاء میں حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد ہوتو تقسیمِ ترکہ

سوال [۹۸۰۰]: مسماۃ الف (ایک فرضی نام ہے) نے اپنے پہلے شوہر کی وفات کے کچھ عرصہ بعد

= "وعند الانفراد عن غيره في الورثة يحرز جميع المال بجهة واحدة". (الشريفية، ص: ۸، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/ ۴۸۵، كتاب الفرائض، دارالكتب العلميه بيروت لبنان)

(۱) واضح رہے کہ دونوں بھائیوں کے حصے تقسیم کرنے کے بعد اگر دونوں بھائیوں کے یہی دو دو بیٹے ہیں اور کوئی وارث نہ ہوتو دونوں کی جائیداد کو دو حصے کر کے ہرایک کو ایک ایک حصہ دیدیا جائے گا:

مسئلہ ۲

ابن	ابن
۱	۱

اپنا نکاح ثانی مسمّٰی زید کے ساتھ کرلیا تھا اور یہ کہ ترکہ جائیداد اور غیر منقولہ مساۃ مذکورہ کو اپنے سابق شوہر سے ملا ہوا ہے۔ بعدہٗ مسمّی زید کی وفات کے بعد زید کے حقیقی وارثان نے ترکہ زید پر تقسیم کیا اور مساۃ الف کو بھی اس کا حصہ از ترکہ منقولہ وغیر منقولہ بموجب حقِ شرعی دیدیا۔

چنانچہ مساۃ مذکورہ ہر دو ترکہ جات پر بحیثیتِ مالکانہ قابض ودخیل ہوئی۔ سابق شوہر سے کوئی اولاد حیات نہیں ہے اور نہ زید کے نطفہ سے کوئی اولاد پیدا ہوئی۔ نیز زید کا قریبی رشتہ مساۃ الف کے ساتھ نکاح ہونے سے قبل حقیقی سالی کا بھی وابستہ تھا۔ اب محض مساۃ الف کا ایک حقیقی بھائی مسمّی عمر موجود ہے اور مسمّی زید کے نطفہ سے سابقہ بیوی سے پیدا شدہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں۔

زید کی وفات کو تقریباً نو سال کا عرصہ ہو چکا ہے، اب تک بدستور مساۃ الف کی بود وباش زید کے وارثان مذکور کے ساتھ ہے۔ مساۃ مذکورہ کی کوئی حقیقی بہن بھی حیات نہیں، صرف اس کی بہن کی دختر ہے۔ مندرجہ بالا مساۃ الف کے ترکہ کے جائز شرعی وارث کون کون ہو سکتے ہیں اور کس قدر حصہ پا سکتے ہیں؟

محمد صدیق از دہرہ دون۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مساۃ الف کے والدین دادا، وغیرہ کوئی موجود نہیں، صرف مسمی عمر حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد ہے تو اس صورت میں مساۃ کا کل ترکہ بعد ادائے حقوقِ متقدمہ علی الارث برادرِ حقیقی مسمی عمر کو ملے گا (۱)، بہن کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا (۲)، ترکہ بعد وفاتِ مورث تقسیم ہو چکا ہے۔

---

(۱) بھائی عصبہ ہے اور ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل ترکہ عصبہ کو ملتا ہے:

"العصبات وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۵۱، كتاب الفرائض، باب العصبات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/ ۴۸۵، كتاب الفرائض، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/ ۵۶۲، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، مكتبه حقانيه، پشاور)

(۲) بہن کی اولاد ذوی الارحام میں سے ہے اور ذوی الفروض وعصبہ ہوتے ہوئے ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے:

"إنما يرث ذوو الأرحام إذا لم يكن أحدٌ من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه، ولم يكن =

سوال سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مسماۃ الف کا انتقال ہو چکا، لہذا انتقال کے وقت اگر بے وارث رہے، یا کسی وارث کا اضافہ ہوگیا تو اس کا اعتبار ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۲/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

نانی کو میراث

سوال [۱۰۸۹۱]: ہندہ کا انتقال ہوگیا، کوئی اولاد ان کے نہیں۔ وارثوں میں شوہر، ایک سگا بھائی، ایک سگی بہن، ایک نانی چھوڑی۔ جائیداد میں صرف ایک کھیت ہے۔ اس میں ترکہ کس قدر تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۲ تصـــ ۱۸

زوج	نانی	بھائی	۲/۶	بہن
۳/۹	۱/۳	۴		۲

بعد ادائے حقوقِ واجبہ: تجہیز وتکفین (۲) ہندہ متوفیہ کا ترکہ ۱۸/ حصوں پر منقسم ہوکر نو حصے

= عصبة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۵۹/۶، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الأرحام، رشيديه)

"وهو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبة". (الدرالمختار: ۷۹۱/۶، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۵۷۶/۲، كتاب الفرائض، فصل في ذوي الأرحام، مكتبه حقانيه، پشاور)

(۱) "يعتبر كونه وارثاً أو غير وارث وقت الموت لا وقت الوصية". (الدرالمختار: ۶۵۱/۷، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۵۲۹/۲، كتاب الوصايا، مكتبه حقانيه پشاور)

(۲) حقوقِ واجبہ یعنی تجہیز وتکفین کے علاوہ دَین میت اور وصیت پورا کیا جائے گا: .... =

شوہر کو (۱) اور تین نانی کو (۲) اور چار بھائی کو اور دو بہن کو دیئے جائیں گے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

بعض ورثاء کو کچھ دیکر فارغ کر دینا

سوال [۹۸۰۲]: زید نے اپنی زندگی میں یکے بعد دیگرے دوعقد نکاح کئے، پھر زید کا انتقال ہوگیا۔ پسماندگان میں دونوں بیوی سے نو اولادیں اور ایک بیوہ ہے۔ ترکہ کے بٹوارے میں بڑی دقتیں حائل ہوگئی ہیں، اندیشہ نزاع پیدا ہوجانے کا ہے۔ ضروری معلوم ہوا کہ شرعی طور سے معاملات کی وضاحت حاصل

= "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

(۱) شوہر اولاد کی عدم موجودگی میں نصف ترکہ کا مستحق ہوتا ہے:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولكم نصف ماترک أزواجكم إن لم يكن لهن ولد﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) "الجدة الصحيحة كأم الأم وإن علت وأم الأب وإن علا .... ولها السدس، لأب كانت أولأم، واحدة كانت أو أكثر". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۴۵۰، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في السراجية، ص: ۱۱، فصل في النساء، سعيد)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء آيت: ۱۱)

"العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض". (الاختيار لتعليل المختار: ۲/ ۵۲۲، فصل في العصبات، مكتبه حنفيه پشاور)

کرکے اطمینان کرلیا جائے تاکہ بٹوارہ کے بعد مرنے والوں کے ذمہ کسی طرح کا مواخذہ نہ رہے۔

مسائل یہ ہیں: ایک قدیمی کاروبار میں دو قدیمی بھائی برابر کے شریک دار تھے، ان دونوں نے ایک قطعۂ مکان اور چند کمپنیوں کے شیئرز (حصے) اس مشترکہ کاروباری رقم سے زید کے نام خرید کیا تھا، کیونکہ دونوں بھائیوں کی اولاد میں اس وقت سب سے بڑے یہی تھے، اور رقم کاروباری کاغذات میں خرید جائیداد کھاتہ کے نام سے لکھ دی گئی تھی۔ مکان وشیئرز کا منافع اور ان کے جو مصارف کا اندراج کاروباری کاغذات میں ہوا کرتا تھا، سالانہ مجموعی منافع شرکاء پر تقسیم ہوجاتا تھا۔

ان دونوں کے انتقال کے بعد ان دونوں کی اولادیں کاروبار میں شریک دار ہوئیں اور شرکاء پر منافع تقسیم ہوتا رہا۔ زید کا انتقال ہوگیا، انتقال کے بعد جب قانونی مشورہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مکان وشیئرز کے قانونی مالک زید مرحوم کے وارثان ہیں، زید مرحوم کے بھائیوں کا حق ملکیت اس وقت تک قابلِ تسلیم نہ ہوگا جب تک جملہ وارثانِ زید کے نام بھائیوں بیعنامہ نہ کرادیں۔

ان سب دشواریوں کے ہوتے ہوئے اگر یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ مکان وشیرز کی پختہ قیمت کا تخمینہ کرکے زید مرحوم کے کاروباری سرمایہ سے زید مرحوم کے بھائیوں کو ان کے حصہ کے مطابق رقم دیدی جائے تو یہ طریقہ مناسب رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کرلینا شرعاً درست ہے، اس صورت میں بھائیوں کا جو حق وحصہ مکان اور کمپنیوں کے شیرز میں تھا اس کا معاوضہ ان کو مل جائے گا اور تقسیم جائیداد کی زحمت بھی نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۹ھ۔

---

(۱) "التخارج وهو تفاعل، والمراد به ههنا أن يتصالح الورثة على إخراج بعضهم عن الميراث بشيء معلوم من التركة، وهو جائز عند التراضي، نقله محمد في كتاب الصلح عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما. وذكر عن عمرو بن دينار أن عبد الرحمن بن عوف رضي الله تعالیٰ عنه طلّق امرأته تماضر الكلبية في مرض موته، ثم مات وهي في العدة، فورثها عثمان رضي الله تعالیٰ عنه مع ثلث نسوة آخر، فصالحوا عن ربع ثمنها على ثلاثة وثمانين ألفاً، فقيل: هي دنانير، وقيل: دراهم". (الشريفية شرح السراجية، =

تقسیم میراث کی ایک صورت

سوال[۹۸۰۳]: چند مکان ترکہ کی صورت میں ایسے ہیں جن کو زید مرحوم کے بھائیوں اور زید کے وارثان پر تقسیم کرنا ہے۔ان مکانات میں وارثان کا جو حصہ متعین ہو وہ مجموعی طور پر وارثان کی رضامندی سے ایک ہی مکان میں کل حصہ دیدیا جائے۔گرہستی (۱) کے بٹوارہ میں جس سامان کے نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کو فروخت کرکے قیمت تقسیم کردی جائے تو یہ طریقہ کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر بچوں کے حق میں یہ مفید ہو کہ مختلف مکانات سے ان کا حصہ نکال کر ایک مکان میں جمع کردیا جائے کہ اس میں کسی کی شرکت نہ ہو تو یہ بھی درست ہے، لیکن قیمت کا اندازہ دیانت دار اور تجربہ کار حضرات سے کرایا جائے تاکہ بچوں کو نقصان نہ ہو(۲)۔ جو سامان بچوں کی ضرورت سے زائد ہو اور حفاظت کرنے میں اس کے ضائع ہونے یا خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو فروخت کرکے قیمت کو محفوظ کرلینا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۹ھ۔

= ص: ۷۴۳، فصل فی التخارج، سعید)

(وكذا في ردالمحتار: ۵/۲۴۲، كتاب الصلح، فصل في التخارج، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز: ۲/۸۵۵، كتاب الصلح، كلام في التخارج، (رقم المادة: ۱۵۷۱)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۱) ''گرہستی: گھر کا انتظام''۔(فیروز اللغات، ص: ۱۱۲۶، فیروز سنز لاہور)

(۲) "والوصي إذا قاسم مالاً مشتركاً بينه وبين الصغير، لايجوز، إلا إذا كان للصغير فيها منفعة ظاهرة عند أبي حنيفة رحمة الله تعالىٰ عليه". (أحكام الصغار على هامش جامع الفصولين: ۱/۳۳۶، كتاب القسمة، اسلامى كتب كراچى)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ولاتقربوا مال اليتيم إلا بالتي هي أحسن حتى يبلغ أشده﴾

"جواز التصرف في مال اليتيم للوالي عليه من جد أو وصي أب لسائر ما يعود نفعه عليه؛ لأن الأحسن ما كان فيه حفظ ماله وتثميره، فجائز على ذلك أن يبيع ويشترى لليتيم بما لاضرر على اليتيم فيه ...... وعلى أن يشترى مال اليتيم لنفسه إذا كان ذلك خيراً لليتيم، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله =

سوتیلے بیٹے کی موہوبہ جائیداد میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟

سوال[۹۸۰۴]: مسماۃ نور جہاں الٰہی بخش متوفی کی زوجہ ثانیہ تھی اور الٰہی بخش کی زوجہ اُولیٰ کے بطن سے طفیل احمد تھا جس کو اس نے ایامِ طفولیت سے ۳۵/ سال کی عمر تک مثل اپنے حقیقی لڑکے کے پرورش کیا، اور نور جہاں والٰہی بخش کے درمیان باہمی رنجش کا موقع پیش آیا۔ الٰہی بخش نے مسماۃ مذکورہ کو طلاق دیدی اور تقریباً تیس ہزار کی جائیداد وزیورات نقد واثاث البیت وغیرہ جو کچھ کہ مسماۃ مذکورہ کے قبضہ میں تھی کچھ واپس نہیں دیا۔

بعد عدت مسماۃ مذکورہ نے مسمی عبدالاحد سے نکاح کرلیا، تقریباً ۲۵، ۳۰/ سال تک عبدالاحد خاں مذکور کے گھر میں رہی، اور بدقسمتی سے اس کے بطن سے عبدالاحد کے یہاں بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور عبدالاحد مذکور فوت ہوگیا۔ مسماۃ نور جہاں نے اپنے شوہر اول کے پسر طفیل احمد کو چند مردماں کے روبرو کہا کہ میں اپنی عمر تیری سرپرستی میں سپرد کرنا چاہتی ہوں اور اپنی کل جائیداد منقولہ وغیرہ تیرے نام کردونگی، تُو مجھ کو تازیست ایک سو روپیہ ماہواری دینا اخراجات کیلئے۔

چنانچہ نور جہاں مذکور کے قبضہ میں جو کچھ جائیداد اس کے نام پر تھی بذریعۂ ہبہ نامہ رجسٹری کردیا۔ ترکۂ شوہر مسمی عبدالاحد کو تقسیم کرانے کی فکر کی، کیونکہ حسب شرع ترکہ اس طرح تقسیم ہوتا تھا۔ مسمی (عبدالاحد) کا بھائی عبدالصمد عبدالاحد کے سامنے فوت ہوچکا اور عبدالصمد کا لڑکا عبدالرووف بھی اپنے باپ

= تعالى". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/ ۲۹۷، قديمى)

"إذا كان في الورثة صغير وكبير، فقاسم الوصيّ مع الكبير وأعطاه حصته وأمسك حصة الصغير، فهو جائز". (أحكام الصغار على هامش جامع الفصولين: ۱/ ۲۳۵، كتاب القسمة، مكتبه اسلامى كتب خانه كراچى)

"وجاز بيعه عقار صغير من أجنبي لامن نفسه بضعف قيمته، أو لنفقة الصغير أو دين الميت أو وصية مرسلة لانفاذ لها إلا منه، أو لكون غلاته لا تزيد على مؤنته أو خوف خرابه أو نقصانه، أو كونه في يد متغلب". (الدرالمختار). "(قوله: أو في يدمتغلب) كأن استرده منه الوصي ولا بينة له وخاف أن يأخذه المتغلب منه تمسكاً بما كان له من يد، فللوصي بيعه وإن لم يكن لليتيم حاجة إلى ثمنه".

(الدر المختار: ۶/ ۷۱۱، كتاب الوصايا، سعيد)

عبدالصمد کے سامنے فوت ہوگیا۔ عبدالرؤوف کے دولڑکے: حمید الظفر، ایوب خاں منجملہ چار سہام کے تین سہام ان لڑکوں کوایک چوتھائی اور مسماۃ نور جہاں کا دین مہر۔ مسماۃ نور جہاں نے باہمی فیصلہ کر کے اپنا ترکہ جدا کرلیا اور قابض ہوگئی۔

چونکہ طفیل احمد سے اس کی جملہ جائیداد کا وعدہ ہو چکا تھا، اس لئے طفیل احمد نے تین سو روپیہ جائیداد کی ترمیم پرخرچ کیا۔ مسماۃ نور جہاں نے اپنی حیات میں کرایہ داروں سے یہ کہہ دیا کہ میں کل جائیداد طفیل احمد کو دے چکی ہوں، اس کا کرایہ طفیل احمد کو دینا۔ اور مسماۃ نور جہاں بھی فوت ہوگئی، اس کی تجہیز وتکفین جملہ رسومات طفیل احمد مذکور نے کی۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا ترکہ حسب وعدہ مسماۃ مذکور کے اس کا مالک طفیل احمد ہے، یا حمید الظفر وایوب خاں کو پہنچتا ہے؟ اور کوئی رشتہ دار مسماۃ مذکورہ کا مادری یا پدری نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداًومصلياً:

حمید الظفر وایوب خاں مسماۃ نور جہاں کے شرعی وارث نہیں، اگر مسماۃ اپنی جائیداد طفیل احمد کوشرعی ہبہ نہ کرچکی ہوتی تب بھی حمید الظفر وایوب خاں کواس جائیداد سے شرعاً کوئی حصہ نہ ملتا(۱)۔ پھر جبکہ اپنی زندگی میں بحالتِ صحت مسماۃ اپنی جائیداد تقسیم کرا کے اس پر قابض ہوگئی اور طفیل احمد کو دے چکی اور اس پر قبضہ بھی طفیل احمد کا پورا پورا کرادیا جس سے طفیل احمد شرعاً اس جائیداد کا مالک ہوگیا۔ تو اب بطریقِ اَولیٰ حمید الظفر وایوب خاں کواس جائیداد سے کوئی حصہ نہیں ملے گا:

"وتصح: (أي الهبة) بالإيجاب والقبول والقبض، أما الإيجاب والقبول، فلأنه عقد والعقد منعقد بالإيجاب والقبول. والقبض لابدمنه لثبوت الملك". هدايه: ۱/ ۲۸۰(۲)۔

"والأصل في هذا أن كل عقد من شرطه القبض، فإن الشرط لايفسده كالهبة والرهن،

---

(۱) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية،والولاء، وهو على ضربين". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۵، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) (الهداية: ۳/ ۲۸۱ كتاب الهبة، مكتبه شركت علميه ملتان)

کذا فی السراج الوهاج". عالمگیری: ۲/ ٤۹۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

صحیح:عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، صحیح:عبد الرحمٰن عفی عنہ،۱۴/۱/۱۳۵۲ھ۔

مناسخہ کی ایک صورت کا حکم

سوال[۹۸۰۵]: ایک مکان کے دو بھائی حصہ دار ہیں، ایک بھائی کا انتقال ہوگیا ہے جس کے کوئی اولاد نہیں ہے، البتہ مرحوم نے اپنے ماں باپ اور ایک بھائی چھوڑے۔ بعد ازاں مرحوم کی والدہ کا انتقال ہوگیا، اب صرف باپ بھائی موجود ہیں۔ جائیداد میں چونکہ مرحوم بھائی نصف کا حصہ دار تھا تو مرحوم کے حصہ کی شرعاً تقسیم کیا ہوئی، یعنی باپ کو اس کی جائیداد میں سے کس قدر اور بھائی کو کس کس قدر حصہ پہنچے گا؟

اکبر علی، بابو عبد الرحمٰن، روڑکی، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۳ تصـ ۱۲

ام	اب	اَخ
زینب	زید	عمر
$\frac{1}{4}$	$\frac{2}{8}$	م

مسئلہ ۴ مسئلہ تداخل ام زینب مافی الید ۱

زوج	ابن
زید	عمر
۱	۳

الأحیاء المبلغ ۱۲

اب	ابن
زید	عمر
۹	۳

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۴/۳۹۶، کتاب الهبة، الباب الثامن فی حکم الشرط فی الهبة، رشیدیه) =

ا..... بشرطِ صحتِ سوال وعدمِ موانعِ ارث واداءِ دینِ میت وتنفیذِ وصایا (۱)، مرحوم بھائی کا کل ترکہ حسبِ صورت مندرجہ بالا بارہ، سہام پر تقسیم کرکے ہر وارث کو اپنے حصہ کے موافق دیں گے (۲)۔

= "تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لايتم إلابالقبض". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۴۶۲، (رقم المادة: ۸۳۷)، كتاب الهبة، الفصل الأول، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲،۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۲) مسئلۂ اولی کے ورثاء میں ام کو ثلث ملے گا، اس لئے کہ جب میت کی اولاد نہ ہو اور اخوۃ واخوات بھی ذی العدد نہ ہوں اور نہ أحد الزوجين مع الأب ہو تو اس صورت میں ام ثلثِ کل کی مستحق ہوگی:

قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه، فلأمه الثلث﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وأما للأم فأحوال ثلث: السدس مع الولد أو ولد الابن وإن سفل أو مع الاثنين من الإخوة والأخوات فصاعداً من أيّ جهة كانا، وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين، وثلث مابقي بعد فرض أحد الزوجين". (السراجي في الميراث، ص: ۱۱، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۷۳، سعيد)

"اب" میت کی جب اولاد نہ ہو تو اب عصبہ ہوگا، بطور عصوبت کے باقی مال کا مستحق ہوگا:

"أما الأب، فله أحوال ثلث: الفرض المطلق وهو السدس، وذلك مع الابن وابن الابن وإن سفل. والفرض والتعصيب، وذلك مع الابنة أو ابنة الابن وإن سفلت. والتعصيب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل". (السراجي، ص: ۶، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۷۷۰، كتاب الفرائض، سعيد)

مسئلۂ اولی میں تیسرا وارث اخ ہے، میت کے جب اصول یا فروع موجود ہوں تو اخ بھائی میراث سے محروم ہوجائے گا:

"ويسقط الإخوة والأخوات بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأب بالاتفاق، وبالجد عند أبي =

۳...... تایا کے ترکہ سے ایسی صورت میں بھتیجوں کو نہیں ملے گا (۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ۔

صحیح: عبدالرحمن عفی عنہ، صحیح: عبداللطیف عفی عنہ۔

مناسخہ کی ایک صورت

سوال[۹۸۰۶]: ۱...... مسمّی زید نے انتقال کیا۔ عمر پسر، احمد پسر، زبیدہ دختر، ہندہ زوجہ وارث چھوڑے۔

۲...... مسماۃ زبیدہ نے انتقال کیا۔ اللہ رکھا شوہر، عمر برادر، محمد پسر، ہندہ مادر چھوڑے۔

۳...... ہندہ نے انتقال کیا۔ محمد نواسہ، اللہ رکھا داماد، عمر واحمد پسران چھوڑے۔

= حنیفة رحمه الله تعالیٰ". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض: ۶/۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۷۲، سعيد)

مسئلہ ثانیہ میں زوج ہے اور جب میت کی اولاد ہو تو زوج کو ربع ملے گا:

قال الله تبارك وتعالیٰ: ﴿فإن كان لهن ولدٌ، فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها أو دين﴾. (سورة النساء: ۱۲)

ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد بقیہ مال عصبہ کو ملتا ہے اور مسئلہ ثانیہ میں "ابن" عصبہ ہے:

"العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، باب في العصبات: ۶/۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۷۳، سعيد)

(۱) "يرجحون بقرب الدرجة أعني أوّلهم بالميراث جزءُ الميت .... ثم جزء أبيه: أي الإخوة، ثم بنوهم وإن سفلوا". (السراجية، ص: ۱۳، باب العصبات، سعيد)

"فأقرب العصبات الابن، ثم ابن الابن .... ثم الأخ لأب وأم، ثم الأخ لأب، ثم ابن الأخ لأب وأم". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، باب العصبات: ۶/۴۵۱، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

مسئلہ ۸، تصـ ۴۰، تصـ ۲۸۰ زیدمورث اعلیٰ

زوجہ	ابن	ابن	بنت
ہندہ	عمر	احمد	زبیدہ
۱ / ۵ / ۶۰	۱۴ / ۱۶۸	۱۴ / ۱۶۸	۷

مسئلہ ۱۲ تباین مافی الید ۷ زبیدہ

زوج	ابن	ام	اخ	اخ
اللہ رکھا	محمد	ہندہ	عمر	احمد
۳ / ۲۱	۷ / ۴۹	۲ / ۱۴	محروم	محروم

مسئلہ ۲ تداخل (۳۷) ما فی الید ۴۷ ہندہ

ابن	ابن	ابن البنت یعنی نواسہ	ختن یعنی داماد
عمر	احمد	محمد	اللہ رکھا
۱ / ۳۷	۱ / ۳۷	محروم	محروم

الأحیـــــاء المبلغ ۲۸۰

عمر	احمد	اللہ رکھا	محمد
۲۰۵	۲۰۵	۲۱	۴۹

بشرطِ صحتِ سوال وعدمِ موانعِ ارث بعد تجہیز وتکفین واداۓ دینِ میت، وغیرہ (۱) مورثِ اعلیٰ مسمّی زید کا کل ترکہ چارسواسّی سہام (۲) قرار دیکر حسبِ نقشۂ بالا ورثاء پر تقسیم ہوگا، یعنی عمر اوراحمد پسران زید میں سے ہرایک کو دوسو پانچ سہام (۳)، اور اللہ رکھا زوجِ زبیدہ کو اکیس (۴) اورمحمد پسر زبیدہ کو

---

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۲) "المناسخة أن يموت بعض الورثة قبل القسمة، والأصل فيه أن تصحّح فريضة الميت الأول وتصحح فريضة الميت الثاني، فإن انقسم نصيب الميت الثاني من فريضة الأول على ورثته، فقد صحت المسئلتان. وإن كان لايستقيم فإن كان بين سهامه ومسألته موافقةٌ فاضربُ وفقَ التصحيح الثاني في التصحيح الأول. وإن لم يكن بينهما موافقةٌ، فاضرب كل الثاني في الأول، فالحاصل مخرج المسئلتين.

وطريق القسمة أن تضرب سهامَ ورثة الميت الأول في المضروب وسهامَ ورثة الميت الثاني في كل مافي يده أو في وفقه، فإن مات ثالث فصحح المسئلتين الأوليين". (الاختيار لتعليل المختار: ۲/۵۹۰، كتاب الفرائض، فصل في الماسخة، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۴۱۵، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۸۰۱، كتاب الفرائض، فصل في المناسخة، سعيد)

(۳) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"العصبة وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۱، كتاب الفرائض، باب العصبات، رشيديه)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها أو دين﴾ (سورةالنساء: ۱۲)

"وأما الإثنان من السبب، فالزوج والزوجة، فللزوج النصف عند عدم الولد وولد الابن، =

انچاس سہام (۱) از روئے شرع ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۳/۱۳۵۸ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا،　　صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۰/ ربیع الاول/ ۵۸ھ۔

ذوی الفروض اور عصبات میں تقسیمِ وراثت

سوال [۹۸۰۷]: مسمی محمد جعفر خاں فوت ہوئے اور مندرجہ ذیل وارث چھوڑے تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

م

والدہ	زوجہ	لڑکے	لڑکیاں	ہمشیرہ
مسماۃ بیچی	اللہ دی	محمد عاقل محمد باقر	عقیلہ بیگم، کنیز فاطمہ	صغریٰ بیگم

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۲۴، تصـــ ۱۴۴　　　　محمد جعفر خان المتوفی

زوجہ	ام	ابن	ابن	بنت	بنت	اخت
اللہ دی	بیچی	محمد عاقل	محمد باقر	عقیلہ بیگم	کنیز فاطمہ	صغریٰ بیگم
$\frac{3}{18}$	$\frac{4}{24}$	۳۴	۳۴	۱۷	۱۷	محرومہ

(عصبہ: $\frac{17}{102}$)

= والربع مع الولد وولد الابن". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۴۵۰، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۱) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"العصبة وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۵۱، كتاب الفرائض، باب العصبات، رشيديه)

بشرطِ صحتِ سوال وعدمِ موانعِ ارث بعد ادائے دینِ میت، مہر وغیرہ از کل مال وتنفیذِ وصیت از ثلث میت (۱) کا کل ترکہ ۱۴۴/ سہام قرار دے کر حسبِ نقشۂ بالا ورثاء پر تقسیم ہوگا، ھکذا فی کتب الفرائض (۲)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ ۵/ ۱۳۵۵ھ۔

التخریج صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

شوہر اور بھائیوں میں تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۰۸]: زید کی بیوی ایک حصہ جائیداد کی بلا شرکتِ غیر مالک تھی جو اس کو ترکۂ پدری سے

---

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

یعنی کل جائیداد کے ایک سو چوالیس حصے کر کے بیوہ کو اٹھارہ، ماں کو چوبیس، بیٹوں میں سے ہر ایک کو چونتیس چونتیس اور بیٹیوں میں سے ہر ایک کو سترہ سترہ حصے ملیں گے۔

(۲) اولاد کی موجودگی میں بیوی کو ثمن ملتا ہے:

قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن مماتركتم من بعد وصية توصون بها أو دين﴾ (سورة النساء: ۱۲)

اور اولاد کی موجودگی میں دادا، دادی کو چھٹا حصہ ملتا ہے:

قال الله تعالىٰ: ﴿ولأبويه لكل واحد منهما السدس مماترك إن كان له ولد﴾ (سورة النساء: ۱۱)

اور اولاد اگر ذکور واناث دونوں ہوں تو ان کے ہر فریق میں ذکور کو دوہرا اور اناث کو اکہرا حصہ ملے گا:

قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

پہنچا تھا۔ انتقال کے وقت زید کے علاوہ عمر، بکر بھائی بھی اس نے اپنے وارثان میں چھوڑے ہیں، زید کی بیوی کا کوئی بچہ زندہ نہیں ہے۔ تو از روئے شریعت یہ امر دریافت طلب ہے کہ زید کو اپنی بیوی کی جائیداد میں کتنا حصہ پہنچتا ہے اور عمر وبکر اپنی بہن کی جائیداد میں کتنے کتنے حصے کے وارث ٹھہرتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

زید کی بیوی کا ترکہ نصف زید کو ملے گا (۱) اور نصف دونوں بھائی: عمر وبکر کو ملے گا (۲)، بشرطیکہ مرحومہ کی والدہ پہلے انتقال کر چکی ہو۔ یہ ترکہ خواہ والد کی طرف سے ملا ہو، یا شوہر نے تملیکاً دیا ہو، یا اور کسی طرح ملا ہو، سب کا یہی حکم ہے۔ مہر اگر ادا نہیں کیا گیا، نیز بیوی نے معاف نہیں کیا تو اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۸۸ھ۔

باپ اور بیٹے کے میراث کی تقسیم

سوال [۹۹۸۰]: ایک شخص کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، اس نے تینوں لڑکوں کی اور دونوں لڑکیوں کی شادی کردی اور باورچی خانہ سب کا مشترک ہے۔ پھر ایک لڑکا ملازمت پر چلا گیا اور اپنے ساتھ اپنے بچوں کو لے گیا۔ چند سالوں کے بعد بڑے لڑکے کا انتقال ہو گیا اور ایک بیوہ اور تین لڑکیاں چھوڑیں، ان

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولكم نصف ما ترک أزواجكم إن لم يكن لهن ولد﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) "فيبدأ بذوي الفروض، ثم بالعصبات النسبية، ثم المعتق، ثم عصبة الذكور .... اهـ". (الدرالمختار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

"العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۱، كتاب الفرائض، باب العصبات، رشيديه)

(۳) "ولم يعترض المؤلف لبيان مايجري فيه الإرث ومالايجري فيه، فنقول: لاشک أن أعيان الأموال يجري فيها الإرث". (البحر الرائق: ۹/۳۶۴، كتاب الفرائض، رشيديه)

"قيد بالتركة؛ لأن الإرث يجري في الأعيان المالية". (ردالمحتار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

سب کے مصارف کے کفیل دادا صاحب رہے۔ پھر ملازمت پر جانے والا لڑکا بھی واپس آ گیا اور اس نے اپنا گھر علیحدہ بنایا۔ بڑے لڑکے کے انتقال کے بعد وہ شخص (والد صاحب) صاحبِ فراش ہوگئے اور بالکل لاچار ومعذور ہوگئے۔

اس کے بعد ملازمت سے واپس آنے والے لڑکے نے باپ کے کاروبار میں سے ایک کاروبار یعنی موٹر جو کہ کرایہ پر چلتی ہے، اس سے بطورِ نگرانی ملازمت کرلی اور اپنی محنت اور جانفشانی اور جدوجہد کے بعد دوسرے کو شریک کرکے پوری موٹر اپنے نام کرلی اور اس کا تمام انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اس دوران اس لڑکے نے اپنے باپ کو اس کاروبار کا کوئی حساب نہیں دیا، البتہ تمام حساب اچھی طرح لکھا ہوا ہے۔

اس کاروبار کے ہاتھ میں لینے کے تقریباً پانچ سال بعد باپ کا انتقال ہوگیا اور اپنے ترکہ میں ایک بڑا مکان اور ایک چھوٹا مکان اور کچھ بونڈ چھوڑا، چند غیرت مند لوگوں نے باہم مل کر یہ فیصلہ کیا کہ چھوٹا مکان کاروبار کرنے والے لڑکے کو دیدیا۔ اور تقریباً اس ہی کے برابر مکان بڑے لڑکے کو دیدیا، اور بڑے مکان کا بقیہ حصہ جو کہ تقریباً چھوٹے مکان کے برابر ہی ہے، دونوں بہنوں کو دیدیا۔

بہنوں نے اس مکان کے حصہ کو سب سے بڑے لڑکے کی بیوہ اور لڑکیوں کے رہنے کیلئے دیدیا، نیز دیگر سامان بھی بقدر حصہ تقسیم کردیا۔ اور بہنوں کیلئے یہ طے ہوا کہ ایک بھائی ایک بہن کو اور ایک بھائی ایک بہن کو اس کے حصہ کے مطابق رقم دےدے۔ یہ سب کام زبانی طے ہوئے، تحریری نہیں۔

تقریباً پانچ سال بعد موٹر کا کاروبار کرنے والے لڑکے کا انتقال ہوگیا جس نے ایک مکان، ایک موٹر کرایہ پر چلنے والی اور ایک ٹیکسی کرایہ پر چلنے والی ترکہ میں چھوڑی ہے (موٹر اور ٹیکسی میں ایک شخص اور شریک ہے) اس شخص کی ایک بیوی اور ایک ۱۱/ سال کی لڑکی ہے۔ جو کہ فاتر العقل اور معذور ہے۔ چھوڑی ہے۔

شرعی حیثیت سے اس شخص کی زندگی کے دوران اس کے کاروبار میں، جس لڑکے نے اپنی محنت وجانفشانی سے جو کام کیا ہے اور نفع ونقصان اٹھایا ہے۔

۱...... باپ کے انتقال کے بعد اس نفع ونقصان میں تمام ورثاء شریک رہیں گے یا نہیں؟

۲...... باپ کے انتقال کے بعد اس کاروبار میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

۳...... اب اس لڑکے کے انتقال کے بعد اس لڑکے کے مال میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

اب اس گھر میں صرف ایک بھائی، دو بہن اور ایک شخص کی بیوہ اور ایک فاتر العقل لڑکی حیات ہیں۔ اس معاملہ میں شریعت کی رو سے جس طرح تقسیم ہوگی، اسے بالتفصیل بیان فرمائیں، تاکہ حقدار کو اس کے حق کے مطابق اس کا حق پہنچ جائے اور خدا کے یہاں ماخوذ ہونے سے محفوظ رہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... جس لڑکے نے ملازمت سے آکر والد کے کاروبار (موٹر) میں نگرانی کی ملازمت کرلی، یہ ملازمت درست ہوگئی۔ پھر اگر پورے موٹر اپنے نام والد سے خرید لی، یا شرعی طور پر ہبہ کرالی تو وہ موٹر اس کی ملک ہوگئی (۱)۔ پھر باغیرت لوگوں نے والد کے انتقال کے بعد جو تقسیم زبانی کی اور تمام ورثاء نے منظور کرلی وہ بھی معتبر ہوگی (۲)۔ جو موٹر اس لڑکے نے اپنے نام کرالی تھی، اگر اس کو بھی تقسیم کردیا کہ اس میں بھی تمام ورثاء شریک رہیں اور اس لڑکے نے اس کو بھی منظور کرلیا تو اس کی بھی تقسیم ہوگئی (۳)۔

جب تک کاروبار باپ کا تھا، نفع ونقصان کا ذمہ دار باپ تھا، جب لڑکے نے موٹر (خرید کر یا ہبہ کرا کے) اپنے نام کرالی تو وہ لڑکا ذمہ دار ہوگیا، کوئی دوسرا وارث ذمہ دار نہیں (۴)۔

۲...... باپ نے اپنی ملک میں جو کچھ چھوڑا، اس میں سب وارث حسبِ حصص شریک ہیں (۵)۔

---

(۱) "یملک الموهوبُ له الموهوبَ بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملک". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الهبة، الباب الثالث، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(وکذا في الدرالمختار: ۵/۶۹۰، کتاب الهبة، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الهبة، الباب الأول: ۴/۳۷۴، رشیدیه)

(۲) "إذا حکّم رجلان رجلاً، فحکم بینهما ورضیا بحکمه، جاز". (الهدایة: ۳/۱۴۳، کتاب القاضي، باب التحکیم، مکتبه شرکت علمیه ملتان)

(وکذا في الدرالمختار: ۵/۴۲۸، کتاب القضاء، باب التحکیم، سعید)

(۳) (راجع رقم: ۲)

(۴) اس لئے کہ بیع اور ہبہ سے اس کی ملک ہوگئی، کما تقدم في رقم الحاشیة: ۱، فلیراجع)

(۵) "لأن الترکة ماترکه المیت من الأموال صافیاً عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال". (ردالمحتار: ۶/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید) .... =

۳..... جس لڑکے نے جو کچھ باپ سے علیحدہ خود کمایا وہ اُسی کا ہے(۱)، اس کے مرنے کے بعد اس کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ آٹھواں حصہ بیوہ کو ملے گا (۲)، نصف ترکہ لڑکی کو ملے گا (۳) پھر جو کچھ بچے اس میں سے دوہرا بھائی کو ملے گا، اکہرا اکہرا بہن کو ملے گا (۴)، یعنی کل چالیس سہام ہوں گے، پانچ سہام بیوہ کے ہیں، بیس سہام لڑکی کے ہیں، تین تین سہام بہنوں کے، چھ سہام ایک بھائی کے (۵)۔ کوئی قرض دین مہر وغیرہ ہو تو

= "ثم يقسم الباقي بين ورثته: أي الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة أو الإجماع".

(الدرالمختار، كتاب الفرائض، ۶/۷۶۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۱) قال العلامة ابن عابدين: "أقول: وفي فتاوى الخيرية: سئل في ابنٍ كبيرٍ ذي زوجة وعيالٍ له كسبٌ مستقلٌ حصل بسببه أموالاً ومات: هل هي لوالده خاصةً أم تقسم بين ورثته؟ أجاب: هي للابن تقسم بين ورثته .... حيث كان له كسب مستقل بنفسه". (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الدعوى: ۲/۱۷، مكتبه ميمنيه مصر)

(وكذا في الخيرية على هامش تنقيح الفتاوى الحامدية: ۱/۱۸۵، كتاب الشركة، مكتبه ميمنيه مصر)

(۲) میت کی جب اولاد ہو تو "زوجہ" کو آٹھواں حصہ ملے گا:

قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن﴾ (سورة النساء: ۱۲).

(۳) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿وإن كانت واحدةً، فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۴) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿وإن كانوا إخوةً رجالاً ونساءً، فللذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

(۵) تقسیم کا نقشہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۸، تصــ ۴۰

بیوہ	بیٹی	بھائی	بہن	۳/۱۵	بہن	بہن
۱/۵	۴/۲۰	۶	۳		۳	۳

اس کو پہلے ادا کیا جائے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۱۳۹۲ھ۔

صورت عائلہ میں باپ کا حصہ

سوال[۹۸۱۰]: اگر کسی مسئلہ میں باپ عصبہ ہو اور اصحاب فرائض کو حصہ دینے کے بعد کچھ نہ بچتا ہو اور عول کی گنجائش ہے تو کیا مسئلہ کو عول کر کے باپ کو حصہ دیں گے، یا محروم ہو جائے گا، یا یہ صورت ہے کہ باپ فرض کا بھی مستحق ہے اور تعصیب کا بھی؟ مسئلہ میں اصحاب فرائض کو حصہ مل گیا، باپ نے بھی اپنا حصہ پالیا اور مسئلہ میں عول کی گنجائش ہے تو کیا عول کر کے باپ کو تعصیب بھی دیا جائے گا، یا فرض پر اکتفاء کر کے تعصیب سے معدوم کر دیا جائے گا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

باپ اگر کسی صورت میں عصبہ نہ ہو تو وہ ذوی الفروض میں ضرور ہوگا، یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ نہ عصبہ ہو نہ ذی فرض میں ہو، اس کا ذی فرض ہونا تو منصوص ہے ﴿لکل واحد منهما السدس﴾ الاٰیۃ(۲)۔
پھر کبھی اس کے ساتھ وہ عصبہ بھی ہو جاتا ہے، کبھی عصبہ محض رہتا ہے(۳)، لیکن معدوم نہیں ہوتا۔ پس

---

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/۴۴۷، رشيدية)

(۲) (سورة النساء: ۱۱)

(۳) "أما الأب فله أحوال ثلث: الفرض المطلق وهو السدس، وذلك مع الابن وابن الابن وإن سفل. والفرض والتعصيب معاً وذلك مع الابنة أو ابنة الابن وإن سفلت. والتعصيب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل". (السراجية، ص: ۵، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۳۴، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت) .... =

یہ سوال بے محل ہے کہ اصحابِ فروض کو دینے کے بعد باپ کیلئے کچھ نہ بچے، کیونکہ وہ خود بھی اصحابِ فروض میں ہے، اس کا فرض دینے کیلئے ضرورت پیش آنے پر عول بھی کیا جائے گا، مثلاً:

مسئلہ ۱۲، تصـ ۱۵

زوج	بنت	بنت	ام	اب
۳	۴	۴	۲	۲

یہاں اصل مسئلہ ۱۲/ سے کر کے عول ۱۵/ سے کیا گیا ہے، باپ کو معدوم نہیں کیا گیا۔ باپ کو جس صورت میں عصبۂ محض قرار دیا گیا ہے، وہ ایسی صورت میں اصحابِ فرائض سب لے لیں اور باپ کیلئے کچھ نہ بچے:

"والتعصیب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الابن، اھ". سراجی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

تقسیمِ میراث کی ایک صورت

سوال [۱۱۹۸۱]: ایک شخص عمر نے اپنی حیات میں چاہا کہ اپنا مسکونہ مکان اپنی دختر ہندہ کے نام کردے، جس کو ہندہ کے شوہر ندیم نے قبول نہیں کیا۔ کئی برس کے بعد عمر کی حیات ہی میں ہندہ کا انتقال ہوا اور اس کے اپنے وارث مسلمہ (عمر کی بیوی) اور فرمان (عمر کا لڑکا) چھوڑے۔ ہندہ کی حیات ہی میں عمر نے مسکونہ مکان مسلمہ کے نام منتقل کردیا تھا۔

ایک روز مسلمہ کے والدین کے انتقال پر عمر اور مسلمہ میں مشورہ ہوا کہ مسلمہ کے ملنے والے ورثاء میں سے ہندہ کے بچوں کو دو ہزار فی کس حصہ دیدیا جائے (چونکہ فرمان کی اولاد ہونے کے بعد مسکونہ مکان دینے کا

= (وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار ۲/۵۵، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۱) (السراجیة، ص: ۶، سعید)

سوال نہ رہا)۔ مسلمہ نے کہا چاروں کو دو دو ہزار یعنی کل آٹھ ہزار، عمر نے کہا کہ نہیں بلکہ دس ہزار، دو ہزار ہندہ کے شوہر واصف کو بھی دیا جائے کہ وہ بھی اپنا ہی بچہ ہے۔ اس کے بعد عمر نے انتقال کیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً وارث کون کون ہیں، آیا عمر کی بیوی مسلمہ اور پسر فرمان، یا ہندہ کی اولاد بھی وارث ہے؟ اگر وہ وارث نہیں ہے تو کیا اس کا حق ہے کہ تقاضا کر کے اپنا حصہ طلب کرے؟

مسلمہ اور فرمان نے ہندہ کی اولاد کو اپنے مکان میں ایسے وقت رکھا جبکہ ان سے کرایہ کا مسکونہ مکان چھوٹ رہا تھا۔ اس اولاد کو احسان فراموشی کر کے حصہ طلب کرنا جائز ہے؟ عمر نے جو مسلمہ کو اپنے والد کے ترکہ میں دو دو ہزار دینے کا مشورہ دیا تھا وہ صرف مشورہ تھا یا وصیت تھی؟ کیا ہندہ کی اولاد اپنا حصہ کہہ کر طلب کر سکتی ہے؟ مسلمہ کو مشورہ میں کمی بیشی کا حق ہے یا نہیں؟ اور مسلمہ کے ساتھ اگر ہندہ کی اولاد نافرمانی اور بدتمیزی کرے اور بالکل نہ دے تو کیا وہ گنہگار ہوگی؟

ہندہ کے انتقال کے بعد عمر اور مسلمہ نے واصف کی دوسری شادی کی جس سے بچے ہوئے، انہوں نے اپنے ہی مکان میں رکھا، کھانا، پینا دونوں کا الگ رہا، مگر کبھی (تقریباً اٹھائیس سال) کوئی کرایہ طلب نہیں کیا۔ وقتاً فوقتاً اپنی ضرورت اور رہائش کیلئے واصف نے مرمت وغیرہ اپنے حصۂ مکان میں اپنے پاس سے کرائے۔ آخر میں تقریباً پانچ چھ سال پہلے فرمان سے کہہ کر چابی طلب کی کہ مکان میں مرمت وغیرہ کرانا ہے، مگر دوسرے حصۂ مکان میں عارضی منتقل ہو کر اپنے حصہ بلا اجازتِ فرمان و مسلمہ (وارثان عمر) ایک حصہ منہدم کرا کر دوسرا کمرہ تعمیر کرایا جس کی تعمیر کا خرچہ وہ پندرہ ہزار بتاتے اور طلب کرتے ہیں۔

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا وہ حصے جو مکان اصلی وارثان کے بلامنظوری کرایا گیا ہے، اس کی لاگت وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ واصف کے خاندان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ فرمان اور مسلمہ کا ارادہ اس مکان کو فروخت کرنے کا ہے۔ واصف اور اس کے بچوں کا اندازہ مکان کی قیمت کا ۳/۱ تھا، مکان ان کی اندازہ قیمت سے دوگنی اور تگنی قیمت پر فروخت ہوا ایسی صورت میں کیا فرمان اور مسلمہ کو واصف کو کچھ ادا کرنا چاہئے، جبکہ انہوں نے خریدار کو وہ حصۂ مکان دکھایا بھی نہ تھا؟ اور لاگت کے بعد واصف وغیرہ اس حصے مکان میں جو انہوں نے اپنی رہائش اور زیبائش کیلئے بنایا تھا، تقریباً پانچ سال وہ بھی لئے اور اپنا مکان تیار ہونے پر دوسری جگہ چلے بھی گئے اور ایسی صورت میں کیا واصف کا رقم طلب کرنا جائز ہے؟ اور اگر مسلمہ انکار کرے تو کیا

گناہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال کے بعض اجزاء میں اشکال ہے، ہندہ کا شوہر پہلے بتایا گیا کہ ندیم ہے پھر بتایا گیا کہ واصف ہے، شاید یہ دونوں ندیم اور واصف ایک ہی شخص کے نام ہوں گے۔ ہندہ کے انتقال پر اس کے وارث دو ظاہر کئے گئے: مسلمہ (عمر کی بیوی) یعنی ہندہ کی والدہ، فرمان (عمر کا لڑکا) یعنی ہندہ کا بھائی، حالانکہ ہندہ کا والد (عمر) خود بھی زندہ اور وارث ہے۔ نیز آگے چل کر یہ بھی بتایا گیا ہے: ہندہ کے بچوں کو دو دو ہزار روپے دینے کا مشورہ کیا گیا اور مجموعہ آٹھ ہزار بتایا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندہ کے چار بچے بھی ہیں، ان کو ورثاء میں کیوں شمار نہیں کیا گیا۔

تاہم مشورہ کی وجہ سے بغیر روپیہ دیئے ہوئے ہندہ کی اولاد نہ مالک ہوئی نہ مستحق، یہ مشورہ وصیت بھی نہیں (۱) اس کی بناء پر ہندہ کی اولاد کو نانا اور نانی کے ترکہ سے مطالبہ کا حق نہیں، اس کے اصلی وارث فرمان اور مسلمہ (بیٹا اور بیوی) ترکہ کے حقدار ہیں، آٹھواں حصہ بیوی کا ہے (۲)، بقیہ لڑکے کا (۳)۔ اگر کوئی قرض دینِ مہر وغیرہ ذمہ میں ہو تو اس کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے (۴)۔ فرمان اور مسلمہ خوشدلی سے کچھ دیدیں

---

(۱) "الإيصاء في الشرع تمليك مضاف إلى مابعد الموت .... وأما ركنها فقوله: أوصيتُ بكذا لفلان، وأوصيتُ إلى فلان كذا". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۳۷۵، كتاب الوصايا، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن مما تركتم﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) لڑکا عصبہ ہے اور ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد بقیہ تمام ترکہ عصبہ کو ملتا ہے:

"العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر". (تبيين الحقائق: ۷/۴۸۵، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۱، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشيديه)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/۵۶۲، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، مكتبه حقانيه پشاور)

(۴) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين =

تو ہندہ کی اولاد کو چاہیئے کہ شکریہ کے ساتھ قبول کرلے۔ نانی کا احترام ضروری ہے، ان کے ساتھ بدتمیزی کرنا معصیت اور گناہ ہے۔

واصف اور اس کے متعلقین کو مکان میں عاریۃً رکھا اور کرایہ وصول نہیں کیا، یہ مسلمہ اور فرمان کا احسان وتبرع تھا، واصف کو مالک نہیں بنایا تھا، اس کو حق نہیں تھا کہ مکان کا کوئی حصہ منہدم کرا کے دوبارہ تعمیر کرائے جب تک اصلی مالک کی اجازت نہ لے لے، اس لئے اس کا یہ تصرف غلط ہوا(۱)۔ یہ ہوسکتا ہے کہ چونکہ مسلمہ اور فرمان نے اپنے مکان میں ۲۸/ سال تک بلا کرایہ کے رکھا تو اس احسان کے عوض واصف نے وہ مکان کا حصہ نیا بنوادیا: ﴿هل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾(۲) الآية۔

اب اس میں جو کچھ صرف ہوا، اس کا مطالبہ بے محل ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۱۳۹۲ھ۔

بلا ضابطۂ شرعیہ تقسیم کی ہوئی جائیداد میں وراثت

سوال[۹۸۱۲]: زید کے چار بھائی ہیں اور پوری جائیداد کی مالک والدہ ہیں۔ نیز زید کی حیات ہی

= ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۱) "لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه، وإن فعل كان ضامناً". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية في القواعد الفقهية، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الغصب: ۶/۲۰۰، سعيد)

(۲) (سورة الرحمن: ۶۰)

(۳) چونکہ تعمیر کا یہ خرچ اس نے بغیر مالک کی اجازت کے اپنی طرف سے کیا ہے، اس لئے وہ مطالبہ کا مستحق نہیں:

"عمّر دار زوجته بماله بإذنها، فالعمارة لها والنفقة دين عليها، لصحة أمرها. ولو عمرَ لنفسه بلا إذنها، فالعمارة له، ويكون غاصباً للعرصة، فيؤمر بالتفريغ بطلبها ذلك، ولها بلا إذنها، فالعمارة لها، وهو متطوع في البناء فلا رجوع له". (الدرالمختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۴۷، سعيد)

میں بغیر ضابطہ اس جائیداد کا بٹوارہ ہوگیا تھا، مگر کچھ روز بعد زید وفات پا جاتے ہیں اور زید کے کوئی اولاد بھی نہیں تھی جس کا وارث وہ لڑکا یا لڑکی ہوجاتی۔ لہذا وفات کے بعد غیر ضابطہ (جس کا ابھی بیعنامہ نہیں ہوا) جائیداد یا مال سے اس کی بیوی حصہ دار ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس بٹوارہ (۱) پر والدہ صاحبہ نے رضامندی ظاہر کرکے اس کو منظور کرلیا تو وہ صحیح ہوگیا اور جو کچھ زید کے حصہ میں آیا وہ زید کی ملک ہوگیا (۲)، وفاتِ زید کے بعد حسبِ قواعدِ شرعیہ اس میں میراث جاری ہوگی اور بیوی کو بھی ۴/۱ حصہ ملے گا، والدہ کو ۶/۱ ملے گا (۳)۔ جو کچھ زید کے ذمہ دینِ مہر اور قیمت جائیداد وغیرہ ہو اس کو

(۱) ''بٹوارہ: حصہ، تقسیم، بانٹ''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۸۰، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور)

(۲) واضح رہے کہ والدہ کا اپنی جائیداد اپنی زندگی میں بیٹوں میں تقسیم کرنا ہبہ ہے اور ہبہ میں واہب کی رضا ضروری ہے، ہبہ کی ہوئی چیز موہوب لہ یعنی جس کو دی گئی، اس کی ملک ہوجاتی ہے:

''یلزم فی الهبة رضا الواهب، فلاتصح الهبة التی وقعت بالجبر والإکراه''. (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/ ۴۷۲، (رقم المادة: ۸۶۰)، کتاب الهبة، الباب الثانی فی شرائط الهبة، مکتبه حنفیه کوئٹه)

''یملک الموهوب له الموهوب بالقبض''. (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۴۷۳، کتاب الهبة، الباب الثانی، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(۳) سوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ متوفی زید کے کل ورثاء تین قسم کے ہیں: ۱- بیوی، ۲- ام (والدہ)، ۳- تین بھائی۔ اس ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے کل جائیداد کو چھتیس حصے کرکے بیوہ کو ۹/ حصے اور والدہ ۶/ حصے اور تین بھائیوں کو ۲۱/ حصے یعنی ہر ایک کو سات سات حصے ملیں گے:

تقسیم کا نقشہ ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۱۲، تصح ۳۶ — متوفی زید

زوجہ	ام	اخ	اخ	اخ
۳/۹	۲/۶	۷	۷	۷

(تین بھائی: ۷/۲۱)

=

تقسیم میراث اسے پہلے ادا کیا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۱۰/ ۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۱۰/ ۸۵ھ۔

بیٹے اور بیٹی میں تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۱۳]: ان کے بطن سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے اور یہ دونوں بقید حیات ہیں، ان دونوں کے سوا کوئی اور ورثا نہیں۔ مرحوم کے ورثاء میں ان دونوں کا شرعی اعتبار سے کیا حصہ قرار پاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرحوم کے ترکہ کے بعد ادائے حقوقِ متقدمہ تین سہام بنا کر دو سہام لڑکے کو ملیں گے، ایک سہم لڑکی کو ملے گا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۱۰/ ۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۱۰/ ۸۵ھ۔

= قال الله تعالی: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾. (سورة النساء: ۱۲)

وقال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فإن كان له إخوة، فلأمه السدس من بعد وصية يوصى بها أو دين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"والعصبة مطلقاً كل من يأخذ من التركة ما أبقته أصحاب الفرائض". (الشريفية شرح السراجية، ص: ۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۸۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الفرائض: ۷/ ۴۸۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجية، ص: ۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۶۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۵۹، سعيد)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النسآء: ۱۱) =

فرائض اور تعیین ترکہ

سوال[۹۸۱۴]: ہندہ مرگئی، اس نے شوہر ماں، باپ، بہن وارث چھوڑے۔ کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا اور ترکہ کون کون سا شمار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیزیں ہندہ کی ملک کردی گئی خواہ والدین کی طرف سے خواہ سسرال کی طرف سے وہ سب ہندہ کا ترکہ ہے (۱)۔ جن چیزوں کے متعلق ملک اور عدم ملک کی تصریح نہیں اور ہندہ کے استعمال میں تھیں جیسے چارپائی وغیرہ، اور شوہر کہتا ہے کہ یہ میری ملک ہیں تو ان میں تفصیل ہے: وہ یہ کہ جو چیزیں مخصوص ہیں عورتوں کیلئے، جیسے: زنانہ کپڑے، زیور وغیرہ وہ بھی ہندہ کا ترکہ ہے، اور جو چیزیں مردوں کیلئے مخصوص ہیں، یا مشترک ہیں تو وہ شوہر کی ملک ہیں، ہندہ کا ترکہ نہیں (۲)۔ ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ چھ سہام بنا کر تین سہام شوہر کو (۳)

= وقال الله تعالیٰ: ﴿وإن كانوا إخوةً رجالاً ونساءً، فللذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

(۱) "أما لو مات فادّعت ورثته، فلاخلاف في كون الجهاز للبنت، لما في الولوالجية: جهّز ابنته ثم مات، فطلب بقية الورثة القسمة، فإن كان الأب اشترىٰ لها في صغرها أو في كبرها وسلم لها في صحته، فهو لها خاصةً". (ردالمحتار: ۳/۱۵۷، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

(۲) "وإن اختلف الزوجان في متاع البيت، فالقول لكل واحد منهما فيماصلح له مع يمنيه، والقول له في الصالح لهما". (الدرالمختار: ۵/۵۶۳، كتاب الدعوىٰ، باب التحالف، سعيد)

"وإن اختلف الزوجان في متاع البيت، فالقول لكل واحد منهما فيما يصلح له .... قالوا: والصالح له: العمامة والقباء والقلنسوة والطيلسان والسلاح و المنطقة والكتب والفرس والدرع والحديد، فالقول في ذلك له مع يمنيه. وما يصلح لها: الخمار والدرع والأساورة وخواتم النساء والحلي والخلخال نحوها فالقول لها فيها مع اليمين". (البحر الرائق: ۷/۳۸۱، كتاب الدعوىٰ، باب التحالف، رشيديه)

(وكذا في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الدعوىٰ ومطالبه: ۲/۱۲، مكتبه ميمنه بمصر)

(۳) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿ولكم نصف ماترك أزواجكم إن لم يكن لهن ولدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

ایک سہام ماں کو(۱) دوسہام باپ کوملیں گے(۲) بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن كان له إخوة، فلأمه السدس من بعد وصية يوصى بها أو دين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"والثالثة: الأم ولها ثلاثة أحوال: السدس مع الولد أو ولد الابن أو اثنين من الإخوة والأخوات من أيّ جهة كانوا، والثلث عند عدم هؤلاء، وثلث مايبقى بعد فرض الزوج والزوجة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۹، كتاب الفرائض، رشيديه)

نوٹ: واضح رہے کہ یہ صورت اس وقت ہے کہ جب بہنیں متعدد ہوں اور اگر بہن ایک ہوتو اس صورت میں ام کو ثلث باقی ملے گا۔تو اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ کل سہام کو چھ حصے کر کے زوج کو تین سہام، ام کو ایک سہم اور اب کو دوسہام ملیں گے۔

تقسیم کا نقشہ ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۶ ہندہ

شوہر	ماں	باپ	بہن
۳	۱	۲	محروم

قال الله تعالىٰ: ﴿فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه، فلأمّه الثلث﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"أما للأم فأحوال ثلث: السدس مع الولد أو ولد الابن وإن سفل أو مع الاثنين من الإخوة والأخوات فصاعدًا، وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين، وثلث مابقى بعد فرض أحد الزوجين. وذلک فى مسئلتين: زوج وأبوين وزوجة وأبوين". (السراجية، ص: ۱۱، سعيد)

(۲) باپ کوعصبہ ہونے کی وجہ سے اپنے حصے کے علاوہ باقی میراث ملتا ہے:

"العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر". (تبيين الحقائق: ۷/۴۸۵، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "ويسقط الإخوة والأخوات بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأب بالاتفاق، وبالجد عند أبي حنيفة=

ردعلی الزوجین اور ابن و بنتِ معتق اور ابن و بنت رضاعی کی باہمی ترتیب

رشید احمد عفی عنہ مدرس اول مدینۃ العلوم بھینڈہ، پوسٹ راہوکی، جودھ پور لائن، متصل حیدر آباد، سندھ۔

مشفقی المکرّم زیدت عنایاتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال[۹۸۱۵]: بعد از طلبِ خیریتِ جانبین گذارش یہ ہے کہ استفتاء کا جواب موصول ہوا، آنجناب کی محنت اور تحقیق میں جانفشانی کا ممنون ہوں۔ بعض مسائلِ سابقہ کے متعلق اپنے خیال ناقص کو پیش کرتا ہوں، اگر خلافِ عقل یا نقل ہو تو امید ہے کہ اصلاح فرما کر ممنوع فرماویں گے۔ نیز بعض جدید استفسارات کا جواب تحریر فرما کر شکر گزاری کا موقع دیں۔ امید ہے کہ تکلیف دہی سے معاف رکھیں گے، بلکہ دعائے خیر میں فراموش نہ فرماویں گے۔

ردعلی الزوجین وبنتِ معتق اور ابن وبنتِ رضاعی کی باہمی ترتیب کے متعلق بندہ کی رائے ناقص یہ ہے کہ ان کی توریث چونکہ شرعی طریق سے نہیں، سراجی کے حاشیہ میں ہے کہ: ''مالِ متروکہ کا ان لوگوں کو ملنا بطریقِ ارث نہیں ہے، بلکہ بوجہ قرب الی المیت ہے'' (۱) پس جب ترکہ کی تقسیم ان پر بطورِ وراثت نہیں تو شرعی ترتیب بھی

= رحمة الله تعالیٰ علیه". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض: ۲/ ۴۵۱، رشیدیه)

(۱) سراجی کے حاشیہ کی عبارت یہ ہے:

"ونقل فی الحمادیة أن المفتیٰ به هو الرد علیها فی هذا الزمان. وقال فی الدر المختار: ذکر الزیلعی معزیاً للنهایة: أن بنت المعتق والابن والبنت رضاعاً ترث فی زماننا، لفساد بیت المال، وکذا مافضل عن فرض أحد الزوجین یُردّ علیه". (حاشیة السراجیة، ص: ۳، (رقم الحاشیة: ۹)، سعید)

"وإذا مات المعتق ولم یترک إلا بنت المعتق، فلا شیء، لما فی ظاهر الروایة عن أصحابنا، ویکون المیراث لبیت المال. وحکی عن بعض مشایخنا أنهم کانوا یفتون فی هذه المسئلة أن یدفع المال إلیها لا بطریق الإرث، ولکن لأنها أقرب إلی المیت من بیت المال، کیف وأنه لیس فی زماننا بیت المال، وإنما کان کذلک فی زمن الصحابة. وإذا دفع ذلک إلی سلطان الوقت أو القاضی لایصرفون إلی مصرفه، هکذا کان یفتی القاضی أبوبکر وصدر الشریعة. وذکر الإمام عبدالواحد الشهید فی =

نہ ہوگی، مسلمان حاکم یابستی کے بااثر لوگ ان میں سے جس کو چاہیں دیدیں۔

اس کے متعلق جدید استفسار یہ کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ میں (صفحہ وغیرہ یاد نہیں) تحریر فرمایا کہ: ''اگر زوجہ یا زوج بیت المال کے مال کے مستحق ہوں تو ان کو دیا جائے''(۱)۔ پس یہ قید کہاں سے معلوم ہوئی؟ نیز اگر ''استحقاق'' کی قید لگائی جائے تو زوجہ وغیرہ کی کیا خصوصیت رہی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حق وراثت کی وجہ سے جن کو حصہ ملتا ہے ان کی ترتیب منقول ہے(۲)، اور جن کو حقِ وراثت کی وجہ

= فرائضه أن الفاضل عن سهام الزوج والزوجة لايوضع في بيت المال بل يدفع إليهما؛ لأنهما أقرب إلى الميت من جهة النسب، وكان الدفع إليهما أولى من غيرهما، وكذلك الابن والابنة من الرضاع إذا لم يكن للميت غيرهما يدفع المال إليهما". (البحر الرائق: ۹/ ۳۸۴، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۱) امداد الفتاویٰ کی عبارت یہ ہے:

''الجواب: امورِ خیر میں صرف کرنا قائم مقامِ بیت المال کے ہے، اور ردعلی الزوجین اس وقت جائز ہے جب کہ زوجین مصارف بیت المال میں سے ہوں''۔ (إمداد الفتاویٰ: ۴/ ۳۵۵، كتاب الفرائض، عنوان: بودن امورِ خیر بجائے بیت المال وردعلی الزوجین، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين، فإن كن نساءً فوق اثنتين، فلهن ثلثا ماترك، وإن كانت واحدةً فلها النصف. ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترك إن كان له ولد، فإن لم يكن له ولد وّ ورثه أبواه فلأمّه الثلث، فإن كان له إخوة فلأمّه السدس من بعد وصية يوصي بها أو دين، اٰباء كم وأبناء كم لا تدرون أيّهم أقرب لكم نفعاً، فريضةً من الله، إن الله كان عليماً حكيماً. ولكم نصف ماترك أزواجكم إن لم يكن لهن ولد، فإن كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها أو دين. ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد، فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين. وإن كان رجل يورث كللةً أو امرأةٌ وله أخ أو أخت فلكل واحد منهما السدس، فإن كانوا أكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث من بعد وصية يوصى بها أو دين، غير مضارّ، وصيةً من الله، والله عليم حكيم﴾ (سورة النساء: ۱۱، ۱۲)

"فيبدأ بذوي الفروض، ثم بالعصبات النسبية، ثم بالمعتق، ثم عصبة الذكور، ثم الرد على ذوي الفروض النسبية، ثم ذوي الأرحام، ثم بعدهم مولى الموالات، ثم المقر له بنسب، ثم الموصى له =

سے نہیں ملتا ان کی ترتیب منقول نہیں، اور چونکہ ایسا مال اصالۃً بیت المال میں رہنا چاہئے تھا، لہذا جو شخص بیت المال میں تصرف کا حق رکھتا ہو، اُسی کی رائے سے اس میں بھی تصرف کیا جائے گا اور وہ حاکم وقت ہے یا جماعتِ معززۂ مسلمین اس کے قائم مقام ہے۔ اور جو بیت المال کے مصارف ہیں وہی اس مال کے بھی مصارف ہیں، چنانچہ شریفیہ شرح سراجی ص: ۱۴ میں ہے:

"ثم بيت المال: أى إذا لم يوجد أحد من المذكورين، توضع التركة في بيت المال علىٰ أنها مال ضائع، فصارت لجميع المسلمين. اعلم أن هذا المال في بيت المال يصرف إلىٰ نفقة المريض وأدويته إذا كانوا فقراء .... وللإمام حق الإعطاء والمنع"(۱)۔

زوجین پر رد بھی اسی بناء پر ہے اور اسی وجہ سے قید لگائی ہے کہ "اگر وہ بیت المال کے مستحق ہوں تو ان کو دیا جائے۔"

علاوہ ازیں زوجین اور بنت المعتق وغیرہ کو چونکہ میت سے قرابت کا بھی تعلق ہے، لہذا ان میں دو چیزیں جمع ہو جائیں گی: اول احتیاج، دوم قرابت۔ تو فقط اہلِ احتیاج پر ان کو تقدیم ہوگی، لیکن اگر ان میں احتیاج نہ ہو بلکہ صاحبِ وسعت ہوں تو ان کیلئے ورع، افضل والیق ہے، حتیٰ کہ اغنیاء کیلئے بیت المال میں کوئی حصہ نہیں جب تک وہ عامل قاضی وغیرہ نہ ہوں اور فقرا کیلئے بلا ان وجوہ کے بھی حصہ ہے:

"سئل عليٌّ الرازي عن بيت المال: هل للأغنياء فيه نصيب؟ قال: لا، إلا أن يكون عاملاً أو قاضياً، الخ". شامی: ۳۸۷/۳(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

= بمازاد على الثلث، ثم بيت المال". (الدر المختار: ۶/ ۷۶۲،۷۶۶، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في السراجية، ص: ۳، سعيد)

(۱) (الشريفية شرح السراجية، ص: ۱۱، سيعد)

(وكذا في ردالمحتار: ۴/ ۲۱۸، ۲۱۹، كتاب الجهاد، فصل في الجزية، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۱۹۱، كتاب الزكوة، الباب السابع في المصارف، فصل: مايوضع في بيت المال، رشيديه)

(۲) (ردالمحتار: ۴/ ۲۱۷، كتاب الجهاد، فصل في الجزية، سعيد)

توریثِ اُخت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب

سوال[۹۸۱۲]: زید نے وفات پائی، ایک زوجہ اور دو بیٹیاں اور ایک حقیقی بہن چھوڑی اور ایک علاتی بھائی بھی ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے:

مسئلہ ۱۰

۱	۲	۳	۴
زوجہ	بنتان	اخت لاب وام	اخ لاب

اب ہم کو جمہور کا مذہب تو معلوم ہے، مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب معلوم کرنا ہے، امید ہے کہ آپ فیصلہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذہب کے مطابق مع حوالہ کتاب تحریر فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ایک تو بنتان میں جمہور سے مختلف ہے، جمہور کے نزدیک بنتان ثلثان کی مستحق ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک نصف کی:

"وأما لبنات الصلب، فأحوال ثلث: النصف لواحدة، وهذا مصرّح بها في الاية. والثلثان للاثنتين فصاعدةً، والمنصوص عليه في القرآن صريحًا أنها إن كن نساءً فوق اثنتين فلهن ثلثا ماترك. وأما الاثنتان فحكمهما عند ابن عباس رضي الله عنهما حكم الواحدة، وهو ظاهر، وعند سائر الصحابة رضي الله عنهم حكم الجماعة، اه". شريفيه(۱)۔

---

(۱) (الشريفية شرح السراجية، ص: ۲۱، فصل في النساء، سعيد)

"وللبنت النصف، لقوله تعالىٰ: ﴿وإن كانت واحدةً، فلها النصف﴾ قال رحمه الله تعالىٰ: وللأكثر الثلثان، وهو قول عامة الصحابة رضي الله عنهم، وبه أخذ علماء الأمصار. وعن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أنه جعل حكم الثنتين منهن حكم الواحدة، فجعل لها النصف .... وللجمهور ماروى عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه أنه قال: جاء ت امرأة سعد بن الربيع إلىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم =

اور دوسرے اخت میں اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک بنت کے ساتھ اخت عصبہ بن جاتی ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک عصبہ نہیں بنتی:

"ولهن (للأخوات لأب وأم) الباقي مع البنات أو مع بنات الابن، وهو قول جمهور العلماء، وقال ابن عباس رضي الله عنهما: لاتعصيب لهن مع البنات، الخ". شريفيه شرح سراجي، ص: ۳۲(۱)۔

لیکن دونوں مسئلوں میں جمہور کا مسلک راجح ہے، کما فی موضعه (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ ربیع الاول/ ۱۳۵۶ھ۔

مفتی مقلد اور مستفتی مقلد کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذہب پر فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا جائز نہیں (۳)۔ سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، یکم/ ربیع الاول/ ۱۳۵۶ھ۔

= بابنتيها من سعد، فقالت: يا رسول الله! هاتان ابنتا سعد بن الربيع قُتل أبوهما معك في أحد شهيداً وإن عمّهما أخذ مالهما، فلم يدَع لهما مالاً، ولاينكحان إلابمال. فقال: "يقضي الله في ذلك". فنزلت آية الميراث، فأرسل رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى عمّهما فقال: "أعط بنتي سعد الثلثين، وأمّهما الثمن، وما بقي فهو لك". (البحر الرائق: ۹/۳۷۲، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۷۸، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الشريفية شرح سراجية، ص: ۲۶، فصل في النساء، سعيد)

"(وعصبهن إخواتهن والبنت وبنت الابن)، يعني: يعصب الأخوات البنت وبنت الابن، لقوله عليه الصلوة والسلام: "اجعلوا الأخوات مع البنات عصبةً". .... وروى أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قضى في ابنة وابنة ابن وأخت، لبنت النصف، ولابنة الابن السدس، والباقي للأخت .... وهذا قول جمهور الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم. وروى عن ابن عباس أنه أسقط الأخوات بالبنت، واختلفت الرواية عنه في الإخوة والأخوات، في رواية عنه. الباقي كله للإخوة، وفي رواية: الباقي بينهم للذكر مثل حظ الأنثيين. قيل: هو صحيح من مذهبه". (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الفرائض: ۷/۴۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (البحر والتبيين، المصدر السابق)

(۳) (البحر والتبيين، المصدر السابق)

مہر معاف کرنے کے بعد مطالبہ کرنا

سوال[۹۸۱۷]: ۱...... زید کی بیوی نے اگرچہ اپنے مطالبات: مہر وغیرہ، خرچۂ عدت معاف کردیا تھا، مگر اب مطالبہ کررہی ہے۔ اس کا یہ مطالبہ قابلِ ادائیگی ہے یا نہیں؟

پنشن اور گریجویٹی فنڈ میں میراث کا حکم

سوال[۹۸۱۸]: ۲...... سرکاری ملازم کو گریجویٹی ملتی ہے، زید نے فارم میں اپنی اہلیہ کا نام لکھا تھا، جب رقم اہلیہ وصول کرلے تو اس میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟ نیز زید کا قرضہ اس رقم سے اس کی اہلیہ ادا کرنے کی ذمہ دار ہے یا نہیں؟

بیمہ فنڈ میں میراث کا حکم

سوال[۹۸۱۹]: ۳...... بیمہ کی رقم وصول کرنے کیلئے بھی بیوی کے نام کا فارم بھرا گیا تھا۔ جب رقم اہلیہ وصول کرے تو دیگر ورثاء بھی اس میں حقدار ہیں یا نہیں؟

پنشن میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق

سوال[۹۸۲۰]: ۴...... پنشن کی چڑھی ہوئی رقم پانے کی حقدار بھی صرف اہلیہ ہے، یہ قانون سرکاری ہے۔ جس وقت یہ رقم وصول ہو تو دیگر ورثاء اس میں حقدار ہیں یا نہیں؟ نیز اس رقم سے زید کا قرضہ ادا کردیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

میڈیکل امداد میں ورثاء کا حق

سوال[۹۸۲۱]: ۵...... میڈیکل امداد کی رقم جو گورنمنٹ سے ملی وہ بھی اہلیہ کے قبضہ میں رہی، دیگر ورثاء اس پر حقدار ہے یا نہیں؟

بلڈنگ میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق

سوال[۹۸۲۲]: ۶...... زید نے ایک بلڈنگ چھوڑی جو کرایہ پر ہے، اس بلڈنگ کا وہ حصہ جس میں زید رہتا تھا، اس کا وصیت نامہ اہلیہ کے نام لکھ دیا تھا، اہلیہ نے کرایہ کی رقم وصول کی ہے۔ دیگر ورثاء میں بھی وہ رقم

قابلِ تقسیم ہے یانہیں؟

سامانِ آرائش میں وراثت

سوال[۹۸۲۳]: ۷۔۔۔۔۔زید کے مکان کا سامانِ آرائش وبرتن وغیرہ اہلیہ کے قبضہ میں ہیں، یہ سامان بھی دیگر ورثاء میں قابلِ تقسیم ہے یانہیں؟

دوسرے لوگوں کے پاس پڑے ہوئے سامان پر میت کی طرف سے بخشش کا دعویٰ

سوال[۹۸۲۴]: ۸۔۔۔۔۔زید مرحوم کا کچھ سامان دیگر لوگوں کے پاس ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ سامان ہمیں زید نے بخشش کرایا تھا۔ یہ بخشش درست ہے یانہیں، نیز یہ سامان بھی دیگر ورثاء پر قابل تقسیم ہے یانہیں؟

حاجی محمد اسحاق صاحب، ٹونک راجستھان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔۔۔دینِ مہر معاف کرنے سے معاف ہوگیا، اب اس کے مطالبہ کا حق نہیں (۱)۔ وفات شوہر کے بعد نفقۂ عدت واجب نہیں ہوتا (۲)۔ جو سامان زیور وغیرہ بیوی کی ملک کردیا گیا تھا اور وہ موجود ہے تو اس کا مطالبہ کرسکتی ہے (۳)، وہ معاف کرنے سے اس کی ملک سے خارج نہیں ہوا، اسی طرح حقِ میراث ایک چوتھائی

(۱) "إذا وهب أحد الزوجين لصاحبه، لايرجع في الهبة وإن انقطع النكاح بينهما". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۸۶/۳، كتاب الهبة، فصل في الرجوع في الهبة، رشيديه)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز: ۴۷۷/۱، (رقم المادة: ۸۶۷)، كتاب الهبة، مكتبه حنفيه، كوئٹه)

(وكذا في الهداية: ۲۸۷/۳، كتاب الهبة، باب مايصح رجوعه ومالايصح، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) "لانفقة للمتوفى عنها زوجها، سواء كانت حاملاً أوحائلاً". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۵۵۸/۱، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الثالث في نفقة المعتدة، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۵۷۵/۳، كتاب الطلاق، باب النفقة، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۴۴۳/۲، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۳) "لوجهز ابنته وسلمه إليها، ليس له في الاستحسان استرداده، وعليه الفتویٰ ۔۔۔۔۔۔۔ وإذا بعث =

ہے وہ بھی طلب کرسکتی ہے (۱)۔قرض کا حکم نمبر:۸ میں ہے۔

۲......جبکہ اس فارم نامزد (نامنیشن) کے ذریعہ صرف وصول کرنے کا اختیار مقصود ہے، تملیک مقصود نہیں تو اس گریجویٹی میں حسبِ وراثت جملہ ورثاء شریک ہیں (۲)۔قرض کا حکم نمبر:۸ میں ہے۔

۳......اس کا حال بھی نمبر:۲ کی طرح ہے۔

۴......قانونی اعتبار سے جو مستحق ہو، پنشن اسی کو ملے گی (۳)،قرض کا حکم نمبر:۸ میں ہے۔

۵......یہ ترکۂ زید ہے، سب ورثاء حقدار ہیں (۴)،قرض کا حکم نمبر:۸ میں ہے۔

= الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج، فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك". (الفتاوى العالمكيريه، كتاب النكاح، باب المهر، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/۳۲۷، رشيديه)

(وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية: ۱/۲۶-۲۷، كتاب النكاح، مسائل الجهاز، مكتبه ميمنيه مصر)

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) "كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركةٌ بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركًا بينهم على قدر حصصهم". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۱۰، (رقم المادة: ۱۰۹۱)، كتاب الشركة، الفصل الثالث في الديون المشتركة، مكتبه حنفية، كوئٹه)

(۳) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "چونکہ میراث مملوکہ اموال میں جاری ہوتی ہے اور یہ وظیفہ محض تبرع واحسان سرکار کا ہے، بدون قبضہ کے مملوک نہیں ہوتا، لہذا آئندہ جو وظیفہ ملے گا اس میں میراث جاری نہیں ہوگی"۔ (امداد الفتاوی: ۴/۳۴۳، کتاب الفرائض، عنوان: عدم جریان میراث در وظیفہ سرکاری تنخواہ، دار العلوم کراچی)

(۴) امداد کی رقم زید نے اپنی زندگی میں وصول کی ہو تو مرنے کے بعد ترکہ شمار ہو کر ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا:

"لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعينٍ من الأموال، كما في شروح السراجية". (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشيديه)

۶...... بیوی کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک دوسرے ورثاء رضامند نہ ہوں (۱)، اس کرایہ میں سب ورثاء شریک ہیں (۲)، قرض کا حکم نمبر: ۸ میں ہے۔

۷...... وہ سامان جو زید کی ملک تھا، اب اس کا ترکہ ہے، اس میں سب ورثاء حصہ دار ہیں (۳)، تنہا بیوی کی ملک نہیں۔

۸...... اگر ورثاء کے نزدیک بخشش کرنا تسلیم نہیں، اور وہ سامان ورثاء کے پاس ہے تو وہ ترکہ ہے، ورثاء حقدار ہیں (۴)۔ کل ترکہ سے اولاً مرحوم کا قرض ادا کیا جائے (۵) پھر:

مسئلہ ۴، تصــ ۲۴ — زید

بیوی	حقیقی بھائی	ہمشیرہ	ہمشیرہ	ہمشیرہ	ہمشیرہ
۱/۶			۳/۱۸		
	۶	۳	۳	۳	۳

چوبیس حصہ بنا کر چھ حصہ اہلیہ کو ملیں گے (۶)، چھ حصے بھائی کو ملیں گے، تین تین حصے ہر ہمشیرہ کو ملیں گے (۷)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۱۳۹۵ھ۔

(۱) "عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". (نصب الراية للزيلعي: ۴/۴۰۴، (رقم الحديث: ۸۰۷۰)، كتاب الوصايا، مؤسسة الريان، بيروت)

"عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: "كان المال للولد، وكانت الوصية للوالدين، فنسخ الله من ذلك ما أحب، فجعل للذكر مثل حظ الأنثيين، وجعل للأبوين لكل واحد منهما السدس، وجعل للمرأة الثمن والربع، وللزوج الشطر والربع". (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب: لا وصية لوارث: ۱/۳۸۳، قديمي) =

....

= قال الحافظ: "جنح الشافعي في الأم إلى أن هذا المتن متواتر فقال: وجدنا أهل الفتيا ومن حفظنا عنهم من أهل العلم بالمغازي من قريش وغيرهم لايختلفون في أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال عام الفتح: "لاوصية لوارث". ويوثرون عمن حفظوه عنه ممن لقوه من أهل العلم، فكان نقل كافة عن كافة .... والمراد بعدم صحة وصية الوارث عدم اللزوم؛ لأن الأكثر على أنها موقوفة على إجازة الورثة، كما سيأتي بيانه". (فتح الباري، كتاب الوصايا، بابٌ: لاوصية لوارث: ۵/۴۶۸، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الوصايا: ۶/۶۵۵، سعيد)

(۲) "كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركةٌ بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۱۰، (رقم المادة: ۱۰۹۱)، كتاب الشركة، الفصل الثالث في الديون المشتركة، مكتبه حنفية، كوئٹه)

(۳) امداد کی رقم زید نے اپنی زندگی میں وصول کی ہوتو مرنے کے بعد ترکہ شمار ہوکر ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا:

"لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال، كما في شروح السراجية". (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشيديه)

(۴) "الخارج وذواليد إذا ادّعيا إرثاً من واحد، فذو اليد أولى، كما في الشراء". (ردالمحتار، كتاب الدعوىٰ، باب دعوى الرجلين: ۵/۵۷۰، سعيد)

(۵) "ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله .... ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي، ص: ۳، سعيد)

(۶) واضح رہے کہ چھ چوبیس کا ربع ہے اور میت کی جانب اولاد نہ ہوتو زوجہ کو "ربع" چوتھا حصہ ملے گا:

قال الله تبارک وتعالىٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۷) بھائی بہن دونوں عصبہ ہیں، تو بقانون "للذكر مثل حظ الأنثيين" بھائی کو دوہرا اور بہنوں کو اکہرا ملے گا:

قال الله تبارک وتعالىٰ: ﴿وإن كانوا إخوةً رجالاً ونسآءً، فللذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

فنڈ کی رقم کے متعلق بھائی کا نام لکھوادینا

سوال[۹۸۲۵]: زید نے اپنی تنخواہ میں سے فنڈ کی رقم میں وصیت دار اپنے پرورش کنندہ بڑے بھائی کے نام کیا ہے کہ میری موت کے بعد اس فنڈ کا حقدار میرا بڑا بھائی ہوگا۔ یہ فنڈ کی رقم تقریباً بیس ہزار کے قریب ہے، اور زید کی کل ملکیت کل ملازمت کا روپیہ تقریباً پچھتر ہزار روپے ہے۔

زید کے والد صاحب زید کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے، انتقال کے بعد سے ہی زید کی پرورش کی ذمہ داری بڑے بھائی کے ہی سر تھی، مثلاً تعلیم، شادی بیاہ اور غریبی اور مفلسی کے زمانہ میں زید کو اچھی سی ملازمت بھی دلوائی اور کوشش کر کے ایک ہونہار اور قابل انسان بنایا۔

زید کے انتقال کے وقت زید کی والدہ محترمہ، زید کا بڑا بھائی پرورش کنندہ اور زید کی بیوی اور دو لڑکیاں اور ایک لڑکا شامل ہے، باقی ہیں۔ زید کی شادی سے پہلے بھی فنڈ کی رقم اپنے پرورش کنندہ بڑے بھائی کے نام تھی اور انتقال کے بعد بھی فنڈ کی رقم اپنے بڑے بھائی کے نام لکھی ہے اور باقی کی رقمیں خود اپنے ہی نام لکھی ہے۔

شادی کرنے کے تقریباً ۵/ سال کے بعد زید کا انتقال ہوگیا، زید نے فنڈ کی رقم شادی سے پہلے بھی بڑے بھائی کے نام کیا تھا اور انتقال کے بعد بھی بڑے بھائی کا نام بھی موجود ہے، لیکن زید جس فیکٹری میں ملازمت کرتا تھا، اس فیکٹری کا قانون ہے کہ شادی کرنے کے بعد وہ فنڈ کی رقم کاٹ دیجاتی ہے جو کہ پرورش کنندہ کے نام لکھی ہے اور وہ رقم بھی فیملی میں چلی جاتی ہے۔

اور اگر زید یہ وعدہ بھی کر لیتا کہ میری شادی کے بعد میرے بھائی کا نام کٹ جائے گا اور وہ شادی کے بعد بھی اپنے پرورش کنندہ کے نام پر رکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ وصیت اور حقدار بھائی ہی ہوتا، کیونکہ اس نے دوسرے فارم میں خود کا یا اپنی بیوی کا نام لکھا نہیں اور نام اپنے بڑے بھائی کا موجود ہے، کیونکہ شادی کے پانچ سالوں کے درمیان میں مرحوم اپنے بڑے بھائی کا نام کاٹ سکتا تھا اور خود کا نام لکھ سکتا تھا، مگر نام فنڈ کی رقم میں ابھی بھی موجود ہے اور زید نے اپنی زندگی میں اس وصیت کو رد نہیں کیا اور آخر عمر تک اس پر قائم رہے ہیں۔

اس رقم کو بعد کی رقمیں جو کہ خود زید کے نام تھی وہ تو شرع شریف کے مطابق تقسیم ہو چکی ہے، لیکن اس فنڈ کا مسئلہ رکا ہوا ہے۔ کیا یہ فنڈ کی رقم بزرگ پرورش کنندہ بڑے بھائی کو حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ عام سرکاری قانون تو یہ ہے کہ مرنے سے پہلے کوئی جب انسان کوئی وصیت کرے کہ میری موت کے بعد فلاں چیز کا حقدار

فلاں ہوگا تو وہی حقدار ہوتا ہے، شادی کرنے اور کرانے سے کوئی مطلب نہیں ہوتا؟

پھر اگر زید اپنے بڑے بھائی کو فنڈ کی رقم دینے کا ارادہ نہیں کرتا تو وہ دوسری رقموں کی طرح خود کا نام لکھ سکتا تھا اور بڑے بھائی کا نام کاٹ سکتا تھا، لیکن بڑے بھائی کا نام موجود ہے۔ کیا یہ رقم جو کہ پرورش کنندہ بڑے بھائی کے نام موجود ہے وہ بھی وارثان پر شرع شریف کے مطابق تقسیم ہوگی، یا صرف زید کے نام کی رقمیں شرع شریف کے مطابق تقسیم ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی تنخواہ سے جتنا حصہ کٹ کر جمع ہوا اور اس پر جو کچھ زائد ملا وہ سب مرحوم کا ترکہ ہے (۱)، جس کے متعلق وہ اپنے بڑے بھائی کے حق میں وصیت کر چکا تھا جس کو اپنے آخر حیات تک اس کو منسوخ نہیں کیا، اگر چاہتا تو (تبدل حالات، شادی اور اولاد ہو جانے کی بنا پر) منسوخ کر سکتا تھا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ وصیت پر قائم رہا ہے۔

پس اگر وہ رقم تمام ترکہ کے ایک ثلث کے اندر ہے تو حسب وصیت بڑے بھائی کو دی جائے، وصیت کا یہی حکم ہے کہ وہ ایک ثلث میں نافذ ہوتی ہے (۲)، اگر چہ جس وقت وصیت کی تھی اس وقت بڑا بھائی وارث ہونے کی وجہ سے مستحق وصیت نہیں تھا، لیکن انتقالِ مورث کے وقت بڑا بھائی وارث نہیں رہا، کیونکہ لڑکا پیدا ہو چکا تھا۔ اس صورت میں بھائی کیلئے وصیت شرعاً معتبر ہے۔

---

(۱) "المدرس لومات أو عزل في أثناء السَّنَة، قبل مجئ الغلة وظهورها من الأرض، يُعطى بقدر ماباشر، ويصير ميراثاً عنه كالأجير، إذا مات في أثناء المدة". (ردالمحتار: ۴/۴۳۵، کتاب الوقف، مطلب فيما لومات المدرس أو عزل قبل مجئ الغلة، سعيد)

"كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركةٌ بين ورثته على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۶۱۰، (رقم المادة: ۱۰۹۲)، كتاب الشركة، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۲) "ثم تنفذ وصايا من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة والإجماع". (السراجية، ص: ۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۷۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

درمختار میں ہے: "وکونه غیر وارث وقت الموت، الخ"۔

شامی نے لکھا ہے: "قوله: (وقت الموت): أي وقت الوصية، حتى لو أوصى لأخيه وهو وارث، ثم ولد له ابنٌ، صحت الوصية لأخ. ولو أوصى لأخيه وله ابن، ثم مات الابن قبل الموصي، بطلت الوصية، زيلعي. الخ"۔ شامی: ۳۱۶/۵(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۴۰۱ھ۔

جائیداد میں شرکت اوراس کی تقسیم

سوال[۹۸۲۶]: محمد رضا عرف جمن صاحب نے بنارس میں ایک مکان خریدا اور یہیں رہنے لگے، محمد رضا عرف جمن صاحب کے دولڑکے تھے: بڑے کا نام رحمت اللہ اور چھوٹے کا نام محمد شمس الدین تھا۔ محمد رضا صاحب سلائی کا کام کرتے تھے۔ اور محمد رحمت اللہ نے پہلے کمپاؤنڈری سیکھی اوراس کے بعد حکیمی کرنے لگے۔

محمد رضا عرف جمن اور رحمت اللہ دونوں الگ الگ کام کرتے تھے اور روپیہ دونوں دیتے تھے جس سے گھر کے تمام اخراجات پورے ہوتے تھے۔ بعد میں محمد رضا نے کام بند کردیا جس کی وجہ سے وہ گھر کیلئے اخراجات نہ دیتے تھے، صرف محمد رحمت اللہ ہی گھر کے تمام اخراجات پورے کرتے تھے اور یہ سب ملکر آپس میں رہتے تھے۔ بعدہ رحمت اللہ نے بنارسی کپڑے کا کام شروع کردیا اور یہاں سے چھوڑ کر بارہ بنکی چلے گئے اور وہیں تجارت کرتے تھے۔

زوجۂ رحمت اللہ (دفاتن) کہا کرتی تھی کہ محمد رحمت اللہ نے تین سوبیس روپے اپنے والد محمد رضا سے لئے تھے اوران سے کپڑے کا کاروبار شروع کیا اور بعد میں اپنے والد کا روپیہ ادا کردیا جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ بہرحال یہ ظاہر ہے کہ رحمت اللہ بنارسی کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور بارہ بنکی میں رہتے تھے اور جب موقع ملتا تھا بنارس بھی آتے تھے۔ یہاں بنارس میں رحمت اللہ کی اہلیہ دفاتن اور بچے اوران کے والد محمد رضا اور چھوٹے بھائی محمد شمس الدین ان کی یہاں سے مدد کیا کرتے تھے، وہ اس طرح کہ رحمت اللہ صاحب جو کپڑے وغیرہ یہاں

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۶۴۹، کتاب الوصایا، سعید)

(وکذا في تبيين الحقائق: ۷/۳۷۶، ۳۷۷، كتاب الوصايا، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۴۲۳، ۴۲۴، كتاب الوصايا، مكتبه غفاريه كوئٹه)

بنارس میں بننے کا آرڈر وغیرہ دیا کرتے تھے اس کو یہاں سے بارہ بنکی یا جہاں رحمت اللہ کہتے تھے پارسل کر دیا کرتے تھے۔

محمد رحمت اللہ نے اپنے روپیہ سے یہاں بنارس میں ایک مکان اپنے نام اور ایک بڑے لڑکے کے نام سے خریدا، یہ سب مکان اپنے والد کی زندگی میں خریدا۔ اس کے بعد رحمت اللہ کے والد محمد رضا کا انتقال ہوگیا، لیکن کاروبار حسبِ دستور چلتا رہا، محمد رحمت اللہ وہاں سے روپیہ بھیجتے رہے اور یہاں پر سب اکٹھا کھاتے پیتے رہے۔ کچھ سال بعد محمد رحمت اللہ نے بارہ بنکی میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے، اور اپنے دولڑکے: محمد حسین، محمد قاسم اور ایک لڑکی نصرت اور زوجہ دفاتن اور زیور اور کچھ روپے چھوڑے۔ اب چونکہ شمس الدین گھر میں سب سے بڑے تھے، اس لئے وہ گھر کے تمام کاروبار دیکھنے لگے اور یہاں سے بارہ بنکی چلے گئے تاکہ وہاں کاروبار دیکھیں۔

محمد شمس الدین نے رحمت اللہ کے چھوڑے ہوئے زیورات وصول کرکے کچھ مکان اور جائیداد اپنے نام خریدی۔ اور کچھ دنوں میں بارہ بنکی کا کاروبار ختم ہوگیا، اور شمس الدین یہاں بنارس چلے، یہاں آکر کچھ دنوں محمد شمس الدین اور دونوں لڑکے اپنا الگ الگ کھانے پینے لگے۔ اب سوال یہ ہے کہ جائیداد کس کی مانی جائے گی، حکیم محمد رحمت اللہ کی یا شمس الدین کی، یا محمد رضا عرف جمن کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مکان محمد رضا عرف جمن نے بنارس میں خریدا وہ ان کا ترکہ ہے (۱)، ورثاء شرعی میں حصوں کے موافق تقسیم ہوگا (۲)۔

محمد رضا اور محمد رحمت اللہ کا بنارس میں کام الگ الگ تھا، کمائی ہر ایک کی مستقل تھی (مشترک نہیں تھی)،

---

(۱) "لأن التركة ماتركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعينٍ من الأموال". (ردالمحتار: ۶/ ۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) "ثم يقسم الباقي بعد ذلک بين ورثته بالكتاب أو السنة، أو الاجماع". (الدر المختار: ۶/ ۷۶۱، کتاب الفرائض، سعید)

البتہ گھر کا خرچ مشترک چلاتے تھے، اس کمائی کے دونوں جداگانہ مالک تھے(۱)۔ پھر محمد رضا نے کام بند کر کے کمائی کا سلسلہ بند کر دیا، صرف محمد رحمت اللہ کماتے اور سب خرچ برداشت کرتے رہے۔ پھر محمد رحمت اللہ نے بارہ بنکی میں کام شروع کیا اور بقولِ زوجہ رحمت اللہ نے جو روپیہ قرض لیا تھا وہ واپس کر دیا۔ محمد رضا کی آمدنی پہلے ہی ختم ہو چکی تھی، ان کے پاس روپیہ نہیں، ان کا خرچ بھی محمد رحمت اللہ کے روپیہ سے پورا ہوتا تھا، ظاہر ہے کہ ان حالات میں بارہ بنکی کے کام میں محمد رحمت اللہ ہی کا روپیہ لگا، اس سے ترقی ہوئی اور اس سے بنارس کے اخراجات پورے ہوئے۔

محمد شمس الدین نے جو مدد کی وہ روپیہ لگا کر نہیں، بلکہ آرڈر بھیجنے اور مال تیار کرنے میں مدد کی تو محض مُعین کی حیثیت میں رہے، روپیہ نہیں لگایا۔ اس لئے بنارس و بارہ بنکی میں محمد رحمت اللہ نے تین مکان خریدے ہیں، وہ نہ محمد رضا کے ہیں اور نہ شمس الدین کے ہیں، بلکہ محمد رحمت اللہ کے ہیں(۲)۔

محمد رضا کے انتقال پر ان کے بنارس والے مکان پر سب ورثاء کا حصہ ہوگا۔ محمد رحمت اللہ کے انتقال پر ان کے خریدے ہوئے تینوں مکانوں میں ان کے ورثہ: ایک بیوی (۳)، دو لڑکوں، ایک لڑکی کا حصہ کا ہوگا، شمس

(۱) "لأن الملک مامن شانه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار: ۴/۵۰۲، کتاب البيوع، سعيد)

(۲) قال العلامة ابن عابدين رحمة الله عليه: "أقول: سئل في ابنٍ كبيرٍ ذي زوجةٍ وعيالٍ له كسب مستقل حصل بسببه أموالاً مات: هل هي لوالده خاصةً أم تقسم بين ورثته؟ أجاب: هي للابن تقسم بين ورثته .... حيث كان له كسب مستقل". (تنقيح الفتاوى الحامدية: ۲/۱۷، كتاب الدعوى، مكتبه ميمنيه مصر)

(۳) میت کی جب اولاد ہو تو بیوی کو ثُمن (آٹھواں حصہ) ملے گا:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن مما تركتم﴾ (سورة النساء: ۱۲)

بیٹے اور بیٹی چونکہ عصبہ ہیں، لہٰذا مقتضائے: "للذكر مثل حظ الأنثيين" بیٹے کو دوہرا اور بیٹیوں کو اکہرا حصہ ملے گا:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

لہٰذا مرحوم کی کل جائیداد کو چالیس حصے کر کے بیوی کو پانچ حصے، دونوں بیٹوں میں سے ہر ایک کو چودہ چودہ اور بیٹی کو سات حصے دیئے جائیں گے۔ تقسیم کا نقشہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں: .... =

الدین کا حصہ نہیں ہوگا (۱)۔ محمد شمس الدین نے محمد رحمت اللہ کے چھوڑے ہوئے روپیہ سے جو کچھ مکان وغیرہ اپنے نام خریدا ہے، اس کا ان کو حق نہیں تھا، وہ ان کے مالک نہیں، ان کو لازم ہے کہ یہ سب محمد رحمت اللہ کی بیوی اور اولاد کو دیدیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۶/ ۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۶/ ۱۳۹۱ھ۔

جائیداد اور وراثت

سوال [۹۸۲۷]: زید مرحوم کا ایک کارخانہ ہے، اس کارخانہ کی عمارت پر تقریباً چالیس سال قبل زید مرحوم کے تقریباً پینتیس ہزار =/۳۵۰۰۰ روپے تعمیر میں خرچ ہوئے تھے۔ زید نے اپنے حینِ حیات میں مذکورہ بالا عمارت کو اپنی تجارت دوبارہ ایجاد کرنے کی غرض سے اپنے شہر کے ایک مالدار تاجر کے پاس رہن میں دیگر بطورِ قرض دس ہزار روپے، لے کر کاروبار چلایا تھا، چند سالوں کے بعد تجارت میں بھاری خسارہ ہوکر کاروبار ختم ہوگیا۔ کاروبار خسارہ میں ختم ہونے پر زید اپنی مذکورہ بالا عمارت روپے دیکر رہن سے چھڑا نہ سکے۔

=

مسئلہ ۸، تصــ ۴۰

بیوی	بیٹا		بیٹا	بیٹی
$\frac{1}{5}$	۱۴	$\frac{7}{35}$	۱۴	۷

(۱) اس لئے کہ مرحوم کی اولاد موجود ہے اور جب میت کی اولاد ہو تو بھائی بہن محروم ہونگے:

"وبنو الأعيان: أي الإخوة والأخوات لأب وأم، وبنو العلات: أي الإخوة والأخوات لأب، كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وإن سفل". (الشريفية شرح السراجية، ص: ۲۸، سعيد)

(وكذا في ردالمحتار: ۶/ ۷۷۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) "ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه رده". (شرح المجلة: ۱/ ۲۶۴، (رقم المادة: ۹۷)، المقالة الثانية في القواعد، مكتبه حنفيه كوئٹه)

رہن والوں کا تقاضا زیادہ ہونے پر مجبور و بے بس ہونے پر زید مرحوم نے اپنی بیوی خیر النساء سے ان کے زیورات تخمیناً پانچ ہزار روپوں سے زیادہ رقم کے ان سے وعدہ پر لیکر کہ مذکورہ جائیداد کو رہن سے چھڑا کر اس پوری عمارت کو بیوی کے نام لکھ کر بذریعۂ رجسٹری دستاویز منتقل کردیں گے۔ بیوی سے یہ وعدہ پکا کر کے ان کے زیورات بطورِ قرض حاصل کرلیا۔ اور ان کو فروخت کرکے پانچ ہزار روپے لے کر مذکورہ رہن والے صاحب - جن کے پاس یہ جائیداد بطور رہن کے رہی - گفتگو کرکے یہ بات طے کرلی کہ رہن کی رقم دس ہزار میں سے اس وقت فوری طور پر پانچ ہزار روپے دیدیں گے اور بقیہ رقم کارخانہ ماہانہ کرایہ۔ کے آمد میں وہ صاحب جمع کرتے جاویں۔

اس طرح یہ معاملہ طے کرکے زید نے اپنی بیوی کے زیورات سے جو پانچ ہزار روپے یا کچھ زائد رقم دستیاب ہوئی، اس رقم کو رہن والے صاحب کو دیدیا اور میعادِ رہن ختم ہونے پر اس جائیداد کو بیوی کے نام لکھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس اثناء میں زید کا انتقال ہوگیا۔

زید مرحوم کے دولڑکے اور ایک لڑکی تینوں نے متفقہ طور پر (لڑکی نے اپنی جانب سے شوہر کو گواہی کیلئے وکیل بنا کر ان تینوں نے) اپنے والد مرحوم کے حسبِ وعدہ اس عمارت کو اپنی ماں کے نام لکھ کر دستاویز بنا کر رجسٹری کرا کے جائیداد ماں کے قبضہ میں کلیۃً دیدی۔ اور اس طرح یہ جائیداد زید مرحوم کی بیوی خیر النساء کے نام منتقل ہوگئی، اس وقت زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں، اور ان کے بڑے فرزند اور ایک بیٹی یعنی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور ایک بہن بھی زندہ تھی۔ اس جائیداد کے منتقل ہونے کے بعد چار پانچ سال تک زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں، ان کو اس کا پورا علم تھا اور اس عرصہ میں انہوں نے کبھی اپنے پوتے پوتی یعنی زید مرحوم کی اولاد یا بہو سے اس کے متعلق ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔

زید مرحوم کی والدہ اس واقعے کے چار پانچ سال تک زندہ رہ کر انتقال کرگئیں، ان کے بعد ان کے بڑے بیٹے اور بیٹی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن کی طرف سے بھی اس حق کا کوئی مطالبہ نہیں ہوا، اس لئے یہ سب اور خاندان بخوبی آگاہ تھے، ان کو پوری طرح معلوم تھا کہ یہ جائیداد زید رہن رکھ چکا ہے اور زید مرحوم کی بی بی نے اپنے زیورات شوہر کو بطور قرض مذکورہ وعدہ پر دیکر چھڑائی تھی، ورنہ وہ جائیداد رہن سے نہ چھوٹتی اور اسی میں ڈوب کر ختم ہوجاتی۔

یہ جائیداد زید مرحوم کی بیوہ بی بی کے نام بذریعہ دستاویز رجسٹری منتقل ہوکر تقریباً تیس سال کی طویل مدت گذر گئی اور تیس برس سے زید کی بیوی کا قبضہ کلیۃً چلا آ رہا ہے، وہی اس کی آمدنی اور سیاہ وسفید کی مالکہ تھی۔ اس عرصہ میں زید کی والدہ کلثوم زندہ رہیں اور کوئی مطالبہ نہیں کیا، آخر ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بیٹے اور بیٹی جن کا ابھی ذکر کیا چند سال زندہ رہے اور ان کی طرف سے بھی کوئی مطالبہ نہیں، ان لوگوں کا بھی انتقال ہوگیا ہے (تقریباً آٹھ سال کا عرصہ گذر گیا)۔

زید مرحوم کی بی بی خیر النساء صاحبہ جن کے نام جائیداد ہے مستقل تیس سال سے انہیں کے قبضہ میں کلیۃً چلا آ رہا تھا اور آمدنی وغیرہ کی وہی مالکہ رہی تھیں، چھ سات ماہ ہوا انتقال کر گئیں۔ اب آپ سے گذارش ہے کہ مذکورہ باتوں کو پیشِ نظر رکھ کر مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں:

۱...... مذکورہ حالات کے پیشِ نظر بھی اگر زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن- جنہوں نے زید مرحوم کے انتقال کے بعد اور اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کے چھ سات سال بعد انتقال فرمایا- ان کی اولادوں، وارثوں کی طرف سے مذکورہ بالا زید کی بیوی پر تیس سال قبل منتقل شدہ جائیداد میں زید مرحوم کی والدہ ماجدہ یعنی دادی کے حق کا مطالبہ اور دادی مرحومہ سے ان کے بڑے بیٹے (والد) اور بیٹی (پھوپھی) کے حق کا مطالبہ کریں تو کیا قابلِ سماعت اور حق بجانب ہوگا؟

۲...... مذکورہ جائیداد میں اگر یہ لوگ اس کی آمدنی کا مطالبہ تیس سال کے بعد اور صاحب جائیداد کے انتقال کے بعد وارثوں سے کی جاوے تو کیا یہ قابلِ قبول اور حق بجانب ہے؟

۳...... مذکورہ جائیداد میں اگر یہ لوگ اس کی ۳۰/ سال کی آمدنی کا مطالبہ کریں تو کیا یہ بھی قابلِ سماعت ہوگا؟ اگر ہو تو اس کا واجب الادا کس کے ذمہ ہے اور شرعاً اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... زید مرحوم تو اپنی حیات میں نہ بیوی کا قرض پانچ ہزار ۵۰۰۰/ روپیہ ادا کر سکے اور نہ جائیداد بعوضِ قرض اس کے نام منتقل کرنے کا وعدہ پورا کر سکے، ان کے انتقال کے بعد ان کے ترکہ میں اور ادائے دینِ مہر ودیگر قرض سب ورثاء کا حصہ تھا، والدہ کا بھی اور تمام اولاد کا بھی اور بیوی کا بھی۔ بیوی کے قرض بصورتِ زیور

ونقد ادا نہیں کیا گیا، بلکہ جائیداد کی صورت میں ادا کیا گیا تا کہ مرحوم وعدہ بھی پورا ہو جائے اور بیوی کو اپنا قرض بھی وصول ہو جائے۔ اس کے لئے ضرورت تھی کہ سب ورثاء متفق ہو کر یہ صورت اختیار کرتے، یعنی زید کی والدہ کا بھی مشورہ ہوتا، مگر ایسا نہیں کیا گیا، یہ کوتاہی ہوئی۔

تاہم جب زید کی اولاد نے اس کی تکمیل کی یعنی اپنے والد کا قرض ادا کر دیا اور زید کی والدہ نے اس میں کوئی مزاحمت نہیں کی جبکہ وہ بھی ۶/ اوراثت کی حقدار تھیں (۱)، بلکہ انہوں نے خاموشی اختیار کی تو یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ مرحوم بیٹے کا قرض ادا کرنے کی جوصورت اختیار کی گئی ہے وہ اس پر رضامند تھیں، اور حکم بھی یہی ہے کہ تقسیم میراث سے پہلے متوفی کا قرض ادا کیا جائے (۲)۔

پس صورت مسئولہ میں زید کی بیوی اس جائیداد کی مالک ہوگئی، پھر اس کے انتقال پر اس کے ورثاء کا حق ہے۔ زید کے بھائی بہن کا اس میں حق نہیں، وہ زید کی بیوی کے وارث نہیں (۳)، البتہ اپنی والدہ کے وارث ہیں، مگر اس جائیداد میں والدہ کا جو کچھ حصہ تھا وہ بعوض قرض زوجۂ زید کے پاس چلا گیا۔ ہاں! اس کے علاوہ جو کچھ والدہ کا ترکہ ہو اس میں سے ان کو حصہ ملے گا (۴)۔ اور زید کی اولاد کو اپنی دادی کے ترکہ سے کچھ

---

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولأبويه لكل واحد منهما السدس مماترک إن كان له ولد﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۲) "ثم تقدم ديونه التي لها مُطالِبٌ من جهة العباد". (الدرالمختار: ۶/ ۷۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)
(وكذا في البحرالرائق: ۹/ ۳۶۶، كتاب الفرائض، رشيديه)
(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/ ۴۷۲، كتاب الفرائض، دارالكتب العلميه بيروت)

(۳) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء".
(الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه)
(وكذا في الدرالمختار: ۶/ ۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)
(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/ ۵۵۴، كتاب الفرائض، مكتبه حقانيه پشاور)

(۴) "لأن التركة ماتركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعينٍ من الأموال". (ردالمحتار: ۶/ ۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)
(وكذا في البحر الرائق: ۹/ ۳۶۵، كتاب الفرائض، رشيديه) .... =

نہیں ملے گا، اس لئے کہ زید کا انتقال والدہ کے سامنے ہوگیا تھا اور زید کے بھائی بہن موجود تھے (۱)۔

۳...... یہ مطالبہ درست نہیں۔

۴...... یہ بھی درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تنبیہ: یہ جواب اس تحریر پر ہے کہ زید مرحوم کی جائیداد کو بیوی کے نام بعوضِ قرض منتقل کرنے پر والدہ زید کی رضامندی معلوم ہو۔ اگر وہ اس پر راضی نہیں تھیں (اس لئے کہ مقدار قرض پانچ ہزار کے مقابلہ میں جائیداد کی مالیت بہت زیادہ تھی) اور والدہ نے ناخوشی کا اظہار کردیا تھا اور اجازت نہیں دی تھی، گو بعد میں دعویٰ اور مطالبہ نہ بھی کیا ہو تو پھر والدہ کا حق ساقط نہیں ہوا (۳)، انتقالِ والدہ کے بعد اس میں زید کے بھائی بہن کا بھی حصہ ہوگا۔

پھر ان کی خاموشی اور مطالبہ نہ کرنے سے ان کا حق بھی ختم نہیں ہوا۔ پھر ان کی اولاد کا بھی حق ختم نہیں ہوا، البتہ مدتِ طویلہ گذر جانے کی وجہ سے دعویٰ اور مطالبہ کا حق ضابطۃً اور قضاءً نہیں رہا (۴)۔ تاہم عنداللہ دیانۃً

= (وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۷۱، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱) جب میت کی اولاد بیٹے، بیٹیاں موجود ہیں تو پوتے محروم ہوں گے:

قال العلامة سراج الدين رحمة الله عليه: "الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني: أوّلهم بالميراث جزء الميت: أي البنون، ثم بنوهم". (السراجي، ص: ۱۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۷۷۴، كتاب الفرائض، باب العصبات، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/۵۶۳، كتاب الفرائض، حقانيه پشاور)

(۲) اس لئے یہ لوگ مرحومہ خیرالنساء کے وارث نہیں، راجع، ص: ۴۱۵، رقم الحاشية: ۳.

(۳) "لايسقط الحق بتقادم الزمان". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۲/۹۹۶، رقم الماد: ۱۶۷۴، كتاب الدعوىٰ، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الأشباه والنظائر: ۲/۱۹۳، الفن الثاني، كتاب القضاء والشهادات والدعاوى، إدارة القرآن كراچی)

(۴) "إذا ترك الدعوىٰ ثلاثاً وثلاثين سنةً، ولم يكن مانع من الدعوىٰ، ثم ادّعى، لاتسمع دعواه؛ لأن ترك الدعوىٰ مع التمكن يدل على عدم الحق ظاهراً .... ونقل عن الخلاصة: لاتسمع بعد ثلاثين=

برأت نہیں ہوئی، اس لئے ان سے مفاہمت ومصالحت کر کے سبکدوشی کر لی جائے، یا ان کو جائیداد میں حصہ دے کر راضی کیا جائے، یا قیمت دی جائے، یا معاف کرایا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بھائی اور بہن کی موجودگی میں بہن کی لڑکی کے لئے وصیت

سوال [۹۸۲۸]: ۱...... ظہور الحق مرحوم نے بذریعۂ وصیت نامہ اپنی تحریر میں کہا کہ علاوہ نقد کے دیگر جائیداد منقولہ میں سے میری اہلیہ کا حصہ نکال کر باقی جائیداد کو فروخت کر دیا جائے اور اس کے زرِ ثمن کو حمیدہ اختر سلمہا کے جہیز تیار کرنے میں لگا دیا جائے اور شادی ہوگئی تو دوسری بہنوں کے جہیز میں لگایا دیا جائے۔ ابھی حمیدہ اختر اور دوسری بہنوں کی شادی نہیں ہوئی۔ کیا وصیت مرحوم بہن اور بھائی کی موجودگی مرحوم کی جائیداد کا مصرف مرحوم کی اہلیہ کی بھتیجیوں پر از روئے شرع جائز ہے اور نفاذ پذیر ہے یا نہیں؟

۲...... کیا مرحوم کی وقفیہ جائیداد کا متولی مرحوم کی حقیقی بہنیں اور بھائی کی موجودگی میں ان کی اہلیہ اور ان کے مرنے کے بعد ان کی بھتیجیاں وغیرہ از روئے شرع ہوسکتی ہیں یا نہیں، یا ان کے بھائی اور بہن؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... بھائی بہن کی موجودگی میں بہن کی لڑکیاں وارث نہیں (۲)، ان کے حق میں وصیت شرعاً معتبر

= سنةً". (ردالمحتار، کتاب القضاء، مطلب: إذا ترک الدعویٰ ثلاثاً وثلاثین سنةً: ۵/۴۲۲، سعید)

(وکذا في الفتاوی الأنقرویة: ۲/۵۸، کتاب الدعوی، الفصل الأول، دارالإشاعت، قندھار)

(وکذا في شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۲/۹۹۴، (رقم المادة: ۱۶۷۴)، کتاب الدعویٰ، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(۱) "عن السائب بن یزید عن أبیه رضی الله تعالیٰ عنه، عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لایأخذ أحدکم عصا أخیه لاعباً جادًّا، فمن أخذ عصا أخیه فلیردها إلیه".

"وعنه (سمرة رضی الله تعالیٰ عنه) عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "علی الید ما أخذت حتی تؤدی". (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني: ۱/۲۵۵، قدیمی)

(۲) بہن کی لڑکیاں ذوی الارحام میں سے ہیں، اور بھائی بہن عصبہ ہیں، ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں عصبہ کل مال لے =

ہے، لہذا مرحوم کے ترکہ کے ایک ثلث میں وصیت نافذ کی جائے گی (۱)۔

۲..... مرحوم نے اپنے بعد کیلئے جس کو متولی جائیداد موقوفہ قرار دیا ہے وہ متولی ہوگا (۲) اور مرحوم کی قائم کردہ ترتیب کا شرعاً لحاظ رکھا جائے گا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۳/۱۳۹۵ھ۔

ترکہ سے نفقۂ عدتِ وفات اور خرچۂ رضاعت کا ٹنا اور تقسیمِ ترکہ

سوال [۹۸۲۹]: مسمی عبدالرشید متوفی کی وفات کے چھ ماہ بعد اس کی حاملہ بیوہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، لڑکی چار سال زندہ رہ کر مرگئی، اب عبدالرشید کے ترکہ کی تقسیم کا معاملہ درپیش ہے۔ ہمارے علاقہ کے ایک

= جاتے ہیں، لہذا بہن کی لڑکیاں ذوی الارحام ہونے کی بنا پر محروم اور غیر وارث ہیں:

"وإنما يرث ذوو الأرحام إذا لم يكن أحدٌ من أصحاب الفرائض مَن يُردّ عليه ولم يكن عصبة".

(الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۴۵۹، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الأرحام، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۶/ ۷۹۱، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام، سعيد)

(۱) "وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يُجز الوارث ذلك، لا الزيادة عليه". (الدر المختار: ۶/ ۶۵۰، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/ ۲۱۳، كتاب الوصايا، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/ ۲۷۶، كتاب الوصايا، دار الكتب العلميه بيروت)

(۲) "وإن شرط أن يليه فلان بعد موتي، ثم بعده يليه فلان، ثم بعده يليه فلان، فهذا الشرط جائز، كذا في محيط السرخسي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف، الخ: ۲/ ۴۰۸، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الوقف، الفصل السادس في الولاية في الوقف: ۵/ ۵۰۴، قديمي)

(۳) "شرط الواقف كنص الشارع، فيجب اتباعه". (ردالمحتار: ۴/ ۴۹۵، كتاب الوقف، مطلب: ماخالف شرط الواقف، سعيد)

"صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة". (ردالمحتار: ۴/ ۴۴۵، كتاب الوقف، مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۵/ ۴۱۱، كتاب الوقف، رشيديه)

مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ عبدالرشید کی بیوی کی مدتِ حمل اور مدتِ رضاعت کا نفقہ ترکہ میں سے ادا کیا جاوے، بعدازاں لڑکی کی تربیت کا دوسال کا خرچہ ادا کیا جائے، اس کے بعد جو بچے، وہ جملہ ورثاء میں حسبِ حصص شرعیہ تقسیم کردیا جاوے۔ کیا یہ فتویٰ صحیح ہے، کیا بیوہ اپنے حصہ کے علاوہ نفقہ لینے کی حقدار ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداًومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں مدتِ حمل کا نفقہ مجموعہ ترکہ میں سے بیوہ کو لینے کا شرعاً صحیح قول کی بناء پر حق حاصل نہیں، نہ وہ مدتِ رضاعت کے نفقہ کی مستحق ہے۔ نیز مدتِ تربیت دوسال کے نفقہ کا مطالبہ نہیں کرسکتی، البتہ اپنا مہر لے سکتی ہے، بشرطیکہ معاف نہ کیا ہو اور عبدالرشید مرحوم نے ادا بھی نہ کیا ہو۔ اس کے بعد تمام ترکہ جملہ ورثاء پر حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگا اور بیوی کو اس میں سے آٹھواں حصہ ملے گا اور لڑکی کے مرنے کے بعد اس کا حصہ ورثاء پر تقسیم ہوگا، اس میں سے بیوہ کو بھی شرعاً حصہ ملے گا:

"سئل في من توفي وزوجته حاملٌ، فهل لها نفقة في مال الزوج أم لا؟ أجاب: اختلف المشايخ فيما إذا كانت حاملاً، قال بعضهم: نفقتها في جميع المال، وقال بعضهم: لانفقة لها في مال الزوج، وهو الصحيح، كذا في الخلاصة"(١) عمدة أرباب الفتاوى ص: ٥٤٧(٢)۔

"وإن كان الأب قد مات وترك أموالاً، وترك أولاداً صغاراً، كانت نفقة الأولاد من أنصبائهم. وكذا كل من يكون وارثاً، فنفقته في نصيبه. وكذلك امرأة الميت يكون نفقتها في حصتها من الميراث، حاملاً كانت أو حائلاً". عالمگیری: ۱۵۱/۲، مطبوعہ رحیمیہ(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۶/۱۱/۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ ذیقعدہ، ۵۶ھ۔



(١) (خلاصة الفتاوىٰ: ٥٨/٢، كتاب النكاح، الفصل التاسع عشر في النفقات امجد اكيڈمی لاهور)

(٢) لم أجده

(٣) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٥٦٤/١، باب النفقات، الفصل الرابع في نفقة الأولاد، رشيديه)

(وكذا في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية: ٧٦/١، باب النفقة ومطالبه، مطلبٌ: إذا مات عن أم ولده الحامل، مكتبه ميمنيه مصر)

(وكذا في الفتاوىٰ الكاملية، ص: ٣٨، باب النفقة، مطلب: لانفقة للمتوفى عنها زوجها، مكتبه حقانيه پشاور)

الفصل التاسع في العصبات وذوی الأرحام وتوريث الحمل

(عصبات، ذوی الارحام اور توریثِ حمل کا بیان)

عصبات کی انتہا کیا دادا کے چچا تک ہے؟

سوال [۹۸۳۰]: وراثت میں عصبہ کہاں تک ہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو داد کے چچا تک ختم کرتے ہیں (۱)، اس کے بعد ذوی الارحام کی طرف وراثت منتقل ہو جائے گی۔ اور حضرت میاں اصغر حسین صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ إلی آخرہ تک عصبہ کو لکھتے ہیں (۲)۔ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ظاہراً درست معلوم ہوتی ہے کہ اگر إلی آخرہ عصبہ کو مانا جائے تو ذوی الارحام کو نمبر ہی نہیں آ سکتا ہے۔ آپ برائے مہربانی مع حوالہ کتب اس کو تحریر فرماویں کہ ان دونوں روایتوں میں سے فتویٰ کس پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے سے رجوع فرما لیا تھا (۳)۔ صحیح وہی ہے جس کو

---

(۱) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے: ''تمام کتبِ فرائض وفقہ کی تصریح کے موافق کل عصبات یہ ہیں: ''ابن، ثم ابن الابن وإن سفل، أب، جد صحيح وإن علا، حتى إلى آدم عليه السلام، جزء الأب وإن سفل، جزء الجد يعنى عم، ثم ابنه وإن سفل، عم الأب، ثم ابنه وإن سفل، عم الجد، ثم ابنه وإن سفل''۔

پس اس پر عصبات ختم ہو گئے، اور مفہومِ تصانیف حسبِ تصریحِ علماء حجت ہے، معلوم ہوا کہ اس سے آگے عصبات نہیں''۔ (إمداد الفتاوی: ۴/۳۴۳، کتاب الفرائض، منتهي شدن عصوبت بأولاد عم الجد، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۲) حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ''درجۂ دوم کے عصبات کا بیان یہاں ختم کر دیا گیا، اسی طرح پانچویں، چھٹی پشت تک لکڑ دادا اور پکڑ دادا تک اور پھر اس سے اوپر تک سلسلہ چل سکتا ہے، جب تک ان میں سے کوئی بھی موجود ہوگا، خواہ کتنی ہی دور کی پشت کا ہو''۔ (قانونِ وراثت، مفید الوارثین، ص: ۱۸۵، پانچواں باب: عصبات کا بیان، سعید)

(۳) امداد الفتاویٰ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: ''اس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع فرمایا تھا''۔ (امداد الفتاوی: =

مولانا اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔ الجامع الوجیز میں اس کی تصریح ہے(۱)۔ جس وقت کسی عصبہ کی تحقیق نہ ہوتو ذوی الارحام کوترکہ ملے گا (اگر آپ اپنی تحریر میں کتاب کا حوالہ دیتے اور عبارات نقل کرتے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کن کتب میں عبارات لکھی ہیں، تو میں بھی جواب میں عبارات نقل کردیتا، تاہم میں نے جامع وجیز کا حوالہ دیا ہے)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عصوبت کہاں ختم ہوتی ہے؟

سوال [۱۹۸۳]: امداد الفتاویٰ جلد سوم ص: ۱۱۸، ۱۱۹، میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ ''اولادعم الجد پرعصوبت ختم ہوجاتی ہے''(۲)، یعنی أولاد عم أب الجد بطورِ عصوبت وارث نہ ہوں

= ۴/۳۴۴، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۱) واضح رہے کہ ''الجامع الوجیز'' سے مراد ''فتاویٰ بزازیہ'' ہے:

''ثم عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابن عم لأب وأم، ثم ابن عم الأب لأب، وكذا بنوهما وإن سفلوا، وهكذا عمومة الأجداد وإن علوا، وأولادهم الذُّكران وإن سفلوا''. (البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۲، كتاب الفرائض، الفصل الثاني في العصبات المحضة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۸۳، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۸۲، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) امداد الفتاویٰ کی پوری عبارت اس طرح ہے:

سوال: ''شرع محمدی کا مسئلہ یہ ہے کہ جب عصبہ نہ ہو.........توذوی الأرحام وارث ہوتے ہیں، لیکن یہ امر ناممکن ہے کہ کسی متوفی کا کوئی عصبہ نہ ہو، اگر آدم علیہ السلام کا رشتہ لگایا جاوے، مثلاً: ایک علوی یا صدیقی وغیرہ کا انتقال ہو، ایک غاصب نے متوفی کی جائیداد پر قبضہ کرلیا تب ذوی الأرحام نے دعویٰ متروکہ کا کیا، غاصب یہ کہتا ہے کہ تم اس وقت وارث ہوسکتے ہو کہ جب عصبہ نہ ہو، علوی، اور صدیقی کے بہت سے خاندان دنیا پر موجود ہیں، جب تک وہ موجود ہیں تم بحیثیت ذوی الأرحام کے وارث نہیں ہوسکتے ہو۔ تو ایسی حالت میں ذوی الأرحام کو عصبہ کا عدم کس طرح ثابت کرنا چاہیے؟ یہ ظاہر ہے کہ عصبہ کا عدم ثابت کرنا قریب قریب محال ہے، تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ذوی الارحام متوفی کے متروکہ کا کبھی وارث نہ ہو۔ یہ بات اگر چہ =

گے۔ بعدہ ملحقاتِ تتمہ اُولیٰ، امداد الفتاویٰ، ص: ۳۲۸، میں حضرت نے عام اطلاع دی ہے کہ: ''میرے اس فتویٰ پر وثوق نہ کریں، میں از سرِ نو تحقیق کر رہا ہوں، دیگر اہلِ علم بھی اس کی اپنے طور پر تحقیق کریں''(۱)۔

=خلافِ عقل ہے، لیکن اس کے لئے فقہ کی کسی مستند کتاب کی ضرورت ہے، عنایت فرما کے فقہ کی کتب کے حوالہ سے جواب تحریر فرما کر ممنون فرمایئے''۔

جواب: ''اس غاصب کے استدلال باطل کا یہی جواب کافی ہے کہ شریعت نے ذوی الأرحام کو بھی وارث بنایا ہے، ورنہ اگر عصبہ میں اس قدر تعمیم ہوتی تو ذوی الأرحام کے وارث ہونے کے کوئی معنی ہی نہ ہوں گے، اس کو خود شریعت باطل کر رہی ہے، اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی۔ اور جو ائمہ توریثِ ذوی الأرحام کے قائل نہیں ہیں، انہوں نے بھی کبھی یہ دلیل بیان نہیں کی، اور اس کے بعد مستحقین کو میراث دلائی، حتیٰ کہ اخیر میں بیت المال مستحق قرار پایا۔ تو یہ سب احکام جو نصاً واجماعاً ثابت ہیں سب باطل ہو جاویں گے، اور نص اور اجماع کا ابطال باطل ہے، اور جو دعویٰ مستلزم امرِ باطل کو ہو وہ خود باطل ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ استدلال اور دعویٰ غاصب کا باطل ہے۔

تمام کتبِ فرائض وفقہ کی تصریح کے موافق عصبات یہ ہیں:

ابن، ثم ابن الابن وإن سفل، أب، جد صحيح وإن عَلا حتى إلى آدم عليه السلام، جزء الأب وإن سفل، جزء الجد يعني عم، ثم ابنه وإن سفل، عم الأب، ثم ابنه وإن سفل، وعم الجد ثم ابنه وإن سفل.

بس اس پر عصبات ختم ہو گئے، اور مفہومِ تصانیف حسب تصریح علماء حجت ہے، معلوم ہوا کہ اس سے آگے عصبات نہیں ہے۔ اور مرتبۂ ثالثہ میں جد کے عموم ''وإن عَلا'' سے دوسرے مراتب میں عموم لازم نہیں، بلکہ عدمِ عموم اس لئے لازم ہے کہ عموم کی صورت میں جزء الجد کے بعد کوئی مرتبہ نہ نکلنا چاہیے، کیونکہ عم الأب اور عم بھی کسی مرتبہ کے جد کے تو جز ہی ہیں۔

اور بعض محشین نے جو جزء الجد میں جد کو عام کہہ دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض متون میں کل مراتب کو چار عنوان میں منحصر کر دیا ہے: ۱- جزء، ۲- اصل، ۳- جزء الأب، ۴- جزء الجد۔

اس پر شبہ عدمِ تناول عم الأب وعم الجد کا وارد ہوتا تھا، اس کے دفع کے لئے عام کہہ دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اس عموم سے مراد مطلق عموم نہیں، بلکہ عموم خاص ہے جو تناول عم الأب اور عم الجد پر منتہی ہو جاوے، جیسا شامی نے اس ایراد کو اسی طرح دفع کیا ہے، پس ثابت ہوا کہ دوسرے مراتب میں جد سے خاص اب الأب مراد ہے۔ پس جو شخص میت کے اب الأب کے عم کی اولاد سے بھی نہ ہو وہ عصبہ نہیں ہے، اور بہت ہی ظاہر ہے لیکن قدرے فہم درکار ہے''۔ (إمداد الفتاویٰ، عنوان: منتهی شدن عصوبت باولادِ عم الجد: ۴/ ۳۴۲، ۳۴۳، مکتبہ دار العلوم، کراچی)

(۱) حاشیہ امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ: ''اس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع فرمایا ہے، جس کی تفصیل کتاب میں درج =

اب گذارش یہ ہے کہ حضرت اس کے متعلق کیا فیصلہ کر گئے؟ اگر حضرت کا کوئی فیصلہ معلوم نہیں تو آنجناب اپنی تحقیق عمیق سے مطلع فرما کر ممنون فرماویں، حسنِ خاتمہ کی دعاء سے فراموش نہ فرماویں۔ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری رائے تو معلوم نہیں ہوسکی، مگر جامع وجیز یعنی فتاویٰ بزازیہ: ۴۵۶/۳، برحاشیہ عالمگیری، جلد:۶، سے معلوم ہوتا ہے کہ "أولاد عم أب الجد" بھی بطورِ عصوبت وارث ہوں گے:

"ثم عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابن عم الأب لأب وأم، ثم ابن عم الأب لأب، وهكذا عمومة الأجداد وإن علوا، وأولادهم الذكران وإن سفلوا، ثم مولى العتاقة، اهـ". (۱)۔ تتمہ إمداد الفتاوىٰ میرے پاس موجود نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

چوتھی پشت کا عصبہ بھی وارث ہے

سوال[۹۸۳۲]: اگر اہلِ اسلام فقیر قوم کی دختر موجود ہو اور شادی سے اپنے باپ کے شامل ہو اور متوفی کا حقیقی برادر و چچا و بھتیجا نہ ہو تو دختر کی موجودگی میں تیسری، چوتھی پشت کے جدول کا شرع کے بموجب کوئی حق ملتا ہے، ایسی صورت میں کہ جائیداد بزرگوں کی پیدا کردہ نہ ہو اور متوفی یا والد متوفی نے خود پیدا کی ہو۔

= ہونے سے رہ گئی ہے"۔ (امداد الفتاویٰ: ۳۴۴/۴)

(۱) (البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۵۶/۶، كتاب الفرائض، الفصل الثاني: العصبات المحضة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۸۳/۹، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۵۰۵/۴، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۴۸۷/۷، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

تیسری یا چوتھی پشت کے عصبات کو بھی حق پہنچتا ہے اگر چہ جائیداد ان کے بزرگوں کی پیدا کردہ نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۴/۶۰ھ۔

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۴/۶۰ھ۔

عینی مقدم ہے علاتی پر

سوال[۹۸۳۳]: آسمان خان نے انتقال کیا اور ایک لڑکا حمید خان اور دو زوجہ وارث چھوڑے: خدیجہ وافسوں۔ پھر حمید خاں فوت ہوا۔ ماں افسوں بی بی اور عم الأب لأب تین چھوڑے: قلمدار خاں، علمدار خاں، اعلمدار خاں۔ اور ابن عم الأب لأب وأم تین چھوڑے: ظلمات خاں، رحیم خاں، عبد القادر خاں۔

اس میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ عم الأب لأب میراث کا مستحق ہے یا ابن عم الأب لأب وأم مستحق ہے؟ لیکن مبسوط کی عبارت سے معلوم ہوا کہ استحقاق میراث میں عم الأب لأب ہی مقدم ہے:

"کذا فی ضیاء السراج، وکذا الحال فی أبناء هولاء الأصناف. قال فی المبسوط فی بیان الأعمام وأبنائهم: "ثم العم لأب وأم، ثم العم لأب، ثم ابن العم لأب وأم، ثم ابن العم لأب، ثم عم الأب لأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابن عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم الجد. انتهی". مبسوط: ۲۹/۱۷٤ (۲)۔ چونکہ علماء کا اس میں اختلاف ہے، لہذا بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل۔

---

(۱) "ثم عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابن عم الأب لأب وأم، ثم ابن عم الأب لأب، وكذا بنوهما وإن سفلوا، وهكذا عمومة الأجداد وإن علوا، وأولادهم الذكران وإن سفلوا". (البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۶، كتاب الفرائض، الفصل الثانی فی العصبات المحضة، رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق: ۹/۳۸۳، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ۷/۴۸۷، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) (المبسوط للسرخسی: ۲۹/۱۹۳، كتاب الفرائض، باب أصحاب المواريث، غفاريه كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلياً:

صورتِ مسئولہ میں عم الأب لأب کوتقدم ہے ابن عم الأب لأب وأم سے۔ ذوالقرابتین کو ذوالقرابة الواحدة پرتقدم اس وقت ہوتا ہے جب کہ درجہ میں مساوی ہوں، ورنہ جس کا درجہ اعلیٰ ہوگا وہ مقدم ہوگا:

"وبعد ترجيحهم بقرب الدرجة يرجحون عند التفاوت بأبوين وأب -كما مرّ- بقوة القرابة، فمن كان لأبوين من العصبات ولو أنثى -كالشقيقة مع البنت تُقدم على الأخ لأب- مقدّم على من كان لأب، لقوله صلى الله عليه وسلم: "إن أعيان بني الأم يتوارثون دون بني العلات". والحاصل أنه عند الاستواء في الدرجة يقدّم ذوالقرابتين، وعند التفاوت فيها يقدّم الأعلى، اهـ". درمختار علی ہامش ردالمحتار: ۵/۶۷۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ رمضان المبارک/ ۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ رمضان/ ۶۲ھ۔

علاتی بھتیجا، عینی کی موجودگی میں وارث نہیں

سوال[۴۹۸۳]: مسمی زید نے دو بھتیجے عینی اور ایک بھتیجا علاتی چھوڑا۔ اب اس کی جملہ جائیداد کے وارث ازروئے شرع شریف بھتیجے عینی ہیں، یا کہ علاتی بھتیجا وارث ہے؟

المستفتی: عبداللطیف، ضلع جہلم، معرفت نصیر احمد، متعلم مدرسہ ہذا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بشرطِ صحتِ سوال وعدمِ موانعِ ارث بعد تجہیز وتکفین وادائے دینِ میت از کل مال، وتنفیذِ وصیت وغیرہ

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۷۷۵، کتاب الفرائض، فصل في العصبات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۵۱، كتاب الفرائض، باب العصبات، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۸۳، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۵۶، كتاب الفرائض، الفصل الثاني في العصبات المحضة، رشيديه)

از ثلث مال(۱)۔صورتِ مسئولہ میں زید کا ترکہ اس کے دونوں عینی بھتیجوں کو ملے گا،علاتی بھتیجا اس صورت میں وارث نہیں ہوگا:

"ثم یرجحون بقوة القرابة، أعنی به أن ذا القرابتین أولیٰ من ذی قرابة واحدة، ذکراً کان أو أنثی، لقوله علیه السلام: "إن أعیان بنی الأم یتوارثون دون بنی العلات". کالأخ لأب وأم، أو الأخت لأب وأم إذا صارت عصبةً مع البنت أولی من الأخ لأب والأخت لأب، وابن الأخ لأب وأم أولی من ابن الأخ لأب، اهـ". سراجی، ص: ۱٦ (۲)۔ فقط۔واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۳/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف، ۱۰/ ربیع الاول/ ۶۳ھ۔

عینی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی کو کچھ نہیں ملتا

سوال[۵۹۸۳]: ایک شخص فوت ہوجاتا ہے اور مندرجہ ذیل ورثہ چھوڑتا ہے،اس کی میراث کس

---

(۱) "یبدأ من ترکه المیت الخالیة عن حق الغیر بتجهیزه -یعم التکفین- ثم تقدم دیونه التی لها مطالب من جهة العباد، ثم وصیته من ثلث مابقی، ثم یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثته". (الدرالمختار: ۶/ ۷٦۳، کتاب الفرائض، سعید)

"تتعلق بترکة المیت حقوق أربعة مرتبة: الأولیٰ یبدأ بتکفینه، ثم تقضیٰ دیونه من جمیع مابقی من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعد الدین، ثم یقسم بین ورثته". (السراجی، ص: ۳، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/ ۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) (السراجی، ص: ۱۳، سعید)

"ویرجحون بقوة القرابة، فمن کان لأبوین من العصبات مقدمٌ علیٰ من کان لأب، لقوله صلی الله علیه وسلم: "إن أعیان بنی الأم یتوارثون دون بنی العلات". (الدرالمختار: ۶/ ۷۷۵، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۴/ ۵۰٦، کتاب الفرائض، غفاریه، کوئته)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/ ۵۲۲، ۵۲۳، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، مکتبه حقانیه، پشاور)

طرح تقسیم کی جائے: دو برادر حقیقی، دو برادر علاتی، ایک ہمشیرہ حقیقی، ایک ہمشیرہ علاتی۔

م

اُخ عینی	اُخ عینی	اُخ علاتی	اخ علاتی	اُخت عینی	اُخت علاتی

بینوا توجروا۔

مسکین علی احمد غفر اللہ لہ، اسکندری، ۱۳/ شوال/ ۱۳۶۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعد ادائے حقوقِ متقدمہ علی الارث کل پانچ سہام ہوں گے: دو دو ہر دو حقیقی بھائیوں کو ملیں گے(۱)، ایک سہم حقیقی بہن کو ملے گا، علاتی بھائی بہن محروم رہیں گے، لقولہ علیہ السلام: "إن أعیان بنی الأم یتوارثون دون بنی العلات، اھ". سراجی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ شوال/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ ۱۰/ ۱۳۶۷ھ۔

---

(۱) واضح رہے کہ بھائی بہن ملکر دونوں عصبہ بن جاتے ہیں تو بقاعدۂ "للذکر مثل حظ الأنثیین" کے دو دو حصے ہر ایک بھائی کو، اور ایک حصہ بہن کو ملے گا:

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿یوصیکم اللہ فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

"اذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فیکون للابن مثل حظ الأنثیین". (تبیین الحقائق: ۷/۴۸۰، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۶/۴۴۸، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) (السراجی، ص: ۱۳، ۱۴، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۷۷۵، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۴/۵۰۲، کتاب الفرائض، غفاریہ، کوئٹہ، ودار الکتب العلمیۃ بیروت) =

علاتی بہن اور چچازاد بھائی کے درمیان تقسیمِ ترکہ

سوال[۹۸۳۶] زید وفات پاتا ہے اور پسماندگان میں سے ایک اپنی سوتیلی ماں کی لڑکی ہے (علاتی بہن) اور دو چچازاد بھائی چھوڑتا ہے اور بس۔ اس کے ترکہ کو۔منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔کس طرح اور کن کن پر تقسیم کیا جائے گا؟

السائل محمد عزیز،علی گڈھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۲، تصـــ ۴ زید

علاتی بہن	چچازاد بھائی		چچازاد بھائی
$\frac{1}{2}$	۱	$\frac{1}{2}$	۱

بشرطِ صحتِ سوال وعدمِ موانعِ ارث بعد تجہیز وتکفین واداۓ دینِ میت ازکل مال،وتنفیذِ وصیت وغیرہ ازثلثِ مال(۱) زید کا کل ترکہ چار سہام قرار دیکر حسبِ نقشۂ بالا ورثہ پر تقسیم ہوگا،یعنی علاتی بہن کو دو،ہر دو چچازاد بھائیوں کو ایک ایک(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۱/ ربیع الاول۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ،مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح:عبد اللطیف،مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۱/ ربیع الاول/ ۵۸ھ۔

= "عن علي أنه قال: إنكم تقرأون هذه الآية ﴿من بعد وصيّة توصون بها أو دين﴾ وأن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قضى بالدين قبل الوصية، وأن أعيان بني الأم يرثون دون بني العلات، الرجل يرث أخاه لأبيه وأمه دون أخيه لأبيه". (جامع الترمذي، أبواب الفرائض، باب ماجاء في ميراث الإخوة من الأب والأم: ۲/ ۲۹، سعيد)

(۱) "يبدأ بتكفينه وتجهيزه .... ثم تقضىٰ ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجية، ص: ۳، سعيد) ....=

بھتیجوں اور بھانجیوں میں ترکہ کی تقسیم

سوال[۷۹۸۳]: اگر کوئی شخص فوت ہوجائے اور تین حقیقی بھتیجیاں اور تین حقیقی بھانجیاں چھوڑے تو مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

م مسئلہ ۳، تصــ۹

تین حقیقی بھتیجیاں	تین حقیقی بھانجیاں
۲/۶	۱/۳

یہ سب ورثاء ذوی الارحام کی صنفِ ثالث کے ہیں، اولاً اصول پر تقسیم کرکے پھر ان کا حصہ ان کے فروع کو دیا جائے گا۔ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے(۱)۔ اور پھر مسائل ذوی الارحام میں ان کے قول پر

= (وكذا في الدرالمختار: ۷۵۹/۶، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۶۵/۹، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن كن نساءً فوق اثنتين، فلهن ثلثا ماترک، وإن كانت واحدةً فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"السادسة: الأخوات لأب .... فللواحدة النصف، وللأكثر الثلثان عند عدم الأخوات لأب وأم". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۵۰/۶، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، رشيديه)

(وكذا في السراجية، ص: ۱۰، فصل في النساء، سعيد)

(۱) "وأما إذا اختلف الفروع والأصول، اعتبر محمد رحمة الله عليه في ذلک الأصول، وقسم عليهم أثلاثاً، وأعطى كلاً من الفروع نصيب أصله، وهما اعتبرا الفروع فقط، لكن قول محمد رحمة الله عليه أشهر الروايتين عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ في جميع ذوي الأرحام، وعليه الفتوىٰ". (الدرالمختار مع رد المحتار: ۷۹۷/۶، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام، سعيد)

(وكذا في السراجي، ص: ۴۷، ۴۸، باب ذوي الأرحام، فصل في الصنف الثالث، سعيد) =

فتویٰ ہے، کما فی شرح عقود رسم المفتی(۱)۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ظاہر قول یہی ہے، کما فی الشریفیہ، ص: ۱۲۵(۲)۔ لہذا کل نو سہام بنا کر دو دو سہام تینوں حقیقی بھتیجیوں کو ملیں گے، ایک ایک سہام تینوں حقیقی بھانجیوں کو ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۱۳۸۸ھ۔

دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم میراث

سوال[۸۹۸۳]: زید کی پہلی بیوی سے دو لڑکے اور ایک لڑکی، دوسری بیوی سے صرف ایک لڑکا ہے۔ بتلایئے کہ باپ کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صرف یہی وارث ہیں تو کل سات سہام (حصے) بنا کر دو دو سہام (حصے) تینوں لڑکوں کو ملیں گے ایک (حصہ) لڑکی کو ملے گا(۳)۔ دین، مہر وغیرہ ادا کرنا تقسیم میراث سے پہلے ضروری ہے(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۵۸۰/۲، كتاب الفرائض، فصل في ذوي الأرحام، مكتبه حقانيه، پشاور)

(۱) "الثالث مافي متن الملتقىٰ وغيره في مسئلة القسمة على ذوي الأرحام: وبقول محمد يفتى. قال في سكب الأنهر: أي في جميع توريث ذوي الأرحام، وهو أشهر الروايتين عن الإمام أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، وبه يفتى، قاله الشيخ .... وقال في الكافي: وقول محمد أشهر الروايتين عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ في جميع ذوي الأرحام، وعليه الفتوىٰ". (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۸۰، مير محمد كتب خانه كراچی)

(۲) "وقول محمد أشهر الروايتين عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ في جميع أحكام ذوي الأرحام، وعليه الفتوىٰ". (الشريفية، ص: ۱۰۷، باب ذوي الأرحام، سعيد)

(۳) لڑکے اور لڑکیاں دونوں ملکر عصبہ بن جاتے ہیں اور ورثہ میں اگر صرف عصبہ ہو تو کل جائیداد انہی کو ملے گا:

قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿وإن كانوا إخوةً رجالاً ونساءً، فللذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

"إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون لابن مثل حظ الأنثيين". (تبيين الحقائق: ۴۸۰/۷، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۴۸/۶، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، رشيديه)

(۴) "ثم تقدم ديونه التي لها مُطالبٌ من جهة العباد، ثم وصيته من ثلث مابقي، ثم يقسم الباقي بعد ذلك =

دو بیویوں کی اولاد میں تقسیمِ ترکہ

سوال[۹۸۳۹] : زید کی سب سے پہلی بیوی جوتھی اس سے ایک لڑکا ہے، زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا، زید نے اس کے بعد دوسری بیوی کی، اس بیوی سے دولڑکیاں باقی تھیں۔ زید کا جب انتقال ہوا تو اس بیوی سے لڑکا پیٹ میں تھا، زید کے مرنے کے بعد چھ ماہ بعد یہ لڑکا پیدا ہوا، دولڑکیاں اور لڑکا ہوگیا۔ لڑکیاں جوتھیں وہ اپنی والدہ ہی کے سامنے انتقال فرما گئیں تھیں۔ زید کا جس وقت انتقال ہوا تو وہ آدھا مکان چھوڑ کر مر گئے تھے، جس وقت یہ دوسری بیوی کا لڑکا ہوشیار ہوگیا۔

جو تہائی مکان جو اس کو ملا تھا، دونوں لڑکوں نے آپس میں تقسیم کر کے چوتھائی، چوتھائی کرلیا تھا۔ دوسری بیوی کے لڑکے نے مبلغ پانچسو روپیہ فروخت کر دیا تھا، اب وہ دوسری بیوی کا لڑکا اپنی والدہ کا آٹھواں حصہ اور اپنی دونوں بہنوں کا حصہ مانگتا ہے۔ تو اب التماس ہے کہ پہلی بیوی کا جو لڑکا ہے اس کو بھی حق پہنچتا ہے یا نہیں بہنوں کے حصہ میں سے کیوں دولڑکیاں جوتھیں وہ بھی ایک ہی باپ سے تھیں؟

زید کی دوسری بیوی سے جو لڑکا ہے وہ پہلی بیوی کے لڑکے سے اپنی بہنوں اور والدہ کا حصہ مانگتا ہے، اپنا مکان کا تہائی اس نے فروخت کر دیا تھا، اب پہلی بیوی کا جو لڑکا ہے اس کے حصہ میں سے اپنی والدہ اور بہنوں کا حصہ مانگتا ہے تو بہنوں اور والدہ کے حصہ میں سے پہلی بیوی کے لڑکے کو ان کے حصہ میں سے کچھ پہنچے یا نہیں؟

محبوب الرحمٰن، محلہ ٹولی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک بیوی کو اور اس کی اولاد کو دوسری بیوی کے حصہ سے اور دوسری بیوی کی اولاد کے حصہ سے کچھ نہیں ملے گا، لہذا دوسری بیوی کی لڑکیوں کے حصہ میں پہلی بیوی کے لڑکے ....اسی طرح دوسری بیوی کے لڑکے کو

= بین ورثته". (الدرالمختار: ۶/۷۶۱، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في البحرالرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۷۲، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمية بيروت)

ان بہنوں اور ماں کے حصہ کے مطالبہ کا پہلی بیوی کے لڑکے کے حصہ میں سے کوئی حق نہیں (۱)۔ البتہ باپ جمیع ترکہ میں سے اپنی بہنوں اور ماں کا حصہ اور مہر (بشرطیکہ مہر کی ادائیگی یا معافی نہ ہوئی ہو) کے مطالبہ کی حقدار ہے، اسی طرح پہلی بیوی کا لڑکا بھی جمیع ترکہ میں سے اپنی ماں کا مہر-بشرطیکہ مہر کی ادائیگی یا معافی نہ ہوئی ہو- وصول کرسکتا ہے(۲) اور جس قدر حصہ ماں کے ترکہ اور بہنوں کے ترکہ سے دوسری بیوی کے لڑکے کو پہنچے اس کو فروخت کرسکتا ہے(۳)۔

مسئلہ ۸، تصـــ ۴۸

زوجہ اولیٰ	زوجہ ثانیہ	ابن زوجہ اولیٰ	ابن زوجہ ثانیہ	بنت	بنت
	$\frac{1}{6}$	۱۴	۱۴	۷	۷

کأن لم تکن؛
لانها ماتت قبله

(۱) چونکہ اسباب ارث میں کوئی سبب نہیں پایا جارہا ہے، اس وجہ سے استحقاق نہیں: "ويستحق الإرث برحم ونكاح وولاء". (الدرالمختار: ۶/ ۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۴۷، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۵۳، كتاب الفرائض، الفصل الأول، رشيديه)

(۲) "المرأة يأخذ مهرها من التركة من غير رضى الورثة". (خلاصة الفتاوىٰ: ۴/ ۴۲۱، كتاب الوصايا، الفصل السابع في الدعوىٰ والشهادة، رشيديه)

(۳) اس صورت میں لڑکا عصبہ ہے اور ذوی الفروض کے بعد باقی تمام ترکہ عصبہ کو ملے گا:

"العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر". (تبيين الحقائق: ۷/ ۴۸۵، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

کل ترکہ حسبِ نقشۂ مسطورہ تقسیم کیا جاوے۔ دوسری بیوی اور اس کی لڑکیوں کے ترکہ کی تقسیم پورے ورثہ معلوم ہونے پر لکھی جاسکتی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود غفرلہ۔

سوال متعلق استفتاء بالا

سوال[۹۸۴۰]: جس وقت زید کا انتقال ہوا تھا تو جو دوسری بیوی تھی وہ زندہ تھی، اس وقت اس بیوی کے پاس دونوں بیویوں کا زیور اور برتن وغیرہ ہا ہے تو یہ سامان سب اس بیوی کے والدین کے یہاں رہے، بعد میں اس دوسری بیوی کا انتقال ہوگیا تو وہ سب سامان اس کے والدین کے پاس رہا۔ جب لڑکا ہوشیار ہوگیا تو اس کے ماموں نے سب سامان لڑکے کو دیدیا اور لڑکے کی شادی ہوئی تو سب زیور لڑکے کی بیوی کو چڑھا دیا اور برتن وغیرہ اس کے قبضہ میں دیدیئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک باپ کے دو لڑکے ہیں، زیور وغیرہ میں دونوں کا حق ہے یا ایک کا؟

سائل بالا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو زیور وغیرہ پہلی بیوی کی ملک ہے، اس میں دوسری بیوی اور دوسری بیوی کی اولاد کا کوئی حق نہیں(۲)،

---

(۱) نقشۂ مذکورہ کے مطابق تمام اہلِ سہام کے حصص کی عبارات بالترتیب ذکر کی جاتی ہیں: زوجۂ اولیٰ کو میراث اس وجہ سے نہیں ملے گا کہ میراث زندہ کو ورثہ کو ملے گا، نہ کہ فوت شدہ کو:

"وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقةً أو حكماً، ووجود وارثه عند موته حياً، والعلم بجهة الإرث". (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۷۵۸/۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴۹۴/۴، غفاريه كوئٹه)

زوجۂ ثانیہ چونکہ مرحوم کے مرنے کے بعد زندہ تھی لہٰذا مرحوم کے ترکہ میں ثمن (آٹھویں حصے) کی مستحق ہوگی:

قال الله تعالىٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾ (سورة النساء: ۱۲)

بیٹے اور بیٹیاں چونکہ عصبہ ہیں تو بقاعدہ "للذكر مثل حظ الأنثيين" کے تقسیم ہوگی۔

قال الله تعالىٰ: ﴿وإن كانوا إخوةً رجالاً ونساءً، فللذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

(۲) استحقاقِ ارث کے اسباب ثلاثہ میں سے کوئی سبب نہ پائے جانے کی وجہ سے غیر مستحق ہے، "ويستحق الإرث برحم =

وہ تمام پہلی بیوی کے لڑکے کا ہے (بشرطیکہ کوئی اَور شرعی وارث نہ ہو)(۱)۔اور جو سامان زید کا ہے، اس کی تقسیم کی صورت جواب نمبر:۱، میں بیان کردی گئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۷/۶/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ جمادی الثانیہ/۱۳۵۴ھ۔

عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کی وراثت

سوال[۱۹۸۴]: ایک شخص غلام حیدر خاں تھے، ان سے دولڑکے پیدا ہوئے۔غلام قادر خاں کے ایک پسر غلام حضرت خاں، وغلام دستگیر خاں کے دولڑکے: غلام فرید خاں وعبدالوہاب خاں۔عبدالوہاب خاں کے پسر محمد رفیق خاں جولاولد فوت ہوئے۔غلام فرید خاں کے دولڑکے: عبدالرشید خاں وعبدالوحید خاں ومسماۃ عزیز بیگم۔عزیز بیگم کی ایک لڑکی سلطان جہاں ہوئی۔سب فوت ہوگئے، صرف سلطان جہاں حیات ہیں۔

سب سے آخر میں عبدالوحید خاں کا انتقال ہوا ہے، ان کے ترکہ کے متعلق علماء سے فتویٰ لیا گیا، تو علمائے ٹونک نے سلطان جہاں کو ذوی الارحام میں سے مان کر عبدالوحید خاں کا ترکہ یوں تقسیم کیا ہے کہ:

> ''عبدالوحید خاں کی دو بیوہ گاں کو ایک چہارم دے کر باقی میں چوتھائی، یا یوں کہا جائے کہ بیوہ گاں کو ۴/ دیگر باقی ۱۲/ بھانجی سلطان جہاں کو۔تجمل حسین خاں عصبہ نہیں ہیں، ان کا کچھ حق نہیں ہے''۔

اور علمائے بھوپال نے یہ فتویٰ دیا کہ:

= ونكاح وولاء". (الدرالمختار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۵۳، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۱) اس لئے کہ بیٹا عصبہ ہے اور عصبہ ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل مال کا مستحق ہوگا:

اس صورت میں لڑکا عصبہ ہے اور ذوی الفروض کے بعد باقی تمام ترکہ عصبہ کو ملے گا:

"العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر". (تبيين الحقائق: ۷/۴۸۵، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

''تجمل حسین خاں عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام مسماۃ سلطان جہاں کا کوئی
حق نہیں ہے۔۴/ بیوگاں کا نکال کر باقی ۱۲/ تجمل حسین کو ملے گا''۔

میں حیران ہوں کہ یہ کیا بات ہے، کس کو صحیح مان کر عمل کیا جائے؟ براہ عنایت ان دونوں فتاویٰ کے اختلاف کا باعث اور ان میں کسی ایک کے صحیح ہونے اور دوسرے کے غلط ہونے کی وجوہ ودلائل تحریر فرما کر مجھ کو ممنون ومشکور فرماویں اور اللہ تعالیٰ سے اجرِ عظیم حاصل فرمائیں۔ بینوا توجروا، یکم جنوری/ ۴۸ء۔

نوٹ: غلام حیدر خاں کے انتقال کو یک صد برس سے زائد عرصہ گذر چکا ہے، ان کا انتقال ۱۲۵۱ھ میں ہوا ہے۔ اور عبدالوحید خاں نے اپنے بھائی عبدالرشید خاں کی وفات پر ان کے ترکہ کے متعلق عدالت میں یہ بیان دیا ہے کہ میرے بھائی عبدالرشید خاں کا وارث سوا میری اور میری بھانجی سلطان جہاں کے اُور کوئی نہیں ہے۔

حمر خاں، مقام مالوسنٹرل، انڈیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ تھا کہ وہ فتاویٰ بھی ہمراہ بھیجے جاتے جن میں اختلاف ہوا، تاکہ فریقین کے بیان کردہ دلائل میں بھی غور کرنے کا موقع ملتا۔ سراجی میں اگرچہ "فرع أجداده" نہیں فرمایا، لیکن دوسری جگہ اس کی تصریح موجود ہے، چنانچہ امام کردری نے جامع وجیز میں ترتیب عصبات کے ذیل میں لکھا ہے:

"ثم عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابن عم الأب لأب وأم، ثم ابن العم لأب، وهكذا بنوهما وإن سفلوا، وهكذا عمومة الأجداد وإن علوا، وأولادهم الذُّكران وإن سفلوا، اهـ". فتاویٰ بزازیہ: ۳/۴۵٦(۱)۔

یہ کتاب کسی ہندوستانی کی لکھی ہوئی نہیں، نہ یہ اردو میں ہے، نہ غیر معتبر ہے، بلکہ کشف الظنون میں

---

(۱) (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۶، كتاب الفرائض، الفصل الثانی فی العصبات المحضة، رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق: ۹/۳۸۳، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ۷/۴۸۷، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية، بيروت)

اس کے متعلق لکھا ہے:

"وذكر الأئمة أن عليه التحويل، قيل لأبي سعود المفتي: لِما لم تجمع المسائل المهمة ولم تؤلف فيها كتاباً؟ قال: إني أستحيي من صاحب البزازية مع وجود كتابه؛ لأنه مجموعة شريفة جامعة للمهمات كما ينبغي، اهـ" (۱)۔

رہا یہ اشکال کہ ایسے عموم کی حالت میں ذوی الارحام کی توریث کا مدار عدم علمِ عصبات پر ہے کہ بغیر تحقیق کسی کو عصبہ قرار دیکر وارث نہیں بنایا جاسکتا (۲)۔ بوضع المال فی بیت المال کی صورت میں جو اشکال عصبات کے متعلق ہے وہ ذوی الارحام کے متعلق بھی ہوگا، بلکہ اس سے زائد ہوگا، کیونکہ عصوبت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو مستثنیٰ کیا گیا ہے، مگر ذوی الارحام سے تو وہ بھی مستثنیٰ نہیں۔ پھر ایسی کونسی صورت نکل سکتی ہے کہ میت کے ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو، اور بیت المال کے حوالے اس کا ترکہ کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وأعلمہ وأتم وأحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

اگر اس بات کا شرعی ثبوت موجود ہے کہ عبدالوحید خاں کے دادا یا پردادا کی نسل میں کوئی مذکر موجود ہے، خواہ وہ کوئی ہو تجمل حسین ہو یا عمرو بکر، اس کو عبدالوحید خاں صاحب کے ترکہ سے حصہ ملے گا (۳)۔ ذوی

---

(۱) (كشف الظنون: ۱/۲۴۲ باب الباء، منشورات مكتبة المثنى بغداد العراق)

(۲) "رجل طلب الميراث وادعى أنه عم الميت، يشترط لصحة دعواه أن يفسّر، ويقول: هو عمه لأبيه وأمه، أو لأبيه، أو لأمه. ويشترط أن يقول: وهو وارثه ولاوارث غيره". (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية: ۲/۱۴، كتاب الدعوىٰ، مكتبه ميمنية مصر)

(وكذا في الدر المختار: ۵/۵۸۵، كتاب الدعوىٰ، باب دعوى النسب، سعيد)

(۳) "وإنما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه ولم يكن عصبة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۹، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الأرحام، رشيديه)

"وهو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة ولايرث مع ذي سهم ولا عصبة". (الدر المختار: ۶/۷۹۱، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۷، الفصل الثالث في ذوي الأرحام، رشيديه)

الارحام کوعصبہ کی موجودگی میں حصہ نہیں ملتا، اس کے ثبوت کیلئے مفتی محمود صاحب نے جوعبارات پیش کی ہیں وہ کافی ہیں، اوراس صورت میں تجمل حسین خاں کواگرعصبہ ہیں، یعنی عبدالوحید خاں کے سلسلہ نسب میں اوپر جاکر پردادا، یا اس سے اوپر کسی جگہ مل جاتے ہیں تو علاوہ ان کی زوجہ کے حصہ کے سب کے وہ بھی وارث ہوں گے(۱) بھانجی وارث نہ ہوگی (۲)۔ ہاں! اگر تجمل حسین کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو ان کوحصہ نہ ملے گا، بھانجی وارث ہوگی۔

جناب مولانا مفتی سرفراز احمد صاحب نے سراجی کے علاوہ دوسری کتابیں غالبًا اس وقت مطالعہ نہیں فرمائیں، اگر وہ اورکتابوں کا مطالعہ فرمائیں گے تو وہ بھی اپنی رائے سے رجوع فرمائیں گے۔ واللہ الهادی إلى صراط مستقيم(۳)۔ فقط واللہ اعلم

حررہ سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہرعلوم سہارنپور۱۰/ ربیع الاول/ ۱۳۶۸ھ۔

---

(۱) اس لئے کہ زوجہ ان ذوی الفروض میں سے ہے جن پر رد نہیں کیا جاسکتا یعنی ذوی الفروض سببیہ میں ہے جیسا کہ تمام فتاویٰ میں یہ قید موجود ہے، كما في الدر:

"ثم الرد على ذوى الفروض السببيه كالزوجين؛ لأن سبب الرد هو القرابة الباقية بعد أخذ الفرض، وقرابة الزوجية حكمية لاتبقى بعد أخذ الفرض، فلا رد لانتفاء سببه" (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۶۴، سعيد)

"ولايرث مع ذى سهم ولا عصبة سوى الزوجين، لعدم الرد عليهما". (الدرالمختار، كتاب الفرائض، باب توريث ذوى الأرحام: ۶/ ۷۹۱، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الفصل الثانى فى ذوى الأرحام: ۶/ ۴۵۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوى الأرحام: ۶/ ۴۵۹، رشيديه)

(۲) اس لئے کہ بھانجی ذوی الارحام میں سے ہے اورعصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے۔

(۳) سوال میں نفسِ مسئلہ پوچھا گیا ہے اورساتھ ہی دوفتوؤں میں تعارض بیان کیا گیا ہے، حضرت مفتی صاحبؒ نے ابتداءً فرمایا ہے کہ: "بہتر یہ تھا کہ وہ فتاویٰ بھی ہمراہ بھیجے جاتے جن میں اختلاف ہوا، تاکہ فریقین کے بیان کردہ دلائل میں بھی غور کا موقع ملتا"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مذکورہ سوال کے ساتھ مستفتی نے وہ دوفتاویٰ ساتھ نہیں بھیجے ہیں، لیکن مذکورہ بالا عبارت کے متصل ہی حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "سراجی میں اگرچہ "فرع أجداده" نہیں فرمایا، لیکن =

میراث ذوی الارحام

سوال[۹۸۴۲]: زید کا انتقال ہوا۔ چھوڑا حقیقی ماموں کے دولڑکے، عمر، بکراور حقیقی پھوپھی کے دو لڑکے: خالد، واقد، اور ایک لڑکی زبیدہ کو۔ پس ان پھوپھی زاد بھائی بہن پر زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ واضح ہو کہ دونوں ماموں زاد بھائی ایک ایک ماموں کے لڑکے ہیں اور پھوپھی زاد بھائی خالد وواقد ایک پھوپھی کے لڑکے ہیں اور زبیدہ دوسری پھوپھی کی لڑکی ہے، لیکن سب حقیقی ہی پھوپھی کی اولاد ہیں۔ جواب مدلل مع حوالہ کتاب عنایت ہو۔

مولوی محمد یاسین، مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور، اعظم گڑھ۔

= دوسری جگہ اس کی تصریح موجود ہے الخ"۔

اس کے بعد جامع وجیز (فتاویٰ بزازیہ) کی عبارت نقل کر کے فرمایا ہے: "یہ کتاب کسی ہندوستانی کی نہیں، نہ یہ اردو میں ہے، نہ غیر معتبر ہے بلکہ کشف الظنون میں اس سے متعلق لکھا ہے، الخ"۔ پھر کشف الظنون کی عبارت نقل فرمائی ہے۔ آگے جا کر اشکال نقل فرما کر جواب دیا ہے۔ اسی طرح حضرت مفتی سعید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت ہے، اور پھر آخر میں یہ فرمایا کہ: "جناب مولانا مفتی سرفراز احمد صاحب نے سراجی کے علاوہ دوسری کتاب غالباً اس وقت مطالعہ نہیں فرمائیں، اگر وہ اور کتابوں کا مطالعہ فرمائیں گے تو وہ بھی اپنی رائے سے رجوع فرمائیں گے"۔

تو ان دونوں حضرات (حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب اور مفتی سعید احمد صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ) کی مجموعی عبارات سے معلوم ہوا کہ سوال کے ساتھ سائل نے دونوں متعارض فتاویٰ بھی بھیجے ہیں۔

لہٰذا حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت اولیٰ اور عبارات آخرہ میں، اور حضرت مفتی سعید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری عبارت کا حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارتِ اولیٰ میں بظاہر تعارض ہے، یہی وجہ ہے کہ سوالِ مذکور کے اندر ان دونوں حضرات کی کی ہوئی وضاحتوں اور جوابی تفصیلی عبارات سے متعلق کوئی ایسی چیز نہیں جس کو دیکھ کر کہا جائے کہ ان حضرات کی وضاحتیں فلاں جملہ کے مقابلہ میں ہیں۔

لہٰذا کہا جائے گا کہ سائل نے پہلی مرتبہ سوالِ مذکور بھیجا، پھر حضرت مفتی صاحب نے جواب دیا، اس میں حضرتؒ کے جملۂ اولیٰ کو دیکھ کر سائل نے وہ دو فتاویٰ متعارضہ بھی بھیج دیئے، اس کے جواب میں حضرت مفتی صاحبؒ نے عبارتِ اولیٰ کے بعد والا جواب دیا ہے۔ لیکن شاید مرتبین حضرات سے تسامح ہوا کہ حضرتؒ کے جوابِ اول اور اس کے بعد فتاویٰ متعارضہ کو نقل نہیں کیا، اس جوابِ اول کا صرف ایک جملہ نقل کر کے جوابِ ثانی کو بغیر فتاویٰ متعارضہ کے نقل کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال وعلمہ اتم واحکم۔ (فضلِ مولیٰ بن فضل خالق المرحوم)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جملہ ورثاء ذوی الارحام کی صنفِ رابع کی اولاد ہیں اور قرب میں سب مساوی ہیں، مگر حیزِ قرابت مختلف ہے اور کوئی وَلدِ عصبہ نہیں۔ عمر اور بکر کی قرابت والدہ کی جانب سے ہے، لہذا اصل مسئلہ تین سے قرار دے کر دوثلث تو والد کے قرابت والوں یعنی پھوپھی زاد بھائی بہن بھائیوں کو ملے گا اور ایک ثلث والدہ کی قرابت والوں یعنی ماموں زاد بھائیوں کو ملے گا، اس کے بعد پھوپھی کی اولاد کو جو کچھ ملا تھا وہ ان کے درمیان "للذكر مثل حظ الأنثيين" تقسیم ہوجائے اور تمیں سے تصحیح ہوجائے۔

مسئلہ ۳، تصــــ ۳۰

ماموں کالڑکا	ماموں کالڑکا	پھوپھی کالڑکا	پھوپھی کالڑکا	پھوپھی کی لڑکی
عمر	بکر	خالد	واقد	زبیدہ
۵	۵	۸	۸	۴

"وإن اختلف حيز قرابتهم، فالثلثان لمن يدلي بقرابة الأب، فالثلث لمن يدلي بقرابة الأم، اهـــ". شـــامـــي: ٥/٧٠٥(١)، وهـــكـــذا فـــي السراجية، ص: ٥٤(٢)، والشريفية، ص: ١٣٣(٣)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ جمادی الاولی/ ۶۹ھ۔

(١) (ردالمحتار: ٦/٧٩٢، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام، سعيد)

(٢) "وإن استووا في القرب ولكن اختلف حيز قرابتهم .... لكن الثلثين لمن يدلي بقرابة الأب، فتعتبر فيهم قوة القرابة، ثم ولد العصبة. والثلث لمن يدلي بقرابة الأم، وتعتبر فيهم قوة القرابة".

(السراجية، ص: ٥٣، باب ذوي الأرحام، فصل في الصنف الرابع وفي أولادهم، سعيد)

(٣) (الشريفية شرح السراجية، ص: ١٢٠، باب ذوي الأرحام، فصل في الصنف الرابع وأولادهم، سعيد)

ذوی الارحام کا مسئلہ

سوال [۹۸۴۳] : زید کا انتقال ہو گیا ہے، وہ ایک بنت العم اور خال چھوڑ گیا ہے۔ ان دونوں میں سے ترکۂ زید کا وارث کون ہوگا؟ مع حوالہ کتب بیان فرمائیں۔

فضل الحق، کمرلائی، ۹/ شعبان/ ۶۲ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۵

خال	بنت العم
۱	۲

یہ دونوں وارث ذوی الارحام کی چوتھی قسم میں داخل ہیں اور ایک من جہۃ الاب ہے، دوسرا من جہۃ الام ہے۔ تقسیم کی صورت یہ ہے کہ دوثلث بنت العم کو ملے گا اور ایک ثلث خال کو(۱) بعد ادائے حقوقِ متقدمہ علی الارث (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۸/ شوال/ ۶۲ھ۔

(۱) "وإن كان حيز قرابتهم مختلفاً، فلا اعتبار لقوة القرابة كعمة لأب وأم، وخالة لأم، أو خالة لأب وأم، وعمة لأم، فالثلثان لقرابة الأب، والثلث لقرابة الأم". (السراجي، ص: ۵۱، باب ذوى الأرحام، فصل في الصنف الرابع، سعيد)

(وكذا في الدر المختار: ۶/ ۷۹۷، كتاب الفرائض، باب توريث ذوى الأرحام، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۳/ ۵۸۱، كتاب الفرائض، فصل في ذوى الأرحام، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۴۶۴، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوى الأرحام الصنف الرابع، رشيديه)

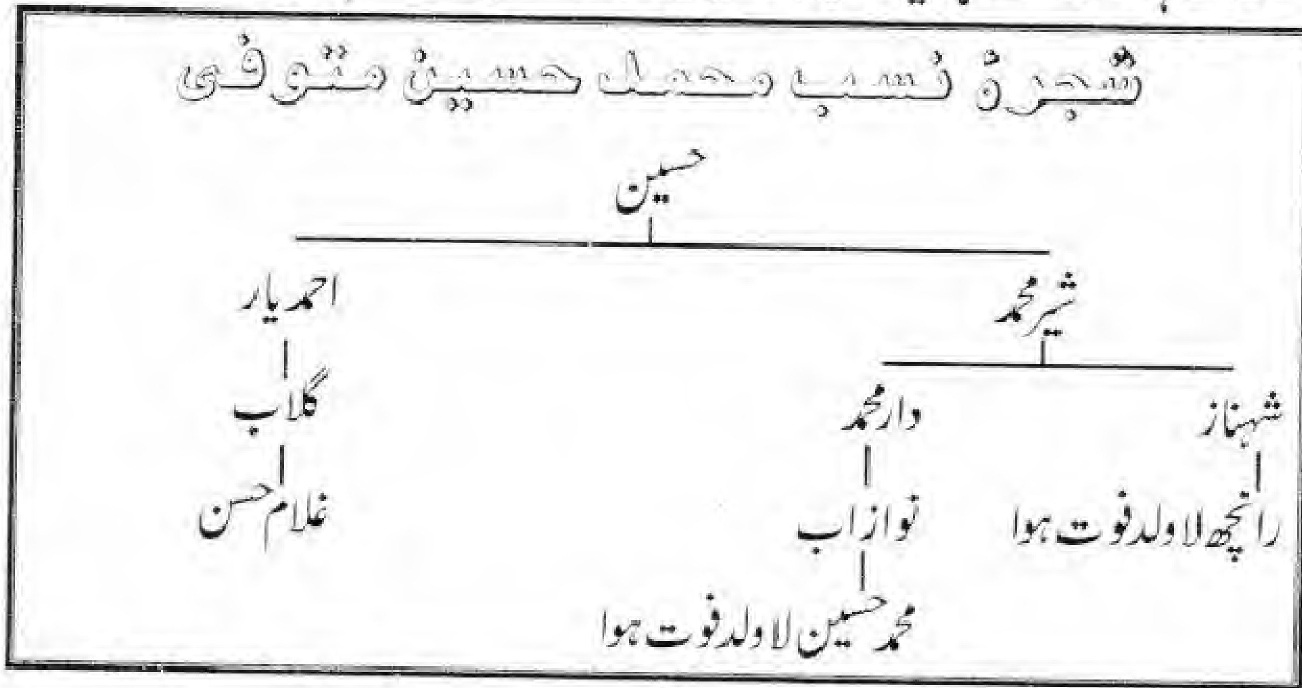
(۲) حقوقِ متقدمہ یعنی تجہیز وتکفین، ادائے دین، اگر وصیت کی ہے تو تنفیذِ وصیت کے بعد بقیہ ترکہ تقسیم ہوگا: =

ذوی الارحام کی حد بندی

سوال [۹۸۴۴]: سراجی ودیگر کتبِ فرائض میں عصبات کے تحت میں لفظ "وإن علا، وإن سفلوا" لکھ کر درجاتِ عصبات کو غیر محدود کر دیا ہے، بایں صورت توریث ذوی الارحام ناممکن ہو جاتی ہے، مثلاً: قوم خوجہ ایک شخص سے چلی، اب یہ قوم دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل چکی ہے، اب میت کے ورثہ میں تو جزءالجد موجود نہیں، لیکن ساتھ یہ بھی یقین ہے کہ ان کا جزءالجد ضرور کسی نہ کسی جگہ ضرور موجود ہوگا اور شجرۂ نسب ہر قوم کا ملنا مشکل ہے۔

صورت ہذا میں اگر ذوی الارحام کو کچھ دیا گیا، تو عصبات موجودہ غیر معلوم محروم رہ جائیں گے، اب توریثِ ذوی الارحام بغیر حد بندی نہیں ہو سکتی۔ اگر حد بندی عصبات کی کوئی صورت ہے تو بحوالہ کتب تحریر فرمائیں، ورنہ اشکال کا جواب تحریر فرمائیں۔

صورت ہذا کے ماتحت جائیداد میں پھوپھیوں کو کچھ ملے گا یا نہیں غلام حسن کی موجودگی میں؟



المستفتی: محمد عبدالحق، مقام تورال ضلع ڈیرہ۔

= "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/۴۴۷، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ کا اشکال صحیح ہے، فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ توریثِ ذوی الارحام کی صورت صرف یہ کہ عصبات کی عصبیت کا ثبوت نہ ہو (۱)، ورنہ حقیقۃً عصبات کا عدم دشوار ہے، حد بندی کی ضرورت نہیں، ثبوتِ شرعی پر تحقیق کافی ہے۔ صورتِ مسئولہ میں پھوپھیوں کو کچھ نہ ملے گا، کیونکہ عصبہ محمد حسین متوفی کا یعنی پردادا مسمی شیر محمد کے بھائی احمد یار کا پوتا مسمی غلام حسن موجود ہے اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام محروم رہتے ہیں۔ لہذا اگر محمد حسین کا کوئی اور شرعی وارث موجود نہیں، صرف پھوپھیاں اور پردادا کے بھائی کا پوتا موجود ہے تو کل ترکہ بعد ادائے حقوقِ متقدمہ علی الارث کے پردادا کے بھائی کے پوتے کو مل جائے گا (۲)۔ نیز پھوپھیاں محروم رہیں گی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۶/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/ جمادی الثانیہ/ ۶۱ھ۔

بیوہ، علاتی بھتیجی اور حقیقی بھانجوں میں تقسیم ترکہ

سوال [۵۹۸۴]: زید کا انتقال ہوا، چھوڑا زوجہ ہندہ اور علاتی بھتیجی صالحہ اور پانچ حقیقی بھانجے: محمد

---

(۱) "وإنما يرث ذوو الأرحام إذا لم يكن أحدٌ من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه، ولم يكن عصبة".

(الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۵۹، كتاب الفرائض، باب في ذوي الأرحام، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۷۹۱، كتاب الفرائض، باب ذوي الأرحام، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۵۷، كتاب الفرائض، الثالث في ذوي الأرحام، رشيديه)

(۲) اس لئے کہ عصبہ ہے اور عصبہ ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل ترکہ کا مستحق ہوگا:

"العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر". (تبيين الحقائق: ۷/۴۸۵، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۵۱، كتاب الفرائض، باب العصبات، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۷۷۴، كتاب الفرائض، باب العصبات، سعيد)

عمر، محمد حسن، محمد حسین، محمد سلیم، محمد ظہیر کو۔ پس ترکہ زید کا کس طرح تقسیم ہوگا؟ جواب مدلل مع عبارت وحوالہ کتاب کے تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علاتی بھتیجی اور حقیقی بھانجے ذوی الارحام کی صنفِ ثالث میں داخل ہیں جن کی نوعیت توریث میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے، اور فتویٰ اما محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے۔ ان کا قول یہ ہے کہ اولاً ان کے اصول پر میراث تقسیم کی جائے، پھر ان اصول کا حصہ ان کے فروع کو دیا جائے، جس کی صورت یہ ہے کہ ربع زوجہ کا، نصف حقیقی بہن کا، باقی علاتی بھائی کا

مسئلہ ۴

زوجہ	حقیقی بہن	علاتی بھائی
۱	۲	۱

مسئلہ ۳، تصـ ۲۰

زوجہ	حقیقی بھانجے					علاتی بھتیجی
	۱					
ہندہ	محمد عمر	محمد حسن	محمد حسین	محمد سلیم	محمد ظہیر	صالحہ
$\frac{1}{5}$	۲	۲	۲	۲	۲	$\frac{1}{5}$

"أو كان بعضهم أولاد العصبات وبعضهم أولاد أصحاب الفرائض، فأبو يوسف رحمة الله تعالىٰ عليه يعتبر الأقوى، ومحمد رحمة الله تعالىٰ عليه يقسّم المال على الإخوة والأخوات مع اعتبار عدد الفروع والجهات في الأصول، فما أصاب كل فريق يقسّم بين

فروعهم» اهـ". سراجی، ص: ٤٢ (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۶۶ھ۔

بیوہ، حقیقی ممانی اور حقیقی ماموں زاد بھائی اور بہنوں میں تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۴۲]: زید کا انتقال ہوگیا، حسبِ ذیل وارث چھوڑے: بیوی، حقیقی ممانی، دو حقیقی ماموں زاد بھائی اور دو حقیقی ماموں زاد بہنیں۔ زید کے والد کے چار حقیقی ماموں زاد بھائی اور تین حقیقی چچازاد بہنیں۔ سب سے پہلے بیوی کا مہر دینا ہوگا، بعد کو جو کچھ بچے گا ورثاء میں تقسیم ہوگا۔ تو کون کون ان وارثوں میں کتنے کتنے کا حقدار ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بعد تجہیز وتکفین اول زید کے ذمہ جو قرض، مہر وغیرہ ہو، اس کو ادا کیا جائے، پھر اگر اس نے کچھ وصیت کی ہو تو ایک تہائی ترکہ سے وہ وصیت پوری کی جائے (۲)، اس کے بعد ایک چوتھائی ترکۂ زید کی بیوی کو دیا جائے (۳)، بقیہ زید کے والد کے پانچ حقیقی چچازاد بھائیوں میں برابر تقسیم کردیا جائے (۴)، ان کے علاوہ مذکورہ رشتہ داروں میں سے کسی کو کچھ نہیں ملے گا، چاہے وہ زید کی والدہ کے عزیز ہوں یا والد کے عزیز ہوں (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/ ۱۰/ ۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دار العلوم دیوبند، ۱۰/ ۱۰/ ۸۵ھ۔

---

(١) (السراجي، ص: ٣٨، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/ ٤٦١، كتاب الفرائض، باب ذوي الأرحام، الصنف الثالث، رشيديه)

(وكذا في الشريفية شرح سراجية، ص: ١١٢، ١١١، باب ذوي الأرحام، رشيديه)

(٢) "يبدأ من تركة الميت بتجهيزه -يعم التكفين- ثم تقدم ديونه التي لها مُطالب من جهة العباد، ثم وصيته من ثلث ما بقي، ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته". (الدر المختار: ٦/ ٧٥٩، ٧٦٠، كتاب الفرائض، سعيد) ....

....

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٤٤٧، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة، رشيديه)

(٣) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (سورة النساء: ١٢)

"والربع لها عند عدمهما، فللزوجات حالتان: الربع بلاولد، والثمن مع الولد". (الدرالمختار: ٦/٧٧٠، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٤٥٠، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، رشيديه)

(۴) مذکورہ جواب اس تقدیر پر ہے کہ میت کے ورثاء میں ایک بیوہ زید کے والد کے پانچ حقیقی چچازاد بھائی ہوں۔

موجودہ سوال میں مذکور ورثاء میں تقسیم میراث اس طرح سے ہوگا کہ کل ترکہ کوآٹھ حصوں میں تقسیم کرکے بیوہ کو دو اور زید کے ماموں زاد بھائیوں میں سے ہرایک کو دو دو، جب کہ ماموں زاد بہنوں میں سے ہرایک کوایک ایک حصہ دیا جائے اور باقی ورثاء محروم ہوں گے، مزید تفصیل کے لئے نقشہ ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۴ تصـ ۸

زوجہ	حقیقی ماموں زاد بھائی	حقیقی ماموں زاد بھائی	٣/٦	حقیقی ماموں زاد بہن	حقیقی ماموں زاد بہن	حقیقی ممانی	زید کے والد کے چار حقیقی ماموں زاد بھائی	زید کے والد کی تین حقیقی چچازاد بہنیں
١/۴	۲	۲		١	١		محروم	

"قال رحمه الله تعالىٰ: (ولايرث مع ذي سهم وعصبة سوى إحدى الزوجين؛ لعدم الرد عليهما): أي لايرث ذوو الأرحام مع وجود ذي فرض أو عصبة إلا إذا كان صاحب الفرض أحد الزوجين، فيرثون معه لعدم الرد عليه؛ لأن العصبة أولىٰ منه. وكذا الرد على ذوي السهام أولىٰ من ذوي الأرحام؛ لأنهم أقرب، إلا الزوجين، فإنهما لاقرابة لهما مع الميت، وإرثهما نظير الدين، فإن صاحب الدين لايرد عليه ما فضل بعد قضاء الدين، فكذا لايرد عليهما مافضل من فرضهما، على ذلك كان عامة الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم .... اهـ". (تبيين الحقائق، كتاب الفرائض: ٧/٤٩٤، ٤٩٥، دار الكتب العلمية بيروت) .... =

= "وذو الأرحام أصناف أربعة: الصنف الأول ينتمي: أي ينتسب إلى الميت، وهم أولاد البنات وإن سفلوا، ذكوراً كانوا أو إناثا، وأولاد بنات الابن كذلك. والصنف الثاني: ينتمي إليهم الميت، وهم الأجداد الساقطون. أي الفاسدون وإن علوا كاب أم الميت، وأب أب أمه، والجدات الساقطات: أي الفاسدات وإن علون كأم أب أم الميت، وأم أم أب أمه. والصنف الثالث ينتمي إلى أبوى الميت، وهم أولاد الأخوات وإن سفلوا، سواء تلك الأولاد ذكوراً أو إناثاً، وسواء كانت الأخوات لأب وأم، أو لأب، أو لأم، وبنات الإخوة وإن سفلن سواء كانت الإخوة من الأبوين أو من أحدهما، وبنو الإخوة لأم .... والصنف الرابع ينتمي إلى جدى الميت، وهما أب الأب وأب الأم، أو جدّتيه وهما أم الأب وأم الأم، وهم العمات .... والأعمام لأم .... والأخوال والخالات، فإنهم إخوة وأخوات لأم الميت، فإن كانوا من أبيها وأمها أو من أبيها فهم منتمون إلى جد الميت من قبل أمه، وإن كانو من أمها كانوا منتمين إلى جدته من قبل أمه، فهؤلاء الأصناف الأربعة، وكل من يدلى إلى الميت بهم من ذوى الأرحام .... ويتناول أولاد الصنف الرابع .... وروى أبو يوسف والحسن بن زياد عن أبي حنيفة، وابن سماعة عن محمد بن الحسن عن أبي حنيفة: أن أقرب الأصناف وأقدمهم في الميراث الصنف الأول ثم الثاني ثم الثالث ثم الرابع كترتيب العصبات .... وهو المأخوذ للفتوى". (الشريفية شرح السراجية، باب ذوى الأرحام، ص: ۹۷ - ۹۹، حقانيه پشاور)

"وإن اختلط في الصنف الرابع الذكور والإناث، واستوت أيضاً قرابتهم في القوة بأن يكونوا كلهم لأب وأم أو لأب أو لأم، فللذكر مثل حظ الأنثيين". (الشريفية شرح السراجية، باب ذوى الأرحام، الصنف الرابع، ص: ۱۱۲، حقانيه پشاور)

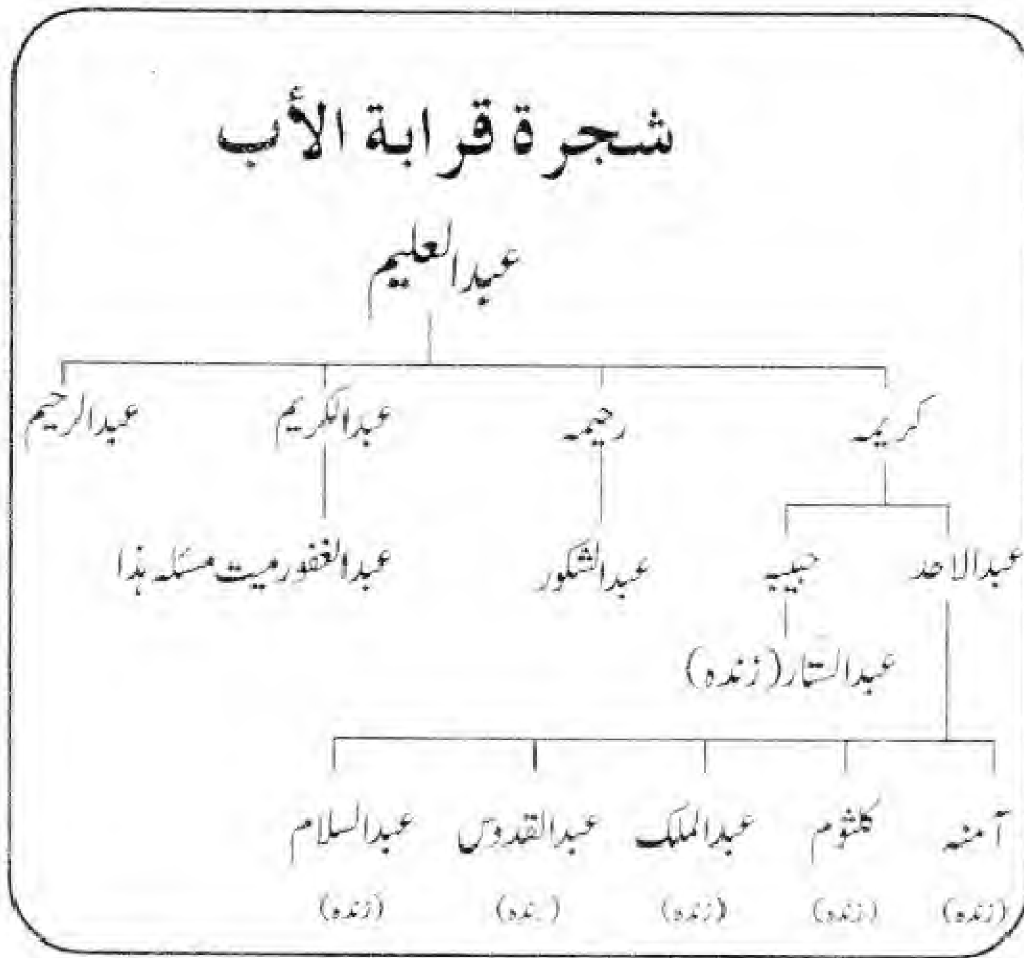
"إذا لم توجد عمومة الميت وخؤولته وأولادهم، انتقل حكمهم المذكور إلى عم أب الميت لأم وعمته وخاله وخالته، وإلى عم أم الميت وعمتها وخالها وخالتها". (الشريفية شرح السراجية، باب ذوى الأرحام، فصل في أولاد الصنف الرابع، ص: ۱۲۳، حقانيه پشاور)

"وإنما يرث ذوو الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يردّ عليه، ولم يكن عصبة، وأجمعوا على أن ذوى الأرحام لايحجبون بالزوج والزوجة: أي يرثون معهما، فيعطى للزوج والزوجة نصيبهما، ثم يقسم الباقي بين ذوى الأرحام مما لو انفردوا، مثاله: زوج وبنت وخالة وبنت عم فللزوج النصف، والباقي لبنت البنت. ثم الأولى بالميراث من الصنف الأول الأقرب إلى الميت لبنت =

ذوی الارحام میں تقسیم میراث کی ایک صورت

سوال[۹۸۴۷]: ایک شخص مسمی عبدالغفور نے انتقال کیا اور یہ وارث چھوڑے:

مرحوم کے حقیقی چچا مسمی عبدالرحیم کی دو نواسی: مسمیات زینب اور فاطمہ اور ایک نواسا مسمیٰ محمد عمر اور مرحوم کی حقیقی خالہ مسماۃ حفصہ کے دو پوتے، مسمایان: عبدالحلیم اور عبدالعلی اور مرحوم کی ایک حقیقی پھوپھی مسماۃ کریمہ کا ایک نواسہ مسمی عبدالستار اور یہی پھوپھی کی دو پوتیں مسماۃ: آمنہ اور کلثوم اور تین پوتے مسمیان: عبدالملک اور عبد القدوس اور عبدالسلام۔ اور مرحوم کی دوسری حقیقی پھوپھی مسماۃ رحیمہ کا ایک پوتہ مسمیٰ عبدالاحد۔ یہ کل بارہ وارث موجود ہیں۔ سو اب مرحوم عبدالغفور کے ترکہ کا موافقِ شرع کے کیا فیصلہ ہے؟ مرحوم کے وارثین کے نسب ناموں کے شجرے حسبِ ذیل ہیں:



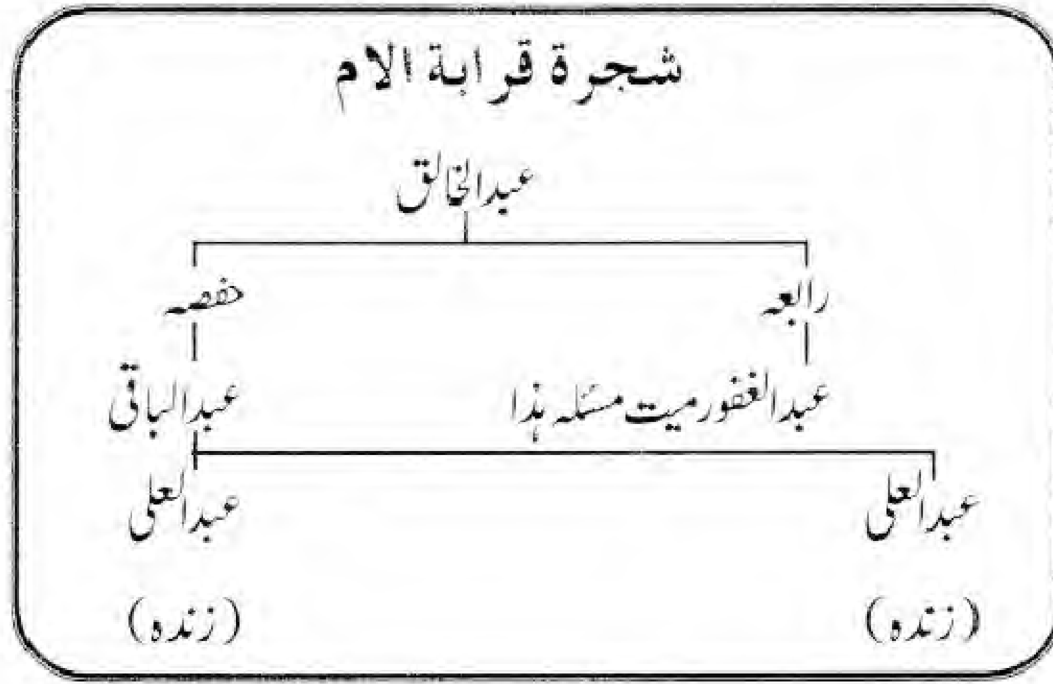
= البنت أولیٰ من بنت بنت البنت". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الأرحام: ۶/۴۵۹، رشیدیه)

(۵) دیگر اعزہ والدین ذوی الارحام میں سے ہیں اور عصبات کی موجودگی میں ذوی الارحام کو میراث نہیں ملے گا:

"فیبدأ بذوی الفروض، ثم بالعصبات النسبیة، ثم المعتق، ثم عصبة الذکور، ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیة، ثم ذوی الأرحام". (الدرالمختار). "أی یبدأ بهم عند عدم ذوی الفروض النسبیة والعصبات". (الدرالمختار: ۶/۷۶۲، ۷۶۴، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۴، کتاب الفرائض، رشیدیه)

(وکذا فی السراجیة، ص: ۳، سعید)



الجواب حامداً ومصلیاً:

فی العالگیریہ: ۲/ ٤٦٤، فی الصنف الرابع: "وإن کانوا ذکوراً أو أناثاً واستوت قرابتهم، فللذکر مثل حظ الأنثیین. وإن کان حیز قرابتهم مختلفاً فالثلثان لقرابة الأب وهو نصیب الأب، والثلث لقرابة الأم وهو نصیب الأم. وکذا فی أولادهم، أولهم بالمیراث أقربهم إلی المیت من أیّ جهة کان، انتهی".(۱)۔

وفیها أیضًا، ص: ٤٥۹: "واختلفوا فی ولد ولد الوارث، والصحیح أنه لیس بأولیٰ، کذا فی خزانة المفتیین"(۲)۔

وفی السراجی: "فصل فی أولادهم: أی أولاد الصنف الرابع". شریفیه(۳)۔ "الحکم فیهم کالحکم فی الصنف الأول، الخ"(٤)۔

وفیه أیضاً: "وکذلك عند محمد رحمه الله تعالیٰ إذا کان فی أولاد البنات بطون مختلفة یقسّم المال علی أول بطنٍ اختلف فی الأصول، ثم یجعل الذکور طائفةً والإناث طائفةً

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۲/ ۴۶۲، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الأرحام، الصنف الرابع، رشیدیه)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۲/ ۴۵۹، کتاب الفرائض، باب ذوی الأرحام، رشیدیه)

(۳) (السراجی، ص: ۵۱، باب ذوی الأرحام، فصل فی أولادهم، سعید)

(۴) (الشریفیة شرح السراجیة، ص: ۱۱۷، باب ذوی الأرحام، فصل فی أولادهم، سعید)

بعد القسمة، فما أصاب الذكور، يجمع ويقسّم على الخلاف الذي وقع في أولادهم، وكذلك ماأصاب الإناث، وهكذا يعمل إلى أن ينتهي"(۱)۔

وفيه أيضاً: "وكذلك محمد رحمه الله تعالىٰ يأخذ الصفة من الأصل حال القسمة عليه، والعدد من الفرع"(۲)۔ وفيه أيضًا: "وقول محمدرحمه الله تعالى أشهر الروايتين عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى في جميع ذوي الأرحام، وعليه الفتوىٰ، انتهى"(۳)۔

ان تمام روایتوں سے سوال میں لکھی ہوئی صورت کا حکم معلوم ہوا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرحوم کے ترکہ کا تیسرا حصہ تو دو حصہ ہوکر مرحوم کی ماں کی طرف کے وارثوں کو یعنی خالہ کے پوتے عبدالحلیم اور عبدالعلی کو ایک حصہ ملے گا، اور باقی دوتہائی مال مرحوم کے باپ کی طرف کے وارثوں کو یعنی چچا اور پھوپھی کی اولاد میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ یہ دوتہائی پہلے خود چچا اور پھوپھیوں پر تقسیم ہوگا، مگر تقسیم میں چچا اور پھوپھیوں کی اولاد میں جتنے وارث ہیں ان کی گنتی کے برابر چچا اور پھوپھیں مان کر ان پر تقسیم کریں گے۔

پس صورتِ موجودہ میں پھوپھیوں کی اولاد میں چونکہ سات شخص ہیں، لہذا سات پھوپھیں مانی جائیں، اور چچا کی اولاد میں تین شخص ہیں لہذا تین چچا مانے جائیں گے۔ اور ایک مرد کا حصہ دوعورتوں کے حصے کے برابر ہوتا ہے، اس لئے یہ دوتہائی کے تیرہ حصہ کرکے اس میں سے چھ حصے چچا کو ملیں گے۔

پھر چچا کی اولاد میں پہلے درجے کی اولاد چونکہ ایک ہی قسم کی ہے یعنی لڑکی ہے، لہذا اس کو چھوڑ کر دوسرے درجے میں جو دوقسم کی اولاد ہے یعنی ایک نواسہ محمد عمر اور دو نواسی زینب اور فاطمہ، اور نواسے کا حق نواسی سے دوگنا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ چھ حصوں کے چار حصے کرکے ایک ایک حصہ نواسی کو اور دو حصے نواسے کو دیئے جائیں۔

---

(۱) (السراجي، ص: ۴۱، باب ذوي الأرحام، سعيد)

(وكذا في الشريفية شرح السراجية، ص: ۱۰۲، سعيد)

(۲) (السراجي، ص: ۴۲، باب ذوي الأرحام، الصنف الثاني، سعيد)

(۳) (السراجي، ص: ۴۴، باب ذوي الفرائض، في الصنف الأول، سعيد)

(وكذا في الشريفية، ص: ۱۰۷، باب ذوي الأرحام، الصنف الأول، سعيد)

اور پھوپھیوں کے حصہ میں جو سات آتے ہیں، اس کا یہ حکم ہے کہ پھوپھیوں کی پہلے درجہ کی اولاد میں چونکہ دو قسم کے لوگ ہیں: مرد اور عورت یعنی ایک لڑکی حبیبہ اور دو لڑکے عبدالصمد اور عبدالشکور ہیں، اور حبیبہ اور عبدالشکور کی اولاد میں صرف ایک ایک شخص ہے اور عبدالصمد کی اولاد میں پانچ شخص ہیں، لہذا پہلے درجہ کی اولاد پھوپھیوں کی موافق قاعدۂ مذکورہ بالا کے ایک لڑکی اور چھ لڑکے مانے جائیں گے اور ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہوتا ہے۔

اس لئے پھوپھیوں کے حصہ میں جو سات حصے آئے ہیں، ان کے تیرہ حصے کئے جائیں گے، اس میں سے ایک حصہ پھوپھی کی لڑکی حبیبہ کے حصہ میں آئے گا اور اس کے لڑکے عبدالستار کو مل جائے گا اور باقی بارہ حصے پھوپھی کے لڑکوں عبدالصمد اور عبدالشکور کے حصے میں رہے، وہ ان دونوں کی اولاد جو کہ پھوپھیوں کی دوسرے درجہ کی اولاد ہے ان کو ملیں گے، مگر ان دونوں کی اولاد میں بھی مرد وعورت یعنی دو لڑکیاں اور چار لڑکے ہیں، اس لئے مذکورہ بارہ حصوں کے دس حصے کئے جائیں گے، ان میں سے ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں آمنہ اور کلثوم کو مل جائے گا اور دو دو حصے ایک ایک لڑکے کو یعنی عبدالاحد اور عبدالملک اور عبدالقدوس اور عبدالسلام کو ملیں گے۔

اب اس حساب کو آسانی سے سمجھنے کیلئے ایک مثال لکھی جاتی ہے، مثلاً: مرحوم عبدالغفور کا ترکہ چھبیس روپے ساڑھے چھ آنہ ہے۔ تو اس میں سے ایک تہائی آٹھ روپے دس پائی (جو مرحوم کی خالہ کے حصے کے ہیں) خالہ کے پوتوں عبدالحلیم اور عبدالعلی کو ملیں گے، ہر ایک کو چار روپے، چھ آنے، پانچ پائی ملیں گے اور باقی دو تہائی یعنی سترہ روپے، نو آنے، آٹھ پائی کے تیرہ حصے کر کے اس میں سے چھ حصہ کی رقم آٹھ روپے، ڈیڑھ آنہ مرحوم کے چچا کے حصہ کے چار حصے ہو کر ان کی دو نواسی: زینب اور فاطمہ اور نواسہ محمد عمر کو ملیں گے۔ ہر ایک نواسی کو دو روپے دو پیسے اور نواسے کو چار روپے ایک آنہ ملے گا۔

اور باقی سات حصے کی رقم نو روپے سات آنے آٹھ پائی (جو پھوپھیوں کے حصے کے ہیں) تیرہ حصے کر کے اس میں سے ایک حصہ یعنی گیارہ آنے آٹھ پائی حبیبہ کے حصہ میں آ کر اس کے لڑکے عبدالستار کو مل جائیں گے اور باقی بارہ حصے کی رقم آٹھ روپے، بارہ آنے جو عبدالصمد اور عبدالشکور کے حصے کے ہیں وہ دس حصہ ہو کر ان کی اولاد یعنی دو لڑکیاں آمنہ اور کلثوم اور چار لڑکے: عبدالاحد اور عبدالملک اور عبدالقدوس اور عبدالسلام کو

ملیں گے۔ ہر ایک لڑکی کو چودہ آنے اور ہر یک لڑکے کو پونے دو روپے ملیں گے۔

م ٥٠٧٦ / ١٠١٤ / ٧٨

عبدالغفور عبدالکریم

ترکہ عـ ٢٦ / ١٠٦ر

عم	عم	عم	عمہ	عمہ	عمہ*	عمہ	عمہ	عمہ	عمہ	خالہ	خالہ
بنت	بنت	بنت	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن
بنت	بنت	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	ابن	ابن
زینب	فاطمہ	محمد عمر	عبدالستار	عبدالأحد	عبدالملک	عبدالقدوس	عبدالسلام	آمنہ	کلثوم	عبدالحلیم	عبدالعلی

زینب، فاطمہ: ٦ / ٧٨ / ٣٩٠

محمد عمر: ٦ / ٧٨ / ٣٩٠

عبدالستار، عبدالأحد: ٢ / ٢ / ١٥٦ — ١٣٠ ، ٧٨٠ — للعـ ١١ر پائی

عبدالملک: ٢٨ / ٣٣٦ / ١٢٠عـ

عبدالقدوس، عبدالسلام، آمنہ، کلثوم: ٢٨ / ٣٣٦ — ٣٣٦ / ١٢عـ ، ٣٣٦ / ١٢عـ ، ٣٣٦ / ١٢عـ

عبدالحلیم، عبدالعلی: ١ — ١٣ / ١٦٩ ، ١٣ / ١٦٩ — ١٦٨ / ١٣ر ، ١٦٨ / ١٣ر ، ١٦٨ / ١٣ر ، ٨٣٨

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٦/ رمضان المبارک/ ١٣٦٦ھ۔

تخریج کی اصولی تقسیم اور رقوم کی تصحیح صحیح ہے، مگر بیچ میں جو سہام کا عمل کیا ہے وہ بہت مجمل ہے، جو قاعدہ اہلِ فرائض نے نقلِ سہام کا ذکر کیا ہے اس کے مطابق سمجھ میں نہیں آیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ شعبان/ ٦٦ھ۔

چچا نے بھتیجا کی پرورش کی، کیا چچا کی خرید کردہ جائیداد میں بھتیجا کا حصہ ہے؟

سوال [۸۸۴۸]: زید نے اپنے بھتیجا کی (جس کا باپ اس کو دوڈھائی سال کا چھوڑ کر مر گیا) پرورش کی وہ جوان ہو کر تھوڑا بہت کام کرنے لگا اور ابھی اپنے چچا ہی کے پاس تھا کہ اس کے چچا زید نے ایک مکان خرید

کیا۔ آیا زید نے خرید کردہ مکان میں زید کا پرورش یافتہ بھتیجا بھی شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کا بھتیجا کوئی مستقل علیحدہ کام کرتا ہے تو اس کی کمائی خود اسی کی ہے، زید کی نہیں۔ اور اگر وہ علیحدہ کام نہیں کرتا بلکہ زید کی معیت اور شرکت میں کرتا ہے تو اس کی کمائی اس کی ملک نہیں، بلکہ زید کی ملک ہے اور یہ کہا جائے گا کہ اصل کاروبار کرنے والا زید ہی ہے اور بھتیجا اس کا معین۔

جو مکان زید نے خریدا ہے، اس میں بھتیجا کا حصہ نہیں۔ اگر روپیہ کچھ بھتیجا کی ملک سے ادا کیا ہے تو اس روپیہ کی بطور قرض واپسی ضروری ہے:

"أبٌ وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما مال، فالكسب كله للأب إذا كان الابن في عيال الأب، لكونه معيناً له، ألاترى أنه لو غرس شجرةً تكون لأب. وكذا الحكم في الزوجين إذا لم يكن لهما شيء، ثم اجتمع بسعيهما أموال كثيرة، فهي للزوج، وتكون المرأة معينةً له، إلا إذا كان لها كسب عليحدة، فهو لها، كذا في القنية. وما تغزله من قطن الزوج وينسجه هو كرابيس، فهو للزوج عندهم جميعًا، كذا في الفتاوى الحمادية، اهـ". هندية: ٣٠٨/٢(١)۔

"زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة وأخذ كل منهما يكتسب عليحدة، ويجمعان كسبهما ولايعلم التفاوت ولا التساوي ولا التمييز؟ فأجاب بأنه بينهما سوية، وكذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال، فهو بينهم سوية ولو اختلفو في العمل والرأي، اهـ". ردالمحتار: ٥٠٤/٢(٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۷/۳/۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ ربیع الثانی/ ۵۹ھ۔

(١) (الفتاوى العالمكيرية: ٣٢٩/٢، كتاب الشركة، الباب الرابع في شركة الوجوه وشركة الأعمال، رشيديه)

(٢) (ردالمحتار: ٣٢٥/٤، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، سعيد) .... =

توریثِ حمل کی ایک صورت

رشید احمد عفی عنہ، مدرسِ اول مدینۃ العلوم بھپنڈ اہ، پوسٹ راہوکی، متصل حیدر آباد سندھ۔
مشفقی المکرّم زیدت عنایاتکم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال [۹۸۴۹]: بعد از طلبِ خیریتِ طرفین گذارش یہ کہ بندہ ۱۰/شعبان المعظم سے مدرسہ میں رخصت ہوجانے کی وجہ سے اپنے غریب خانہ خیر پور آیا ہوا ہے اور اس جگہ بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح سے عافیت ہے۔ باعثِ تحریر آنکہ مسئلہ مذکورۂ ذیل میں بندے کو قدرے شبہ ہے، کیونکہ یہ مسئلہ بندہ نے صرف اجتہاد سے تحریر کردیا ہے، اس جگہ کوئی کتب خانہ موجود نہیں، تاکہ معتبر کتب سے اس کی تحقیق کر لی جاتی اور اب آنجناب کی طرف ارسال ہے، اگر صحیح ہو تو تصویب فرماویں اور حوالہ بھی ہوسکے تو تحریر فرمادیں۔ اور اگر خطا ہو تو اصلاح فرما کر ممنون فرماویں۔ مسئلہ یہ ہے کہ:

اگر حمل غیر مورث کا ہو اور حاملہ معتدہ رجعیہ ہو اور اس نے مضی عدت کا اقرار بھی نہ کیا ہو تو موتِ مورث سے چھ ماہ اور وقتِ طلاق سے دو برس میں سے جو مدت أبعد ہو، اس کے اندر اندر پیدا ہونا شرط ہے اور اگر مضی مدت کا اقرار کیا ہو تو اقرار سے چھ ماہ کے اندر اندر پیدا ہو، بشرطیکہ مذکورہ بالا أبعد الأجلین کے بھی اندر ہو، کیونکہ اگر ستة أشهر من موت المورث أبعد ہے تو ظاہر ہے کہ طلاق رجعیہ میں یومِ طلاق سے دو برس کے بعد بھی وارث ہوگا۔

اور اگر یومِ طلاق سے دو برس أبعد الأجلین، تو اس میں اگر چہ ممکن ہے کہ موتِ مورث کے وقت حمل نہ ہو، اس کے بعد رجوع کر کے وطی کی ہو اور حمل ہوگیا ہو، مگر یہ خلافِ ظاہر ہے، اصل یہ ہے کہ اس نے رجوع نہیں کیا۔

فقط بقیہ سب خیریت ہے۔ امید ہے کہ حضور کا مزاج گرامی بھی مع الخیر ہوگا، حسنِ خاتمہ کی دعا سے فراموش نہ فرماویں۔

= (وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الدعوى، مطلب: ما اكتسبه الابن يكون لأبيه: ۱۸/۲، مكتبه ميمنيه مصر)

(وكذا في الفتاوى الكاملية: ۱/۵۱، ۵۲، كتاب الشركة، مكتبه حقانيه پشاور، پاكستان)

رشید احمد غفرلہ، لدھیانوی ثم خیر پوری، از خیر پور، میرس جامع مسجد (سندھ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جزئیہ صراحۃً نہیں ملا، اور جو تفصیل آپ نے تحریر کی ہے وہ سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کا ماخذ کیا ہے۔ امید کہ مدرسہ پہنچ کر بعد رخصت تحریر فرمائیں گے (۱)۔

---

(۱) یہ استفتاء حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں ارسال فرمایا تھا، اسی نوع کے تین سوالات احسن الفتاوی میں ایک ہی جگہ موجود ہیں، لیکن دونوں کی تاریخوں میں فرق ہے، وہ یہ کہ حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تینوں فتاوی کی تاریخیں بعد کی ہیں، یعنی ۱۳۷۵ھ کی اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ پہلے کا یعنی ۱۳۶۶ھ کا ہے۔ احسن الفتاوی کے تینوں فتاوی یہ ہیں:

سوال: "ایک شخص کی موت کے چھ ماہ بعد اس کی والدہ کو بچہ پیدا ہو جو ڈیڑھ سال سے مطلقہ رجعیہ تھی تو یہ بچہ وارث ہوگا؟

ایک شخص فوت ہوا، سات آٹھ ماہ کا عرصہ گزرنے پر اس کا بھائی پیدا ہوا، حالانکہ ان کے باپ نے ان کی والدہ کو تقریباً ڈیڑھ سال سے طلاق رجعیہ دی ہوئی ہے، یہ بھائی شرعاً وارث ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب:

اگر ان کی والدہ نے عدت گزرنے کا اقرار نہیں کیا تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس ولد کا علوق موتِ مورث کے وقت موجود تھا، کیونکہ وقتِ موت سے دو برس کے عرصہ تک بچہ پیدا ہونے سے ظاہر یہی ہے کہ زوج نے رجوع نہیں کیا اور یہ علوق قبل از طلاق ہے، لہٰذا یہ بھائی وارث ہوگا۔

قال الإمام المرغيناني رحمه الله تعالى: "بخلاف ما إذا أعتقت المعتدة عن موت أو طلاق، فجاءت بولد لأقل من سنتين من وقت الموت أو الطلاق، حيث يكون الولد مولى لموالي الأم وإن أعتق الأب؛ لتعذر إضافة العلوق إلى مابعد الموت والطلاق البائن لحرمة الوطء، وبعد الطلاق الرجعي، لما أنه يصير مراجعاً بالشك، فاستند إلى حالة النكاح، فكان الولد موجوداً عند الإعتاق فعتق مقصوداً". (هداية، كتاب الولاء: ۳/ ۳۴۲)

وفي بحث الحمل من الشامية: "وإن كان من غيره، فإنما يرث لو ولد =

=
لستة أشهر أو أقل، إلا إذا كانت معتدةً ولم تقر بانقضائها، الخ".

اور اگر ان کی والدہ نے عدت گزرنے کا اقرار کیا ہو تو یہ بھائی اس شرط سے وارث ہوگا کہ وقت اقرار سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو، ورنہ فلا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲/ رجب/ ۷۵ھ۔

سوال: ''حمل غیر مورث کی وراثت کے لئے موت مورث سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہونا شرط ہے:

حمل غیر مورث کا ہو تو اس کے وارث ہونے کی شرط ولادت لأ قل من ستۃ أشھر ہے یا کہ لتمام ستۃ أشہر؟ شامیہ میں "لستة أشهر أو أقل" اور بحر میں صرف "لأقل من ستة أشهر" لکھا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب:

شامی نے سراجیہ کی موافقت کی ہے، اور بحر میں مبسوط کی موافقت ہے، لیکن مبسوط میں دیگر بعض مسائل میں ستۃ اشہر کو اُقل کے ساتھ لاحق کیا ہے، اور طحطاوی میں اسی مسئلہ میں ستۃ اشہر کا اکثر کے ساتھ لاحق ہونا مصرح ہے: "وإن جاء ت به لستة أشهر أو أكثر، فإنه لايرث، اهـ".

بظاہر یہی راجح معلوم ہوتا ہے، خود شامیہ میں مسئلہ ذیل میں ستۃ اشہر کو اکثر کے ساتھ لاحق کیا ہے۔

"والمتوفى عنها إذا ادعت انقضاء ها، ثم جاء ت بولد لتمام ستة أشهر، لايثبت نسبه، ولأقل يثبت، اهـ". (ردالمحتار: ۲/ ۶۲۳)۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۳/ رجب/ ۷۵ھ۔

حمل غیر موت مورث سے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا مگر ورثہ بوقت موت وجود حمل کے مقر ہیں تو یہ حمل وارث ہوگا؟

سوال:

شامیہ بحث الحمل میں ہے:

"وإن كان من غيره، فإنما يرث لو ولد لستة أشهر أو أقل، إلا إذا كانت معتدةً ولم تقر بانقضائها أو أقر الورثة بوجوده".

اس میں کل ورثہ کا اقرار ضروری ہے یا کہ بعض کا کافی ہے؟ بینوا توجروا۔

محترم المقام زید احترامکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بفضلہ تعالیٰ یہاں ہر طرح خیریت ہے، خداوند تعالیٰ طرفین میں عافیت رکھے، اس مبارک ماہ، مبارک اوقات میں مبارک مشاغل ہیں۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی بیاد آر محبان بادہ پیمارا

بندہ دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی دین ودنیوی مخصوص نعمتوں سے مالا مال فرمائیں۔

احقر محمود غفرلہ، ۱۰/ ۹/ ۱۳۶۶ھ۔

طلاق کے بعد حمل کب تک مستحق میراث ہے؟

سوال[۹۸۵۰]: اگر مورث کی والدہ حاملہ ہے اور معتدہ رجعیہ ہے، عدت گذرنے کا اس نے اقرار نہیں کیا تو اس کا ولد موتِ مورث یا وقتِ طلاق سے کتنی مدت کے اندر پیدا ہو تو وارث ہوگا؟

= **الجواب ومنه الصدق والصواب:**

چونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے، اس لئے صرف مقرین کے حق میں ان کا اقرار معتبر ہوگا، البتہ اگر موتِ مورث کے وقت ظہور حمل عام طور پر معلوم ہو، یا اس کے ظہور پر شاہد موجود ہوں تو جملہ وارثوں کے حق میں اس کا ارث جاری ہوگا، ظہور حمل کا اعتبار جزئیہ ذیل سے ثابت ہے:

"يثبت نسب ولد المعتدة بموت أو طلاق إن جحدت ولادتها بحجة تامة أو حمل ظاهر، الخ". (ردالمحتار: ۲/ ۲۲٦).

حمل کی ولادت سے قبل اس کے لئے سہم موقوف رکھنا بھی ظہور حمل کے اعتبار کی دلیل ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

۱۴/ رجب/ ۱۳۷۵ھ۔

(أحسن الفتاویٰ، کتاب الوصية والفرائض: ۹/ ۲۸۳-۲۸۵، سعيد)

البتہ احسن الفتاویٰ نویں جلد کے آخر میں "تسهيل الميراث" کے نام سے ایک رسالہ ہے جس میں حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے سبق چہاردہم "حمل کا حکم" کے عنوان کے تحت جو بحث کی ہے اس کا اور فتاویٰ محمودیہ میں ذکر کردہ فتویٰ دونوں کا سنہ ۱۳٦٦ھ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقتِ طلاق سے اکثر مدتِ حمل کے اندر پیدا ہونے سے بچہ وارث ہوگا، جب کہ توریث کا مدار ثبوت نسب پر ہے:

"وإن كان الحمل من غيره: أي من غير الميت وجاء ت بالولد لأقل من ستة أشهر، يرث. وإن جاء ت به لستة أشهر أو أكثر، فإنه لايرث، كما إذا ترك زوجة حبلىٰ من ابنه الكافر أو الرقيق، إلا إذا كانت تلك المرأة معتدة طلاق أو فرقة ولم تقرّ بانقضاء العدة، فإنه حينئذ يرث الولد لضرورة إثبات النسب الداعية إلى إضافته العلوق إلى أكثر مدة الحمل، اهـ". طحطاوى: ٤٠٣/٤ (١)۔

صورتِ مسئولہ کا مدار توریثِ مطلق سے ثبوتِ نسب پر نہیں، بلکہ ولد الأم ہونے پر ہے، لہذا یہاں مضی عدت اور عدم مضی کو دخل نہیں اور اکثر مدتِ حمل کا اعتبار نہیں، بلکہ اگر موتِ مورث سے لأقل من ستة أشهر ولادت ہوتو وارث ہوگا، ورنہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

توریثِ حمل کی متعدد صورتیں اوران پر اشکالات

سوال[۱۰۹۸۵]: حمل غیر مورث کا ہوتو اس حمل کے وارث ہونے کی شرط ولادت لأقل من ستة أشهر ہے، یا لتمام ستة أشهر، شامی نے "ستة أشهر أو أقل"(۲)، بحر نے صرف "لأقل من ستة

(۱) (حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۴۰۳/۴، كتاب الفرائض، فصل فى الغرقى والحرقىٰ، دارالمعرفة للطباعة والنشر، بيروت)

(وكذا فى الدر المختار: ۸۰۱/۶ كتاب الفرائض، فصل فى الغرقىٰ والحرقىٰ، سعيد)

(وفى السراجية، ص: ۵۸، فصل فى الحمل، سعيد)

(۲) "وإن كان من غيره، فإنما يرث لو ولد لستة أشهر أو أقل، وإلافلا". (ردالمحتار: ۸۰۱/۶، كتاب الفرائض، فصل فى الغرقىٰ والحرقىٰ، سعيد)

أشہر" لکھا ہے(۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شامی: ۲/۵۰۲ نے سراجی ص: ۴۹ کی موافقت کی ہے(۲)، اور بحر میں مبسوط کی موافقت ہے، لیکن مبسوط ہی میں اور بعض مسائل میں ستۃ أشہر کو أقل کے ساتھ لاحق کیا ہے(۳)، اکثر کے ساتھ لاحق نہیں کیا۔ اور طحطاوی میں صاف ہے کہ اس مسئلہ میں ستۃ اشہر اکثر کے ساتھ لاحق ہے، بظاہر یہی راجح معلوم ہوتا ہے: "وإن جاء ت به لستة أشهر أو أكثر، فإنه لا يرث، اهـ"(٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سوال متعلق استفتاء بالا

سوال [۹۸۵۲]: اکثر کتب متداولہ میں یہی لکھا ہے کہ اگر حمل مورث کا ہو اور عورت نے انقضائے عدت کا اقرار کرلیا ہو تو حمل وارث نہ ہوگا۔ تو کیا اگر اقرار سے لأقل من ستة أشهر پیدا ہو جائے تب بھی وارث نہ ہوگا؟

---

(۱) "ذكر الصدر الشهيد في فرائضه، أن الجنين يرث إذا كان موجوداً في البطن عند موت المورث بأن جاء لأقل من ستة أشهر منذ مات المورث .... وهذا التقدير في استحقاق الجنين من غير الأب". (البحر الرائق: ۹/ ۳۹۱، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) چنانچہ سراجی میں ہے: "وإن كان من غيره وجاء ت بالولد لستة أشهر أو أقل منها، يرث. وإن جاء ت به لأكثر من أقل مدة الحمل، لا يرث". (السراجي، ص: ۵۸ فصل في الحمل، سعيد)

(وراجع ردالمحتار، المصدر السابق)

(۳) "وإنما يعلم وجوده في البطن إذا جاء ت به لأقل من ستة اشهر منذ مات المورث؛ لأن أدنى مدة الحمل ستة أشهر. وإن جاء ت به لأكثر من ستة أشهر، فلا ميراث له". (المبسوط: ۱۵، الجزء: ۳۰، ص: ۲۰، كتاب الفرائض، باب ميراث الحمل، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۴) (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار: ۴/۴۰۳، كتاب الفرائض، فصل في الغرقى والحرقى، دارالمعرفة للطباعة والنشر بيروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

اقرار پرعدت ختم ہوجاتی ہے،لیکن اقرار کے بعد لأقل من ستة أشهر پیدا ہوجانا اس کے لئے مکذب ہے،لہذا بچہ ثابت النسب اور وارث ہوگا،بشرطیکہ اکثر مدتِ حمل (دوسال) کے اندر پیدا ہوا ہو۔اگر موتِ مورث سے دوسال کے بعد پیدا ہوگا تو ثابت النسب اور وارث نہیں ہوگا:

"والمتوفى عنها إذا ادّعت انقضائها، ثم جاء ت بولد لتمام ستة أشهر، لايثبت نسبه، ولأقل يثبت، اهـ". شامی: ۸۵۸/۲(۱)۔

"يثبت نسب ولد المقرة بانقضاء العدة إذا جاء ت به لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، كما إذا أقرّت بعد مامضى من عدتها سنتان إلا شهرين فجاء ت بولد بعد ثلاثة أشهر من وقت الإقرار، لم يثبت نسبه منه؛ لأن شرط ثبوته أن يكون لأقل من سنتين من وقت الفراق بالموت أو بالطلاق، وبعده لايثبت. وإن لم تقرّ بالانقضاء فمع الإقرار أولىٰ، اهـ". زيلعی(۲)۔

"قال الإتقاني: هذا الذي ذكره القدوري يتناول كل معتدة، سواء كانت معتدةً عن وفات أو عن طلاق، بائن أو رجعي؛ لأنه أطلق المعتدة ولم يقيّدها، يدل عليه ماذكره فخر الإسلام وغيره في شروح الجامع بقولهم: إذا أقرت بانقضاء العدة في الطلاق البائن أو الرجعي في مدةٍ تصلح لثلاثة أقراء، ثم ولدت، فإن ولدت لأقل من ستة أشهر منذ أقرت، ولأقل من سنتين منذ بانت، وفي الرجعي كيف ماكانت بعد مايكون لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، يثبت، لعلمنا ببطلان الإقرار. وإن ولدت لستة أشهر منذ أقرت، يثبت (☆)؛ لأنا لم نعلم بفساد الإقرار، كذلك في الوفاة، اهـ". شلبی هامش الزيلعی: ۴۲/۳(۳)۔

---

(۱) (ردالمحتار: ۵۴۰/۳، كتاب النكاح، باب العدة، سعيد)

(۲) (تبيين الحقائق لفخر الدين الزيلعي: ۲۸۲/۳، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دارالكتب العلميه بيروت)

(☆) "(قوله: يثبت) هكذا في الأصل، والظاهر أنه "لم يثبت" قد سقط "لم" من الكاتب. محمودحسن گنگوہی غفرلہ۔

(۳) (حاشية الشلبي على هامش التبيين للزيلعي: ۲۸۲/۳، ۲۸۳، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دارالكتب العلميه بيروت)

والمسئلة مذکورة فی البحر: ۱۷۳/٤(۱)۔ وفتح القدیر: ۳۰۵/۳(۲)۔
لیکن علامہ زیلعی نے ایک اشکال کیا ہے (۳) جس کو صاحبِ بحر اور شامی نے برقرار رکھا ہے،
فلیتأمل فیه(٤)۔

فی الفتاویٰ الهندية: "ولو مات عنها قبل الدخول أو بعده، ثم جاء ت بولد من وقت الوفات إلیٰ سنتین، یثبت النسب منه. وإن جاء ت به لأکثر من سنتین من وقت الوفات، لایثبت النسب. هذا کله إذا لم یقرّ بانقضاء العدة، وإن أقرت –وذلك فی مدة تنقضی فی مثلها عدة الطلاق والوفاة سواء– ثم جاء ت بولد لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، یثبت النسب،

(۱) "أما من الأب، فإن جاء به لأقل من سنتین من وقت الموت، فإنه یرث مالم تقرّ بانقضاء العدة .... فالأصل أن المعتدة إذا جاء ت بالولد لأقل من سنتین من وقت الطلاق، فإنه یثبت نسب الولد من الزوج إذا لم تقرّ بانقضاء العدة، فإذا ثبت النسب من المیت، یرث منه ضرورةً. وإن جاء لأکثر من سنتین، لایثبت النسب من المیت، ولایرث منه". (البحر الرائق: ۳۹۱/۹، کتاب الفرائض، رشیدیه)

(۲) "قوله: ویثبت نسب ولد المطلقة الرجعیة إذا جاء ت به لسنتین أو أکثر مالم تقرّ بانقضاء عدتها، ثم جاء ت بولد، لایثبت نسبه، إلا إذا جاء ت به لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، فإنه یثبت نسبه". (فتح القدیر: ۳۵۱/۴، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(۳) (تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲۸۳/۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۴) "وذکر فی التبیین .... بقی فیه إشکال وهو ما إذا أقرت بانقضاء عدتها، ثم جاء ت بولد لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار ولأقل من سنتین من وقت الفراق، ینبغی أن لایثبت نسبه إذا کانت المدة تحتمل ذلک بأن أقرت بعد ما مضی سنة مثلاً، ثم جاء ت بولد لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار؛ لأنه یحتمل أن عدتها انقضت فی شهرین أو ثلاثة أشهر، ثم أقرت بعد ذلک بزمان طویل، ولا یلزم من إقرارها بانقضاء العدة أن تنقضی فی ذلک الوقت فلم یظهر کذبها بیقین، إلا إذا قالت: انقضت عدتی الساعة، ثم جاء ت بولد لأقل من ستة أشهر من ذلک الوقت". (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲۷۰/۴، ۲۷۱، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی ثبوت النسب، مطلب فی ثبوت النسب من الصغیرة: ۵۴۴/۳، سعید)

وإلا فلا، اھ". عالم گیری: ۱/۵۳۷ (۱)۔

جب ثبوت نسب ہوگا تو استحقاقِ وراثت بھی ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

ایضاً

سوال[۹۸۵۳]: شامی بحث الحمل میں ہے:"وإن کان من غیرہ، فإنما یرث لو ولد لستة أشهر أو أقل، إلا إذا كانت معتدةً ولم تقرّ بانقضائها أو أقر الورثة بوجوده"(۲)۔

اس میں کل ورثہ کا اقرار ضروری ہے، یا اکثر کا یا بعض کا اقرار بھی کافی ہے، اگر کل کا اقرار ضروری ہے تو کل ورثہ کا عاقل بالغ ہونا بھی ضروری ہوگا، نیز بعض کا اقرار اور بعض کا سکوت کل کے اقرار کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر معتدہ رجعیہ ہو تو ظاہر ہے کہ روزِ طلاق سے دوسال کے بعد بھی اگر ولادت ہو تو حمل وارث ہوگا اور اگر معتدہ بائنہ ہو، یا ورثہ نے حمل کے وجود کا اقرار کیا ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس حمل کا روزِ طلاق یا موت سے دوسال کے اندر اندر پیدا ہونا ضروری ہے، مگر کتاب میں یہ شرط نہیں لگائی گئی، جو تحقیق ہو مطلع فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس مسئلہ میں صراحۃً کوئی جزئیہ نہیں ملا۔ حملِ مورث کے متعلق فصل ثبوت النسب میں عبارت ہے:

"ويثبت نسب ولد المعتدة بموت أو طلاق إن جحدت ولادتها بحجة تامة أو حبل ظاهر، أو إقرار الزوج به، أو تصديق بعض الورثة، فيثبت في حق المقرّين. وإنما يثبت النسب في حق غيرهم حتى الناس كافةً إن تم نصاب الشهادة بهم، بأن شهد مع المقر رجلٌ آخر. وكذا لو صدقه عليه الورثة وهم من أهل التصديق، فيثبت النسب، وإلا يتم نصابها، لايشارك المكذبين، اھ". درمختار مختصراً(۳)۔

"(قوله: أو تصديق بعض الورثة) المراد بالبعض مَن لايتم به نصاب الشهادة وهو الواحد

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۳۷، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، رشيديه)

(۲) (ردالمحتار: ۶/۸۰۱، كتاب الفرائض، فصل في الغرقیٰ والحرقیٰ، سعيد)

(۳) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۵۴۴، ۵۴۲، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، سعيد)

العدل أو الأكثر مع عدم العدالة كمايظهر مقابله ح. و صورة المسئلة: لو أدعت معتدة الوفاة الولادة، فصدقها الورثة ولم يشهد بها أحدٌ، فهو ابن الميت في قولهم جميعاً؛ لأن الإرث خالص حقهم، فيقبل تصديقهم فيه، فتح. (قوله: فيثبت في حق المقرين) الأولى: في حق من أقر، يشمل الواحد، ولأنهم لو كانوا جماعةً، ثبت في حق غيرهم أيضاً، إلا أن يحمل على ما إذا كانوا غير عدول، أفاده قوله: (في حق غيرهم): أي في حق من لم يصدق، اهـ". شامی: ۸۶۳/۲(۱)۔

لیکن یہ نفسِ ولادت کے متعلق کلام ہے۔معتدہ بائنہ رجعیہ کا جزئیہ صریحہ اس سے پہلے جواب میں شلبی ہامش الزیلعی سے منقول ہو چکا ہے(۲) اور یہ بحر(۳)، وشامی وغیرہ میں بھی ہے(۴)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۵۴۶/۳، سعيد)

(۲) "قال الإتقاني: هذا الذي ذكره القدوري يتناول كل معتدة، سواء كانت معتدةً عن وفات أو عن طلاق، بائن أو رجعي؛ لأنه أطلق المعتدة ولم يقيّدها، يدل عليه ماذكره فخر الإسلام وغيره في شروح الجامع بقولهم: إذا أقرت بانقضاء العدة في الطلاق البائن أو الرجعي في مدةٍ تصلح لثلاثة أقراء، ثم ولدت، فإن ولدت لأقل من ستة أشهر منذ أقرت، ولأقل من سنتين منذ بانت، وفي الرجعي كيف ماكانت بعد مايكون لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، يثبت؛ لعلمنا ببطلان الإقرار. وإن ولدت لستة أشهر منذ أقرت، يثبت؛ لأنا لم نعلم بفساد الإقرار، كذلك في الوفاة، اهـ". (حاشية الشلبي على هامش التبيين للزيلعي: ۲۸۲/۳، ۲۸۳، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دارالكتب العلميه بيروت)

(۳) قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: "والمقرّة بمضيها لأقل من ستة أشهرمن وقت الإقرار، وإلا لا: أي ويثبت نسب ولد المعتدة المقرة بمضيها إذا جاء ت بالولد لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار .... ولو جاء ت به لستة أشهر أو أكثر من وقت الإقرار، لم يثبت؛ لأنا لم نعلم بطلان الإقرار، لاحتمال الحدوث بعده، وهو المراد بقوله: وإلا لا". (البحر الرائق: ۲۷۰/۴، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، رشيديه)

(۴) "وكذا المقرة إن ولدت لذلك من وقت الإقرار: أي من أقرت بانقضائها بعد ثلاثة أشهر. (قوله: إن ولدت لذلك): أي لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار: أي ولأقل من تسعة أشهر من وقت الطلاق، لظهور كذبها بيقين، وحينئذ فلا فرق بين الإقرار وعدمه في أنه لايثبت النسب، إلا إذا ولدته لأقل من تسعة أشهر". (ردالمحتار: ۵۴۳/۳، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، سعيد)

ایضاً

سوال[۹۸۵۴]: اگر حمل غیرِ مورث کا ہو اور چھ ماہ کے بعد پیدا ہو وفاتِ مورث سے، تو وہ تب وارث ہوگا کہ ورثہ نے وفاتِ مورث کے وقت اس حمل کے وجود کا اقرار کیا ہو، یہ اقرار سب وارث کریں یا بعض کا اقرار کافی ہے؟

اس کے متعلق آپ نے ثبوت والی عبارات تحریر فرمائی ہیں، مگر اس صورت میں "إقـرار مَـن يتم بـه الشهـادة" اس لئے کافی ہے کہ ولادت خود ایسی چیز ہے کہ اس پر شہادت معتبر ہے، بخلاف صورت مسئولہ کے کہ حمل کا وجود ہی یقینی نہیں تو اس پر شہادت کیسے قبول ہوگی، ایک غائب اور محتمل چیز پر شہادت معتبر نہ ہوگی۔ پس احقر کا اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ اقرار چونکہ حجتِ قاصرہ ہے، اس لئے مقرّین کے حق میں حمل وارث ہوگا، بقیہ کے حق میں وارث نہ ہوگا اگرچہ مقرّین کی تعداد نصابِ شہادت سے بھی زائد ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے متعلق صراحۃً جزئیہ ملنے کی نفی کر کے ثبوت النسب والی عبارات نقل کی تھیں اور اس سے پہلے سوال کے جواب میں یہ مذکور تھا کہ جب ثبوتِ نسب ہوگا تو استحقاقِ وراثت بھی ہوگا (۱)۔ نیز عباراتِ درمختار میں یہ فقرہ بھی مذکور تھا: "فيثبت في حق المقرين" (۲)، اس سب سے مقصود بعض احتمالات کی اَقربیت کو بیان کرنا تھا۔ اقرار کا حجت قاصرہ ہونا مصرح ہے جس کی نظیر "فيثبت في حق المقرّين" بھی ہے، اگرچہ وہ نقصانِ نصاب پر مرتب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) چنانچہ بحرالرائق میں ہے: "فإذا ثبت النسب من الميت، يرث منه ضرورةً". (البحر الرائق: ۹/ ۳۹۲، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) "(فيثبت في حق المقرين) .... ويثبت نسب ولد المعتدة بموت أو طلاق إن جحدت ولادتها بحجة تامة أو حبل ظاهر أو إقرار الزوج به أو تصديق بعض الورثة، فيثبت في حق المقرين". (الدرالمختار). "(قوله: أو تصديق بعض الورثة) المراد بالبعض مَن لايتم به نصاب الشهادة، وهو الواحد العدل أو الأكثر مع عدم العدالة .... (قوله: فيثبت في حق المقرين) الأولىٰ في حق من أقر، يشمل الواحد، ولأنهم لو كانوا جماعةً، ثبت في حق غيرهم أيضاً". (ردالمحتار: ۳/ ۵۴۴، ۵۴۶، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۲۸۲، ۲۸۴، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دارالكتب العلميه بيروت)

الفصل العاشر فی الحجب والحرمان

(حجب اور حرمان کا بیان)

ایک وارث دوسرے وارث کی موجودگی میں محروم کیوں ہے؟

سوال[۹۸۵۵]: ایک غیر مسلم نے سوال کیا ہے کہ ایسی شریعت نے محجوب کو میراث سے کیوں محروم ٹھہرایا ہے، اس کی کیا وجہ ہے اور کیا راز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میراث کیلئے شریعت نے احکام بیان کئے ہیں کہ کون وارث کس حالت میں کتنی میراث کا مستحق ہوگا، اور کون کس کی وجہ سے محجوب ہوگا۔ دادا مستحق میراث ہے، لیکن باپ کی موجودگی میں اس کو کچھ نہیں ملتا، کیونکہ دادا کا رشتہ باپ کے واسطے سے ہے۔ اسی طرح بھائی وارث ہوتا ہے، مگر باپ کی موجودگی میں اس کو کچھ نہیں ملتا، اس لئے کہ اس کا رشتہ بھی باپ کے واسطے سے ہے۔ یہی حال پوتے کا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں وہ وارث نہیں ہوتا (۱)، یہ بات بالکل صاف اور قابلِ قبول ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۲/۸ھ۔

شادی کی وجہ سے لڑکیاں محروم نہیں ہوتیں

سوال[۹۸۵۶]: شیخ خیرات احمد مرحوم کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، دونوں لڑکیاں شادی شدہ

---

(۱) "ویسقط الجد بالأب؛ لأن الأب أصل فی قرابة الجد إلی المیت". (السراجی). "لأن قرابته بواسطة الأب، فما دامت الواسطة أهلاً للمیراث، فالمیراث للواسطة کابن الابن مع الابن". (الشریفیة، ص: ۹۱، باب معرفة الفروض ومستحقیها، سعید)

"کل من یدلی: أی ینتمی إلی المیت بشخص، لایرث مع وجود ذلک الشخص، کابن الابن، فإنه لایرث مع الابن". (الشریفیة، ص: ۴۸، باب الحجب، سعید)

(وکذا فی السراجی، ص: ۱۷، باب الحجب، سعید)

ہیں، ان دونوں لڑکیوں کا والد کی جائیداد میں شرعاً حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

شادی ہونے کی وجہ سے لڑکیاں باپ کی وراثت سے محروم نہیں ہوتیں، ان کو ضرور حصہ ملتا ہے(۱)۔ اگر صرف چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، تو بعد ادائے حقوقِ متقدمہ علی المیراث دس سہام بنا کر دو دو سہام چار لڑکوں کو اور ایک ایک سہام دونوں لڑکیوں کو تقسیم کر دیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

کیا ترکہ میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جس سے بیٹی محروم ہے؟

سوال[۷۹۸۵]: مرزا محمد اسحاق بیگ کا انتقال ہوگیا، پسماندگان میں ان کی بیوہ اور دو لڑکے مرزا فخر الدین بیگ و مرزا معین الدین بیگ اور ایک لڑکی سلطانہ بیگم ہیں۔ مرزا محمد اسحاق بیگ کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے اپنی بہن کو کل جائیداد سے محروم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مکان و باغات میں تو حصہ ہوتا ہے لیکن کھیتوں میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ مرزا محمد اسحاق بیگ اپنی زندگی میں خود ہی کاشت کرتے تھے اور تمام کھیتوں پر مرزا محمد اسحاق کا قبضہ تھا۔

---

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿یوصیکم اللہ فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (سورۃ النسآء: ۱۱)

(۲) نقشہ تقسیم ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۱۰

ابن	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت
۲	۲	۲	۲	۱	۱

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وإن کانوا إخوۃً رجالاً ونساءً، فللذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (سورۃ النساء: ۱۷۶)

اب مفتیانِ کرام بتائیں کہ مذکورہ بالا جائیداد میں سے از روئے شرع فرائض سلطانہ بیگم کو کیا حصہ ملے گا؟ نیز باقی لوگوں میں جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ باپ کی چھوڑی ہوئی منقولہ وغیر منقولہ اشیاء میں سے کیا کوئی چیز ایسی بھی ہوتی ہے جس میں لڑکی حصہ دار نہ ہو اور وہ صرف لڑکوں کو ہی ملے؟ یہ بھی مطلع کیجئے کہ بہن کی اس حق تلفی اور حصہ غصب کرنے والے کی کیا کوئی سزا شرعی ہے جو حشر میں ملے گی، اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ یہ بھی مطلع فرمائیے کہ حق دینے میں دیر کرنا کیسا ہے؟

یہ بھی مطلع کیجئے کہ عدالتی قانون کی طرح کیا شرع میں بھی اس کی کوئی میعاد مقرر ہے کہ اس کے بعد یہ حق تمادی ہو جائے اور لڑکی اس کے پانے کی مستحق نہ رہے؟ جو لوگ مذکورہ بالا حق تلفی میں کسی قسم کی مدد زبانی یا عملی کریں ان کی کیا سزا ہے؟ یا جو لوگ مذکورہ حق تلفی کے خلاف زبانی یا عملی مدد کریں ان کے لئے کیا اجر ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسئلہ ۸، تصـــ ۴۰ — مرزا محمد اسحاق بیگ

زوجہ زہرہ بیگم	ابن معین الدین بیگ	ابن فخر الدین بیگ	بنت سلطانہ بیگم
۱/۵	۱۴	۱۴	۷

(۷/۳۵)

بشرطِ صحتِ سوال وعدمِ موانعِ ارث بعد تجہیز وتکفین وادائے دَین مہر وغیرہ از کلِ مال وتنفیذِ وصیت از ثلثِ مال (۱) مرزا محمد اسحاق بیگ کا کل ترکہ چالیس سہام بنا کر اس طرح تقسیم ہوگا کہ پانچ سہام بیوہ (زہرہ

---

(۱) حقوق متقدمہ یعنی تجہیز وتکفین، ادائے دین، اگر وصیت کی ہے تو تنفیذ وصیت کے بعد بقیہ ترکہ تقسیم ہوگا:

"تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۶/۴۴۷، رشيديه)

بیگم) کوملیں گے(۱)، چودہ چودہ سہام دونوں لڑکوں فخر الدین و معین الدین کوملیں گے، سات سہام لڑکی سلطانہ بیگم کوملیں گے (۲)۔ روپیہ، زیور، کپڑا، برتن، گھر کا سامان، مکان، باغ، کھیت غرض جو چیز بھی محمد اسحاق مرحوم کی ملک تھی سب کی تقسیم اس طرح ہوگی۔

بہن کی حق تلفی کرنا سخت ہے، بہن ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر زیادہ سے زیادہ شفقت کی جائے۔ اگر وہ بڑی ہے تو اس کا حق والدہ کے قریب ہے، اگر چھوٹی ہے تو اس کا حق بیٹی کے قریب ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی کی ایک بالشت زمین غصب کرلی تو اس کی سزا میں ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر گلے میں ڈالا جائے گا (۳)۔ دو تین پیسے کے عوض سات سو مقبول فرض نمازیں دلائی جائیں گی، جس کا حق واجب ہو اس کے ادا کرنے میں بلاوجہ تاخیر کرنا اور ٹلانا ظلم ہے (۴)، خاص کر جب کہ صاحبِ حق کی طرف سے مطالبہ بھی ہو، اگر ادا نہ کیا اور تاخیر ہوگئی تو وہ مطالبہ ساقط نہیں ہوگا، یہاں تک کہ قیامت کو دلایا جائے گا (۵)۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) قال الله تبارک و تعالىٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النسآء: ۱۱)

(۳) "عن سعيد بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوق يوم القيامة من سبع أرضين". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، ص: ۲۵۴، قديمي)

(۴) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قال: "مطل الغني ظلم، وإذا اتبع أحد على ملئ فليتبع". (سنن أبي داؤد، كتاب البيوع، باب في المطلع واحسن القضاء: ۲/۴۷۴، دار الحديث ملتان)

(۵) "الحق لايسقط بتقادم الزمان". (شرح الأشباه والنظائر، كتاب القضاء والشهادات: ۲/۱۹۳، إدارة القرآن كراچی)

"ويضمن المال المسروق؛ لأنه حق العبد فلا يسقط بالتقادم". (الدرالمختار، كتاب الحدود، باب الشهادة على الزنا: ۴/۳۱، سعيد)

"وعنه (أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لتؤدن الحقوق إلى أهلها يوم القيامة حتى يقاد الشاة الجلحاء من الشاة القرناء". رواه مسلم". (مشكوة =

ظالم کی ظلم میں مدد کرنا بھی ظلم ہے(۱)۔ مظلوم کو ظلم سے بچانے کے لئے حسبِ طاقت وحیثیت مدد کرنا لازم ہے(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۸۵ھ۔

بیوہ نکاحِ ثانی کی وجہ سے وراثت سے محروم نہیں

سوال[۸۵۸۹]: ایک عورت جس کا شوہر مر چکا ہے، بعد عدت عقدِ ثانی کرتی ہے۔ عورت کے اولاد نہیں ہے، صرف خسر زندہ ہے۔ شوہر مذکورہ بالا اوراس کے والد سب ایک ہی ساتھ رہتے تھے۔ عورت مذکورہ زیورات، ملبوسۂ جسم ومنقولہ جائیداد وغیر منقولہ میں کتنا حصہ پاسکتی ہے، یا نہیں پاسکتی علاوہ مہر کے؟ اگر عورت مذکورہ نے مہر معاف کردیا ہے تو واقعاتِ مندرجہ بالا میں کوئی حق رکھتی ہے یا نہیں؟ اگر معاف نہیں کیا تو جائیداد مذکورہ بالا سے مہر وصول ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ شوہر مذکور اوراس کے والد ایک ہی ساتھ رہتے تھے، شوہر کی کوئی علیحدہ جائیداد رقم وغیرہ نہیں ہے۔

المصابیح، باب الظلم، الفصل الأول: ۲/۴۵۷، قدیمی)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

"عن أوس بن شرحبیل أنه سمع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: "من مشی مع ظالم لیقویه وهو یعلم أنه ظالم، فقد خرج من الإسلام". (مشکوة المصابیح، باب الظلم، ص: ۴۳۶، قدیمی)

"فقد خرج من الإسلام": أی من کمال الإیمان أو من حقیقة الإسلام المقتضی أن یسلم المسلمون من لسانه ویده". (مرقاة المفاتیح، باب الظلم: ۸/۸۵۸، (رقم الحدیث: ۵۱۳۵)، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وتعاونوا علی البر والتقویٰ﴾ (سورة المائدة: ۲)

"عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "انصر أخاک ظالماً أو مظلوماً". فقال رجل: یا رسول الله! أنصره مظلوماً، فکیف أنصره ظالماً؟ قال: "تمنعه من الظلم، فذلک نصرک إیاه". متفق علیه". (مشکوة المصابیح، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الأول، ص: ۴۲۲، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

عقد ثانی کرنے کی وجہ سے وہ عورت مہر یا وراثت سے محروم نہیں ہوگی (۱)، جو اشیاء: زیور، لباس وغیرہ عورت کی ملک ہیں، خواہ اس کے والد نے دی ہوں خواہ شوہر یا خسر نے تملیکاً دی ہوں، وہ تو بلاشرکتِ غیر عورت کی ملک ہیں (۲)، اور شوہر اپنے والد کے ساتھ رہتا تھا، ان میں وراثت جاری نہیں ہوگی (۳)، عورت کو بھی کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ جو اشیاء شوہر کی ملک ہو چکی تھیں، خواہ اس نے خود حاصل کی ہوں خواہ اس کے والد نے تملیکاً دیدی ہوں وہ ترکہ شمار ہوں گی (۴)، اوّلاً قرضہ مہر وغیرہ ادا کیا جائے گا، اس کے بعد جو کچھ بچے اس میں سے

---

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما ترکتم إن لم یکن لکم ولد، فإن کان لکم ولد فلهن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة توصون بها أو دین﴾ (سورة النساء: ۱۲)

"ثم شرع فی الحجب فقال: ولا یحرم ستة من الورثة بحال ألبتة: الأب، والأم، والابن، والبنت: أی الأبوان والوالدان والزوجان". (الدرالمختار، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات: ۶/۷۷۹، ۷۸۰، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الرابع فی الحجب: ۶/۴۵۲، رشیدیه)

(۲) "فإن کل أحد یعلم أن الجهاز ملک للمرأة، وأنه إذا طلقها تأخذه کله، وإذا ماتت یورث عنها، ولا یختص بشیء منه". (ردالمحتار: ۳/۵۸۵، کتاب الطلاق، باب النفقة، سعید)

(۳) اصل جائیداد باپ کی ہے میت یعنی بیٹے کی نہیں ہے اور عورت کو اپنے شوہر کے ترکہ سے میراث ملے گی، نہ کہ سسر کے مال سے:

"الأب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیء، فالکسب کله للأب إن کان الابن فی عیاله، لکونه معیناً له .... وفی الخانیة: زوج بنیه الخمسة فی داره وکلهم فی عیاله، واختلفوا فی المتاع، فهو للأب، وللبنین الثیاب التی علیهم لاغیر". (ردالمحتار: ۴/۳۲۵، کتاب الشرکة، فصل فی الشرکة الفاسدة، سعید)

(وکذا فی تنقیح الفتاوی الحامدیة: ۲/۱۷، کتاب الدعویٰ، مکتبه میمنیه، مصر)

(۴) "یملک الموهوبُ له الموهوبَ بالقبض، فالقبض شرطٌ لثبوت الملک لالصحة الهبة". (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الهبة، الباب الثالث، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(وکذا فی الدرالمختار: ۵/۶۹۰، کتاب الهبة، سعید)

چوتھائی حصہ عورت کو ملے گا، هکذا فی الهندية (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/شوال/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۱/شوال/ ۱۳۶۷ھ۔

بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو وہ وراثت سے محروم نہیں

سوال[۹۸۵۹]: کیا اگر کوئی عورت بیوہ ہونے کے بعد دوسرے سے نکاح کرلے تو اس سے اپنے مرحوم شوہر کی جائیداد اور ملک سے مہر کا حق نہیں؟ یہاں کی کمیٹی کا خیال ہے کہ اپنا کوئی حق اس عورت کو مل نہیں سکتا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بیوہ جب بعد عدت دوسرے سے نکاح کرے تو اس کا مہر اور حق وراثت مرحوم شوہر کے ترکہ سے ساقط نہیں ہوتا، بلکہ وہ حقدار رہتی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/ ۱۳۸۸ھ۔

عقدِ ثانی کی وجہ سے بیوی کا حصہ کم نہیں ہوتا

سوال[۹۸۶۰]: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بیوہ عورت جو عقدِ ثانی میں آتی ہے ترکہ میں اس کا اور

---

(۱) "التركة تتعلق بها حقوق أربعة: جهاز الميت ودفنه، والدين، والوصية والميراث، فيبدأ أولاً بجهازه وكفنه وما يحتاج إليه في دفنه .... ثم بالدين". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۴۴۷، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد، فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين﴾ (سورة النساء: ۱۲)

"أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل".

(السراجي في الميراث، ص: ۶، ۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۴۵۰، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، رشيديه)

اس کے بچوں کا حصہ کم ہوتا ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیال غلط ہے، اس کا جتنا حصہ ہے وہ ضرور اس کی مستحق ہے، عقدِ ثانی کی وجہ سے ہرگز حصہ میں کمی نہیں آئے گی، اولاد بھی اپنے پورے حصہ کی حقدار رہے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۱۳۸۹ھ۔

دادا کی میراث سے پوتا کیوں محروم ہے؟

سوال[۹۸۶۱]: مظلوم میراث کا مطلب کیا ہے، اور مظلوم میراث کیوں کہا جاتا ہے؟ ہم لوگ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں پھر بھی اس کی کون (سی) وجہ ہوگی۔ دادا کی موجودگی میں باپ مرجائے تو بیٹا محروم میراث ہوتا ہے اور نانا کی موجودگی میں ماں مرجائے تو بیٹا محروم ہوگا۔ خلاصہ تحریر فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم معلوم ہوجانے کے بعد اس پر ایمان لانا اور اس کو تسلیم کرنا ضروری ہے (۲)، اس کی علت دریافت کرنے کا حق نہیں۔ البتہ حکمت کی تحقیق کی جاسکتی ہے، مگر حکمت کے سمجھنے کیلئے بڑے علم اور اعلیٰ فہم کی ضرورت ہے (۳) جن غریبوں کو املا لکھنا بھی صحیح نہ آتا ہو، ان کو اس فکر میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولدٌ، فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مماتركتم من بعد وصية توصون بها أو دين﴾ (سورۃالنساء: ۱۲)

"أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل".

(السراجي في الميراث، ص: ۶، ۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۵۰، كتاب الفرائض، الباب الثاني، رشيديه)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه، وما نهكم منه فانتهوا﴾ (سورۃ الحشر: ۷)

(۳) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ابا ؤكم وأبناؤكم لاتدرون أيهم أقرب لكم نفعًا فريضةً من الله﴾ الآية =

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کا حقِ وراثت

سوال[۹۸۶۲]: ہم چار بھائی ہیں، والدصاحب کا انتقال ہوگیا، انہیں کی موجودگی میں ایک بھائی کا بھی انتقال ہوگیا۔ مرحوم بھائی کے بچے ہیں، ان بچوں کا حق ترکہ میں سے نکلتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ مرحوم نے تین بیٹے چھوڑے اور چوتھے مرحوم بیٹے نے اولاد چھوڑی، تو صرف مرحوم کے بیٹے وارث ہوں گے اور اس ترکہ سے چوتھے بیٹے کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا(۱)، ہاں اس چوتھے بیٹے نے اپنا خود مملوکہ ترکہ چھوڑا ہو تو وہ اس کی اولاد کو ملے گا۔ تفصیل معلوم ہونے پر سب کا حصہ متعین کیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۱۴۰۶ھ۔

= .... "جملة معترضة لبيان مصالح تقدير الميراث وحكمته، والمعنى: أن الله تعالىٰ قدّر قسمة التركة من عند نفسه على حسب ماعلم فيه حكمةً ومصلحةً. ولو وكّلها إليكم لم تعلموا أن آباء كم وأبناء كم الباقون أيهم أقرب لكم نفعًا وأبعد ضررًا، وأيهم بالعكس، فوضعتم الأموال على غير حكمة من غير إدراك نفع، فتولى الله ذلك بنفسه فضلاً منه ومنةً من عنده، ولم يكلها إلى اجتهادكم لعجزكم عن معرفة المقادير". (التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية، ص: ۲۳۴، مكتبه حقانيه پشاور)

واضح رہے کہ اگر میت کی اولاد موجود ہوتو پوتا اس لئے میراث سے محروم رہے گا کہ وراثت میں قرابتِ قریبہ قرابتِ بعیدہ کو محروم کردیتی ہے تو بیٹا چونکہ قریب ہے پوتے سے تو قریب ہی میراث کا مستحق ہوگا نہ کہ بعید:

"الأقرب فالأقرب بقرب الدرجة، أعني: أولٰهم بالميراث جزء الميت: أي البنون، ثم بنوهم وإن سفلوا". (السراجي في الميراث، ص: ۱۳، سعيد)

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ (القول السديد في تحقيق ميراث الحفيد از جواهر الفقه: ۴۷۹/۳، مكتبه دارالعلوم كراچي)

(۱) "الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني: أوّلهم بالميراث جزء الميت: أي البنون، ثم بنوهم". (السراجي في الميراث، ص: ۱۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۵۲/۲، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۸۱/۹، ۳۸۲، كتاب الفرائض، رشيديه)

بیٹے کی موجودگی میں پوتے کی میراث

سوال[۹۸۶۳]: حاجی عبدالرزاق کے دولڑکے ہیں: سلامت اللہ وعصمت اللہ، اور حاجی صاحب موجود ہیں اور سلامت اللہ کا انتقال ہوگیا، ان کا بڑا لڑکا مشتاق احمد بچا۔ اس کا شریعت کے اعتبار سے حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حاجی عبدالرزاق صاحب کے انتقال کے وقت ایک لڑکا موجود ہے اور دوسرے لڑکے کی اولاد موجود ہے اور دوسرا لڑکا خود انتقال کر چکا ہے تو اس دوسرے لڑکے کی اولاد کو حاجی عبدالرزاق کے ترکہ سے وراثت نہیں ملے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

پوتا وارث کیوں نہیں؟

سوال[۹۸۶۴]: پوتے دادا کی وراثت کے حقدار کیوں نہیں، درآنحالیکہ وہ بے چارے یتیم ہیں اور دلجوئی کے زیادہ مستحق ہیں؟ پوتوں کے وارث نہ ہونے کی حکمت بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حکمت کا علم صاحبِ شرع کو ہے، ہم نہیں جانتے (۲)، ہمارا مسلک تو یہ ہے:

---

(۱) "الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني: أوّلهم بالميراث جزء الميت: أي البنون، ثم بنوهم". (السراجي في الميراث، ص: ۱۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۲، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۸۱، ۳۸۲، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿آباؤكم وأبناء كم لاتدرون أيهم أقرب لكم نفعًا﴾ .... "جملة معترضة لبيان مصالح تقدير الميراث وحكمته، والمعنىٰ: أن الله تعالىٰ قدّر قسمة التركة من عند نفسه على حسب ماعلم فيه حكمةً ومصلحةً. ولو وكّلها إليكم، لم تعلموا أن أباء كم وأبناء كم الباقون أيهم أقرب لكم نفعًا وأبعد ضرراً، وأيهم بالعكس، فوضعتم الأموال على غير حكمة من غير إدراك نفع، =

زبان تازہ کردن باقرارِ تو نینگیختن علت از کارِ تو

(سعدی)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/۷/۱۳۶۱ھ۔

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو جائیداد دینا

سوال[۹۸۶۵]: کیا زید کو اپنی جائیداد پر یہ حق ہے کہ وہ لڑکی اور لڑکے دونوں کو نہ دے کر پوتوں کے نام لکھ دے اور تا حیاتِ خود ولی رہے، بعدہ اپنے لڑکے کو ولی بنا دے؟

= فتولى الله ذلك بنفسه فضلاً منه ومنةً من عنده، ولم يكلها إلى اجتهادكم لعجزكم عن معرفة المقادير". (التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية، ص: ۲۳۴، مكتبه حقانيه پشاور)

تقدیراتِ شرعیہ رائے اور خیالات پر مبنی نہیں ہیں، بلکہ ان کا تعلق نقل سے ہے:

"عن أبي إسحق عن عبدخير عن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال: لو كان الدين بالرأي، لكان أسفل الخف أولىٰ بالمسح من أعلاه، وقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح على ظاهر خفيه". (سنن أبي داؤد: ۱/۲۲، باب كيف المسح، دار الحديث ملتان)

"قال": أي عليّ رضي الله تعالىٰ عنه: "لو كان الدين بالرأي": أي بظاهر الرأي ومجرد العقل دون الرواية والنقل "لكان أسفل الخف أولىٰ بالمسح من أعلاه، وقد رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يمسح على ظاهر خفيه".

قال القاري رحمه الله عليه: "اعلم أن العقل الكامل تابعٌ للشرع؛ لأنه عاجز عن إدراك الحكم الإلهية، فعليه التعبد المحض بمقتضى العبودية. وماضل من الكفرة والحكماء المبتدعة وأهل الأهواء إلا بمتابعة العقل وترك موافقة النقل. وقد قال أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ: لو قلتُ بالرأي لأوجبتُ الغسل بالبول؛ لأنه نجسٌ متفقٌ عليه، والوضوء بالمني؛ لأنه نجسٌ مختلف فيه، ولأعطيتُ الذكر في الإرث نصف الأنثىٰ؛ لكونها أضعف منه". (بذل المجهود شرح سنن أبي داؤد: ۲/۹۹، كتاب الطهارة، باب كيف المسح، مكتبه امداديه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو پورا اختیار ہے کہ اپنی جائیداد پوتوں کو دیدے یا کسی اور کو دے، لیکن اتنا خیال رہے کہ مستحق کو محروم کرنے کا قصد نہ ہو(۱) کہ یہ ظلم اور معصیت ہے(۲)۔ بہتر یہ ہے کہ پوتوں کو کل جائیداد نہ دے، بلکہ ایک تہائی کے اندر اندر دیدے اور اپنا مالکانہ قبضہ ہٹا کر ان کا قبضہ کرادے، اور جو چیز تقسیم کے قابل ہو ان کو تقسیم کر کے ان کو دیدیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۸۸ھ۔

لڑکیوں کے ہوتے ہوئے جائیداد نواسہ کو دینا

سوال[۹۸۶۲]: ایک شخص ایسا ہے جو کہ بالکل ضعیف ہو چکا ہے، اس کے پانچ لڑکیاں ہیں جو شادی ہو جانے کی وجہ سے اپنے اپنے گھر پر ہیں۔ اس شخص کی خدمت نواسہ کرتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اپنے

(۱) "ولو وهب رجل شيئًا لأولاده في الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض في ذلك، لارواية في الأصل عن أصحابنا، وروي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أنه لابأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين. وإن كانوا سواء، يكره. وروى المعلّى عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ أنه لابأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوّىٰ بينهم .... وفيه: رجلٌ وهب في صحته كل المال للواحد، جاز في القضاء، ويكون آثمًا فيما صنع". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴/ ۳۹۱، كتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغير، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ: ۴/ ۴۰۰، كتاب الهبة، جنس آخر في الهبة من الصغير، رشديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/ ۲۷۹، كتاب الهبة، فصل في هبة الوالد لولده، رشيديه)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۶۲، باب الوصايا، الفصل الثالث، قديمی)

"الأفضل في هبة الابن والبنت التثليث كالميراث، وعند الثاني التنصيف". (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكرية: ۶/ ۲۳۷، كتاب الهبة، الجنس الثالث في هبة الصغير، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴/ ۴۰۰، كتاب الهبة، الباب العاشر في هبة المريض، رشيديه)

نواسہ کے نام کھیت، مکان لکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکیوں کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں، بلکہ واقعۃً نواسے کو حق الخدمت کے طور پر معاوضہ کی حیثیت سے دینا چاہتا ہے تو خدمت کے موافق دینا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱/۱۳۸۸ھ

لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے بحالتِ مرض لڑکے کو جائیداد دینا

سوال[۷۹۸۶]: ایک شخص نے مرنے سے تقریباً ۵/ ماہ پہلے بحالتِ بیماری ایک اقرار نامہ اپنی جائیداد کے متعلق لکھوا کر عدالت میں رجسٹری کرادیا ہے، مقر اور اس کا پسر مقر لہ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ مقر کی زوجہ (مقر لہ کی والدہ) عرصہ دس گیارہ سال پہلے فوت ہوچکی ہے اور مقر لہ شادی شدہ ہے اور بچوں والا ہے۔ جائیداد و مکان بعض اکثر مقر کی پیدا کردہ ہے اور کچھ موروثی ہے۔

وہ اپنے اقرار نامہ میں لکھتا ہے کہ: ''میں زرعی جائیداد پہلے اپنے پسر کے نام کاغذات سرکاری کراچکا ہوں''۔ اس تملیک کے بعد بھی باپ اسی طرح اس گھر میں رہتا ہے جس طرح کہ پہلے رہتا تھا، اس تملیک سے غرض صرف دختران کو محروم رکھنے کی ہے۔ نقل اقرار نامہ پشت استفتاء ہذا پر تحریر ہے۔ اب دختران باپ کی جائیداد سے اپنا حق طلب کرتی ہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس اقرار نامہ سے کیا اس کی دختران محروم ہوسکتی ہیں؟ یہ امر قابل غور ہے کہ مقر اقرار نامہ ہذا کے وقت بیمار تھا، اور برابر نویسندگی کے وقت تک بیمار رہا اور اسی بیماری میں فوت ہوا۔

المستفتی: حکیم کریم خاں، ۶/ ربیع الاول/ ۱۳۵۹ھ۔

خلاصۂ نقل اقرار نامہ رجسٹری شدہ:

''من کہ شیخ غلام محمد ولد شیخ عبدالرحیم، قوم شیخ، سکنہ خان پور جھورن، تحصیل خانپور میں مملوکہ مقر واقع ہیں، تمام مقر و پسرم حقیقی عبدالغفور کے پیدا کردہ ہیں۔ چونکہ پسرم

(۱) تقدم تخریجہ تحت عنوان: ''بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو وراثت''۔

عبدالغفور حکمت اور طبابت کا کام کرتا ہے، اس نے کافی روپیہ کمایا ہے اور اس کی کمائی سے بہت سی جائیداد پیدا کی گئی ہے، کسی قدر تو جائیداد پسرم کے اپنے نام پر ہے، مگر بہت سی جائیداد جو کہ پسرم نے خریدی بوجہ عزت وشانِ پدری کے مقر کے نام پر خریدی۔ مکاناتِ مذکورہ بالا کی تعمیر بھی اس نے کرائی ہے اور مقر کے نام قرضہ بھی اس نے ادا کیا ہے۔ اور مقر کا اکلوتا لڑکا اور بڑا ہی فرماں بردار اور فہیم ہے، مقر اس کی فرمانبرداری سے بہت خوش ہے۔

مقر کے دو دختران: مسماۃ زینب خاتون اور مسماۃ شاہدہ خاتون شادی شدہ موجود ہیں، مقر نے ان کو کافی زیورات وسامان جہیز کے وقت دیئے ہیں، اور گڑھی اختیار خاں وہاں اراضیٔ سکنی ومکان بھی ان کو جداگانہ- جو کہ ان کے قبضہ میں ہے-قبل ازیں حکیم عبد الغفور خاں پسرم مدنظر رکھتے ہیں۔ تمام اراضیاتِ زرعی واقعہ مواضعات: خانپور اور موضع جھورن تحصیل خانپور تملیک بالقبضہ تھی، عبدالغفور پسرم داخل خارج کرا چکا اور تاریخ تملیک سے اس پر مالکانہ قبضہ پسرم کا ہے۔

اب ہر دو مکانات مندرجہ بالا جس کی مالیت مبلغ =/۱۰۰۰، بمعہ جملہ حقوق داخلی وخارجی روشناس ہو جو مقر کو حاصل تھی بوجہ خدمت گذاری وفرمانبرداری پسرم کی۔ اپنی زندگی میں بھی عبدالغفور پسر حقیقی خود تملیک بالقبضہ کر کے قبضہ مالکانہ اسی کو دیدیا ہے، امروز سے مقر کو کوئی تعلق جائیداد متصرفہ بالا تملیک کردہ سے نہیں رہا اور نہ ہوگا، بمثلِ ذات خاص مقر کی جائیداد مذکورہ بالا کا مالک وقابض تصور ہوگا۔

نقشہائے ہر دو مکانات لفِ ہذا ہیں، لہذا تملیک نامہ ۸/ کے اسٹام پر لکھدیتا ہوں تاکہ سند رہے اور ضرورت کے وقت کام آوے تاکہ بعد میں کوئی حجت پیدا نہ کرنے پاوے۔

۱۶/ ماہ صفر المظفر /۱۳۵۹ھ، ۷/ اپریل/ ۱۹۲۹ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر غلام محمد ایسے مرض میں مبتلا تھا کہ جس سے غالبًا لوگ صحت یاب نہیں ہوتے بلکہ اکثر مرجاتے

ہیں، یا وہ صاحبِ فراش تھا کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے پر قادر نہیں تھا اور ایسی حالت میں یہ تملیک نامہ ہبہ نامہ کیا اور پھر صحت یاب نہیں ہوا، بلکہ اسی حالت اور اسی مرض میں انتقال ہوگیا تو یہ مرض الموت کا ہبہ نامہ ہے جو وصیت کے حکم میں ہے اور وصیت وارث کے حق میں نافذ نہیں ہوتی ہے جب تک دوسرے ورثا اجازت نہ دیں۔ پس دیگر ورثہ کی رضامندی اور اجازت کے بغیر یہ ہبہ نامہ شرعاً ناقابلِ عمل ہے، اس میں شرعی طریق پر میراث جاری ہوگی۔

اور اگر ایسا مرض نہ تھا معمولی بیماری میں ہبہ نامہ کیا تو یہ وصیت کے حکم میں نہیں، بلکہ ہبۂ صحیح ہے(۱)۔ جس شئ پر موہوب لہ کو قبضہ کرادیا، وہ معتبر ہے، بہر دوصورت موہوب لہ کا قبضہ ضروری ہے، اور مکان میں قبضہ ہوا نہیں بلکہ جس طرح واہب کا قبضہ پہلے تھا، اسی طرح بعد میں رہا، خواہ مرض الموت ہو خواہ نہ ہو، دونوں صورتوں میں قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے مکان کا ہبہ غیر معتبر ہے۔

لڑکیوں کو شرعی حصہ ملے گا۔ اگر بحالتِ صحت لڑکے یا لڑکی کو ہبہ کرکے اپنا قبضہ اٹھالیتا تو پھر اس میں اَور

---

(۱) "إذا وهب واحدٌ في مرض موته شيئًا لأحد ورثته، وبعد وفاته لم يُجزْ سائر الورثة، لاتصح تلك الهبة أصلاً؛ لأن الهبة في مرض الموت وصيةٌ ولا وصية لوارث. ولكن لو أجاز الورثة هبة المريض بعد موته، صحت .... وإنما تتوقف الهبة على إجازة الورثة إذا مات المريض من ذلك المرض، كما قيده في المتن بقوله: "بعد وفاته". وأما لو برئ المريض، نفذت الهبة ولو لم يُجزها الورثة". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۴۸۴، (رقم المادة: ۸۷۹)، كتاب الهبة، الفصل الثاني في هبة المريض، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴/۴۰۰، كتاب الهبة، الباب العاشر في هبة المريض، رشيديه)

"عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: "إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه، فلاوصية لوارث". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۵، كتاب البيوع، باب الوصايا، الفصل الثاني، قديمي)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۶۵۹، كتاب الوصايا، سعيد)

"عن يونس بن راشد، عن عطاء عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لاتجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". (نصب الراية للزيلعي: ۴/۴۰۴، (رقم الحديث: ۸۰۷۰)، مؤسسة الريان بيروت لبنان)

کسی کا حصہ نہ ہوتا(۱)، لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے ان کو کچھ نہ دینا ظلم اور گناہ ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۶/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم، ۷/ ربیع الثانی/ ۵۹ھ۔

جائیداد بھتیجا کو دینا بیٹوں کو نہ دینا

سوال[۹۸۶۸]: میرے والد صاحب اپنی زمین اپنے بھتیجا کے نام ہمارا حق دبا کر کر رہے ہیں، جبکہ ہم پر قرضہ اتنا ہے کہ مکان اور زمین دے کر بھی بقایا رہتا ہے اور ان کا بھتیجا نابالغ ہے۔ میرے چھوٹے چار بھائی بہن ہیں، ان کی پرورش وشادی باقی ہے۔ ان حالات میں شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ آپ کو نقصان پہنچانے کیلئے ایسا کرتے ہیں تو یہ ظلم اور گناہ ہے(۳)، ان کو ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے، ورنہ آخرت میں سخت باز پرس ہوگی۔ لیکن باپ کو اپنی اولاد سے طبعی محبت اور شفقت ہوتی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے بعد بھی اولاد کی آسائش کیلئے انتظام کرتا ہے تاکہ اولاد پریشان نہ ہو، پھر موجودہ صورت

---

(۱) قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "وهب في مرضه ولم يسلّم حتى مات، بطلت الهبة؛ لأنه وإن كان وصيةً حتى اعتبر فيه الثلث، فهو هبة حقيقةً، فيحتاج إلى القبض". (ردالمحتار: ۵/ ۷۰۰، كتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة، سعيد)

"تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/ ۴۶۲، (رقم المادة: ۸۳)، كتاب الهبة، مكتبه حنفية كوئٹه)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۶، كتاب الفرائض، باب الوصايا، الفصل الثالث، قديمی)

(۳) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

میں جو والد کرنا چاہتے ہیں تو ضرور اس کی کوئی خاص وجہ ہوگی، ممکن ہے کہ اولاد نافرمان ہوں، یا اس کی طرف سے اندیشہ ہو کہ وہ زمین کو معصیت میں ضائع کردے گی (۱)، یا بھتیجا کا یا اس کے مورث کا کوئی مطالبہ ذمہ میں ہوگا، اس کو ادا کرنا مقصود ہو، ورنہ بلاوجہ کوئی باپ اپنی اولاد کی بدخواہی نہیں کیا کرتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۵/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۵/ ۱۳۸۸ھ۔

باپ اور بیٹوں کی موجودگی میں بھتیجے وارث نہیں

سوال[۹۸۲۹]: محمد یامین نے بیوہ محمد یوسف سے نکاح کیا، ساتھ میں محمد اصغر آیا جو سوتیلا بھتیجا تھا، اب محمد یامین کی اس کی بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ محمد یوسف ہی محمد علی کی پہلی بیوی سے تھا، باقی سب اولاد محمد علی کی دوسری بیوی سے ہے۔

۱...... چندا جو کہ محمد علی کا سگا بھتیجا ہے، اس کی جائیداد میں کتنے کا حقدار ہے، اور چچیرے بھائیوں کی نجی جائیداد میں حقدار ہے یا نہیں؟

۲...... بشیراً لڑکی محمد علی اپنے باپ کی جائیداد میں کتنی حقدار ہے، اور بھائیوں کی نجی جائیداد میں بھی حقدار ہے یا نہیں اگر ہے تو کتنی؟

۳...... محمد یوسف جس کا باپ کے سامنے انتقال ہوا، باپ کی جائیداد میں حقدار ہے یا نہیں؟ محمد یوسف کی نجی جائیداد کا مالک محمد اصغر ہے، اس میں سے بھتیجا احمد حسن بھی حقدار ہے یا نہیں؟

۴...... محمد یامین نے سوتیلے بھائی محمد یوسف کی بیوہ حفیظاً سے نکاح کیا، ساتھ میں محمد اصغر آیا۔ اس لئے محمد یامین کا حصہ محمد اصغر کو ملنا چاہیے یا نہیں؟ اور اس کی والدہ کی محمد اصغر کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں، محمد یامین سے

---

(۱) "ولو كان ولده فاسقًا وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث، هذا خيرٌ من تركه". (الفتاوى العالمكيرية: ۴/ ۳۹۱، كتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغير، رشيديه)

"ولو كان ولد فاسقًا فأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث، هذا خيرٌ من تركه؛ لأن فيه إعانة على المعصية". (خلاصة الفتاوى: ۴/ ۴۰۰، كتاب الهبة، جنس آخر في الهبة من الصغير، رشيديه)

بھی کوئی اولاد نہیں۔ محمد یامین کی نجی جائیداد سے بھتیجے احمد حسن کو- جو حیات ہے-حق پہنچتا ہے یا نہیں، اگر پہنچتا ہے تو کتنا؟

۵......محمد حسن کا حق اور اس کی نجی جائیداد کا مالک احمد حسن ہے یا کسی اَور کو بھی حق پہنچتا ہے، اگر پہنچتا ہے تو کتنا؟

۶......امیر حسن کا انتقال والدہ کے سامنے ہوا، مگر اس نے نجی جائیداد بھی چھوڑی، اس میں کتنا کتنا کس کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......محمد علی کے انتقال کے وقت پسری اولاد موجود ہونے کی وجہ سے بھتیجا محروم رہے گا۔ چندا کو محمد علی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا(۱)۔ جس چچیرے بھائی نے اپنے انتقال پر اپنے والد یا اپنے لڑکے کو چھوڑا ہے، اس کے ترکہ سے بھی چندا کو کچھ نہیں ملے گا(۲)۔

۲......محمد علی کے انتقال پر دو لڑکے اور ایک لڑکی موجود تھی، اس کا ترکہ پانچ حصہ بنا کر دو دو حصے دونوں لڑکوں کو ملیں گے اور ایک حصہ لڑکی بشیراً کو ملے گا(۳)۔ بھائیوں کے ترکہ سے اس کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ کسی

(۱) "الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني: أولهم بالميراث جزء الميت: أي البنون، ثم بنوهم". (السراجي، ص: ۱۳، باب العصبات، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/ ۷۷۴، كتاب الفرائض، باب العصبات، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۵۶۳/۲، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، مكتبه حقانيه پشاور)

(۲) (راجع رقم الحاشية المتقدمة)

(۳) قال الله تبارک وتعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

مسئلہ ۵

بیٹا	بیٹا	بیٹی
۲	۲	۱

بھائی نے باپ کو چھوڑا، کسی نے بیٹے کو چھوڑا۔ دونوں صورتوں میں بشیراً محروم ہے(۱)۔

۳......محمد یوسف کا انتقال باپ کے سامنے ہوگیا، وہ باپ کا وارث کیسے ہوتا۔ اگر اس نے کوئی ذاتی جائیداد چھوڑی ہے، خواہ سامان یا نقد وغیرہ چھوڑا ہے تو اس میں سے بھی بھتیجا احمد حسن حقدار نہیں (۲)۔

۴......محمد یامین کے ترکہ سے محمد اصغر کو اس وجہ سے کچھ نہیں ملے گا کہ وہ اس کی بیوی کے ساتھ آیا ہے، حقیقی بیٹا ہوتا تو مستحق ہوتا (۳)۔

۵......اس کا وارث لڑکا احمد حسن ہے، بھائی، بھتیجا کوئی وارث نہیں (۴)۔

۶......اس کا وارث باپ محمد علی ہے (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۱۳۹۵ھ۔

---

(۱) "وبنو الأعيان: أى الإخوة والأخوات لأب وأم، وبنو العلات: أى الإخوة والأخوات لأب كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأب بالاتفاق". (الشريفية، ص: ۲۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۰، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، رشيديه)

(۲) باپ اور بیٹوں کی موجودگی میں بھتیجا محروم رہے گا، كما تقدم في الحاشية المتقدمة آنفاً.

(۳) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والنسب وهو الزوجية، والولاء".

(الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، الباب الاول، رشيديه)

(وكذا في الدر لمختار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(۴) "الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني: أولهم بالميراث جزء الميت: أى البنون، ثم بنوهم". (السراجي في الميراث، ص: ۱۳، باب العصبات، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۷۷۴، كتاب الفرائض، باب العصبات، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/۵۶۳، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، مكتبه حقانيه پشاور)

(۵) دوسرے ورثہ مثلاً ماں، بیوی، یا بیٹے، وغیرہ، ہوں تو وہ بھی وارث ہوں گے:

"ثم يقسم الباقي بين ورثته: أى الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة .... أو الإجماع".

(الدرالمختار: ۶/۷۶۱، ۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في السراجي، ص: ۳، سعيد)

لے پالک بنانا

سوال[۹۸۷۰]: گودنامہ(۱) شرعی نقطۂ نظر سے کیا ہے، اور گودنامہ سے اگر ایک بھائی کی حق تلفی ہورہی ہوتو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلۂ وراثت ایسا ہے کہ جس کو حق تعالیٰ نے براہ راست قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے(۲)، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمائی ہے، حصے سب ورثاء کے متعین ہیں۔ کسی ترکیب سے مستحق کو محروم کرنا یا کم دینا اور غیر مستحق کو وارث قرار دینا شرعاً جائز نہیں، یہ حقیقی وارث کی حق تلفی ہے(۳)، غصب ہے، ظلم ہے(۴)، جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھائیں، ان کے متعلق ارشاد ہے کہ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور جہنم میں جلیں گے(۵)۔

گودنامہ کی وجہ سے ہرگز ہرگز وراثت کا استحقاق نہیں ہوتا(۶)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۶/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) ''گودنامہ: متبنیٰ، لے پالک بنانا''۔ (فیروز اللغات، ص:۱۱۱۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿اٰباؤکم وأبناؤکم لاتدرون أیهم أقرب لکم نفعًا فریضةً من اللہ، إن اللہ کان علیمًا حکیماً﴾ (سورة النسآء: ۱۱)

(۳) ''عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: ''من قطع میراث وارثه، قطع اللہ میراثه من الجنة یوم القیمة''. (مشکوٰة المصابیح، ص: ۲۶۶، کتاب البیوع، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی)

(۴) ''وعن أبی حرّة الرقاشي عن عمه رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: ''ألا! لاتظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلابطیب نفس منه''. (مشکوٰة المصابیح، ص: ۲۵۵، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، قدیمی)

(۵) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿إن الذین یأکلون أموال الیتامیٰ ظلمًا إنما یأکلون فی بطونهم ناراً، وسیصلون سعیراً﴾ (سورة النساء: ۱۰)

(۶) چونکہ استحقاقِ ارث کے اسباب تین ہیں، وہ اسباب جہاں جہاں پائے جائیں وہ لوگ مستحق وراثت ہوں گے اور جن لوگوں =

حج بدل اور وقف کے ذریعہ ورثہ کو محروم کرنا

سوال[۱۰۹۸۷]: ایک شخص عذر کے زمانہ میں بعد پانچ سال اپنی ماں کے ساتھ اپنی جدی جائیداد اور ترکہ چھوڑ کر گھر سے نکل کھڑا ہوا، جس کا وارث مفرور کا بڑا بھائی ہوگیا اور اس کی اولاد دراولاد اس مال پر قابض چلی آتی ہے۔ دورانِ سفر میں مفرور کی ماں کا بھی انتقال ہوگیا، غرضیکہ اس شخص نے باہر ہی پرورش پائی اور پھر پھرتا گھرتا ایک جگہ مقیم ہوکر کسی کی ملازمت اختیار کی، حتی کہ اس نے پھر خود تجارت شروع کی اور شادی بھی باہر ہی غیر برادری میں کی اور اپنی خود پیدا کردہ آمدنی میں سے جائیداد بنالی۔

اب اس کی عمر تقریباً ۵۰/ یا ۶۰/ برس کی ہوگی، جب کہ اس کے بھائی کی اولاد کو کسی طرح سے معلوم ہوگیا کہ وہ ان کا بزرگ ہے، وہ اس کے پاس آنے جانے لگے اور اس سے مستفیض ہوتے رہے۔ وہ شخص چونکہ لاولد تھا، بیوی کا بھی انتقال ہوگیا تھا، اس نے اپنا مکان مسجد کے نام پر وقف کردیا۔

چند سال بعد اپنے مرض الموت لاحق ہونے سے قبل اس نے ایک رقم جو کہ تقریباً دو ہزار روپے کی ہے تین آدمیوں کی تحویل میں ہے اور یہ وصیت کردی کہ روپیہ جب تک میں زندہ ہوں اپنے مصارف میں لاؤں گا اور میرے مرنے کے بعد اس روپے کو میرے بجائے حج بدل کرانے کے بعد جو بچے فی سبیل اللہ صرف کردینا، میرا کوئی وارث نہیں اور نہ میں کسی کو دینا چاہتا ہوں۔ ہر چند کہا گیا کہ تمہارے بھائی کی اولاد ہے ان کو کچھ دے دو، مگر انہوں نے نہ مانا۔

اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ بعد ان کو مرض فالج یکا یک ہوگیا اور تین چار روز بے ہوش رہ کر انتقال کرگئے۔ اب اس کے بھائی کی اولاد اس کے ترکہ کی مدعی ہے۔ شرع شریف سے اس کا فیصلہ فرما کر عنداللہ مشکور وعنداللہ ماجور ہوں۔ اور مرحوم حنفی المذہب تھے۔ جواب پشت پر مرحمت فرمایا جائے۔ ایک آنہ کا ٹکٹ برائے

= میں وہ اسباب نہ ہوں وہ مستحق میراث نہیں ہیں:

"ویستحق الإرث بإحدی خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، الباب الاول، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۷۶۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/۵۵۵، كتاب الفرائض، مكتبه حقانيه پشاور)

جواب ارسال ہے۔

حبیب اللہ سوداگر چرم، محلہ نبو گنج، مقام دہرہ دون۔

الجواب حامداًومصلياً:

وصیت ایک ثلث ترکہ میں بہرصورت نافذ ہو جاتی ہے اور اگر ایک ثلث سے زائد کی وصیت کی جاوے تو وہ ورثہ کی اجازت پرموقوف ہو جاتی ہے، پس ایک ثلث میں وصیت کو پورا کرنا لازم ہے(۱)، یعنی ایک شخص کو اس کی طرف سے حج کرا دیا جائے، تمام سفرِ حج اور ضروریات حج کا خرچ دیا جائے اور یہ ایک تہائی ترکہ میں سے دیا جائے، واپسی کے بعد جو کچھ بچے گا وہ ورثہ کا ہوگا۔ اور حج مرنے والے کے وطن سے کرانا چاہئے۔ اگر ایک ثلث ترکہ میں اس جگہ سے حج نہ ہو سکے تو پھر جس جگہ سے حج ہو سکتا ہو وہیں سے کرا دیا جائے:

"يحج عنه من ثلث ماله، سواء قيد الوصية بالثلث بأن أوصى أن يحج بثلث ماله، أو أطلق بأن أوصىٰ أن يحج عنه، هكذا في البدائع. فإن لم يعيّن مكاناً، يحج عنه من وطنه عند علمائنا. وهذا إذا كان الثلث يكفي الحج من وطنه، فأما إذا كان لايكفي لذلك فإنه يحج عنه من حيث يمكن الإحجاج عنه بثلث ماله، كذا في المحيط .... وما فضل في يدالحاج عن الميت بعد النفقة في ذهابه ورجوعه، فإنه يَرُدّه على الورثة، لايسعه أن يأخذ شيئًا مما فضل، اهـ". فتاوی عالمگیری، ص: ۲۶۵(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶/۱۱/۱۳۵۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ذی قعدہ/ ۱۳۵۵ھ۔

---

(۱) "ثم وصيته: أي تنفذ وصيته من ثلث مابقي بعد التجهيز والدين، وفي أكثر من الثلث لايجوز إلا بإجازة الورثة". (البحر الرائق: ۹/ ۳۶۷، كتاب الفرائض، رشيديه)

"ثم تنفذ وصاياه من ثلث مايبقى بعد الكفن والدين إلا أن تجيز الورثة أكثر من الثلث". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۴۷، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة، رشيديه)

(وكذافي الدر المختار: ۶/ ۷۶۱، كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۲۵۹، كتاب الحج، الباب الخامس عشر في الوصية بالحج، رشيديه)=

نافرمان بیٹے کو عاق کرنا

سوال[۹۸۷۲]: زید دہلی کے پنجابی خاندان کا فرد ہے۔ زید نے محبت سے مجبور ہوکر ایک باورچی کی لڑکی سے شادی کر لی، جس سے زید کے ماں باپ رضامند نہیں ہیں، جس سے ایک لڑکا ہے اور ہندہ بھی حاملہ ہے۔ کیا اس وجہ سے زید کے والدین اپنی جائیداد سے محروم کر سکتے ہیں؟ کیا زید نے ایک غریب ہندہ کو سہارا دیا، اس سے شرعاً نکاح کیا تو یہ جرم عظیم ایسا ہے کہ زید کے والدین اس کو عاق کردیں، جبکہ زید بے حد پریشان حال بھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے کی سعادت اس میں ہے کہ والدین کی اطاعت کرے اور اپنی خواہش پر ان کی خواہش کو غالب رکھے(۱)، لیکن اگر اس کے قلب میں ہندہ کی محبت اتنی گھر کر گئی ہے کہ وہ مجبور اور مغلوب ہوگیا تو پھر والدین کو بھی اس کی رعایت چاہئے۔ اب جبکہ شادی کو اتنی مدت گذر گئی اور اثر بھی مرتب ہوگیا تو اس کی جدائی پر مجبور نہ کیا جاوے کہ اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔

شریعت میں عاق کرنا لغو ہے، اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، اگر والد باضابطہ تحریر لکھ دیں کہ میرے انتقال کے بعد میرے ترکہ میں سے میرے فلاں بیٹے کو میراث نہ دی جائے تو شرعاً یہ تحریر بالکل بے کار اور ناقابلِ عمل ہوگی اور والد کے انتقال کے بعد وہ لڑکا بھی شرعاً وراثت کا حقدار ہوگا، نافرمانی کی وجہ سے اس کا حصہ ختم نہیں

= (وكذا في الدر المختار: ۶/ ۶۶۲ كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۱۱۹، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/ ۵۵۲، كتاب المناسك، باب الوصية، إدارة القرآن، كراچی)

(۱) قال الله تبارك و تعالىٰ: ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً، إما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما أفٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولاً كريمًا﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

"عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "رضى الرب في رضى الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، ص ۴۱۹، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثاني، قديمي)

ہوگا، نہ کم ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۱۳۸۸ھ۔

نافرمان بیٹے کو میراث سے محروم کرنا

سوال [۹۸۷۳]: زید اپنے باپ عمر کے ساتھ اس کی زندگی میں نہایت ناروا اور غیر مناسب سلوک رکھتا ہے جس کی بناء پر اس کا باپ عمر یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنی وراثت سے محروم کردے۔ تو جائز ہے یا ناجائز؟

صورتِ مسئلہ حسبِ ذیل ہے:

زید کے دادا یعنی عمر کے باپ نے اپنی زندگی میں اپنی جائیداد سے جو کہ وقف علی الاولاد کی ہے۔ عمر یہ چاہتا ہے کہ اپنی اس جائیداد سے جو کہ اس کے باپ نے وقف کی اپنی اولاد زید کو (جو کہ باپ کو سخت تکالیف اور اذیت پہنچاتا ہے) اپنی وراثت سے محروم کردے۔ کیا شرعی نقطۂ نظر سے وہ ایسا کرسکتا ہے اور اس کے انتقال کے بعد اس کی یہ اولاد اس کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ سے محروم الارث ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

قمر الحسن۔

---

(۱) "الإرث جبريٌّ لايسقط بالإسقاط". (تكملة رد المحتار: ۱/۵۰۵، كتاب الدعوىٰ، مطلب: واقعة الفتوىٰ، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۷۱، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۴۹۴، كتاب الفرائض، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"وهذا العلم مختص بحال الممات وغيره بالحياة، أو باعتبار أسباب الملك، فإنها جبرية أو اختيارية، فالأول الميراث، والثاني غيره من أسباب الملك". (تبيين الحقائق: ۷/۴۷۱، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

"والثالث إما اختياري وهو الوصية، أو اضطراري وهو الميراث". (مجمع الأنهر: ۴/۴۹۴، كتاب الفرائض، مكتبه غفاريه كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

وراثت ملکِ غیر اختیاری ہے(۱)، لہذا باپ کو حق نہیں ہے کہ اپنے بعد ورثہ میں سے کسی کو محروم کردے(۲)، شریعت نے جو حصہ جس وارث کا متعین کردیا ہے وہ اس کو ضرور پہنچے گا، خواہ مورث راضی ہو یا ناراض ہو۔ البتہ اصل مالک کو یہ اختیار ہے کہ اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں اپنی ملک میں جس نوع کا چاہے تصرف کرے: بیع، ہبہ، صدقہ، وقف سب کچھ کرسکتا ہے(۳)۔ اگر اولاد شریر ہو اور باپ کو خیال ہو کہ میرے بعد تمام جائیداد خدا کی نافرمانی میں صرف کرے گی تو بہتر یہ ہے کہ اپنی زندگی اور صحت میں اس جائیداد کو مصارف خیر میں صرف کردے(۴) اور صورتِ مسئولہ میں تو جائیداد وقف علی الاولاد ہے، لہذا حتی الوسع وقف کی شرائط کا لحاظ

---

(۱) "الإرث جبريٌّ لایسقط بالإسقاط". (تکملة رد المحتار: ۱/۵۰۵، کتاب الدعویٰ، مطلب: واقعة الفتویٰ، سعید)

"وهذا العلم مختص بحال الممات وغیره بالحیاة، أو باعتبار أسباب الملک، فإنها جبریة أو اختیاریة، فالأول المیراث، والثاني غیره من أسباب الملک". (تبیین الحقائق: ۷/۴۷۱، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیه بیروت)

"والثالث إما اختیاري وهو الوصیة، أو اضطراري وهو المیراث". (مجمع الأنهر: ۴/۴۹۴، کتاب الفرائض، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من قطع میراث وارثه، قطع الله میراثه من الجنة". رواه ابن ماجه". (مشکوٰة المصابیح، ص: ۲۶۶، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی)

(۳) "کل یتصرف في ملکه کیف شاء". (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/۶۵۴، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، کتاب الشرکة، الباب الثالث، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(۴) "وإن کان في ولده فاسق، لاینبغي أن یعطیه أکثر من قُوْته کیلا یصیر معیناً له في المعصیة ....
ولو کان ولده فاسقاً وأراد أن یصرف ماله إلی وجوه الخیر ویحرمه عن المیراث، هذا خیرٌ من ترکه".
(الفتاویٰ العالمکیریة: ۴/۳۹۱، کتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغیر، رشیدیه)
(وکذا في الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۶/۲۳۷، کتاب الهبة، الجنس الثالث في هبة الصغیر، رشیدیه) .... =

رکھنا چاہئے (۱)۔

اگر واقف نے محروم کرنے کی نفی کی ہے، یا کوئی ایسی شرط نہیں لگائی کہ جس سے زید کو محروم کیا جا سکتا ہو تو عمر کو محض اس بناء پر کہ زید اس کو اذیت پہنچاتا ہے ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ زید کو محروم کردے۔ رہا زید کا اپنے باپ عمر کو اذیت اور تکلیف پہنچانا، یہ سخت گناہ ہے، زید کو اپنی ان حرکتوں سے باز آنا چاہئے اور توبہ کرنی فرض ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ ۸/ ۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۰/ شعبان/ ۱۳۵۵ھ۔

نافرمان اولاد کو عاق کرنا

سوال [۹۸۷۴]: جو اولاد ۱۶، ۱۴/ برس کی عمر کی از قسم ذکور ہو اور ہوشیار صاحب شعور ہو، ذی علم اور تعلیم اردو وانگریزی پاتے ہوں، وہ اپنے باپ سے باوجودیکہ اس نے ان کو کوئی تکلیف نہیں پہونچائی ہو اور نہ اس کے ساتھ اس نے کوئی بدسلوکی کی ہو، وہ اپنے ماں کے ورغلانے سے اس قدر متنفر ہیں کہ کبھی نام بھی نہ لیں، بلکہ نام سن کر لعنت کریں، کبھی پوچھ کر نہ دیکھیں کہ مرگیا یا زندہ ہے، اس کے سایہ سے ڈریں۔ پس ایسی اولاد

= (وكذا في البحر الرائق: ۷/ ۴۹۰، كتاب الهبة، رشيديه)

(۱) "شرط الواقف كنص الشارع: أي في المفهوم والدلالة". (الدر المختار: ۴/ ۴۳۳، كتاب الوقف، مطلب في قولهم: شرط الواقف كنص الشارع، سعيد)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً، أما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلهما، فلا تقل لهما أفٍ ولا تنهرهما، وقل لهما قولاً كريماً﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "رغم أنفه، رغم أنفه، رغم أنفه". قيل: من يا رسول الله!؟ قال: "من أدرك والديه عند الكبر أحدهما أو كلاهما، ثم لم يدخل الجنة". (رواه مسلم)

"وعن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "رضى الرب في رضى الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۱۸، ۴۱۹، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثاني، قديمي)

نالائق کیا باپ کی وارث ہوسکتی ہے؟ اور کیا ایسی ناخلف اولاد کو باپ عاق نہیں کرسکتا، اور اگر ایسی اولاد کو وہ عاق کردے تو کیا جائز اور حق بجانب نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اولاد کی نالائقی یقیناً قابلِ گرفت اور جرم ہے، مگر اس سے وہ وراثت سے محروم نہیں ہوسکتی، نہ باپ کو محروم کرنے کا حق ہے۔ اگر باپ نے کہہ بھی دیا، بلکہ تحریر کردیا کہ میں نے اپنی اولاد کو محروم کردیا ہے، میرے ترکہ میں سے کوئی حصہ نہ دیا جائے تب بھی بیکار ہے، اس کو حصہ شرعی ضرور ملے گا (۱)۔

اگر باپ نے اپنا تمام مال اپنی زندگی میں خود خرچ کردیا، خواہ دوسرے عزیز قریب کو دے دیا، یا غرباء ومساکین کو تقسیم کیا، یا مدارس ومساجد وغیرہ میں لگا دیا اور اپنے بعد کے لیے کچھ نہیں چھوڑا تو دوسری بات ہے، لیکن ایسا کرنا جائز نہیں گنا ہے (۲)۔ ہاں! اگر یہ خیال ہو کہ میرے بعد میری اولاد اس مال کو وراثت میں خداوند تعالیٰ کی نافرمانی میں صَرف کرے گی تو ایسا کردینا چاہیے تا کہ اس کا مال نافرمانی میں صرف نہ ہو:

---

(۱) "عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من قطع میراث وارثه، قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة". (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الوصایا، الفصل الثالث، ص: ۲۶۶، قدیمی)

"سئل فی امرأة ماتت عن أم وأخت شقیقة، وخلفت ترکةً مشتملةً علی أمتعة وأوانٍ أشهدت الأخت المزبورة علی نفسها بعد قسمة بعضها أنها أسقطت حقها من بقیة إرث أختها وترکتها لأمها المزبورة، فهل لایصح الإسقاط المذکور؟

الجواب: إلارث جبریٌّ لایسقط بالإسقاط". (تنقیح الفتاوی الحامدیة، کتاب الإقرار، مطلب: الإرث جبری لایسقط بالإسقاط: ۲/۵۴، مکتبه میمنیه مصر)

(۲) "عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه، قلت: یارسول الله! –صلی الله تعالیٰ علیه وسلم– إن من توبتی أن أنخلع من مالی صدقةً إلی الله وإلی رسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم. قال: "أمسک علیک بعض مالک، فهو خیرٌ لک". الحدیث. (صحیح البخاری، کتاب الوصایا، بابٌ: إذا تصدق أو وقف بعض ماله أو بعض رقیقه أو دوابه فهو جائز: ۱/۳۸۶، قدیمی)

قال الحافظ العسقلانی: "واستدل به علی کراهة التصدق بجمیع المال". (فتح الباری، کتاب الوصایا، باب إذا تصدق أووقف بعض رقیقه أو دوابه فهو جائز: ۵/۳۸۵، قدیمی)

"ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث، هذا خيرٌ من تركه، كذافي الخلاصة، اه". عالمگیری(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۲/۶۰ھ۔

جوابات صحیح ہیں: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ذی الحجہ/۶۰ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذی الحجہ/۶۰ھ۔

ترکہ کے مکان سے کسی وارث کو الگ کرنا

سوال[۹۸۷۵]: میں میرٹھ کا رہنے والا ہوں، میرے باپ کا نام عبد اللطیف تھا، میرے باپ کے دو بھائی عبد البصیر و عبد العلیم تھے اور میرے دادا کا نام عبد الباری تھا۔ دادا کی حیات ہی میں میرے باپ کے دونوں بھائی الگ ہوگئے تھے، کاروبار بھی علیحدہ کرلیا۔ اور انہوں نے جس وقت مکان کی تعمیر کی، تو جس حصے میں رہتے تھے وہی تعمیر کیا، بقیہ مکان جس میں میرے والد رہتے تھے وہ تعمیر نہیں ہوا۔ چونکہ میرا باپ علیحدہ ہوگیا تھا۔

اب اللہ کا حکم ایسا ہوتا ہے کہ میرے والد کا انتقال میرے دادا کے سامنے ہی ہوجاتا ہے، اب میں عبد الحفیظ بے باپ کے ہوگیا۔ اب کچھ آدمیوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ عبد الحفیظ کے چچا مکان میں حصہ نہ دیں گے، تو کبھی کبھی میرے دادا سے اور دادی معصوماً سے یہ سوال کرلیا کرتے تھے کہ حفیظ کا نام مکان میں چڑھاؤ۔ میرا چچا عبد البصیر یہ کہہ کر برابر کردیا تھا کہ حفیظ کو ہم ساتھ رکھیں گے اس کو علیحدہ نہیں کریں گے، جس کی مثال یہ ہے کہ ہمارے مکان کے برابر میں ایک مکان بک رہا تھا جو میرے چچا عبد البصیر نے میرے نام خرید نے نہیں دیا اور یہ کہہ دیا میرے دادا سے کہ ہم حفیظ کو نہیں نکالیں گے۔

اب دادا، دادی کا انتقال ہوگیا تو ہمارے چچا عبد العلیم نے ان کی وصیت کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے نام یعنی عبد العلیم اور عبد البصیر کا اندراج میونسپلٹی میں کیا۔ اب میرے دونوں چچا کا انتقال ہوگیا اور دونوں

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغير: ۴/۳۹۱، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الهبة، جنس آخر في الهبة من الصغير: ۴/۴۰۰، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الجنس الثالث في هبة الصغير: ۶/۲۳۷، رشيديه)

چچا کی اولاد مجھ کو گھر سے نکالتی ہے اور کہتی ہے کہ تمہارا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دادا، دادی مرحوم چچا نے نہ آپ کو کچھ ہبہ کیا، نہ کوئی حصہ متعین کرکے آپ کے نام پر وصیت کی، صرف اتنی بات رہی کہ آپ کو مکان سے نہیں نکالیں گے، اس سے مکان کی ملکیت میں تو آپ کا کوئی حصہ نہیں (۱)، لیکن اگر یہ وصیت کی ہو کہ آپ کو مکان میں رہنے کا حق دیا جائے، مکان سے نکالا نہ جائے تو شرعاً یہ وصیت معتبر ہوگی، ورثاء کو چاہئے کہ اس کی پابندی کریں:

"صحت الوصية بخدمة عبده وسكنى داره مدةً معلومةً وأبداً". درمختار: ٥/٤٤٢ (٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۱۳۹۳ھ۔

بیوہ کو محروم کرنے کے لئے ورثائے شوہر کا دعوائے طلاق

سوال [۹۸۷۶]: ایک شخص کے پاس اس کی عورت عرصہ دراز تک رہتی رہی، بیماری میں اس کی خدمت بھی کی، اس کی خدمت گزاری اور ازدواجی تعلقات کے گواہ بھی موجود ہیں اور اس کی خدمت کا اعتراف کرتے ہیں۔ مرد نے اپنے مرض میں اس کے جملہ حقوق کو تسلیم کرکے بھائیوں سے سلوک کرنے کی وصیت بھی کی، لیکن بعد وفات شوہر اس کے وارث عورت کا ترکہ ودینِ مہر غصب کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ اس کی عورت کو تقریباً ۸/ سال ہوئے شوہر طلاق دے چکا ہے۔

---

(۱) اس لئے کہ ہبہ نہیں ہوا اور ہبہ میں تصریح اور قبضہ میں دینا ضروری ہے اس کے بغیر ہبہ تام نہیں:

"تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لايتم إلا بالقبض". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ١/٣٦٢، (رقم المادة: ٨٣٧)، كتاب الهبة، مكتبه حنفيه، كوئته)

(٢) (الدرالمختار: ٦/٦٩١، كتاب الوصايا، باب الوصية بالخدمة والسكنىٰ، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ٩/٢٩٣، كتاب الوصايا، باب الوصية بالخدمة والسكنى، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ٧/٣١٥، كتاب الوصايا، باب الوصية بالخدمة والسكنىٰ، دار الكتب العلمية، بيروت)

ایسی صورت میں ورثاء کا قول بطلاق قابلِ سماعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں ورثائے شوہر نے آٹھ سال تک اگر طلاق کی شہادت کو چھپایا ہے اور باوجود طلب کے شہادت نہیں دی تو وہ اس کتمان اور تاخیر بلا عذر کی وجہ سے فاسق ہوگئے:

کتمان الشهادة كبيرة، ويحرم التأخير بعد الطلب". أشباه، ص: ۳۲۹(۱)۔ "شاهد الحسبة إذا أخر شهادته لغير عذر لايقبل لفسقه، كما في القنية". أشباه، ص: ۳۱۳(۲)۔

نیز ان کی شہادت قابلِ قبول نہیں۔ نیز مسلمان کے فعل کو حتی الوسع صحیح وحلال محمل پر حمل کرنے کی شریعت نے تعلیم دی ہے:

"حمل فعل المسلم على الصحة والحل واجب ما أمكن". مبسوط سرخسی: ۷۲/۱۷(۳)۔

لہٰذا ان دونوں کے تعلقات کو ناجائز نہ کہا جائے گا۔ اگر ورثائے شوہر کے قول کو صحیح بھی مانا جائے تو ہوسکتا ہے کہ شوہر نے طلاق رجعی دی ہو، اس کے بعد رجوع کرلیا ہو، یا طلاق بائنہ دی ہو مگر دوبارہ نکاح کرلیا ہو جس کا ورثائے شوہر کو علم نہ ہوا ہو، لہٰذا اس صورت میں عورت حصہ شرعیہ وراثت کی مستحق ہوگی۔ اگر مہر معاف نہیں کیا ہے تو مہر کی مستحق ہوگی اور دین مہر وراثت پر مقدم ہوگا۔

(۱) (الأشباه والنظائر، الفن الثاني، الفوائد، كتاب القضاء والشهادات والدعاوی، ص: ۲۷۱، دارالفکر بیروت)

(۲) (الأشباه والنظائر، الفن الثاني، الفوائد، كتاب القضاء والشهادات والدعاوی، ص: ۲۲۰، دارالفکر بیروت)

(۳) (المبسوط للسرخسی، كتاب الدعویٰ، باب اختلاف الأوقات في الدعویٰ وغیر ذلک: ۵۶/۱۷، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ)

البتہ اگر ورثائے شوہر طلاق مغلظہ وعدم حلالہ کی شہادت دیتے ہیں اور ۸/ سال ہوئے یعنی طلاق کے وقت بھی شہادت دے چکے تھے اوران میں شرائط شہادت: عدالت ومروت وغیرہ بھی موجود ہیں تو ان کی شہادت معتبر ہوگی اورعورت وراثت کی مستحق نہ ہوگی۔ دین مہر کی اس صورت میں مستحق ہوگی بشرطیکہ معاف نہ کیا ہواور ورثاء شوہر کے مقابلہ میں دوسرے گواہ عدم طلاق کے عادل موجود ہیں تو ان کو ترجیح ہوگی۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۶/۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۸/محرم الحرام/۵۴ھ۔



الفصل الحادی عشر فی المتفرقات

نابالغ کے مال کی ولایت کس کو ہے؟

سوال[۹۸۷۰]: میت کے انتقال کے بعد سب وارثان کا ولی اس کا لڑکا ہے اور میت کی بیوی لڑکے کی ماں حقیقی نہیں ہے۔ عورت لڑکے کے ساتھ موافقت نہیں رکھتی اور کہتی ہے کہ میرا حصہ اور میری تین لڑکیوں کا حصہ علیحدہ کردو۔ یہ تینوں لڑکیاں نابالغ ہیں، اور عورت بھی عاقلہ نہیں اور میت کے سوتیلا بھائی بھی ہے۔ عورت یہ چاہتی ہے کہ اس کے ساتھ رہے۔ صورت یہ ہے ۳لڑکیاں نابالغہ کے، ایک طرف سوتیلا بھائی ہے اور ایک طرف سوتیلا چچا ہے۔ لہذا اس صورت میں ان کا ولی کون ہوگا؟

لڑکی کا چچا دیندار بھی نہیں، ان کا حصہ الگ کرنے سے ضائع ہونے کا خوف ہے، لہذا اگر ان کا حصہ الگ کردیا جائے اور ضائع ہوجائے تو شریعت کے اعتبار سے ذمہ دار کون ہوگا؟ اور نابالغ کا حصہ الگ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغوں کے مال کی ولایت باپ کے بعد باپ کے وصی کو حاصل ہوتی ہے، لہذا اگر مرنے والے نے کسی کو وصی بنایا ہوتو وہ ولی ہوگا، اگر کسی کو ولی نہیں بنایا تو ان کا دادا ولی ہوگا، اگر دادا موجود نہ ہوتو پھر حاکمِ وقت کو ولایت حاصل ہے۔ اگر حاکم وقت مسلمان ہوتو وہ خود ان نابالغوں کے مال کی حفاظت کرے، یا کسی دیندار شخص کو مقرر کردے۔ اگر حاکمِ وقت مسلمان نہ ہوتو پھر سربرآوردہ چند صلحاء کسی کو مقرر کردیں جس کو ان نابالغوں کے حق پر خیر خواہ سمجھیں والدہ کو، یا بھائیوں کو، یا چچا کو:

"والولاية فی مال الصغير إلى الأب، ثم وصيه، ثم وصی وصيه، ثم إلى أب الأب، ثم

إلی وصیه، ثم إلی القاضی، ثم إلی من نصبه القاضی، اھ". تنویر (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ۱۴/ ربیع الاول/ ۶۴ھ۱۳۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/ ربیع الاول/ ۱۳۶۴ھ۔

سفیہ کا مال کب اس کے حوالے کیا جائے؟

سوال[۹۸۷۸]: زید کا انتقال چند سال قبل ہوا، اس کے اموال وجائیداد بین الورثہ اب تک تقسیم نہیں ہوئے، اب تقسیم ہونے والے ہیں۔ وارثین میں ایک اس کی بہن بھی ہے اور وہ سفیہ ہے، یعنی خیر وشر کے امتیاز کی طاقت نہیں رکھتی، وہ اپنی سفاہت اور چند لالچ مندوں کی تحریص کی وجہ سے پورے اموال کو ضائع کردے گی، اس کا قوی اندیشہ ہے۔ لہذا سوال یہ ہے کہ تقسیم کے وقت اس کے حصہ کے مال کو اس کے حوالہ کئے بغیر اس کے اولیاء یعنی اس کی اولاد کے حوالہ کرنے کی شرعی اجازت ہے یا نہیں؟

سفیہ کے شرعی معنی کیا ہیں، اور کن حالتوں میں مضر ثابت ہوتا ہے؟ اگر اس سفیہ کا مال اس کے حوالہ کردیں تو پھر اس مال کی خرید وفروخت اور نقل وہبہ کرنے پر حجر ثابت ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شرعی طریقہ پر یہ بہن وارث ہے اور وہ سفیہ ہے، اپنے مال کو بے محل ضائع کردینے کا قوی مظنہ ہے تو جو اہلِ فہم اہلِ دیانت اس کے حق میں خیر خواہ ہوں اس کی ضروریات کو دیکھ کر سمجھ کر مناسب طور پر انتظام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، خاندانی لوگ باہمی مشورہ سے اس کے حوالہ کردیں:

"وعندهما يحجر على الحر بالسفه والغفلة، وبه: أي بقولهما يفتى صيانةً لما له".

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۵/۵۲۸، ۵۲۹، كتاب الوكالة، فصل: لايعقد وكيل البيع والشراء، قبيل باب الوكالة بالخصومة والقبض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۷/۳۰۱، كتاب الوكالة، باب الوكالة بالبيع والشراء، رشيديه)

درمختار۔ "هوتبذير المال وتضييعه على خلاف مقتضى الشرع أو العقل". درمختار:
۵/۹۳(۱)۔

اگر مال سفیہ کے حوالہ کردیا گیا اور اس نے کوئی تصرف بیع و ہبہ کا کیا تو وہ شرعاً معتبر ہوگا، کذا فی ردالمحتار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۱۳۹۶ھ۔

کیا بھانت میراث کا عوض ہے؟

سوال [۹۸۷۹]: ہمارے یہاں کا جاہلانہ دستور یہ ہے کہ لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے، بلکہ دستور قائم یہ کررکھا ہے کہ تمام جائیداد لڑکوں میں تقسیم کردیتے ہیں۔ اور لڑکی جو سسرال سے گھر آتی ہے (اپنے باپ کے گھر) تو اس کے بھائی وغیرہ کھانا کپڑا وغیرہ ہر سال دیکر اس کو رخصت کردیتے ہیں اور یہی اس کا حق حصہ سمجھا جاتا ہے۔

اگر حصہ نہ سمجھا جائے تو کیا بھائی وغیرہ پر یہ کرنا لازم ہے، شرعی نقطہ نظر سے یہ فعل کیسا ہے؟ کیا ایسا کرنے والے افراد ﴿للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ کے خلاف نہیں کرتے، اگر کرتے ہیں تو اس سے بچنے کی صورت کیا ہوگی؟ مدلل جواب مطلوب ہے۔ یہاں اس طرح دینے کو بھانت کہتے ہیں۔

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۱۴۸، کتاب الحجر، سعید)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۵۳۸، (رقم المادة: ۹۵۸)، كتاب الحجر، مكتبه حنفيه، كوئٹه)

(وكذا في الهداية: ۳/۳۵۱، كتاب الحجر، باب الحجر للفساد، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) "والحاصل أن كل مايستوى فيه الهزل والجد، ينفذ من المحجور، ومالا فلا .... فإن بلغ الصبي غير رشيد، لم يسلم إليه ماله حتى يبلغ خمسًا وعشرين سنةً، فصح تصرفه قبله: أى قبل المقدار المذكور من المدة". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۱۵۰، كتاب الحجر، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۳/۳۵۲، كتاب الحجر، باب الحجر للفساد، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۵۴۸، (رقم المادة: ۹۸۲)، كتاب الحجر، مكتبه حنفيه، كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رواج اصل میں ہندوانہ رواج ہے، خاص اوقات میں جولڑکیوں کو دیا جاتا ہے، اس کو میراث کا بدل قرار دینا جائز نہیں، میراث انتقالِ مورث کے بعد ملتی ہے (۱)۔ اور یہ معاملہ بسا اوقات زندگی میں بھی شروع ہوجاتا ہے، پھر جتنا حصہ میراث ہوتا ہے، اس کی قیمت کا بھی کوئی تخمینہ نہیں ہوتا، نہ باقاعدہ لڑکیوں کا حصہ میراث کو خریدا جاتا ہے، نہ ان کی رضا طلب کی جاتی ہے۔ بہرحال اس رواج کو ختم کرنا ضروری ہے، لڑکیوں کو ان کا پورا پورا حصہ میراث دیا جائے (۲)۔ اپنی بہن کے ساتھ جو صلہ رحمی کرے، یہ عین سعادت ہے (۳)، لیکن اس میں پابندیٔ رواج یا معاوضۂ میراث کو دخل نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۱۳۹۱ھ۔

ولی عہد بنانا

سوال [۹۸۸۰]: اسلام کے قانون کے مطابق ولی عہد بنا سکتے ہیں یا نہیں، اس کو میراث ملے گی یا نہیں؟

---

(۱) "وهل إرث الحی من الحی أم من المیت ؟ المعتمد الثانی". (الدرالمختار: ۷۵۸/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿للرجال نصیب مما ترک الوالدان والأقربون، وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والأقربون مما قل منه أو کثر، نصیبًا مفروضًا﴾. (سورة النساء: ۷)

وقال الله تعالیٰ: ﴿یوصیکم الله فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾. (سورة النساء: ۱۱)

(۳) "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلنی وصله الله، ومن قطعنی قطعه الله". (مشکوٰة المصابیح، ص: ۴۱۹، کتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، قدیمی)

"عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه و سلم: "من کانت له أنثیٰ، فلم یئدها ولم یهنها ولم یؤثر ولده علیها -یعنی الذکور- أدخله الله الجنة". رواه أبو داؤد". (مشکوة المصابیح، ص: ۴۲۳، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الثانی، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ولی عہد بنانے کا تو حق ہے مگر اُسے حق وراثت نہیں ملے گا، حق وراثت صرف اس کو ملے گا جس کو شریعت نے وارث بنایا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۳/۲۴ھ۔

بھائی کے وعدے

سوال [۹۸۸۱]: ہمارے ابا اور اماں اور تین بھائی اور تین بہن تھے، ابا نے بڑی بہن کی شادی کرنی چاہی تو انہوں نے انکار کردیا، لہٰذا ابا نے انہیں بارہ سو روپے کا کاغذ اور ایک ہنڈیہ چاندی کے روپیوں سے بھری ہوئی دی۔ کچھ دنوں کے بعد ابا کا انتقال ہوگیا، پھر یکے بعد دیگرے بڑے اور چھوٹے بھائی کا انتقال ہوگیا، پھر ہم لوگ تین بہن اور ایک بھائی رہ گئے اور والدہ بھی۔ والدہ نے دو بہنوں کی شادی کردی اور پھر وہ بھی انتقال کرگئیں۔ اب ہم بھائی اور بہن رہ گئے۔ ہمارے پاس پانچ سیر چاندی اور کافی تانبے کے برتن اور مکان اور تین بیگہ زمین اور گھر کا سرمایہ۔ پھر بھائی کی بھی شادی ہوگئی۔

میرے پاس جو ہنڈیا روپیہ والی اور بارہ سو روپے تھا، بھائی نے اس وعدے پر لے لیا کہ وہ مجھے حج کرائے گا اور ایک ایک پائی ادا کردے گا اور میری زندگی تک میرا ساتھ دے گا۔ جب میں نے دیدیا تو وہ مجھے پریشان کرنے لگا اور شادی پر مجبور کرنے لگا، مگر میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔ لہٰذا جناب والا سے گذارش ہے کہ بتائیں اس میں میرا کتنا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنا بھائی کا حصہ ہے، اس سے آدھا حصہ آپ کا ہے(۲)، سب کا سب بھائی کو لینے کا حق نہیں (۳)،

---

(۱) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء".

(الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۵۵۵/۲، کتاب الفرائض، مكتبه حقانيه پشاور)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿وإن كانوا إخوةً رجالاً ونساءً، فللذكر مثل حظ الأنثيين﴾. (سورة النساء: ۱۷۶)

(۳) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ألا!=

جو چیز آپ کی تھی وہ بھائی نے بطورِ قرض لی تھی، اس کی واپسی بھائی کے ذمہ واجب ہے(۱)۔ اور جب بھائی کا وعدہ ہے کہ ایک ایک پائی تمہاری ادا کروں گا، تو اس وعدہ کو بھی پورا کرنا ضروری ہے(۲)، کیونکہ حقِ واجب کا وعدہ ہے۔ آپ کو بلاوجہ شادی سے انکار نہیں کرنا چاہیئے، اس میں دینی اور دنیاوی بہت سی مصالح ہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۱۳۹۱ھ۔

اگر سوال شیعہ سنّی کے توارث کا ہو تو جواب کس طرح دیا جائے؟

سوال[۹۸۸۲]: اگر کوئی حنفی، سنّی مفتی شیعوں کے مسائلِ میراث سے واقف ہو تو وہ استفتاء جس میں مورثِ اعلیٰ شیعہ ہو اور باقی مورث ووارث سنی ہوں، یا مورثِ اعلیٰ سنّی ہو اور بقیہ مورث ووارث خواہ کل

= لاتظلموا، ألا! لایحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۵۵، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، قدیمی)

(۱) "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: قال: "من طلب حقاً، فیطلبه فی عفاف واف أوغیر واف". (سنن ابن ماجة، أبواب الصدقات، باب حسن المطالبة وأخذ الحق فی عفاف، ص: ۱۷۴، قدیمی)

"وعن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "نفس المؤمن معلقة بدَینه حتی یقضی عنه". (ابن ماجه، المصدر السابق)

"القرض، هو عقد مخصوص یَرِد علی دفع مال مثلیٍّ لیردّ مثله". (الدرالمختار: ۵/۱۶۱، کتاب البیوع، فصل فی القرض، سعید)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد کان مسئولا﴾ (سورة الإسراء: ۳۴)

(۳) "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "النکاح من سنتی، فمن لم یعمل بسنتی، فلیس منی. وتزوجوا فإنی مکاثر بکم الأمم". (سنن ابن ماجة: ۱/۱۳۲، ۱۳۳، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح، قدیمی)

نکاح کے مصالح اور فوائد سے متعلق احیاء العلوم الدین میں امام غزالی نے بارہ صفحات پر طویل بحث کی ہے۔ فلیراجع: (إحیاء العلوم، کتاب آداب النکاح، آفات النکاح وفوائده: ۲/۳۲-۴۳، قدیمی)

شیعہ ہوں خواہ بعض شیعہ وبعض سنی، پس ایسی صورت میں سنّی مفتی ایسے استفتاء کا جواب کس طرح لکھے، آیا ہر بطن میں اپنے اصول کے موافق لکھے، یا مورث شیعہ کے ترکہ وحصہ کو اصولِ تشیع کے موافق اور مورث حنفی وسنّی کے ترکہ وحصہ کو اصولِ حنفیت کے مطابق، یا کیا صورت ہوگی؟ جو صورت ہو مدلل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد یسین، مدرسہ احیاء العلوم، اعظم گڈھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو فرقہ شیعہ کا کافر ہے اس کی رعایت کرتے ہوئے جواب دینا شرعاً درست نہیں، بلکہ جو اسباب میراث اہل اسلام کے نزدیک معتبر ہیں انہیں اسباب کے ماتحت ان کو بھی جواب دیا جائے گا:

"الكفار يتوارثون فيما بينهم بالأسباب التي يتوارثون بها أهل الإسلام فيما بينهم من النسب والسبب، اهـ". عالمگیری: ٦/٤٥٤، الباب السادس في ميراث أهل الكفر (١)۔

اور جو فرقہ کافر نہیں بلکہ مسلم ہے، اس کو بھی حنفی سنّی اپنے اصول کے مطابق جواب دے گا، جیسا کہ اگر کوئی شافعی المذہب کسی مفتی حنفی سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے موافق کوئی مسئلہ دریافت کرے تو حنفی مفتی اس وقت امام شافعی کے مذہب کے موافق جواب نہیں دے گا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے موافق جواب دے گا۔

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیہ نے "درمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع" میں "كتاب إحياء الموات" سے کچھ پہلے لکھا ہے:

"فروع: كتب: ماقول الشافعي؟ يكتب جواب أبي حنيفة رحمه الله تعالى".

اس پر علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

"(قوله: كتب، الخ) مثل الكتابة السوال بالقول، ومثل الشافعي غيره من أصحاب

---

(١) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٤٥٤، كتاب الفرائض، الباب السادس في ميراث أهل الكفر، رشيديه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ٣٠/٣٦، كتاب الفرائض، باب مواريث أهل الكفر، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٤٧١، ٤٧٢، كتاب الفرائض، الفصل الخامس في موانع الإرث، رشيديه)

المذاهب، اهـ". ردالمحتار: ۵/۲۹۹(۱)۔

مذہب شیعہ کے مطابق سوال کرنے سے مفتی سنی کو بطریقِ اولیٰ مذہب اہل السنۃ کے مطابق جواب دینا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

شیعہ عورت بغیر وارث چھوڑے مرنے پر اس کے موروثہ زیور کا مصرف

سوال [۹۸۸۳]: ایک شیعہ مذہب عورت کا ایک شخص نے کچھ زیور چوری کرلیا، وہ عورت فوت ہوگئی۔ یہ زیور اس خیال سے رکھا تھا کہ اس سے امام باڑہ بنوائے، یا کسی مذہبی کام میں صرف کرے۔ مرحومہ نے کوئی وارث بھی نہیں چھوڑا۔ اس کے مرنے کے بعد چور کے دل میں خوف پیدا ہوا، اب وہ اس زیور کی رقم کو کسی ایسی جگہ خرچ کرنا چاہتا ہے جو مالکہ کیلئے باعثِ اجر بنے۔ از روئے شریعت رہنمائی فرمائیں کہ یہ رقم کس مصرف میں لگائی جائے، مسجد یا مدرسہ یا طلباء کے مصارف وغیرہ میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس عورت کا کوئی نزدیک دور کسی قسم کا وارث نہیں تو وہ روپیہ غرباء پر صدقہ کردیا جائے، نادار طلبہ بھی مستحق ہیں، بیواؤں، یتیموں اپاہجوں کو بھی دیا جاسکتا ہے (۳)۔ مسجد مدرسہ اور راستہ وغیرہ کی تعمیر، یا کسی بھی

---

(۱) (الدرالمختار وردالمحتار: ۶/۴۲۱، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في شرح العقود رسم المفتي، ص: ۱۰۲-۱۰۴، مير محمد كتب خانه كراچي)

(وكذا في البحر الرائق: ۶/۴۵۰، كتاب القضاء، رشيديه)

(۲) "ويأخذ القاضي كالمفتي بقول أبي حنيفة على الإطلاق، ثم بقول أبي يوسف، ثم بقول محمد رحمهم الله تعالى .... ولا يخيّر إلا إذا كان مجتهداً، بل المقلد متى خالف معتمد مذهبه، لاينفذ حكمه". (الدرالمختار). "وأما المقلد فعليه العمل بمعتمد مذهبه، علم فيه خلافًا أولا". (الدرالمختار وردالمحتار: ۵/۳۶۰، ۳۶۱، كتاب القضاء، مطلب: يفتى بقول الإمام على الإطلاق، سعيد)

(۳) "إذا لم يوجد أحدٌ من المذكورين، توضع التركة في بيت المال على أنها مال ضائع، فصارت لجميع المسلمين، فيصرف إلى نفقة المريض وأدويته إذا كانوا فقراء". (الشريفية، ص: ۱۱، سعيد) =

تنخواہ میں صرف نہ کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۴/۱۳۹۵ھ۔

کفن ترکہ سے دیا جائے گا یا شوہر کے ذمہ ہے؟

سوال [۹۸۸۴]: ہندہ کے مرنے کے بعد جو عرفاً یا شرعاً لازمی اخراجات ماتم مثلاً کفن یا خیرات وغیرہ کئے جاتے ہیں وہ ہندہ کے ترکہ میں سے ہوں گے یا خاوند کے ذمہ لازم ہوں گے؟

المستفتی: بندہ محمد عرفان عفا اللہ عنہ ضلع مظفرآباد ڈاکخانہ: چناری۔ کشمیر، ۳/محرم/ ۵٦ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زوجہ کا کفن مفتی بہ قول پر زوج کے ذمہ لازم ہے:

"واختلف في الزوج، والفتوى على وجوب كفنها عليه، اهـ". تنوير: ١/٩٠٥ (٢)۔

= "لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (ردالمحتار: ٦/٣٨٥، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ٨/٣٦٩، كتاب الكراهية، فصل في البيع، رشيديه)

(١) "(قوله: لوبماله الحلال) أما لو أنفق في ذلک مالاً خبيثًا ومالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن الله تعالىٰ لايقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لايقبله". (ردالمحتار: ١/٦٥٨، كتاب الصلوة، مطلبٌ: كلمة لابأس دليل على أن المستحب غيره، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوى على الدرالمختار: ١/٢٧٨، كتاب الصلوة، دارالمعرفة بيروت)

(٢) (تنوير الأبصار والدر المختار: ٢/٢٠٦، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز، مطلب في كفن الزوجة على الزوج، سعيد)

"وعلى قول أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ يجب الكفن على الزوج وإن تركت مالاً، وعليه الفتوىٰ، هكذا في فتاوىٰ قاضي خان". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/١٦٠، الباب الحادى والعشرون في الجنائز، الفصل الثالث في التكفين، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/١٨٩، باب الجنائز، فصل غسل الميت .....والتكفين وغير ذالک، رشيديه)

خیرات کے متعلق یہ ہے کہ اگر میت نے وصیت کی ہے تو ایک ثلث میں اس کو نافذ کرنا ضروری ہوگا اوراس سے زائد میں ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے اگر ورثہ بالغ ہوں اوراجازت دیدیں تو زائد میں وصیت نافذ ہوسکتی ہے، ورنہ نہیں (۱)۔ اگر وصیت نہیں کی تو انتقال کے بعد سے تمام ترکہ میت کی ملک سے خارج ہوکر ورثہ کی ملک میں آ گیا، ورثہ کو اختیار ہے جس دورچاہیں خیرات کرکے میت کو ثواب پہنچائیں (۲) لیکن اگر کوئی وارث نابالغ بھی ہے تو اس کے حصہ کو صدقہ کرنا جائز نہیں (۳) زوج کے ذمہ کچھ لازم نہیں (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

فرائض کے قواعد

عالی جناب مولانا المفتی محمود الحسن صاحب!

السلام علیکم

عرض ہے کہ خادم کو ذیل قاعدہ کی جلد ضرورت ہے۔ وھی ھذہ:

سوال[۵۹۸۸]: اگرایک نام کے بہت سے وارث ہوں تو ان میں باہم تقسیم کرنے کیلئے سہام

(۱) " وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلک، لاالزيادة عليه، إلا أن تجيز ورثته بعد موته وهم كبار. المراد أن يكونوا من أهل التصرف". (الدرالمختار: ۶/۶۵۰، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/۹۰، كتاب الوصايا، رشيديه)

(۲) "لأن التركة في الاصطلاح ماتركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال".

(ردالمحتار: ۶/۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)

(۳) "ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول، والثالث، وبعد الأسبوع .... ولاسيما إذا كان في الورثة صغار أو غائب". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/۲۴۰، ۲۴۱، سعيد)

(۴) "ويكره اتخاذ الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة".

(ردالمحتار، المصدر السابق)

لگانے کا پورا قاعدہ تحریر کرنے کے بعد فرائض کے دیگر مباحث تو کچھ آتے بھی ہیں، مگر قاعدہ مسئول عنہا سے بالکل مناسبت نہیں، شاید مجھ جیسے ضعیف الاستعداد تلامذہ کو بھی آپ جیسے جید الاستعداد اساتذہ سے فائدہ پہنچے۔ یہ فن بندہ نے مدرسہ میں بالکل نہیں پڑھا، اس لئے اس فن کی مشکل مشکل اصطلاح کے بیان کرنے سے امید ہے کہ گریز فرمائیں گے اور حتی الامکان تسہیل فرمائیں گے۔

خادم: شبیر احمد شاہ پوری، خطیب جامع مسجد کالکا، ضلع انبالہ۔ ۱۳/محرم/۶۰ ۱۳ھ۔

الجواب:

محترمی! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا سوال نہایت مجمل ہے، حضرت قاری صاحب سے دریافت کیا، مگر کوئی متعین مفہوم حاصل نہیں ہوا، بلکہ علی سبیل التخمین یہ فرمایا کہ ''اگر ورثہ متعدد ہوں اور مثلاً سب کا نام زید ہے تو بوقتِ تقسیم ان میں تمیز کی کیا شکل ہے''۔ اور میں نے یہ سمجھا کہ: ''اگر ایک قسم کے چند وارث ہوں، مثلاً: چند بیویاں ہوں، یا چند بیٹے ہوں، یا چند بھائی ہوں، ان میں تقسیمِ ترکہ کی کیا صورت ہے''۔

اول صورت میں تو تمیز بذریعۂ اول ثانی وثالث (۱)، یا بذریعۂ اضافت الی الاب وغیرہ سہل ہے، مثلاً: زید اول وزید ثانی وزید ثالث وغیرہ، یا زید بن عمر، زید بن بکر، یا زید بن خالد وغیرہ۔ اسی طرح اُناث میں بھی آسانی ہے۔ نیز یہاں اضافت الی الزوجہ سے بھی تمیز ہوسکتی ہے۔

ثانی صورت میں سہام میں لگانے کیلئے ضرورت ہے کہ ان ورثہ کی نوعیت معلوم ہو، یعنی ورثہ تین قسم

---

(۱) ''ویفرز کل نصیب .... ویلقب الأنصباء بالأول والثاني والثالث، ویکتب أسمائهم ویقرع، فمن خرج اسمه أولاً فله السهم الأول، ومن خرج ثانیًا فله السهم الثاني، ومن خرج ثالثاً فله السهم الثالث إلی أن ینتهي إلی الأخیر''. (البحر الرائق: ۸/۲۷۲، کتاب القسمة، رشیدیه)

(وکذا في الدر المختار: ۶/۲۶۲، کتاب القسمة، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة: ۵/۲۰۶، کتاب القسمة، الباب الثاني في بیان کیفیة القسمة، رشیدیه)

''وإذا اجتمع جماعةٌ من العصبة في درجة واحدة، یقسم المال علیهم باعتبار أبدانهم لا باعتبار أصولهم، مثاله: ابن أخ وعشرة بني آخر .... المال بینهم علی أحد عشرة سهماً لکل واحد سهم''.

(الفتاویٰ العالمکیریة: ۶/۴۵۱، کتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشیدیه)

کے ہوتے ہیں: اول ذوی الفروض، جن کا حصہ کتاب اللہ میں مقرر ہے(۱)۔ ثانی عصبات، جن کا حصہ مقرر نہیں، بلکہ ذوی الفروض کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ لیتے ہیں۔ اور جب ذوی الفروض نہ ہوں تو سب ترکہ لے لیتے ہیں(۲)۔

ثالث ذوی الارحام، جو بوقتِ عدم ذوی الفروض وعصبات مستحق ہوتے ہیں، اوران دونوں میں سے کسی کی موجودگی میں مستحق نہیں ہوتے(۳)۔

اب میں عصبات کی چند مثالیں لکھتا ہوں جو ایک نوع کے ہیں، اور ذوی الفروض کوئی موجود نہیں، ایسی صورت میں عددِ ورثہ کے مطابق سہام بنا کر تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

مسئلہ ۴ زید

ابن	ابن	ابن	ابن
۱	۱	۱	۱

مسئلہ ۵ زید

اخ	اخ	اخ	اخ	اخ
۱	۱	۱	۱	۱

(۱) "ذوی الفروض، وهم كل من كان له سهم مقدر في كتاب الله تعالىٰ أو في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم أو بالإجماع". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) "العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدّر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الاختيار لتعليل المختار: ۲/۵۶۲، كتاب الفرائض باب العصبات، حقانيه پشاور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۱، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشيديه)

(۳) "ذوي الأرحام: وهو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة، ولايرث مع ذي سهم ولا عصبة سوى الزوجين". (الدرالمختار: ۶/۷۸۱، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۹، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الأرحام، رشيديه)

مسئلہ ۴

عم	عم	عم	عم
۱	۱	۱	۱

اگر لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں بھی ہوں تو لڑکے کو دوہرا حصہ ملے گا، اس کا حصہ بمنزلہ دو لڑکیوں کے ہوگا، مثلاً: ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہوں تو کل چار سہام بنائیں گے، دو لڑکے کو اور ایک ایک ہر لڑکی کو (۱)، مثلاً:

مسئلہ ۴ زید

ابن	بنت	بنت
۲	۱	۱

مسئلہ ۸ زید

ابن	ابن	ابن	بنت	بنت
۲	۲	۲	۱	۱

مسئلہ ۷

ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
۲	۲	۱	۱	۱

یہی صورت اس وقت ہوگی جبکہ بھائیوں کے ساتھ بہنیں بھی ہوں (۲)، مثلاً:

(۱) قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿یوصیکم اللہ فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾. (سورۃ النساء: ۱۱)

(۲) وقال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وإن کانوا إخوۃً رجالاً ونساءً، فللذکر مثل حظ الأنثیین﴾. (سورۃ النساء: ۱۷۶)

مسئلہ ۵

أخ	أخت	أخت	أخت
۲	۱	۱	۱

مسئلہ ۸ زید

أخ	أخ	أخ	أخت	أخت
۲	۲	۲	۱	۱

یہ سب اس وقت ہے جب کل ورثہ عصبات ہوں، ذوی الفروض نہ ہوں۔ اگر ذوی الفروض ہوں تو سہام لگانے میں اول ذوی الفروض کی رعایت کی جائے گی، پھر عصبات کی (۱)، چند مثالیں سمجھئے:

مسئلہ ۴ ہندہ

زوج	ابن	ابن	ابن
۱	۱	۱	۱

زوج ذوی الفروض میں سے ہے، ایسی حالت میں چوتھائی کا مستحق ہے اور بیٹے عصبات ہیں۔ پس کل چار سہام بنا کر ایک زوج کو دیدیا، باقی تین بچے وہ تینوں بیٹوں کو برابر تقسیم کردے (۲)۔

---

(۱) "فيبدأ بذوي الفروض، ثم بالعصبات النسبية، ثم بالمعتق" (الدر المختار: ۶/۷۶۳، کتاب الفرائض، سعيد)

"العصبة وهم كل من ليس له سهام مقدر، ويأخذ مابقى من سهام ذوى الفروض". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۱، كتاب الفرائض، الباب الثالث فى العصبات، رشيديه)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فإن كان لهن ولد، فلكم الربع مما تركن﴾ (سورة النساء: ۱۲)

مسئلہ ۴ ہندہ

بنت	ابن	زوج
۱	۲	۱

مسئلہ ۸ ہندہ

بنت	ابن	ابن	ابن	زوجہ
۱	۲	۲	۲	۱

یہاں زوجہ ذوی الفروض میں سے ہے، آٹھویں حصہ کی مستحق ہے(۱)، لہذا کل سہام آٹھ بنا کر ایک زوجہ کو دیا، باقی سات رہے، وہ اکہرا لڑکی کو اور دوہرا لڑکوں کو تقسیم کردیا۔

مسئلہ ۶

بنت	ابن	ابن	اب
۱	۲	۲	۱

یہاں اَب ذوی الفروض میں سے ہے، چھٹے حصہ کا مستحق ہے(۲)، لہذا کل چھ سہام بنا کر ایک والد کو دیا، باقی پانچ کو بقاعدۂ مذکورہ تقسیم کردیا۔ پوری واقفیت بغیر پڑھے یا بغیر جملہ ضوابط کو فرداً فرداً سمجھے دشوار ہے۔

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن مما تركتم﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ولأبويه لكل واحد منهما السدس﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"أما الرجال فالأول الأب، وله ثلاثة أحوال: الفرض المحض وهو السدس مع الابن وابن الابن وإن سفل". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۸، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، رشيديه)

مفید الوارثین میں نہایت تفصیل کے ساتھ اس علم کے مباحث کوتحریر کیا ہے(۱)، اسی طرح اور نئی کتب اس فن میں تحریر ہوکر شائع ہوچکی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور۔



(۱) (قانون وراثت، مفید الوارثین، تالیف: حضرت مولانا سید أصغر حسین صاحب رحمة الله علیه، سعید)

باب

رسالہ آسان فرائض

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں علم فرائض کے کثیر الوقوع مسائل وقواعد کو آسان اور عام فہم طرز سے بیان کیا گیا ہے اور تدقیقات، دلائل، نوادر کا ذکر نہیں کیا کہ وہ ذی استعداد طلبہ اور اہل علم کا حصہ ہے۔ اور اس رسالہ سے مقصود یہ ہے کہ اردوداں بھی معمولی طریقہ پر روزمرہ کی ضروریات کو حل کرسکیں اور بوقتِ حاجت جہاں اشکال ہو اس کو علماء سے رجوع کریں۔ وما توفیقی إلا باللّٰہ۔

علم الفرائض کی فضیلت

علم الفرائض کی حدیث میں فضیلت اور اس کے سیکھنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"تعلموا الفرائض وعلموها الناس، فإنها نصف العلم"(۱)۔

---

(۱) (سنن ابن ماجة، ص: ۱۹۹، أبواب الفرائض، باب الحث علی تعلیم الفرائض، میر محمد کتب خانه کراچی)

"عن عبدالرحمن بن رافع التنوخي، عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: "العلم ثلاثة، وما سوی ذلک فهو فضل: آیةٌ محکمةٌ، أوسنةٌ قائمة، أو فریضة عادلةٌ". (سنن أبی داؤد: ۲/۳۹۹، کتاب الفرائض، باب ماجاء فی تعلیم الفرائض، دار الحدیث ملتان)

یعنی: ''علم فرائض کو خود سیکھو اور دوسرے لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ یہ نصف علم ہے''۔ اس حدیث شریف میں تنہا علم فرائض کو نصف العلم فرمایا گیا ہے۔

اصطلاحاتِ فرائض کی وضاحت

فائدہ: جس کا انتقال ہو، اس کو ''میت'' کہتے ہیں (۱)، اور جو مال وہ چھوڑے اس کو ''ترکہ'' (۲)، اور اس مال کے بروئے وارثت مستحقین کو ''ورثہ'' (۳)، اور ان کے بروئے حساب حصص شرعیہ کو ''سہام'' کہتے ہیں (۴)۔

ترکۂ میت میں حقوقِ واجبہ

ترکۂ میت میں چار قسم کے حق ہیں:

اول: خود میت کا حق ہے، وہ یہ کہ اس کی تجہیز وتکفین متوسط طریقہ پر کی جائے، یعنی کفن نہ بہت اعلیٰ قسم کا دیا جائے، نہ بہت ادنیٰ قسم کا، بلکہ درمیانی درجہ کا دیا جائے۔

دوسرا حق قرض خواہوں کا ہے، یعنی اگر میت کے ذمہ کوئی دَین، مہر وغیرہ ہو تو بعد تجہیز وتکفین وہ ادا کیا جائے، اگر کچھ مال بچے۔

تیسرا حق موصیٰ لہ کا ہے، یعنی اگر میت نے انتقال سے پہلے کوئی وصیت کی ہو، مثلاً: یہ کہ میرے ذمہ اتنی

---

(۱) "الموت زوال الحياة عمن اتّصف بها". (قواعد الفقه، ص: ۵۱۳، الصدف پبلشرز، کراچی)

(۲) "التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير". (ردالمحتار: ۶/ ۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/ ۴۷۱، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "الإرث في الاصطلاح: حقٌ قابلٌ للتجزي، يثبت لمستحقٍ بعد موت من كان له ذلك لقرابةٍ بينهما، فهو بمعنى المورث. والوارث اصطلاحًا: المنتمي إلى الميت الحقيقي أو الحكمي". (دليل الوارث حاشية السراجي، ص: ۴، سعيد)

(وكذا في القاموس الفقهي، ص: ۳۷۷، حرف الواو، إدارة القرآن، كراچی)

(۴) "السهم: النصيب". (قواعد الفقه، ص: ۳۳۱، الصدف پبلشرز، کراچی)

نمازیں، اتنے روزے باقی ہیں، یا میرے ذمہ حج فرض تھا وہ ادانہیں کیا، یا میرے ثواب کیلئے اتنا روپیہ غرباء ومساکین کو دیا جائے تو ورثہ کے ذمہ ایک تہائی ترکہ باقیہ سے اس وصیت کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے (۱)۔ اگر تہائی ترکہ باقیہ سے یہ وصیت پوری ہوجائے تو بہتر ہے، ورنہ اس سے زائد میں پورا کرنا لازم نہیں، بلکہ ورثاء کی رضاء واجازت پر موقوف ہے دل چاہے تو اس کی وصیت کو پورا کریں ورنہ نہیں (۲)۔

تنبیہ:

نابالغ وارث کی رضاواجازت کا شرعاً اعتبار نہیں، لہذا اس کا حصہ ہرگز نہ خرچ کیا جائے (۳)۔

چوتھا حق ورثہ کا ہے، یعنی قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع، سے جن ورثہ کا جتنا حصہ ثابت ہے وہ ان کو دیا جائے (۴)۔

ورثہ کی قسمیں

ورثہ کی تین قسمیں ہیں: ذوی الفروض، عصبات، ذوی الارحام۔

---

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضىٰ ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة". (السراجي، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدر المختار: ۶/ ۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) "ولاتجوز (أي الوصية) بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم كبار". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۹۰، كتاب الوصايا، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۶/ ۶۵۰، كتاب الوصايا، سعيد)

(۳) "ويشترط أن يكون المُجيز من أهل التبرع بأن يكون بالغاً عاقلاً". (تبيين الحقائق: ۷/ ۳۷۷، كتاب الوصايا، دار الكتب العلميه، بيروت)

(۴) "ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته: أي الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة .... أو الإجماع". (الدرالمختار ۶/ ۷۶۱، كتاب الفرائض، سعيد)

ذوی الفروض: جس کا حصہ معین ہے(۱)۔

عصبات: جن کا حصہ معین نہیں، بلکہ ذوی الفروض کے حصص دینے کے بعد جو بچے وہ سب عصبات کو مل جاتا ہے، اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو کل عصبات کو مل جاتا ہے(۲)۔

ذوی الارحام: وہ ہیں جو اول دونوں قسموں کے نہ ہونے کی صورت میں وارث ہوتے ہیں اور ان کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے (۳)۔

حصصِ معینہ کی قسمیں

کل فروض (حصص معیّنہ) چھ ہیں: نصف، ربع، ثمن۔ ان تینوں کو فروض کی نوعِ اول کہتے ہیں۔ ثلثان، ثلث، سدس۔ ان تینوں کو فروض کی نوعِ ثانی کہتے ہیں(۴)۔

---

(۱) "ذوی السهام: وهم كل من كان له سهم مقدر فی كتاب الله تعالیٰ، أو فی سنة رسوله عليه السلام، أو بالإجماع". (الاختيار لتعليل المختار: ۵۵۵/۲، كتاب الفرائض، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۴۴۷/۶، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) "العصبات وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقی من سهام ذوی الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۴۵۱/۶، كتاب الفرائض، باب العصبات، رشيديه)

(وكذا فی الاختيار لتعليل المختار: ۵۶۲/۲، كتاب الفرائض، مكتبه حقانيه كوئٹه)

(۳) "ذوی الأرحام: هو كل قريب ليس بذی سهم ولا عصبة، ولايرث مع ذی سهم ولا عصبة". (الدرالمختار: ۷۹۱/۶، كتاب الفرائض، باب توريث ذوی الأرحام، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۴۵۹/۶، كتاب الفرائض، باب ذوی الأرحام، رشيديه)

(۴) "الفروض المذكورة فی القرآن نوعان: الأول: النصف .... والربع، والثمن .... والثانی: الثلث والثلثان ......والسدس". (الدرالمختار: ۸۰۳/۶، كتاب الفرائض، باب المخارج، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۴۶۴/۶، كتاب الفرائض، الباب الحادی عشر فی حساب الفرائض، رشيديه)

فصلٌ فی ذوی الفروض

ذوی الفروض کی اقسام

ان فروض (حصص معیّنہ) کے مستحقین کو ذوی الفروض کہتے ہیں اور وہ کل بارہ نفر ہیں، چار ذکور (مرد) ہیں، آٹھ اناث (عورتیں) ہیں۔ تفصیلِ ذکور: اب، جد، اخیافی بھائی، زوج (۱)۔

پہلے ان کے حالات معلوم ہوجائیں تو پھر اناث اور ان کے حالات بیان کئے جائیں گے۔

ذُکور کے حالات

۱۔ أب کے حالات:

میت کے ورثہ میں اگر باپ موجود ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں:

اول: فرضِ مطلق (سدس) کا مستحق ہوگا، یعنی باپ کو چھٹا حصہ ملے گا اور یہ اس وقت ہے کہ میت کے بیٹا یا پوتا بھی موجود ہو۔

دوم: فرض وتعصیب معًا: یعنی ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے پہلے چھٹا حصہ دیا جائے گا، اس کے بعد دیگر ذوی الفروض کے حصص دے کر جو کچھ بچے گا، وہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے مل جائے گا۔ اور یہ اس وقت ہے کہ میت کے بیٹی یا پوتی موجود ہو۔

سوم: تعصیبِ محض یعنی ذوی الفروض کو دینے کے بعد عصبہ ہونے کی حیثیت سے جو کچھ بچے گا، باپ کو مل جائے گا اور کوئی حصہ معینہ باپ کو نہیں ملے گا، اس حالت میں وہ ذوی الفروض میں سے نہیں ہے۔ اور یہ اس

(۱) "وأصحاب هذه السهام اثنا عشر نفراً، أربعة من الرجال، وهم: الأب، والجد، والأخ لأم، والزوج. وثمان من النساء، وهن: الزوجة، والبنت، وبنت الابن .... والأخت لأب وأم، والأم، والجدة الصحيحة". (السراجی، ص: ۵، سعید)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۴۴۸/۶، كتاب الفرائض، رشيديه)

وقت ہے کہ ورثہ مذکورین میں سے (بیٹا، پوتا، بیٹی، پوتی) کوئی نہ ہو(۱)۔

۲۔جد کے حالات:

دادا کی وراثت کی بھی وہی تین صورتیں ہیں جو باپ کی ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ اگر باپ اوردادا دونوں موجود ہوں تو دادا کو کچھ نہیں ملے گا...... وہ کالعدم ہوگا (۲)۔

۳۔ ابن الأم کے احوال:

اخیافی بھائی جو صرف ماں میں شریک ہو، اس کی تین صورتیں ہیں: جب کہ وہ ایک ہو تو اس کو سدس ملے گا، جب دو یا زیادہ ہوں تو ثلث ملے گا، جب میت کی اولاد یا بیٹے کی اولاد یا باپ دادا میں سے کوئی موجود ہو تو پھر کچھ نہیں ملے گا، بلکہ وہ کالعدم ہوگا (۳)۔

---

(۱) "أما الرجال: فالأول الأب، وله ثلاثة أحوال: الفرض المحض وهو السدس مع الابن وابن الابن وإن سفل .... والتعصيب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الابن. والتعصيب والفرض، وذلك مع البنت وبنت الابن، فله السدس بالفرض والنصف للبنت ......والباقي له بالتعصيب". (الاختيار لتعليل المختار: ۳/۵۵۵، ۵۵۶، كتاب الفرائض، مكتبه حقانيه، پشاور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۸، كتاب الفرائض، الباب الثاني، رشيديه)

(۲) "والجد الصحيح كالأب .... ويسقط الجد بالأب؛ لأن الأب أصل في قرابة الجد إلى الميت". (السراجي، ص: ۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۴۸، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۳) "والثالث: الأخ لأم، وله السدس، وللاثنين فصاعداً الثلث. وإن اجتمع الذكور والأناث، استووا في الثلث. قال الله تعالىٰ: ﴿وإن كان رجل يورث كلالةً أو امرأةٌ وله أخ أو أخت، فلكل واحد منهما السدس﴾". [سورة النساء: ۱۲]. (الاختيار لتعليل المختار: ۵۵۶/۳، كتاب الفرائض، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۴۸، كتاب الفرائض، رشيديه)

٤۔ زوج کے احوال:

شوہر کی دوصورتیں ہیں: اگر میت کی اولاد نہ ہوتو نصف ملے گا اور اگر اولاد ہوتو ربع کا مستحق ہوگا (۱)، یہاں تک ذکور کا بیان ختم ہوا۔

اناث کے حالات

زوجہ، بنت، بنت الابن، اخت عینی، اخت اخیافی، اخت علاتی، ام، جدہ (دادی، نانی)۔

۱۔ زوجہ کے احوال:

بیوی کی دوصورتیں ہیں: اگر اولاد نہ ہوتو ربع کی مستحق ہوگی، اگر اولاد ہوتو ثمن کی مستحق ہوگی۔ غرض شوہر سے نصف کی مستحق ہوگی (۲)۔

۲۔ بنت کے احوال:

لڑکی کی تین صورتیں ہیں: ایک ہوتو نصف کی مستحق ہوگی، دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو ثلثان کی مستحق ہوں گی (۳)۔ اور اگر لڑکا بھی ہوتو عصبہ بن جائیں گی، یعنی لڑکی کو اکہرا اور ہر لڑکے کو دوہرا ملے گا (۴)۔ اس صورت میں وہ ذوی الفروض میں نہیں۔

---

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولكم نصف ماترک أزواجكم إن لم يكن لهن ولد، فإن كان لهن ولد، فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها أو دين﴾. (سورة النساء: ۱۲)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد، فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين﴾. (سورة النساء: ۱۲)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين، فإن كن نساءً فوق اثنتين فلهن ثلثا ماترک، وإن كانت واحدةً فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۴) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وإن كانوا إخوةً رجالاً ونساءً، فللذكر مثل حظ الأنثيين﴾. (سورة النساء: ۱۷۶)

۳۔ بنت الابن کے حالات:

پوتی کی چھ صورتیں ہیں: تین تو وہی ہیں جو بیٹی کی ہیں۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ میت کے اگر بیٹی بھی ہو تو پوتی کو سدس ملے گا۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔ چھٹی صورت یہ ہے کہ جب دو بیٹیاں ہوں اور کوئی پوتا بھی ہو تو اس صورت میں وہ پوتی اپنے بھائی (پوتے) کے ساتھ عصبہ بن جائے گی اور باقی ترکہ میں سے اکہرا پوتی کو اور دوہرا پوتے کو مل جائے گا(۱)۔

٤۔ اخت عینی کے حالات:

عینی بہن کی پانچ صورتیں ہیں: ایک ہو تو نصف۔ دو یا زیادہ ہوں تو ثلثان۔ اگر عینی بھائی بھی ہو تو عصبہ بن جائے گی، یعنی بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا ملے گا۔ اگر بیٹی یا پوتی بھی موجود ہو تو اس کے دینے کے بعد جو بچے گا وہ سب عینی بہن کو مل جائے گا، یعنی وہ عصبہ بن جائے گی۔ اگر بیٹا، پوتا، باپ، دادا کوئی موجود ہو تو پھر عینی بہن کو کچھ نہیں ملے گا، وہ کالعدم ہوگی (۲)۔

٥۔ أخت علاتی کے احوال:

باپ شریک بہن کی سات حالتیں ہیں: پانچ تو وہی ہیں جو عینی بہن کی ہیں۔ چھٹی صورت یہ ہے کہ ایک عینی بہن بھی اگر موجود ہو تو اس وقت علاتی بہن کو سدس ملتا ہے، جیسا کہ بیٹی کے موجود ہونے کی صورت میں پوتی

---

(۱) "وبنات الابن كبنات الصلب، ولهن أحوال ست: النصف للواحدة، والثلثان للاثنتين فصاعدةً عند عدم بنات الصلب، ولهن السدس مع الواحدة الصلبية تكملةً للثلثين، ولا يرثن مع الصلبيتين إلا أن يكون بحذائهن أو أسفل منهن غلامٌ، فيعصّبهن، والباقي بينهم للذكر مثل حظ الأنثيين، ويسقطن بالابن". (السراجي، ص: ۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٤٤٨، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) "وأما الأخوات لأب وأم، فللواحدة منها النصف، وإن كا نتا اثنتين فصاعداً فلهما الثلثان، ومع الأخ لأب وأم للذكر مثل حظ الأنثيين .... ويسقطن بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأب والجد وإن علا .... ولهن الباقي مع البنات أو مع بنات الابن، لقوله عليه السلام: "اجعلوا الأخوات مع البنات عصبةً". (البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٤٥٦، كتاب الفرائض، الفصل الأول في أصحاب الفرائض، رشيديه)

کوسدس ملتا ہے، اور دو بیٹیاں ہونے کی صورت میں پوتی کو کچھ نہیں ملتا ہے۔ ساتویں صورت یہ ہے کہ دو یا زیادہ عینی بہن ہوں تو علاتی بہن کو کچھ نہیں ملے گا، بلکہ وہ کالعدم ہوگی۔ ہاں! اگر اس صورت میں کوئی علاتی بھائی بھی ہو تو باقی ترکہ اکہرا علاتی بہن کو ملے گا اور دوہرا علاتی بھائی کو، یعنی وہ عصبہ بن جائے گی (۱)۔

٦۔ اخت اخیافی کے احوال:

ماں شریک بہن کا بالکل وہی حال ہے جو ابن الام (ماں شریک بھائی) کا ہے (۲)۔

۷۔ ام کے حالات:

ماں کی تین حالتیں ہیں: ایک حالت میں سدس ملتا ہے، وہ اس وقت کہ میت کے اولاد، یا بیٹے کی اولاد ہو، یا دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن بھی کسی قسم کے ہوں۔ دوسری صورت میں ثلث ملتا ہے، وہ جب کہ ان میں سے کوئی نہ ہو۔ تیسری صورت میں ثلث ملتا ہے۔ مگر بعد فرضِ احد الزوجین، مثلاً: کسی عورت نے شوہر چھوڑا اور ماں باپ، تو شوہر کا فرض حصہ معینہ (نصف) نکالنے کے بعد جو بچے اس کا ثلث ماں کو ملے گا۔ اور اگر مرد کا انتقال ہوا اور اس نے زوجہ چھوڑی اور ماں باپ تو زوجہ کا فرض حصہ معینہ (ربع) نکالنے کے بعد جو بچے اس کا ثلث ماں کو ملے گا (۳)۔

---

(۱) "الأخوات لأب وهن كالأخوات لأبوين عند عدمهن، فللواحدة النصف، وللأكثر الثلثان عند عدم الأخوات لأب وأم، ولهن السدس مع الأخت لأب وأم تكملةً للثلثين، ولا يرثن مع الأختين لأب وأم إلا أن يكون معهن أخ لأب، فيعصبّهن، فيكون للأختيين لأب وأم الثلثان والباقي بين الأولاد للذكر مثل حظ الأنثيين، ولهن الباقي مع البنات أو مع بنات الابن". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٣٥٠، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، رشيديه)

(وكذا في السراجي، ص: ١٠، سعيد)

(٢) "والثالث: الأخ لأم، وله السدس، وللاثنين فصاعداً الثلث. وإن اجتمع الذكور والأناث، استووا في الثلث. قال الله تعالىٰ: ﴿وإن كان رجل يورث كلالةً أو امرأةٌ وله أخ أو أخت، فلكل واحد منهما السدس﴾".
[سورة النساء: ١٢]. (الاختيار لتعليل المختار: ٢/٥٦٢، كتاب الفرائض، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٤٤٨، كتاب الفرائض، رشيديه)

(٣) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿ولأبويه لكل واحد منهما السدس إن كان له ولد، فإن لم يكن له ولد =

۸ـــ جدہ کے حالات:

دادی، نانی کو سدس ملے گا۔ ماں اگر موجود ہو تو دادی، نانی کو کچھ نہیں ملے گا۔ باپ اگر موجود ہو تو دادی کو کچھ نہیں ملے گا(۱)۔

یہاں تک ذوی الفروض کا بیان ختم ہوا، آگے ورثہ کی دوسری قسم عصبات کا بیان شروع ہوتا ہے۔

فصل فی العَصَبة

عصبات کی قسمیں

عصبہ تین قسم پر ہے: عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ۔

قسم اول: **عصبہ بنفسہ**

عصبہ بنفسہ ہر وہ مذکر ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں کسی عورت کا واسطہ نہ آئے، اس کی

= وورثه أبواه، فلأمه الثلث، فإن كان له إخوة فلأمه السدس﴾ (سورة النساء: ۱۲)

"وأما للأم: فأحوال ثلث: السدس مع الولد، أو ولد الابن وإن سفل، أو مع الاثنين من الإخوة والأخوات فصاعداً من أيّ جهة كانا، وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين، وثلث مابقى بعد فرض أحد الزوجين". (السراجى، ص: ۱۱، سعيد)

(وكذا فى الاختيارلتعليل المختار: ۲/ ۵۵۹، كتاب الفرائض، مكتبه حقانيه پشاور)

(۱) "عن ابن بريدة عن أبيه رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم جعل للجدة السدس إذا لم تكن دونها أم". (سنن أبى داؤد: ۲/ ۴۰، كتاب الفرائض، باب فى الجدة، دار الحديث ملتان)

(ومشكوٰة المصابيح: ۱/ ۲۶۳، باب الفرائض، قديمى)

"وللجدة السدس، لأمٍ كانت أو لأب، واحدةً كانت أو أكثر إذا كن ثابتات متحاذيات فى الدرجة، ويسقطن كلهن بالأم والأبويات أيضاً بالأب، وكذلك بالجد". (السراجى، ص: ۱۱، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/ ۴۵۰، كتاب الفرائض، رشيديه)

چار قسمیں ہیں:

اول: جزءِ میت بیٹا، پوتا وغیرہ۔

دوم: اصلِ میت یا باپ، دادا وغیرہ۔

سوم: میت کے باپ کا جز: بھائی، بھتیجا وغیرہ۔

چہارم: میت کے دادا کا جز: تایا، چچا وغیرہ۔

ان کی وراثت قرب وقوت کے اعتبار سے ہوگی یعنی قریب کی موجودگی میں بعید کو کچھ نہیں ملے گا۔ ترتیبِ مذکورہ کا لحاظ رکھا جائے یعنی جزءِ میت کے ہوتے ہوئے اصلِ میت کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے کچھ نہیں ملے گا (اگرچہ ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے اس کا حصہ ضرور ملے گا)۔ اور پھر جزء میں بھی جب بیٹا ہو تو پوتے کو کچھ نہیں ملے گا، یعنی بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم رہے گا۔ نیز بیٹے کی موجودگی میں باپ، باپ کی موجودگی میں تایا، چچا کو کچھ نہیں ملے گا۔

یہ تو قرب کے لحاظ سے ہے اور قوت کا مطلب یہ ہے کہ عینی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی اور عینی چچا کی موجودگی میں علاتی چچا کو کچھ نہیں ملے گا (۱)۔

قسمِ دوم: **عصبہ بغیرہ**

وہ چار عورتیں ہیں جن کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ایک ہونے کی صورت میں نصف اور دو یا

---

(۱) "العصبات النسبية ثلاثة: بنفسه، وعصبة بغيره، وعصبة مع غيره .... العصبة بنفسه وهو كل ذكرٍ لم يدخل في نسبته إلى الميت أنثىٰ .... ثم العصبات بأنفسهم أربعة أصناف: جزء الميت، ثم أصله، ثم جزء أبيه، ثم جزء جده. ويقدم الأقرب فالأقرب منهم بهذا الترتيب، فيقدم جزء الميت كالابن، ثم ابنه وإن سفل، ثم أصله الأب، ثم الجد الصحيح وهو أبو الأب وإن علا .... ثم جزء أبيه الأخ لأبوين، ثم لأب، ثم ابنه وإن سفل، ثم جزء جده العم لأبوين، ثم لأب، ثم ابنه وإن سفل، ثم عم الأب، ثم ابنه، ثم عم الجد، ثم ابنه كذلك وإن سفل .... ويرجحون بقوة القرابة، فمن كان لأبوين مقدمٌ على من كان لأب، لقوله صلى الله عليه وسلم: "إن أعيان بني الأم يتوارثون دون بني العلات". والحاصل أنه عند الاستواء في الدرجة يقدّم ذوالقرابتين، وعند التفاوت فيها يقدّم الأعلىٰ". (الدرالمختار: ۶/۷۷۴، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، سعيد)

زیادہ ہونے کی صورت میں ثلثان ملتا ہے، وہ اپنے بھائیوں کی ہونے کی صورت میں عصبہ ہو جاتی ہیں: بیٹی، بیٹے کے ساتھ اور پوتی، پوتے کے ساتھ، عینی بہن بھائی کے ساتھ، علاتی بہن، علاتی بھائی کے ساتھ (۱)۔

قسم سوم: **عصبہ مع غیرہ**

وہ عورت جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے، مثلاً: بہن عصبہ بن جاتی ہے بیٹی کے ساتھ (۲)۔

یہاں تک ذوی الفروض اور عصبات کی تقسیم پوری ہوگئی۔ اب بعض امور قاعدہ کلیہ کے طور پر بیان کئے جاتے ہیں جن سے ورثہ کے مستحق اور محروم ہونے کا حال معلوم ہوگا۔

فصلٌ فی الحجب والحرمان

حجب

پانچ ورثا ایسے ہیں جن کے حصص میں دوسرے ورثہ کی موجودگی میں کمی آجاتی ہے، اگر وہ نہ ہوتے تو ان کو حصہ زیادہ ملتا ہے۔ وہ پانچ یہ ہیں: شوہر، بیوی، ماں، پوتی، علاتی بہن، مثلاً: اگر اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف ملتا ہے مگر اولاد کی موجودگی میں ربع ملتا ہے وغیرہ وغیرہ (۳)۔

---

(۱) "یصیر عصبة بغیره البنات بالابن وبنات الابن بابن الابن وإن سفلوا، والأخوات لأبوین أو لأب بأخیهن، فهن أربع: ذوات النصف والثلثین، یصرن عصبةً بإخوتهن". (الدرالمختار: ۶/۷۷۵، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۶/۴۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیه)

(۲) "وأما العصبة مع غیره، فکل أنثیٰ تصیر عصبةً مع أنثیٰ أخریٰ کالأخت مع البنت، لماذکرنا". (السراجی، ص: ۱۴، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۷۷۶، کتاب الفرائض، باب العصبات، سعید)

(۳) "الحجب علی نوعین: حجب نقصان، وهو حجب عن سهم إلی سهم، وذلک لخمسة نفر: =

حرمان

چھ ورثا ایسے ہیں جو کبھی محروم نہیں ہوتے، یعنی ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ان کو کچھ نہ ملے: بیٹا، باپ، شوہر، بیٹی، ماں، بیوی۔

بعض ورثا ایسے ہیں کہ کسی وقت ان کو وراثت ملتی ہے کسی وقت نہیں ملتی، اس کا مدار دو قاعدوں پر ہے:

اول یہ کہ جس شخص سے میت کی قرابت کسی واسطے سے ہو، جب وہ واسطہ موجود ہوگا وہ شخص محروم ہوگا، مثلاً: دادا کہ اس سے قرابت بواسطۂ والد ہے تو والد کی موجودگی میں دادا کو کچھ نہیں ملے گا۔ اسی طرح بیٹے کی موجودگی میں پوتا اور بھائی کی موجودگی میں بھتیجا محروم رہے گا۔ لیکن اخیافی بھائی بہن اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں کہ ماں کی موجودگی میں بھی ان کو وراثت ملتی ہے، حالانکہ ان سے رشتہ ماں ہی کے واسطہ سے ہے (۱)۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اَقرب کی موجودگی میں اَبعد محروم رہے گا، جیسا کہ بھائی کی موجودگی میں چچا محروم رہتا ہے۔ عصبہ بنفسہ کی بحث میں اس کا بیان آچکا۔

فصل فی مخارج ذوی الفروض

مخارج فروض:

یہاں سے تقسیم میراث کا طریقہ شروع ہوتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو چکا کہ کل فروض چھ ہیں جن کی

= الزوجين، والأم، وبنت الابن، والأخت لأب". (السراجی، ص: ۱۶، باب الحجب، سعید)

(۱) "وحجب حرمان، والورثة فيه فريقان: فريقٌ لايحجبون بحال البتة وهم ستة: الابن، والأب، والزوج، والبنت، والأم، والزوجة. وفريقٌ يرثون بحال ويحجبون بحال، وهذا مبنيٌّ على أصلين: أحدهما هو أن كل من يدلي إلى الميت بشخصٍ لايرث مع وجود ذلك الشخص سوى أولاد الأم، فإنهم يرثون معها لانعدام استحقاقها جميع التركة، والثاني الأقرب فالأقرب، كماذكرنا". (السراجی، ص: ۱۶، باب الحجب، سعید)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۵۲، كتاب الفرائض، الباب الرابع في الحجب، رشيديه)

دو نوع ہیں: نوع اول: نصف، ربع، ثمن۔ نوع ثانی: ثلثان، ثلث، سدس (۱)۔

جب کسی میت کی میراث تقسیم کرنا ہو تو دیکھو کہ اس کے ورثہ میں ذوی الفروض ہیں یا نہیں۔ اگر ذوی الفروض ہوں تو وہ صرف نوعِ اول کے ہیں یا صرف نوعِ ثانی کے یا مخلوط۔ اگر صرف نوع اول کے ہیں تو ایک ایک ہیں یا زیادہ، اگر صرف نوع اول کا ایک وارث ذوی الفروض میں سے ہے تو جو اس کا فرض ہو، اس کے موافق عدد سے وراثت تقسیم کردی جائے، مثلاً: اگر اس کا فرض ثمن ہے تو آٹھ عدد کل ترکہ کو قرار دے کر تقسیم کردیں، اگر فرض ربع ہے تو تقسیم چار سے کردیں، اگر نصف ہو تو تقسیم دو سے (۲)۔

اور اگر ایک سے زیادہ ذوی الفروض ہوں تو جو بڑے سے بڑا عدد اس فرض کے موافق ہو، اس سے تقسیم کردیں، مثلاً: ایک کا فرض ثمن، ایک کا نصف ہے، آٹھ سے تقسیم کردیں، مثلاً: زید کا انتقال ہو ، نے ایک بیوی چھوڑی، ایک بیٹی، ایک بھائی، تو اس صورت میں بیوی اور بیٹی ذوی الفروض میں سے ہیں اور بھائی عصبہ ہے۔ بیوی کا فرض ثمن ہے، بیٹی کا نصف ہے اور باقی بھائی کا ہے تو ثمن کے موافق آٹھ ہے، لہذا کل ترکہ آٹھ

---

(۱) "الفروض المذکورة فی القرآن نوعان: الأول: النصف .... والربع، والثمن .... والثانی: الثلث والثلثان ...... والسدس". (الدرالمختار: ۶/۸۰۳، کتاب الفرائض، باب المخارج، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۶/۴۶۴، کتاب الفرائض، الباب الحادی عشر فی حساب الفرائض، رشیدیه)

(۲) "اعلم أن الفروض نوعان: الأول: النصف، والربع، والثمن. والثانی: الثلُث، والثلثان، والسدس. فالنصف من اثنین، والربع من أربعة، والثمن من ثمانیة، والثلثان والثلث من ثلاثة، والسدس والسدسان من ستة، فإذا اختلط النصف من نوع الأول بکل النوع الثانی أو ببعضه أو باثنین فهی من ستة، وإن اختلط الثمن کذلک فمن أربعة وعشرین". (الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۹۱، ۵۹۳، کتاب الفرائض، فصل فی حساب الفرائض، مکتبه حقانیة پشاور)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۶/۴۶۴، کتاب الفرائض، باب حساب الفرائض، رشیدیه)

(وکذا فی السراجی، ص: ۱۸، باب مخارج الفروض، سعید)

سہام قرار دے کر اس طرح تقسیم کر دیں گے:

مسئلہ ۸

زوجہ	بنت	اخ عینی
۱	۴	۳

یہی عمل اس وقت کیا جائے گا جب کہ صرف نوعِ ثانی کے ذوی الفروض ہوں، مثلاً: اگر کوئی فرض ثلثان یا ثلث ہو تو تین سے، اگر سدس بھی ہو تو چھ سے، جیسے: زید کا انتقال ہوا، اس نے ماں چھوڑی اور دو عینی بہنیں، ایک چچا۔ تو ماں کا سدس ہے اور دو بہنوں کا ثلثان ہے، باقی چچا کا ہے۔ چھ سے اس طرح تقسیم کر دیا جائے:

مسئلہ ۶

ام	اخت عینی	اخت عینی	عم
۱	۲	۲	۱

اگر دونوں نوع کے مخلوط ہوں تو اگر نوعِ اول کا نصف مخلوط ہو، نوع ثانی کے سب اقسام کے ساتھ، یا بعض کے ساتھ تو چھ سے تقسیم کیا جائے۔ مثلاً:

مسئلہ ۶

زوج	ام	اخت اخیافی	اخت اخیافی
نصف	سدس	ثلث	
		۲	
۳	۱	۱	۱

اور اگر نوعِ اول کا ربع مخلوط ہو نوعِ ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ تو بارہ سے تقسیم کیا جائے گا، مثلاً:

مسئلہ ۱۲

زوجہ	ام	اخت اخیافی	اخت اخیافی	عم
ربع	سدس	ثلث		۳
		۴		
۳	۲	۲	۲	

اور اگر نوعِ اول کا ثمن مخلوط ہو نوعِ ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ تو چوبیس سے تقسیم کیا جائے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲۴

زوجہ	ام	بنت	بنت	عم
ثمن	سدس	ثلثان		عصبہ
		۱۶		
۳	۴	۸	۸	۱

بابٌ فی العول

جس عدد سے کل ورثہ کے حصہ کو تقسیم کیا جائے اس کو "مخرج" کہتے ہیں۔ ذوی الفروض ہونے کے وقت جب ترکہ تقسیم کیا جائے تو کل مخارج یہ ہوں گے: ۲=۳=۴=۶=۸=۱۲=۲۴۔

کبھی مخرج کم رہ جاتا ہے یعنی اس مخرج سے جمیع ذوی الفروض کے فروض پورے نہیں ہوتے تو ایسے وقت میں مخرج میں کچھ زیادتی کر لی جاتی ہے، اس زیادتی کو اہلِ فرائض کی اصطلاح میں "عول" کہتے ہیں۔ چار مخرج ایسے ہیں کہ جن میں کبھی عول کی ضرورت نہیں پڑتی: ۲=۳=۴=۸۔ تین مخارج ایسے ہیں جن میں کبھی کبھی عول کی ضرورت ہوتی ہے، وہ تین یہ ہیں: ۶=۱۲=۲۴۔

چھ کا عول

چھ کا عول دس تک ہوسکتا ہے یعنی کبھی اس میں ایک کی زیادتی کریں گے کبھی دو کی، کبھی تین کی، کبھی چار کی(۱)۔ اس لئے چار مثالوں کی ضرورت ہوئی، مثلاً:

مسئلہ ۶، عـــ ۷

زوج	اخت	اخت
	۴	
۳	۲	۲

مسئلہ ۶، عـــ ۷

زوج	اُم	اُخت
۳	۲	۳

(۱) "العول: هو زيادة السهام على مخرج الفريضة، ثم المخارج سبعة: أربعة لاتعول: الاثنان والثلاثة، والربعة، والثمانية. وثلاثة قد تعول بالاختلاط .... فستة تعول أربع عولات إلى عشرة وتراً وشفعاً، فتعول لسبعة كزوج وشقيقتين، ولثمانية كهُمْ (أى المذكورين من قبل) وأم، ولتسعة كهُمْ وأخ لأم، ولعشرة كهم وأخ آخر لأم. واثناعشرة تعول ثلاثًا إلىٰ سبعة عشرة وتراً لا شفعًا، فتعول لثلاثة إلىٰ سبعة عشرة وتراً لاشفعاً، فتعول لثلاثة عشر كزوجة وشقيقتين وأم، ولخمسة عشرة كهم وأخ لأم، ولسبعة عشر كهم وأخ آخر لأم. وأربعة وعشرون تعول إلى سبعة وعشرين فقط كامرأة وبنتين وأبوين".
(الدرالمختار: ۶/۷۸۶، كتاب الفرائض، باب العول، سعيد)
(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۶۸، كتاب الفرائض، الباب الثالث عشر فى العول، رشيديه)
(وكذا فى السراجى، ص: ۱۹، باب العول، سعيد)

مسئلہ ۶، عـــ ۹

زوج	اُختان عینی	ام	اخت لأم
۳	۴	۱	۱

مسئلہ ۶، عـــ ۱۰

زوج	اختان عینی	اُختان لأم	اُم
۳	۴	۲	۱

بارہ کا عول

بارہ کا عول کبھی تیرہ ہوگا کبھی پندرہ، کبھی سترہ، اس لئے تین مثالوں کی ضرورت ہوئی، مثلاً:

مسئلہ ۱۲، عـــ ۱۳

زوج	بنت	بنت	ام
۳	۴	۴	۲

مسئلہ ۱۲، عـــ ۱۵

زوج	بنتان	اب	ام
۳	۸	۲	۲

مسئلہ ۱۲، عـــ ۱۷

زوجہ	اُختان لأم	اختان لأب	جدہ
۳	۴	۸	۲

چوبیس کا عول

چوبیس کا عول صرف ستائیس ہوگا، اس کی مثال یہ ہے، مثلاً:

مسئلہ ۲۴، عـــ ۲۷

زوجہ	بنت	بنت	اب	ام
	۱۶			
۳	۸	۸	۴	۴



باب الرد

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مخرج سے جمیع ذوی الفروض موجودہ کے حصص دینے کے بعد کچھ بچ جاتا ہے جس کا کوئی مستحق نہیں ہوتا (اس بچے ہوئے کو فاضل کہتے ہیں) تو یہ فاضل پھر انہیں ذوی الفروض کو ان کے حصص کے حقوق کی نسبت سے مکرر دیا جاتا ہے، اس کو "رد" کہتے ہیں (۱)۔

تو رد گویا کہ عول کی ضد ہوا کہ وہاں مخرج میں اضافہ کی ضرورت ہوتی ہے، یہاں مخرج کو کم اور مختصر کرنا پڑتا ہے۔

تنبیہ:

رد کی ضرورت عصبہ کی موجودگی میں کبھی نہیں ہوگی، کیونکہ وہ فاضل کا مستحق ہوتا ہے تو گویا کہ ایسی صورت میں فاضل بچتا ہی نہیں (۲)۔

تنبیہ:

زوجین پر رد نہیں ہوتا ہے (۳)۔

---

(۱) "الرد ضد العول: مافضل عن فرض ذوی الفروض ولا مستحق له، یردّ علی ذوی الفروض بقدر حقوقهم إلا علی الزوجین". (السراجی، ص: ۲۸ باب الرد، سعید)

(۲) "والرد ضده کما مرّ، فإن فضل عنها: أی عن الفروض والحال أنه لاعصبة ثمةً، یردّ الفاضل علیهم بقدر سهامهم إلا علی الزوجین". (الدرالمختار: ۶/۷۸۷، کتاب الفرائض، باب العول، سعید)

"الرد ضد العول .... فنقول: مافضل عن فرض ذوی الفروض ولامستحق له من العصبة ولوکان یحرز". (الشریفیة، ص: ۷۴، باب الرد، سعید)

(۳) (راجع الحاشیة المتقدمة)

مسائل رد

رد کے مسائل چار قسم پر ہیں: پہلی دوقسمیں تو ایسی ہیں جن میں صرف ایسے ورثہ ہوں جن پر رد ہوتا ہے (یعنی زوجین نہ ہوں) اور دوسری دوقسمیں ایسی ہیں جن میں اصحاب الرد اور غیر اصحاب الرد دونوں قسم کے ورثہ ہوں(۱)۔

رد کی قسم اول

اول یہ کہ صرف ایک جنس کے ورثہ ہوں ایسی صورت میں عدد رؤس ورثہ کو مخرج قرار دے کر تقسیم کر دیا جائے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲، ردّیہ

بنت	بنت
۱	۱

اس صورت میں دو بنت ثلثان کی مستحق ہیں تو مخرج تین کو قرار دیا جائے، ان کو ثلثان یعنی دو دینے کے بعد ایک فاضل رہا، وہ بھی انہیں دو کو دیا جائے گا اور عدد رؤس یعنی دو کو مخرج بنا کر ایک ایک دونوں کو مل جائے گا۔

دوسری مثال:

مسئلہ ۲، ردّیہ

اخت اخیافی	اخت اخیافی
۱	۱

(۱) "ثم مسائل الباب: أی الرد علی أقسام أربعة: أحدها: أن یکون فی المسألة جنس واحد ممن یرد علیه عند عدم من لایُردّ علیه، فاجعل المسألة من رؤسهم، کما لو ترک بنتین أو أختین أو جدتین، فاجعل المسألة من اثنین". (السراجي، ص: ۲۹، باب الرد، سعید)

کہ یہ دونوں ثلث کی مستحق ہیں تو کل مخرج تین بنا کر ایک دونوں کو ملا اور دو فاضل رہے، عدد رؤس دو سے تقسیم کردیا۔

تیسری مثال:

مسئلہ ۲، ردّیہ

جدہ	جدہ
۱	۱

کہ یہ دونوں سدس کی مستحق ہیں تو کل مخرج چھ بنا کر ایک ان دونوں کو ملا، پانچ فاضل رہے، عددِ رؤس سے تقسیم کردیا۔ یہی حال اس وقت ہوگا جب کہ بنتان یا اختان ہوں۔

رد کی قسمِ ثانی

ثانی یہ کہ دو یا زائد جنس کے ورثہ ہوں تو ایسی صورت میں ان کے مجموعۂ سہام کو مخرج بنا کر تقسیم کردیں گے (۱)۔ مثلاً:

مسئلہ ۲، ردّیہ

جدہ	اُختِ لاُم
۱	۱

(۱) "والثاني: إذا اجتمع في المسألة جنسان أو ثلثة أجناس ممن يُردّ عليه عند عدم من لا يرد عليه، فاجعل المسألة من سهامهم، أعني: من اثنين إذا كان في المسألة سدسان، أو من ثلثة إذا كان فيها ثلث وسدس .... اهـ". (السراجي، ص: ۲۹، سعید)

"والثاني: ان كان المردود عليه جنسين أو ثلاثة، فمن عدد سهامهم، فمن اثنين لو سدسان، وثلاثة لو ثلث، وأربعة لو نصف وسدس، وخمسة كثلثين وسدس". (الدرالمختار: ۶/۷۸۹، كتاب الفرائض، باب العول، سعيد)

کہ دونوں کو سدس سدس مل کر چار فاضل رہے، عددِ سہام سے تقسیم کر دیا۔ الحاصل سدسان کی صورت میں مخرج کو دو قرار دیا جائے۔

دوسری مثال:

مسئلہ ۳، ردّیہ

ام	اُخ لاُم	اُخ لاُم
۱	۲	
۱	۱	۱

اس صورت میں ام کو سدس ملے گا، اولادِ اُم کو ثلث۔ مخرج چھ بنا کر ایک اُم کا ہو گیا دو اولادِ اُم کو مل گئے۔ تین سہام تقسیم ہو گئے، تین فاضل قابلِ ردر ہے، عددِ سہام تین سے تقسیم کر دیا۔ الحاصل جب ثلث اور سدس جمع ہوں تو مخرج تین کو قرار دیا جائے گا۔

تیسری مثال:

مسئلہ ۴، ردّیہ

ام	بنت
۱	۳

اس صورت میں ام کو سدس ملے گا، بنت کو نصف، کل سہام چھ ہو کر ایک ام کو ملے گا، تین بنت کو۔ یعنی: چار سہام تقسیم ہو گئے، دو فاضل رہے، لہٰذا عددِ سہام چار سے تقسیم کر دیا۔ اسی طرح اگر بجائے اُم کے بنت الابن ہو، اس وقت بھی یہی عمل ہوگا۔ اگر بنت اور جدہ ہوں، یا ایک اخت عینی اور ایک اخت علاتی ہو، یا ایک اخت عینی اور جدہ ہو، یا ایک اخت عینی اور ایک اخت اخیافی ہو، تب بھی یہی صورت ہوگی۔ الحاصل جب ذوی الفروض نصف اور سدس کے مستحق ہوں گے، اس وقت رد کی صورت میں مخرج چار کو قرار دیا جائے گا۔

چوتھی مثال:

مسئلہ ۵، ردّیہ

بنت	بنت	ام
۲	۲	۱

اس صورت میں اُم کو سدس ملے گا اور بنتان کو ثلثان۔ حسب ضابطہ مخرج چھ بنا کر ایک اُم کو ملے گا اور چار بنتان کو۔ پانچ سہام تقسیم ہوگئے، ایک فاضل رہا تو عددِ سہام پانچ ہی سے تقسیم کردیا۔ اسی طرح یہ مثال:

مسئلہ ۵، ردّیہ

بنت	بنت الابن	اُم
۳	۱	۱

کہ بنت نصف کی مستحق ہے اور بنت الابن سدس کی، ام بھی سدس کی۔ حسب ضابطہ چھ سہام بنا کر تین بنت کو ملیں گے، ایک بنت الابن کو، ایک ام کو۔ پانچ سہام تقسیم ہوئے، ایک فاضل رہا، لہذا پانچ سے ہی تقسیم کردیں گے۔ اسی طرح یہ مثال:

مسئلہ ۵

اخت عینی	ام
۳	۲

کہ اخت عینی نصف کی مستحق ہے اور اُم ثلث کی۔ چھ سہام بنا کر تین اخت کو ملے اور دو اُم کو، پانچ سہام تقسیم ہوئے، ایک فاضل رہا، لہذا پانچ سے ہی تقسیم کردیں گے۔ الحاصل جب ذوی الفروض ثلثان اور سدس، یا

نصف اور سدس ان، یا نصف اور ثلث کے مستحق ہوں تو رد کی صورت میں مخرج پانچ کو قرار دیا جائے گا۔

ثالث ورابع......ثالث ورابع کا سمجھنا قواعد تصحیح کے سمجھنے پر موقوف ہے، لہذا ان دونوں کا بیان انشاء اللہ تصحیح کے بعد آئے گا اور تصحیح سے پہلے نسبتوں کا حال معلوم ہونا ضروری ہے۔

فصلٌ فی التماثل والتداخل والتوافق والتباین

دو عددوں کے درمیان چار قسم کی نسبتیں ہوتی ہیں: ۱-تماثل۔۲-تداخل۔۳-توافق۔۴-تباین (۱)۔

---

(۱) "وإذا أردت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباين بين العددين .... فتماثل العددين كون أحدهما مساوياً للآخر كثلاثة وثلاثة. وتداخل العددين المختلفين بأحد أمرين على ماهنا: إما بأن يعد أقلهما الأكثر: أى يفنيه، أو يكون أكثر العددين منقسماً على الأقل قسمةً صحيحةً بلا كسر كقسمة الستة على ثلاثة أو اثنين. وتوافق العددين أن لايعد: أى لايفنى أقلهما الأكثرَ، لكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين يعدهما أربعة، فيوافقان بالربع. وتباين العددين أن لايعد العددين المختلفين عددٌ ثالثٌ أصلاً كالتسعة مع العشرة.

وإذا أردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين أسقط الأقل من الأكثر من الجانبين مراراً، فإن توافقا فى واحد تباينا، وإن توافقا فى اثنين فبالنصف، أو ثلاثة فبالثلث، هكذا إلى العشرة".
(الدرالمختار: ۶/۸۰۷، ۸۰۸، كتاب الفرائض، باب المخارج، سعيد)
(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۶۲، كتاب الفرائض، الباب الثانى عشر فى معرفة التوافق والتماثل والتداخل، رشيديه)

"تماثل العددين كون أحدهما مساويًا للآخر، وتداخل العددين المختلفين أن يعد أقلُّهما الأكثر: أى يفنيه، أونقول: هو أن يكون أكثر العددين منقسماً على الأقل قسمةً صحيحةً، أو نقول: أن يزيد على الأقل مثله أو أمثاله، فيساوى الأكثر، أو نقول: هو أن يكون الأقل جزءً للأكثر مثل ثلاثة وتسعة. وتوافق العددين هو أن لايعد أقلهما الأكثرَ ولكن يعدهما عددٌ ثالثٌ كالثمانية مع العشرين تعدهما أربعةٌ، فهما متوافقان بالربع .... وتباين العددين لايعد العددين معًا عددٌ ثالثٌ كالتسعة مع =

تماثل:

جب دو عدد آپس میں برابر ہوں، ان کو متماثل کہتے ہیں اور ان کے درمیان کی نسبت کو تماثل کہتے ہیں، جیسے کسی جنس کے ورثہ کا عدد چار ہے اور وراثت سے جو ان کو حصہ ملا، اس کا عدد بھی چار ہے تو عددِ رؤس اور عدد سہام کے درمیان تماثل کی نسبت ہوگی۔

تداخل:

تداخل جب دو عدد برابر نہ ہوں، بلکہ ایک کم دوسرا زائد ہو اور عددِ اقل عدد اکثر کو فنا کر دے تو ان کو متداخل اور ان کے درمیان کی نسبت کو تداخل کہیں گے۔

تنبیہ:

فنا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عدد اقل اکثر سے دو یا زائد مرتبہ منہا یعنی تفریق کر دیں تو عدد اکثر فنا ہو جائے۔ مثلاً: عدد اکثر ۹/ اور اقل ۳/ ہے تو ۹/ سے ۳/ کو ایک مرتبہ تفریق کیا ۶/ بچے، پھر ۶/ سے ۳/ کو تفریق کیا تو ۳/ بچے پھر ۳/ کو ۳/ سے تفریق کیا تو ۹/ بالکل ختم و فنا ہو گیا تو کہا جائے گا کہ ۹/ اور ۳/ میں تداخل ہے۔ اسی طرح ۱۲/ اور ۴/ کا حال ہے۔

بالفاظِ دیگر تداخل کی تعریف یہ ہے کہ عددِ اکثر جب عدد اقل پر تقسیم کیا جائے تو بلا کسی کسر کے پورا پورا تقسیم ہو جائے۔ بعبارۃ اُخریٰ: عددِ اقل میں خود عدد اقل ایک یا زائد مرتبہ زائد کیا جائے تو عدد اکثر کے مساوی ہو جائے۔

توافق:

توافق جب عددِ اقل، عددِ اکثر کو فنا نہ کرے، بلکہ کوئی عددِ ثالث ان دونوں کو فنا کر دے تو ان کو متوافق اور ان کے درمیان کی نسبت کو توافق کہتے ہیں، جیسے ۸/ اور ۲۰/ کہ ان میں سے اقل یعنی ۸/ اکثر یعنی ۲۰/ کو فنا نہیں کرتا، بلکہ ان دونوں کو ایک عددِ ثالث یعنی چار فنا کر دیتا ہے، چار دو تی آٹھ اور چار پنجہ بیس۔ لہذا ان دونوں میں توافق بالربع کی نسبت ہوئی، اس لئے کہ چار مخرج ہے ربع کا، ۸/ کا وفق ۲/ ہے اور ۲۰ کا وفق ۵/ ہے۔

= العشرة". (السراجي، ص: ۳۰، سعيد)

۱۵/ اور ۱۸/ میں توافق بالثلث ہے، یعنی ۳/ فنا کردے گا ۱۵/ اور ۱۸/ دونوں کو، تین پنجہ پندرہ اور تین چھکہ ۱۸/ ۔ ۱۵/ کا وفق ۵/ ہے، ۱۸/ کا وفق ۶/ ہے ۔ ۱۵/ اور ۲۰/ میں توافق بالخمس ہے، ۱۵/ کا وفق ۳/ ہے، ۲۰/ کا وفق ۴/ ہے ۔ ۱۸، اور ۳۰/ میں توافق بالسدس ہے، ۱۸/ کا وفق ۳/ ہے، ۳۰/ کا وفق پانچ ہے ۔

اسی طرح بالسبع بالثمن ، بالتسع ، بالعشر کو سمجھنا چاہئے ۔ پھر دس سے آگے اس طرح کہیں گے: "بجزءٍ من أحد عشر ، بجزءٍ من خمسة عشر وغیرہ" مثلاً: ۳۰/ اور ۴۵/ میں توافق بجزءٍ من خمسة عشر ہے ۔ پندرہ دونی تیس، پندرہ تیہ پینتالیس، ۳۰/ کا وفق ۲/ ہے، پینتالیس کا وفق ۳/ ہے ۔

تباین:

تباین جب دونوں عددوں کو کوئی تیسرا عدد بھی فنا نہ کرے تو متباین ہوں گے اور ان کے درمیان کی نسبت تباین ہوگی، جیسے ۹/ اور ۱۰/ کہ یہ دونوں نہ متماثل ہیں کیونکہ برابر نہیں، نہ متداخل ہی کیونکہ ۹/ فنا نہیں کرسکتا ۱۰/ کو، نہ متوافق ہے، کیونکہ کوئی عددِ ثالث ان دونوں کو فنا نہیں کرتا، اس لئے یہ متباین ہیں ۔

دلیل حصر:

دو عددوں کے درمیان اگر برابری ہو تو وہ متماثل ہوں گے، اگر برابری نہ ہو تو اگر عدد اقل فنا کردے گا اکثر کو تو وہ متداخل ہوں گے، اگر اقل فناء نہ کرے اکثر کو تو اگر کوئی عددِ ثالث (واحد کے علاوہ) ان دونوں کو فنا کردے تو وہ متوافق ہوں گے، اگر کوئی عددِ ثالث (واحد کے علاوہ) فناء نہ کرے (بلکہ واحد فناء کرے) تو وہ متباین ہوں گے (۱) ۔

تنبیہ:

واحد عدد نہیں (۲) ۔

---

(۱) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۲) "كالتسعة مع العشرة، فإنه لايعدهما شيء سوى الواحد الذى ليس بعدد". (ردالمحتار: ۸۰۸/۶، كتاب الفرائض، باب المخارج، سعيد)

(وكذا فى الشريفية، ص: ۵۹، باب العول، فصل فى معرفة التوافق والتداخل، سعيد)

معرفتِ نسبت کا طریقہ

تداخل اور تماثل کی نسبت تو ظاہر ہی ہے، توافق اور تباین معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عددِ اقل کو اکثر سے کم (تفریق) کیا جائے ایک مرتبہ یا چند مرتبہ اور یہ عمل دونوں جانب سے کیا جائے، پس اگر دونوں واحد میں متفق ہوجائیں تو ان کے درمیان توافق نہیں، بلکہ تباین ہے۔ اور اگر واحد کے علاوہ کسی عدد میں متفق ہوجائیں تو ان کے درمیان توافق ہے اس جزء کے اعتبار سے جواس کا مخرج ہے، جیسے: ایک عدد ''سات'' ہے اور دوسرا عدد ''دس'' ہے، اقل یعنی سات کو جب اکثر یعنی دس سے کم کیا تو تین باقی رہے، پھر سات سے ایک دفعہ تین کم کیا تو چار رہے، پھر چار سے تین کم کئے تو ایک رہا، پھر تین سے ایک دفعہ ایک کم کیا تو دو رہے، پھر دو سے ایک کم کیا تو ایک رہا۔ غرض واحد میں سات اور دس متفق ہوگئے، لہٰذا ان دونوں میں تباین ہے(۱)۔

ایک عدد بیس ہے دوسرا عدد آٹھ ہے، بیس سے آٹھ کم کیا تو بارہ رہے، پھر بارہ سے آٹھ کم کیا تو چار رہے، پھر آٹھ سے چار کم کیا تو چار رہے۔ اب عدد اکثر بھی چار رہ گیا، اور اقل بھی چار رہ گیا دونوں اس میں متفق ہوگئے تو ان دونوں میں توافق بالربع ہوا، اس لئے کہ ربع کا مخرج چار ہے، بیس کا وفق پانچ ہوگا اور آٹھ کا وفق دو ہوگا۔ پانچ چوک ۲۰/ دو چوک ۸/ یہاں تک نسبتوں کا بیان ہوا۔ اب تصحیح کا بیان شروع ہوتا ہے۔

---

(۱) "وإذا أردت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباين بين العددين .... فتماثل العددين كون أحدهما مساوياً للآخر كثلاثة وثلاثة. وتداخل العددين المختلفين بأحد أمرين على ماهنا: إما بأن يعد أقلهما الأكثر: أي يفنيه، أو يكون أكثر العددين منقسماً على الأقل قسمةً صحيحةً بلاكسر كقسمة الستة على ثلاثة أو اثنين. وتوافق العددين أن لايعد: أي لايفني أقلهما الأكثر، لكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين يعدهما أربعة، فيوافقان بالربع. وتباين العددين أن لايعد العددين المختلفين عددٌ ثالثٌ أصلاً كالتسعة مع العشرة.

وإذا أردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين أسقط الأقل من الأكثر من الجانبين مراراً، فإن توافقا في واحد تباينا، وإن توافقا في اثنين فبالنصف، أو ثلاثة فبالثلث، هكذا إلى العشرة".
(الدرالمختار: ۶/۸۰۷، ۸۰۸، كتاب الفرائض، باب المخارج، سعيد)
وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/۴۶۲، كتاب الفرائض، الباب الثاني عشر في معرفة التوافق والتماثل والتداخل، رشيديه)

فصلٌ فی التصحیح

ترکہ اس طرح تقسیم کرنا چاہئے جس سے کسی وارث کے سہام میں کسر نہ ہو، بلکہ پورے پورے ملیں۔ اگر شروع ہی سے سہام سب کے پورے ہوں تب تو آگے عمل کی ضرورت ہی نہیں (۱)۔

مسئلہ ۲

ام	اب	بنت	بنت
۱	۱	۲	۲

اگر کسر واقع ہو تو اس کے لئے چھ اصول ہیں جن میں سے دو میں تو رؤس اور سہام میں نسبت دیکھی جاتی ہے:

اصل اول

یہ کہ صرف ایک طائفہ کے سہام منکسر ہوں اور سہام ورؤس کے درمیان توافق ہو، اس وقت اس طائفہ کے عددِ رؤس کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دیدی جاتی ہے (۲)۔

(۱) "إن كانت سهام كل فريق منقسمةً عليهم بلاكسرٍ، فلا حاجة إلى الضرب، كأبوين وبنتين". (السراجي، باب التصحيح، ص: ۲۲، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/۵۹۴، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في الدرالمختار: ۲/۸۰۸، ۸۱۰، كتاب الفرائض، باب المخارج، سعيد)

(۲) "وإن انكسر على طائفة واحدة، ولكن بين سهامهم ورء وسهم موافقة، فيضرب وفق عدد الرء وس =

مسئلہ ۲، تصــ ۳۰

اب	ام	بنات ۱۰
۱/۵	۱/۵	۴/۲۰

طائفۂ بنات کے سہام میں کسر آتی ہے اور عددِ رؤس دس ہے اور عددِ سہام چار، ان میں توافق بالنصف ہے، عدد رؤس کا وفق پانچ ہے تو پانچ کو اصل مسئلہ یعنی مخرج ۶/ میں ضرب دیں گے جس سے تیس بنیں گے اور چھ سے سہام ملے تھے، ہر ایک کے سہام کو بھی پانچ پانچ میں ضرب دینگے۔

اور اگر وہ مسئلہ عائلہ ہو یعنی اس میں عول کی نوبت آتی ہو تو عدد رؤس کے وفق کو عول میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ۱۲، عــ ۱۵، تصــ ۴۵

زوج	ام	اب	بنات ۶
۳/۹	۲/۶	۲/۶	۸/۲۴

یہاں بھی بنات پر سہام منکسر ہیں اور عددِ رؤس ۶/ اور عددِ سہام ۸/ میں توافق بالنصف ہے، عددِ رؤس کا وفق تین ہے، اس کو عول یعنی پندرہ میں ضرب دیجائے گی جس سے پینتالیس ہو جائیں گے، پھر ہر ایک کے سہام کو تین تین میں ضرب دیں گے۔

اصل ثانی

یہ کہ ایک طائفہ پر سہام منکسر ہوں اور عدد رؤس و عدد سہام میں تباین ہو، اس وقت اس طائفہ کے کل

= من انکسر ت علیهم السهام فی أصل المسئلة، وعولها إن کانت عائلةً کأبوین وعشر بنات أو زوج وأبوین وست بنات". (السراجی فی المیراث، باب التصحیح، ص: ۲۲، سعید)

عدد رؤس کواصل مسئلہ میں ضرب دیں گے (۱)۔ اگر وہ مسئلہ عائلہ ہے تو عول میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲، تصـــ ۱۸

زوج	جدہ	اخوات لأم ۳
۳/۹	۱/۳	۲/۶

یہاں اخوات لأم پر سہام منکسر ہیں اور ہر دو عدد تباین ہے، لہذا عدد رؤس یعنی تین کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے جس سے اٹھارہ ہو جائیں گے، اب ہر اخت لأم کو دو دو مل جائیں گے۔

عول کی مثال:

مسئلہ ۲، عـــ ۷، تصـــ ۳۵

زوج	أخوات ۵
۳/۱۵	۴/۲۰

اخوات کے سہام منکسر ہیں، عدد رؤس پانچ اور عدد سہام چار میں تباین ہے، لہذا پانچ کو عول یعنی سات میں ضرب دیں گے، پھر ہر وارث کے سہام کو پانچ پانچ میں ضرب دیں گے جس سے اخوات کے سہام بیس ہو کر کسر مرتفع ہو جائے گی اور ہر اُخت کو چار چار مل جائیں گے۔

تنبیہ:

بقیہ چار اصول میں ایک طائفہ کے عدد رؤس کی نسبت دوسرے طائفہ کے عدد رؤس سے دیکھی

(۱) "وأن لاتكون بين سهامهم و رء وسهم موافقة، فيضرب كل عدد رء وس من انكسر ت عليهم السهام في أصل المسئلة، وعولها إن كانت عائلةً كاب وأم وخمس بنات، أو زوج وخمس أخوات لأب وأم". (السراجي في الميراث، باب التصحيح، ص: ۳۲، سعيد)

جاتی ہے(۱)۔

اصل ثالث

یہ کہ ایک طائفہ سے زائد پر سہام منکسر ہوں اوران کے رؤس کے درمیان تماثل ہوا،اس وقت کسی ایک عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے(۲)۔اگر وہ عائلہ ہوتو عول ہی میں ضرب دیں گے۔مثلاً:

مسئلہ ۲، تصـــ ۱۸

بنات۳	جدات۳	اعمام۳
$\frac{۴}{۱۲}$	$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۱}{۳}$

تین بنات کو چار ملے،تین جدات کو ایک ملا،تین اعمام کو ایک۔کسی فریق کے سہام بھی پورے تقسیم نہیں ہوتے،ہرایک میں کسر ہے اور جملہ عدد رؤس میں تماثل ہے،لہذا ایک فریق کے رؤس ۳/کو اصل مسئلہ ۶/ میں ضرب دیا تو اٹھارہ ہوگئے،پھر ہر فریق کے عددِ سہام کو تین میں ضرب دیدی جس سے ہر فریق کے افراد پر سہام پورے پورے تقسیم ہوجائیں گے۔

عول کی مثال:

مسئلہ ۶، عـــ۷، تصـــ ۲۱

اخوات لأب لأم۳	جدات۳	اخوات لأم۳
$\frac{۴}{۱۲}$	$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۲}{۶}$

(۱) "وأربعة بين الرء وس والرء وس". (السراجی فی المیراث، باب التصحیح، ص: ۲۲، سعید)

(۲) "وأما الأربعة فأحدها أن یکون الکسر علی طائفتین أو أکثر، ولکن بین أعداد رء وسهم مماثلة، فالحکم فیها أن یضرب أحد الأعداد فی أصل المسئلة، مثل: ست بنات وثلث جدات وثلثة أعمام".
(السراجی فی المیراث، باب التصحیح، ص: ۲۲، سعید)

اصل رابع

یہ کہ ان رؤس کے درمیان تداخل ہو اس وقت سب سے بڑے عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے۔ اگر عائلہ ہو تو عول میں ضرب دیں گے (۱)۔ جیسے:

مسئلہ ۱۲، تصـــ ۱۴۴

زوجات۴	جدات۳	اعمام۱۲
۳/۳۶	۲/۲۴	۷/۸۴

یہاں چار کو بھی بارہ سے تداخل کی نسبت ہے اور تین کو بھی، اور سب سے بڑا عدد رؤس بارہ ہے، لہذا اصل مسئلہ کو بارہ میں ضرب دیں گے، اب کل سہام ایک سو چوالیس ہو جائیں گے۔ پھر ہر ایک کے سہام کو بارہ میں ضرب دیں گے، جس سے ۳۶/ ہو جائیں گے اربع زوجات کے، اور چوبیس ہوں گے ثلاث جدات کیلئے، اور چوراسی ہوں گے اثنا عشر اعمام کیلئے۔ ہر طائفہ کے اعداد کو افراد پر تقسیم کردیں گے۔ مثلاً:

۹	۸	۷
۴) ۳۶ (	۳) ۲۴ (	۱۲) ۸۴ (
۳۶	۲۴	۸۴
XX	XX	XX

عول کی مثال:

مسئلہ ۱۲، عــــ ۱۳، تصـــ ۱۵۶

زوجہ۶	اخوت۳	جدات۱۲
۳/۳۶	۸/۹۶	۲/۲۴

(۱) "والثاني: أن يكون بعض الأعداد متداخلاً في البعض، فالحكم فيها أن يضرب أكثر الأعداد في أصل المسئلة مثل أربع زوجات وثلث أجداد واثناعشر عمّا". (السراجي، المصدر السابق)

اصل خامس

یہ کہ ان رؤس کے درمیان توافق ہوتو اس وقت ایک طائفہ کے وفق کو دوسرے طائفہ میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب کو تیسرے طائفہ کے وفق میں (اگر اس حاصل ضرب کو طائفۂ ثالثہ کے ساتھ توافق کی نسبت ہو، ورنہ کل طائفہ ثالثہ میں) ضرب دیں گے۔ پھر اس حاصل ضرب کو طائفہ رابعہ کے وفق (اگر اس حاصل ضرب کو طائفۂ رابعہ کے ساتھ توافق کی نسبت ہو، ورنہ کل طائفۂ رابعہ میں) ضرب دیں گے(۱)۔

علی ہذا القیاس پھر مجموعۂ حاصل کو اصل مسئلہ میں اگر عائلہ نہ ہو، ورنہ عول میں ضرب دیں گے۔ جیسے:

مسئلہ ۲۴، تصـــ ۴۳۲۰

زوجات۱۴	بنات۱۸	جدات۱۵	اعمام۶
۳	۱۶	۴	۱

یہاں پر چار اور اٹھارہ میں توافق ہے، اٹھارہ اور پندرہ میں توافق، پندرہ اور چھ میں توافق۔ اولاً چار کو اٹھارہ کے وفق ۹/ میں ضرب دیں گے جس کا حاصل ضرب ۳۶/ ہوگا، پھر دیکھا تو ۳۶/ اور ۱۵/ میں توافق بالثلث ہے، بارہ تہیہ۳۶/ پانچ تہیہ۱۵/۔ ۳۶/ کو پانچ میں ضرب دینے سے ۱۸۰/ ہوئے۔ پھر دیکھا تو ۱۸۰/ کو چھ میں توافق بالسدس، ۱۸۰/ کا وفق ۳۰/ ہے اور چھ کا وفق ہے ایک، ۱۸۰/ کو ایک میں ضرب دینا بے سود۔ کل حاصل ضرب یہی ۱۸۰/ میں ضرب دیں گے اور عددِ رؤس پر تقسیم کردیں گے جس سے ۲۴×۱۸۰= ۴۳۲۰/ کل سہام ہوجائیں گے اس کے بعد ہر فریق کے سہام کو ۱۸۰/ میں ضرب دیں گے اور عددِ رؤس پر

(۱) "والثالث: أن یوافق بعض الأعداد بعضاً، فالحکم فیها أن یضرب وفق أحد الأعداد فی جمیع الثانی، ثم ما بلغ فی وفق الثالث إن وافق المبلغ الثالث، وإلا فالمبلغ فی جمیع الثالث، ثم المبلغ فی الرابع کذلک، ثم المبلغ فی أصل المسئلة کأربع زوجات، وثمانی عشرة بنتاً وخمس عشرة جدةً وستة أعمام" (السراجی فی المیراث، باب التصحیح، ص: ۲۳، سعید)

تقسیم کردیں گے۔ جیسے:

مسئلہ ۲۴، تصــ ۴۳۲۰

زوجات ۴	بنات ۱۸	جدات ۱۸	اعمام ۶
۳	۱۶	۴	۱
۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰	۱
۱۳۵ (۵۴۰) ۴ ۴ ۱۴ ۱۲ ۲۰ ۲۰ x	۱۶۰ (۲۸۸۰) ۱۸ ۱۸ ۱۰۸ ۱۰۸ x	۴۸ (۷۲۰) ۱۵ ۶۰ ۱۲۰ ۱۲۰ x	۳۰ (۱۸۰) ۶ ۱۸ x

ہر زوجہ کے ۱۳۵/ ہوئے، ہر بنت کے ۱۶۰/، ہر جدہ کے ۴۸/، ہر عم کے ۳۰/ ہوئے۔

اصل سادس

یہ کہ ایک طائفہ کے عدد رؤس کو دوسرے طائفہ کے عدد رؤس کے ساتھ تباین کی نسبت ہو، اس وقت ایک عدد رؤس کو دوسرے میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب کو تیسرے میں، پھر حاصل ضرب کو چوتھے میں علی ھذا القیاس، پھر مجموعۂ حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں۔ اگر عائلہ ہو تو عول میں ضرب دیں گے۔ پھر ہر فریق کے سہام کو اسی مجموعۂ حاصل ضرب میں جس کو اصل مسئلہ میں ضرب دی گئی ہے ضرب دیں گے، پھر ہر فریق کے مجموعۂ سہام کو اس کے افراد کے رؤس پر تقسیم کردیں گے (۱)۔

(۱) "والرابع: أن تكون الأعداد متباينةً لايوافق بعضها بعضاً، فالحكم فيها أن يضرب أحد الأعداد فی جميع الثانی، ثم مابلغ فی جميع الثالث، ثم مابلغ في جميع الرابع، ثم ما اجتمع فی أصل المسئلة كامرأتين وست جدات وعشر بنات و سبعة أعمام". (السراجی، ص: ۲۴، باب التصحيح، سعيد)

(وكذا فی الدرالمختار: ۶/۷۸۹، كتاب الفرائض، باب المخارج، سعيد)

(وكذا فی الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۴۶۵، ۴۶۶، كتاب الفرائض، الباب الحادی عشر فی حساب الفرائض، رشيديه)

مثلاً: ۲×۳×۵×۷=۲۱۰

مسئلہ ۲۴، تصـــ ۵۰۴۰

زوجہ۲	جدہ۶	بنات۱۰	عم۷
۳	۴	۱۶	۱
۲۱۰	۲۱۰	۲۱۰	۲۱۰
۳۱۵ / ۶۳۰ / ۲	۱۴۰ / ۸۴۰ / ۶	۳۳۶ / ۳۳۶۰ / ۱۰	۳۰ / ۲۱۰ / ۷
۶	۶	۳۰	۲۱
۳	۳۳	۳۶	x
۲	۳۳	۳۰	
۱۰	x	۶۰	
۱۰		۶۰	
x		x	

دو زوجہ ہیں جن کو تین سہام ملے، عدد رؤس اور عدد سہام میں تباین ہے، لہذا عدد رؤس برقرار رکھا۔ چھ جدہ ہیں جن کو چار سہام ملے، یہاں عدد رؤس اور عدد سہام میں توافق بالنصف ہے، عدد رؤس کا وفق تین ہے، دو اور تین میں تباین ہے، دو کو تین میں ضرب دینے سے حاصلِ ضرب چھ ہوا۔ دس بنات ہیں جن کو سولہ سہام ملے، عدد رؤس اور عدد سہام میں توافق بالنصف ہے، عدد رؤس کا وفق پانچ ہے، چھ کو پانچ کے ساتھ تباین ہے اس لئے چھ کو پانچ میں ضرب دینے سے حاصلِ ضرب تیس ہوا۔

عدد اعمام سات ہے جن کو سہم ایک ملا، جس کو عدد رؤس کے ساتھ تباین کی نسبت ہے، لہذا سات کو برقرار رکھ کر تیس کے ساتھ نسبت دیکھی تو ان میں تباین ہے، تیس کو سات میں ضرب دینے سے مجموعۂ حاصلِ ضرب ۲۱۰/ ہوا، اس کو اصل مسئلہ ۲۴/ میں ضرب دی گئی تو کل سہام ۵۰۴۰/ ہو گئے۔

پھر ہر فریق کے سہام کو ۲۱۰/ میں ضرب دی گئی جس سے ہر دو زوجہ کے مجموعی سہام ۶۳۰/ ہوئے، جن کو عدد رؤس زوجہ میں دو میں تقسیم کرنے سے ہر زوجہ کو ۳۱۵/ ملے۔ چھ جدہ کے مجموعے سہام ۲۱۰/ میں ضرب دینے سے ۸۴۰/ ہوئے جن کو عدد رؤس جدہ یعنی چھ پر تقسیم کرنے سے ہر جدہ کو ۱۴۰/ سہام ملے۔ دس بنات کے مجموعی

سہام ۱۶/کو ۲۱۰/ میں ضرب دینے سے ۳۳۶۰/ ہوئے، جن کو عدد رؤسِ بنات یعنی دس پر تقسیم کرنے سے ہر بنت کو ۳۳۶/ ملے۔ سات اعمام کے ایک سہم کو ۲۱۰/ میں ضرب دینے سے ۲۱۰/ ہوئے جن کو عدد رؤسِ اعمام یعنی سات پر تقسیم کرتے سے ہر عم کو ۳۰/ سہام ملے (۱)۔

یہاں تک تصحیح کا بیان بفضلہٖ تعالیٰ پورا ہوگیا۔ اب مسائلِ رد کے بقیہ دو قسموں کا بیان شروع ہوتا ہے جن کا سمجھنا نسبت اور تصحیح کے سمجھنے پر موقوف ہے۔

رد کی قسمِ ثالث

قسم ثالث یہ کہ اصحاب الرد ایک جنس کے ہوں اور ساتھ ہی غیر اصحاب الرد، یعنی زوجین میں سے بھی کوئی ہو تو اس وقت اول غیر اصحاب الرد کا فرض اقل مخارج سے دیا جائے گا، پھر باقی کو عدد رؤس اصحاب الرد پر برابر تقسیم کر دیا جائے گا، جیسا کہ رد کی قسم اول میں شروع ہی سے تقسیم کر دیا گیا ہے۔ پھر اگر یہ پورا پورا بغیر کسر تقسیم ہو جائے تب تو اس میں کچھ کرنا ہی نہیں۔ مثلاً:

مسئلہ ۴، ردّیہ

زوج	بنت	بنت	بنت
۱	۱	۱	۱

یہاں دو قسم کے ورثہ ہیں: زوج غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بنات اصحاب الرد میں سے ہیں اور یہ اصحاب الرد ایک ہی جنس کے ہیں تو اولاً زوج کا فرض ربع اقلِ مخارج چار سے دیا، باقی رہے تین وہ تین بنات کو برابر تقسیم کر دیئے۔ اگر رد کی صورت نہ ہوتی تو مخرج بارہ قرار دے کر ربع ۳/ کا مستحق زوج ہوتا اور ثلثان ۸/ کی مستحق بنات ہوتیں، ایک باقی بچتا۔

(۱) "والثالث: إن كان مع الأول: أي الجنس الواحد مَن لايُردّ عليه وهو الزوجان، أعطى من لايرد عليه فرضه من أقل مخارجه وقسم الباقي، فهي من أربعة: للزوج واحد، وبقي ثلاثة، وهي تستقيم عليهن، فلاحاجة إلى الضرب". (الدر المختار: ۶/ ۷۸۹، كتاب الفرائض، باب المخارج، سعيد)

اگر اصحاب الرد کا فرض اقلِ مخارج سے دینے کے بعد باقی پورا، پورا تقسیم نہ ہوتو اس کی دوصورتیں ہیں:
یا تو اس باقی کو عددِ رؤس اصحاب الرد کے ساتھ توافق کی نسبت ہوگی یا تباین کی (۱)۔

تنبیہ:

یہاں نسبت تداخل کو توافق میں ہی شمار کیا گیا ہے، اگر توافق کی نسبت ہوتو وفق رؤس کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد میں ضرب دیا جائے۔ جیسے:

مسئلہ ردّیہ ۴، تصـ۸

زوج	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
۱/۴			۳/۶			
۲	۱	۱	۱	۱	۱	۱

یہاں دوقسم کے ورثہ ہیں، زوج غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بنات اصحاب الرد میں سے، اور یہ اصحاب الرد ایک ہی جنس کے ہیں۔ تو اولاً زوج کا فرض یعنی ربع اقلِ مخارج یعنی چار سے دیا، باقی رہے تین وہ چھ بنات پر پورا تقسیم نہیں ہوتا، اب نسبت دیکھی، باقی یعنی تین اور رؤس اصحاب الرد یعنی چھ میں وہ توافق بالثلث ہے، رؤس کا وفق دو ہے، اس کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد یعنی چار میں ضرب دی تو آٹھ ہو گئے، دوسہام زوج کے ہوئے، ایک ایک ہر بنت کو ملا۔

اگر رد کے طریقہ پر عمل نہ کیا جاتا تو مخرج بارہ قرار دے کر تین زوج کو ملتے اور آٹھ بنات کو ملتے، ایک باقی رہتا۔ اگر باقی کو عددِ رؤس اصحاب الرد کے ساتھ تباین کی نسبت ہوتو کل عددِ رؤس اصحاب الرد کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد میں ضرب دیا جائے (۲)۔

(۱) "وإن لم يستقم، فإن وافق رؤوسهم: أي رؤوس مَن يُردّ عليهم كزوج وست بنات، فاضرب وفقها وهو هنا، فبلغ ثمانية، فللزوج اثنان وللبنات ستة". (الدرالمختار، المصدر السابق)

(۲) "وإلا يوافق بل باين، فاضرب كل عدد رؤوسهم فيه المخرج المذكور كزوج وخمس بنات، فالمخرج هنا أربعة للزوج واحد، بقي ثلاثة تباين الخمسة، فاضرب الأربعة في خمسة تبلغ عشرين، كان للزوج واحدٌ اضربه في المضروب يكن خمسةً، فهي له، والباقي ثلاثة أضربها في المضروب تبلغ =

مسئلہ ۴، تصـــ ۲۰

زوج	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
			۱۵		
$\frac{1}{5}$	۳	۳	۳	۳	۳

یہاں باقی یعنی تین کو عددِ رؤس اصحاب الرد یعنی پانچ کے ساتھ تباین ہے، لہذا چار کو پانچ میں ضرب دیا، جس سے بیس ہو گئے، اب پانچ زوج کو ملے اور تین تین ہر بنت کو۔ اگر رد نہ کرتے تو یہاں بھی گذشتہ دونوں مسئلوں کی طرح بارہ سے تقسیم کرتے، تین زوج کو ملتے، آٹھ بنات کو، ایک باقی رہتا۔

رد کی قسم رابع

یہ ہے کہ اصحاب الرد ایک جنس سے زائد ہوں اور غیر اصحاب الرد میں سے بھی کوئی ہو تو اس وقت غیر اصحاب الرد کا فرض اقلِ مخارج سے دے کر جو باقی رہے، اس کو مسئلہ اصحاب الرد پر تقسیم کر دیا جائے، اگر وہ پورا پورا تقسیم ہو جائے تو اس میں کچھ اَور نہیں کرنا (۱) اور اس کی فقط ایک صورت ہے، وہ یہ ہے:

مسئلہ ردّیہ ۴، تصـــ ۴۸

زوجہ	جدہ	جدہ	جدہ	جدہ	اُختلاُم	اُختلاُم	اُختلاُم	اُختلاُم	اُختلاُم	اُختلاُم
$\frac{1}{12}$	۳	۳	۳	۳	۴	۴	۴	۴	۴	۴

یہاں زوجہ غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بقیہ ورثہ دو جنس کے جدّات اور اَخوات لاُم اصحاب الرد میں سے

= خمسة عشر، فلكل بنت ثلاثة". (الدر المختار، باب المخارج: ۶/ ۷۸۹، سعيد)

(۱) "والرابع لو كان مع الثاني مَن لايُردّ عليه، فاقسم الباقي من مخرج فرض من لا يردّ عليه علىٰ مسئلة مَن يرد عليه إن استقام كزوجة وأربع جدات وست أخوات لأم، فمخرج مَن لايرد عليه أربعة: للزوجة واحد، يبقى ثلاثة تستقيم على سهم الجدات وسهمي الأخوات، لكنه منكسر على آحاد كل فريق كما سيجئ". (الدر المختار، باب المخارج: ۶/ ۷۹۰، سعيد)

ہیں زوجہ کا فرض اقلِ مخارج چار سے دینے کے بعد تین باقی رہے، ان تین کو مسئلہ اصحاب الرد پر تقسیم کردیا تو پورا تقسیم ہوگیا، وہ اس طرح کہ اصحاب الرد دو قسم کے ہیں: ایک سدس کے مستحق ہیں، یعنی جدات اور دوسرے ثلث کے یعنی اُخوات لأم، اور جس وقت رد کی صورت میں ثلث اور سدس جمع ہوں تو مخرج تین کو قرار دیا جاتا ہے، جیسا کہ ۳۶/ میں گذرا، لہذا اس باقی تین کو مسئلہ اصحاب الرد یعنی تین پر تقسیم کیا جو پورا تقسیم ہوگیا، یعنی ایک تو جدّات کو ملا اور دو اخوات لأم کو ملے، تین پورے تقسیم ہوگئے۔

اب دیکھا تو ایک چار پر منکسر ہے اور دو چھ پر، لہذا تصحیح کی ضرورت پیش آئی، مگر یہ ضرورت رد کیلئے نہیں، بلکہ ہر طائفہ کے افراد کے سہام میں کسر کی وجہ سے جیسا کہ بغیر رد کے بھی اس کی نوبت آتی ہے۔ تصحیح کے چھ اصول میں سے اصل خامس پر یہاں عمل کیا جائے گا، وہ اس طرح کہ ایک طائفہ سے زائد پر کسر ہے تو رؤس، رؤس کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی اور وہ توافق بالنصف ہے، یعنی چھ اخوات لام اور چار جدات، عددِ جدات چار کو وفق عدد اخوات لأم یعنی تین میں ضرب دیں گے جس سے بارہ بنیں گے، پھر اس بارہ کو اصل مسئلہ چار میں ضرب دیں گے جس سے اڑتالیس ہوجائیں گے۔

پھر چار سے جو سہام ہر طائفہ کو ملے تھے ان کو بارہ میں ضرب دیں گے جس سے بارہ سہام زوجہ کے ہونگے اور بارہ ہی جدات کے کہ ہر جدہ کو تین تین مل جائیں گے اور چوبیس اخوات لام کے ہوں گے کہ ہر اخت لأم کو چار چار مل جائیں گے۔

تنبیہ:

اگر زوجہ دو ہوں تو اس صورت میں ہر زوجہ کو چھ سہام ملیں گے، اگر تین ہوں تو ہر ایک کو چار، اگر چار ہوں تو ہر ایک کو تین (۱)۔

اگر رد کی صورت پر عمل نہ کیا جاتا تو مثال مذکور میں کل بارہ سہام بنا کر تین زوجہ کو ملتے، دو جدات کو، چار اخوات

---

(۱) "والرابع لو كان مع الثاني مَن لايُردّ عليه، فاقسم الباقي من مخرج فرض من لا يردّ عليه على مسئلة مَن يرد عليه إن استقام كزوجة وأربع جدات وست أخوات لأم، فمخرج مَن لايرد عليه أربعة: للزوجة واحد، بقي ثلاثة تستقيم على سهم الجدات وسهمي الأخوات، لكنه متكسر على آحاد كل فريق كما سيجئ". (الدر المختار، باب المخارج: ۶/ ۷۹۰، سعید)

لام کو اور تین باقی رہتے۔ اگر غیر اصحاب الرد کو اقلِ مخارج سے فرض دینے کے بعد جو باقی رہے وہ مسئلہ اصحاب الرد پر پورا پورا تقسیم نہ ہو سکے تو مسئلہ اصحاب الرد کو مخرجِ غیر اصحاب الرد میں ضرب دیں گے (۱) جیسے۔ مثلاً:

مسئلہ ۸، عـ ۴۰ = ۴۰×۳×۳×۴ = ۱۴۴۰

زوجہ زوجہ زوجہ زوجہ	بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت	جدہ جدہ جدہ جدہ جدہ جدہ
۱/۸	۲/۳	۱/۶
	۲۸	
	۳۶	
	۱۶۸	
۳۶	۸۴	۳۶
۴) ۱۸۰ (۴۵	۹) ۱۰۰۸ (۱۱۲	۶) ۲۵۲ (۴۲
۱۶۰	۹	۲۴
۲۰	۱۰	۱۲
۲۰	۹	۱۲
×	۱۸	×
	۱۸	
	×	

ہر زوجہ کو ۴۵/ سہام ملیں گے، ہر بنت کو ۱۱۲/ سہام ملیں گے، ہر جدہ کو ۴۲/ سہام ملیں گے۔

یہاں زوجات غیر اصحاب الرد ہیں، اور بنات اور جدات اصحاب الرد ہیں، اولا دزوجات کو اقلِ مخارج آٹھ سے فرض دیا یعنی ایک، باقی رہے سات جن کو بنات وجدات پر تقسیم کرنا ہے، ان کا مخرج پانچ ہے کیونکہ بنات ثلثان کی مستحق ہیں اور جدات سدس کی، ایسی صورت میں پانچ کو مخرج قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ ۴۸/ میں بیان ہوا۔ سات پانچ پر

(۱) "وإن لم يستقم، فاضرب جميع مسألة مَن يرد عليه في مخرج مَن لايرد عليه، فالمبلغ الحاصل بهذا الضرب مخرج فروض الفريقين كأربع زوجات وتسع بنات وست جدات، فمخرج من لايرد عليه ثمانية: للزوجات الثمن واحد، بقي سبعةٌ لاتستقيم على مسألة من يرد عليه وهي هناخمسة؛ لأن الفرضين ثلثان وسدس، فاضرب الخمسة في الثمانية تبلغ أربعين، فهي مخرج فروض الفريقين، ثم اضرب سهام مَن لايردعليه في مسألة من يرد عليه وفيما بقي من مخرج فرض مَن لايرد عليه، يكن للبنات ثمانية وعشرون، وللجدات سبعةٌ، فاستقام فرض كل فريق، لكنه منكسر على آحاد كل فريق .... تصح من ألف وأربعمأة وأربعين، وتصح الأولىٰ من ثمانية وأربعين". (الدرالمختار: ۶/ ۷۹۱، كتاب الفرائض، باب العول، سعيد)

(وكذا في السراجي، ص: ۲۱، ۲۴، سعيد)

پورا تقسیم نہیں ہوتا تو مسئلہ اصحاب الرد یعنی پانچ کو مخرج غیر اصحاب الرد یعنی آٹھ میں ضرب دیں گے جس سے چالیس بن جائیں گے۔

پھر سہام غیر اصحاب الرد یعنی ایک کو مسئلہ اصحاب الرد یعنی پانچ میں ضرب دیں گے جس سے زوجات کے سہام پانچ ہوں گے۔ اور سہام اصحاب الرد یعنی بنات کے چار اور جدات کے ایک کو غیر اصحاب الرد کے اقل مخارج سے فرض دینے کے بعد باقی ماندہ یعنی سات میں ضرب دیں گے جس سے بنات کے سہام اٹھائیس ہو جائیں گے، اور جدات کے سہام سات ہو جائیں گے۔

یہاں تک رد کا عمل پورا ہو گیا، اب تصحیح کی ضرورت ہوگی، کیونکہ کسی طائفہ کے سہام اس کے افراد پر منقسم نہیں، بلکہ ہر ایک میں کسر ہے، لہذا تصحیح کے اصول میں سے اصل خامس پر عمل کیا جائے گا: عدد زوجات چار کو عدد جدات چھ کے ساتھ توافق بالنصف ہے، پس چار کو چھ کے نصف تین میں ضرب دیں گے جس سے بارہ بنیں گے، جس کو عدد بنات نو کے ساتھ توافق بالثلث ہے، لہذا بارہ کو نو کے ثلث تین میں ضرب دیں گے جس سے چھتیس بنیں گے۔ پھر چھتیس کو تصحیح رد یعنی چالیس میں ضرب دیں گے جس سے کل سہام ایک ہزار چار سو چالیس ہو جائیں گے۔

اس کے بعد چالیس سے جس قدر سہام ہر طائفہ کو ملتے تھے، ان کو ۳۶/ میں ضرب دے کر ہر طائفہ کے افراد پر تقسیم کر دیں گے، یعنی زوجات کو چالیس میں سے پانچ ملے جن کو چھتیس میں ضرب دیا جس سے ایک سو اسّی ہو گئے، جن کو چار زوجات پر تقسیم کر دیا، ہر زوجہ کے پینتالیس ہو گئے۔ اور بنات کو چالیس میں سے اٹھائیس ملے تھے جن کو چھتیس میں ضرب دیا تو ایک ہزار آٹھ ہو گئے، جن کو نو بنات پر تقسیم کر دیا، ہر بنت کے ایک سو بارہ ہو گئے۔ اور جدات کو چالیس میں سے سات ملے تھے جن کو چھتیس میں ضرب دیا تو دو سو باون ہوئے جن کو چھ جدات پر تقسیم کر دیا، ہر جدہ کو بیالیس ملے۔

باب المناسخة

اگر تقسیم ترکہ سے قبل کسی وارث کا انتقال ہو جائے اور ہر دو میت کا ترکہ یکدم تقسیم کیا جائے اس کو

مناسخہ کہتے ہیں (۱)۔

مافی الید

یعنی میتِ اول سے جو ترکہ میتِ ثانی کو ملا ہے، اس کے اور مخرج کے درمیان نسبت کی رعایت کو اس طریق میں ملحوظ رکھنا ہوتا ہے، اس کے بعد تقسیم میں سہولت ہوتی ہے، پس اگر مافی الید اور مخرج کے درمیان تماثل ہے تب تو ضرب کی حاجت نہیں (۲)۔ مثلاً:

مسئلہ ۱۲، تصـ۳۶ — ہندہ

زوج	بنت	بنت	بنت	اخ
۳/۹		۸		۱/۳
	۸	۸	۸	

مسئلہ ۳ — تماثل — اخ معـ۳

ابن	بنت
۲	۱

---

(۱) "المناسخة: أن يموت بعض الورثة قبل القسمة". (الاختيار لتعليل المختار: ۵۸۹/۲، كتاب الفرائض، فصل في المناسخة، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في الدرالمختار: ۸۰۱/۶، كتاب الفرائض، باب المناسخة، سعيد)

(وكذا في السراجي، ص: ۳۵، باب المناسخة، سعيد)

(۲) "والأصل فيه أن تصحح مسألة الميت الأول، وتعطي سهام كل وارث من التصحيح، ثم تصحح مسألة الميت الثاني، وتنظر بين ما في يده من التصحيح الأول وبين التصحيح الثاني ثلاثة أحوال: فإن استقام ما في يده من التصحيح الأول على الثاني، فلاحاجة إلى الضرب". (السراجي، ص: ۳۵، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار: ۸۰۱/۶، كتاب الفرائض، فصل في المناسخة، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۵۸۹/۲، كتاب الفرائض، فصل في المناسخات، مكتبه حقانيه، پشاور)

اس صورت میں اخ کو تین سہام ملے اور ہندہ کا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے اخ کا انتقال ہوگیا۔ اس کے وارث ابن اور بنت ہیں۔ اخ کا مافی الید بھی تین ہے اور بوقتِ تقسیم ترکہ مخرج بھی تین قرار دیا گیا، لہٰذا اب کسی اور ضرب کی حاجت نہیں۔

اگر مافی الید اور مخرج کے درمیان توافق ہو تو وفقِ مخرج کو میتِ اول کے مخرج میں ضرب دیں گے اور میت اول کے ورثہ کے سہام کو بھی میتِ ثانی کے مخرج کے وفق میں ضرب دیں گے اور میتِ ثانی کے ورثہ کے سہام کو مافی الید کے وفق میں ضرب دیں گے (۱)، جیسے کہ:

مسئلہ ۲۴، تصـ ۷۲، تصـ ۱۴۴ — زید

زوجہ	ابن	بنت	اب
ہندہ	اسلم	سلمہ	اکرم
۳	۱۷		
۹	۳۴	۱۷	۴/۱۲
۱۸	۶۸	۳۴	

مسئلہ ۸، تصـ ۲ — توافق بالربع — اب اکرم، معـ ۱۲، تصـ ۳

ابن	ابن	ابن	بنت	بنت
۲/۶	۲/۶	۲/۶	۱/۳	۱/۳

یہاں میتِ اول کا مخرج اصالۃً چوبیس اور ابن و بنت کے سہام میں کسر کی وجہ سے تین میں ضرب دے کر بہتر سے تصحیح کی گئی، جس سے اَب کو بارہ سہام ملے، پھر اب کا انتقال ہوا، اس کا مخرج آٹھ قرار دیا۔ آٹھ مخرج اور بارہ مافی الید میں توافق بالربع کی نسبت ہے، آٹھ کا وفق دو ہے۔ تو میتِ اول کے مخرج بہتر اور اس سے ورثہ کو

(۱) "وإن لم يستقيم، فإن كان بين سهامه ومسألته موافقة، ضربت وفق التصحيح في كل التصحيح الأول". (الدر المختار: ۶/۸۰۲، كتاب الفرائض، فصل في المناسخة، سعيد)

(وكذا في الشريفية، ص: ۹۲، باب المناسخة، سعيد)

جس قدر سہام ملے تھے، ان سب کو دو ضرب دی گئی اور میتِ ثانی کے مافی الید کے وفق تین میں اس کے ورثہ کے سہام کو ضرب دی گئی۔

المبلغ ۱۴۴
الأحیـــــــــــاء

ہندہ	اسلم	سلمہ	احمد	ارشد	امجد	حمیدہ	سعیدہ
۱۸	۱۸	۳۴	۶	۶	۶	۳	۳

اگر میتِ ثانی کے مافی الید اور مخرج کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو میتِ ثانی کے کل مخرج کو میتِ اول کے کل مخرج میں اور میتِ اول کے ورثہ کے سہام میں ضرب دیں گے اور میتِ ثانی کے ورثہ کے سہام کو کل مافی الید میں ضرب دیں گے (۱) مثلاً:

مسئلہ ۲۴، تصـ ۱۲۰

زوجہ	ام	اب	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	بنت
زینب	حفصہ	بکر	شاکر	صابر	ناصر	فاخر	عامر	طاہر	صغریٰ
۳/۱۵	(۴)	۲/۱۰	۲/۱۰	۲/۱۰	۲/۱۰	۲/۱۰	۲/۱۰	۲/۱۰	۱/۵

(۱) "وإن كان بينهما مباينة، فاضرب كل التصحيح الثاني في كل التصحيح الأول، فالمبلغ مخرج المسألتين، فسهام ورثة الميت الأول تضرب في المضروب، أعني: في التصحيح الثاني أو في وفقه، وسهام ورثة الميت الثاني تضرب في كل مافي يده أوفي وفقه. وإن مات ثالث أو رابع أو خامس، فاجعل المبلغ مقام الأولىٰ، والثالثة مقام الثانية في العمل، ثم في الرابعة والخامسة كذلك إلى غير النهاية".
(السراجي، ص: ۳۵، ۳۶، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۸۰۲، كتاب الفرائض، فصل في المناسخة، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/۵۸۹، كتاب الفرائض، فصل في المناسخة، مكتبه حقانيه، پشاور)

مسئلہ ۴، تصـــ ۲۰ وفق ۵ — تداخل — حفصہ معـــ ۴

زوج	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن
بکر	رشید	سعید	وحید	حمید	مجید
$\frac{1}{5}$			$\frac{3}{15}$		
	۳	۳	۳	۳	۳

یہاں میت ثانی کا مافی الید چار ہے اور مخرج تقسیم پانچ ہے، دونوں میں تباین کی نسبت ہے، لہذا پانچ کی ضرب اوپر آئی یعنی میتِ اول کے ورثہ کے سہام میں اور میتِ اول کے مخرجِ تقسیم یعنی چوبیس میں اور چار کی ضرب نیچے آئی، یعنی میتِ ثانی کے ورثہ کے سہام میں (۱)۔

المبلغ ۱۲۰ الأحیاء

زینب	بکر	شاکر	صابر	ناصر	فاخر	عامر	طاہر	صغریٰ	رشید	سعید	وحید	حمید	مجید
۱۵	۲۵	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۵	۳	۳	۳	۳	۳

(۱) درحقیقت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذکر کردہ مثال تداخل کی ہے اور تباین کی مثال یہ ہے:



مسئلہ ۱۲، لـــ ۳ تصـــ ۸، تصـــ ۷۲

زوج	بنت		بنت
بکر	خالدہ	$\frac{3}{6}$	زینب
$\frac{1}{2}$	$\frac{3}{27}$		$\frac{3}{27}$

مسئلہ ۳، تصـــ ۹ — تباین — بکر معـــ ۲

بنت	بنت	اخت عینی		اخ عینی
خالدہ	زینب	رقیہ	$\frac{1}{3}$	عمر
$\frac{1}{3}$ / ۲	$\frac{1}{3}$ / ۲	$\frac{1}{2}$		$\frac{2}{4}$

المبلغ ۷۲ الأحیاء

خالدہ	زینب	رقیہ	عمر
۳۳	۳۳	۲	۴

اب ایک ایسی مثال لکھی جاتی ہے جس میں توافق، تباین، تماثل نسبتیں آ جائیں(۱):

مسئلہ ۴، بعد الرد، تصــ ۱۶، تصــ ۳۲، تصــ ۲۸

ام	بنت	زوج
عظیمہ	کریمہ	زید
۱/۳ ۲	۱/۴	۱/۴

(۱) "ولو صار بعض الأنصباء ميراثا قبل القسمة كزوج وبنت وأم، فمات الزوج قبل القسمة عن امرأة وأبوين، ثم ماتت البنت عن ابنتين وبنت وجدة، ثم ماتت الجدة عن زوج وأخوين، فالأصل فيه أن تصحح مسألة الميت الأول وتعطى سهام كل وارث من التصحيح، ثم تصحح مسألة الميت الثانى، وتنظر بين مافى يده من التصحيح الأول وبين التصحيح الثانى، فإن استقام بسبب المماثلة مافى يده من التصحيح الأول على التصحيح الثانى، فلاحاجة إلى الضرب. وإن لم يستقيم، فانظر إن كان بينهما موافقة، فاضرب وفق التسحيح الثانى فى التصحيح الأول. وإن كان بينهما مباينة، فاضرب كل التصحيح الأول، فالمبلغ مخرج المسألتين، فسهام ورثة الميت الأول تضرب فى التصحيح الثانى أو فى وفقه، وسهام ورثة الميت الثانى تضرب فى كل مافى يده أو فى وفقه". (السراجی، ص: ۳۵، ۳۶، سعید)

(وكذا فى الدرالمختار: ۶/۸۰۱، كتاب الفرائض، فصل فى المناسخة، سعيد)

(وكذا فى الاختيار لتعليل المختار: ۵۸۹/۲، كتاب الفرائض، فصل فى المناسخات، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۰/۶، كتاب الفرائض، الباب الخامس عشر فى المناسخة، رشيديه)

(وكذا فى الشريفية، ص: ۹۰، ۹۴، باب المناسخة، سعيد)

مسئلہ ۴　　تماثل مستقیم　　زید۴

زوجہ	اب	ام
حلیمہ	عمرو	رحیمہ
۱	۲	۱
۲	۴	۲
۸	۱۶	۸

تیسری مثال:

مسئلہ ۶، معـــ ۲　　بالثلث　　کریمہ معـــ ۹، معـــ ۳

بنت	ابن	ابن	جدہ
رقیہ	خالد	عبداللہ	عظیمہ
۱	۲	۲	۱
۳	۶	۶	۳
۱۲	۲۴	۲۴	

مسئلہ ۲، تصـــ ۴　　تباین　　عظیمہ معـــ ۹

زوج	اخ	اخ
عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۱	۱	
۲		
۸	۹	۹

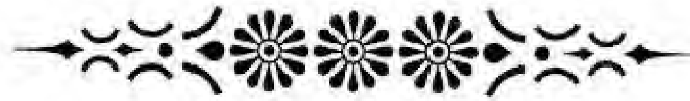
المبلغ ۱۲۸								
الأحیاء								
حلیمہ	عمرو	رحیمہ	رقیہ	خالد	عبداللہ	عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۸	۱۶	۸	۱۲	۲۴	۲۴	۱۸	۹	۹

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

تمت بعون اللّٰہ تعالیٰ وتوفیقه لیلة السبت

٢٣/جمادی الثانية/١٤٢٤هـ



تاریخ تکمیلِ کمپوزنگ، سیٹنگ اینڈ ڈیزائننگ از عرفان انور مغل

۱۸/رجب/۱۴۲۷ھ، بمطابق:۱۴/اگست/۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتاویٰ محمودیہ سے متعلق چند ضروری باتیں

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، أما بعد!

فتاویٰ محمودیہ کا کام بحمد للہ تعالیٰ مکمل ہوا، عام طریقہ کے مطابق مقدمہ میں تمام کام کی نوعیت پوری وضاحت سے بیان کی گئی ہے، لیکن چند ایسی چیزیں جو کہ بعد میں کام کے دوران سامنے آئیں۔ اور جن کا مقدمہ میں ذکر نہیں تھا بعد میں وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ذکر کی جاتی ہیں:

۱...... فتاویٰ محمودیہ میں کل **۹۸۸۵** سوالات ہیں اور **۲۶۹۲** ذیلی جزئیات ہیں، لہٰذا کل جزئیات کی تعداد **۱۲۵۷۷**، اور ایک رسالہ "آسان فرائض" اس کے علاوہ ہے۔

۲...... فتاویٰ محمودیہ قدیم بیس جلدوں کی تخریج، تبویب، تعلیق اور اس کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ میں تقریباً تین سال کا عرصہ صرف ہوا ہے۔

۳...... اس کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدھم کی دعائیں اور سرپرستی، حضرت مولانا ڈاکٹر عادل خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا خصوصی اشراف اور حضرت مولانا عبید اللہ خالد صاحب زید مجدہم کی کامل جدوجہد، سعی بلیغ، دستگیری اور مسلسل ربط اور حضرت مولانا محمد یوسف افشانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خصوصی توجہ، کامل نگرانی اور پرخلوص مشاورت کی برکات سے اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ محمودیہ کا بہت بڑا کام بہت ہی مختصر عرصہ میں مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما کر احسان فرمایا۔

۴...... فتاویٰ محمودیہ کی بندہ نے دو مرتبہ بالاستیعاب پروف ریڈنگ کی، دوسری مرتبہ دیکھنے کے بعد

اساتذہ کرام: حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی سمیع اللہ صاحب مدظلہ العالی کے سامنے برائے اشراف پیش کیا، ان حضرات سے فراغت کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالباری مدت فیوضہم نے بالاستیعاب نظر غائر سے دیکھا۔ ان حضرات نے ممکنہ کمیوں کی طرف مفید اشارے فرمائے، خصوصاً حضرت مفتی عبدالباری صاحب نے بعض مسائل کو اپنے موقع ومحل کے مطابق اپنے ابواب میں رکھنے کی نشاندہی فرمائی۔

۵...... فتاویٰ محمودیہ پر کام کی نوعیت کے سلسلے میں کسی بھی چیز کی تعیین لجنۃ المشرفین کے باہمی مشورہ سے طے کی گئی ہے۔

۶...... فتاویٰ محمودیہ کی تخریج چونکہ چودہ علمائے کرام نے کی ہے، اور ہر ہر کتاب کے ایک ہی مطبع کے چودہ چودہ نسخے مہیا کرنا بظاہر مشکل تھا، اور بعض کتب کے چونکہ ہمارے ہاں مختلف مطابع کے متعدد نسخے ہیں، لہٰذا جس ساتھی کو اس کتاب کا جونسخہ دستیاب ہوا، اس نے اسی نسخے کا التزام کرکے تخریج کی، اس وجہ سے تخریج میں بعض کتابوں کے مختلف مطابع کے حوالے بھی ہیں، مثلاً: "مجمع الأنهر" کے ہمارے ہاں مکتبہ غفاریہ کوئٹہ اور دار إحياء التراث العربي بيروت کے دو نسخے ہیں، لہٰذا ان دونوں مطابع کے حوالے مجمع الأنهر سے دیئے گئے ہیں، لیکن چونکہ حوالہ میں "باب، فصل اور مطلب" وغیرہ کا التزام کیا گیا ہے، اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ استفادہ کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

۷...... چونکہ ہماری کوشش تھی کہ ہر ہر بات باحوالہ اور مستند ہو، اس لئے ہم نے اردو، ہندی اور انگریزی مشکل الفاظ کے معانی لکھتے وقت اردو، انگریزی لغات کے حوالے بھی دیئے ہیں۔

۸...... کسی فتاویٰ یا عام کتاب کی تبویب، ترتیب اور تخریج سے مطلوب اہل مطالعہ اور مستفیدین کی سہولت ہوتی ہے، اسی سہولت کی بنیاد پر ہم نے ایک جیسے مسائل کی تخریج کے لئے گذشتہ یا آئندہ مسائل کی طرف مراجعت کے لئے بہت کم نشاندہی کی ہے، بجائے مراجعت کے ہم نے تقریباً ہر صفحہ پر جواب کی مستقل تخریج کی ہے اگرچہ گذشتہ یا آئندہ مسئلہ میں اسی عبارت کی تخریج کی گئی ہو۔

۹...... اکثر مصنفین ،مؤلفین کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی کتابوں کے آخر میں مصادر ومراجع مستقل ذکر

کرتے ہیں، چونکہ ہم نے حوالہ پیش کرتے وقت ہر کتاب کے لوازمات: باب، فصل، مطلب اور مطبع ہر جگہ ذکر کیا ہے، لہذا مصادر ومراجع مستقل ذکر کرنے کی بظاہر ضرورت نہیں۔

۱۰...... فتاویٰ محمودیہ میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ کوئی سوال شامل کئے بغیر نہ رہے، اسی غرض سے اصل نسخہ کی مکرر مراجعت کی گئی ہے، بہرحال فتاویٰ محمودیہ کی کثرت جزئیات وسوالات اور بڑی ضخامت سے کیا بعید ہے کہ کوئی مسئلہ شامل کئے بغیر رہ گیا ہو، لہذا اگر اہل مطالعہ کی نظر سے کوئی سوال اس نوعیت کا گذرے تو گذارش ہے کہ ادارہ کو اطلاع دیں تاکہ اس مسئلہ کو آئندہ کے ایڈیشن میں شامل کیا جاسکے۔

۱۱...... خالص عربی وفارسی سوال وجواب کا ترجمہ التزام کے ساتھ حاشیہ میں رکھا گیا ہے، اور بعض اردو جوابات میں لمبی عربی عبارتوں کا ترجمہ حذف کردیا گیا ہے، بعض جگہوں پر حسبِ ضرورت برقرار رکھا گیا ہے۔

۱۲...... سوال پر "رقم المسلسل" لگاتے وقت بعض دفعہ کوئی مسئلہ بغیر نمبر کے بھی رہ گیا ہے، ایسی جگہیں اگرچہ نہ ہونے کے برابر ہیں، لیکن پھر بھی ہم نے "الف، ب" سے اس کو نمبر دیا ہے۔

۱۳...... چونکہ فتاویٰ محمودیہ پر کام تجارتی بنیاد پر نہیں کیا گیا ہے، بلکہ کتاب کی خدمت کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے، اس وجہ سے تبویب، ترتیب اور تخریج کے علاوہ کتاب کی تزیین کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے۔ مختلف رسم الخط اور مختلف فونٹ سائز متن اور حاشیہ میں رکھے گئے ہیں۔

۱۴...... بنیادی طور پر تخصص سال دوم ۱۴۲۴ھ کے ساتھیوں کو فتاویٰ محمودیہ کی تخریج بطور مقالہ حوالے کی گئی تھی، جن ساتھیوں کو یہ مقالہ دیا گیا تھا، ان حضرات کے نام اور مفوضہ ابواب یہ ہیں:

مولوی عبید اللہ شاہوانی صاحب، جمعہ، عیدین اور جنائز۔ مولوی نور الدین پانیزئی صاحب، بیوع، ایمان ونذور، صید وذبائح اور اضحیہ۔ مولوی عبدالحفیظ صاحب، مسائل طلاق۔ مولوی حضرت علی صاحب، وقف مدارس، اجارہ اور فرائض۔ مولوی حضرت حسن صاحب، کتاب الصلوۃ از ابتداء تا امامت۔ مولوی محمد یوسف وزیرستانی صاحب، حظر واباحہ ابتدائی حصہ۔ مولوی صباح الدین غذری صاحب، حظر واباحہ آخری حصہ۔ مولوی غلام اللہ گل صاحب، حج اور نکاح۔ مولوی عمران اشفاق صاحب، ایمان وعقائد اور فرق

باطلہ۔ مولوی سید فخر الدین صاحب، وقف از ابتداء تا مساجد و مقابر۔ مولوی اسد اللہ صاحب، سلوک، تاریخ، سیاست، تعبیر الرویا اور علم۔ مولوی عبد المجید صاحب، زکوۃ اور صوم۔ مولوی عبداللہ ہزاروی صاحب، صلوۃ درمیانی حصہ۔ اور (مولوی) فضل مولیٰ (راقم الحروف) تبلیغ، تقلید، الفاظ کفر اور بدعات۔

۱۵...... چونکہ فتاویٰ محمودیہ کی تخریج کے بعد اگلا مرحلہ کمپوزنگ کا تھا اور کمپوزنگ میں پروف ریڈنگ ایک اہم جزو ہے، اس لئے حضرات اساتذہ کے مشورہ سے بندہ کا تقرر اسی غرض سے کیا گیا، لیکن چونکہ تصحیح اور پروف ریڈنگ کا سلسلہ بہت طویل تھا، نیز اصل سے املا کرنے کی ضرورت تھی اور اس میں چند معاونین کی ضرورت تھی، اس لئے لجنۃ المشرفین نے ۱۴۲۵ھ میں تخصص سالِ دوم کے چھ ساتھیوں کا پہلے سال انتخاب کیا، اور ان حضرات کو فتاویٰ محمودیہ کی پروف ریڈنگ اور املا بطور مقالہ دی گئی، ان حضرات کے نام یہ ہیں:

۱- مولوی محمد حیات زرہ خیلوی صاحب، ۲- مولوی جلال الدین صاحب، ۳- مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب، ۴- مولوی محبوب شیر خان صاحب فیجی، ۵- مولوی محمد واحد صاحب، ۶- مولوی محمد طاہر شاہ صاحب، راولپنڈی۔

دوسرے سال ۱۴۲۶ھ میں بھی چھ ساتھیوں کو پروف ریڈنگ اور املاء کا کام بطور مقالہ دیا گیا، ان کے نام یہ ہیں:

۱- مولوی احمد جان صاحب، ۲- مولوی محمد عمر صاحب، ۳- مولوی احمد خان صاحب، ۴- مولوی عبد الاحد سعید صاحب، ۵- مولوی عبد الغنی صاحب، ۶- مولوی زاہد صاحب۔

پروف ریڈنگ کے تیسرے سال ۱۴۲۷ھ میں کام ہلکا ہونے کی بناء پر چار ساتھیوں کو پروف ریڈنگ اور املاء کا کام بطور مقالہ دیا گیا، ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱- مولوی حق نواز صاحب، ۲- مولوی محمد ہاشم صاحب، ۳- مولوی عبد الغنی صاحب، ۴- مولوی وزیر زادہ صاحب۔

فتاویٰ محمودیہ کے مسائل کی کثرت اور وقت کی تنگی کا تقاضا تھا کہ اصل اور بنیادی تخریج کرنے والے چودہ ساتھیوں سے مشکل ترین جزئیات یا غیر دستیاب کتابوں کی تخریج رہ جاتی، اس لئے معاون ساتھیوں کا کام دو طرح کا تھا: ایک یہ کہ اصل کے ساتھ پروف کی املا کرتے تھے، اور دوسرا کام یہ تھا کہ جہاں جہاں تخریج رہ گئی تھی اور مشرف اساتذہ اس کی نشاندہی کرتے تھے، وہاں پر مناسب تخریج کرتے تھے۔ یہ تمام حضرات قابلِ صد تحسین ہیں۔ جزاهم الله تعالیٰ خیراً وزادهم علماً وعرفاناً۔

۱۶...... فتاویٰ محمودیہ پر بطورِ اشراف کام کرنے والے حضرات اساتذہ کرام کو افتاء کے باب میں اور بطور تخریج کام کرنے والے ساتھیوں، اسی طرح پروف ریڈنگ واملاء کرنے والے ساتھیوں کو بحمد اللہ تعالیٰ علمی اور فقہی میدان میں بہت عظیم فائدہ ہوا، جس کا اندازہ اس بات سے ہو رہا ہے کہ وہ تمام حضرات اپنے اپنے مقام پر علمی وفقہی میدان میں ترقی کرتے جارہے ہیں۔

۱۷...... اللہ تعالیٰ برکتوں سے نوازے بھائی محمد یوسف رانا صاحب (انچارج الفاروق کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ) کو کہ انہوں نے ہر مشکل گھڑی میں ہمارا ساتھ دیا، ہم ان کے اس احسانِ عظیم پر اُن کے ممنون ہیں۔

۱۸...... فتاویٰ محمودیہ کی اول سے لے کر آخر تک پیسٹنگ کا کام جناب محمد اصغر طور صاحب نے بخوبی انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

۱۹...... فتاویٰ محمودیہ پر ٹائپنگ کا ابتدائی کام مولانا لطیف اللہ زکریا صاحب نے کیا اور اس کے بعد آخر تک کمپوزنگ، سیٹنگ اور ڈیزائننگ کا کام بڑی عمدگی کے ساتھ جناب عرفان انور مغل صاحب نے کیا، جو کہ قابلِ داد ہے۔ جزاه الله تعالیٰ خیر الجزاء۔

فضل مولیٰ ابن القاضی المرحوم
رفیق شعبۂ افتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

☆......☆......☆